فتاویٰ علماءِ ہند

جلد-۳۲

تیار کردہ

منتخب علماءِ ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی

باہتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔ الہند

فتاویٰ علماءِ ہند

جلد-۳۲

تیار کردہ

منتخب علماءِ ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی

باہتمام

منظمة السلام العالمية

ممبائی۔ الہند

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۳۲)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت		جون ۲۰۲۱ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ و ڈیزائننگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
ناشر	:	منظمة السلام العالمية، ممبائی، الھند

یہ کتاب ''منظمة السلام العالمية '' کی

طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے

وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمة السلام العالمية

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

کتاب النکاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللّٰہ عزوجل:

﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾

(سورۃ البقرۃ: ۲۲۱)

وقال اللّٰہ عزوجل:

﴿الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

(سورۃ المائدۃ: ۵)

وقال اللّٰہ عزوجل:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۝ وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ۝ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا﴾

(سورۃ النساء: ۱۹-۲۱)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:

قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ قَالَ: الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ.

(سنن النسائی، رقم الحدیث: ۳۲۳۱)

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحات

فہرست مضامین (۵-۲۶)

فرق اسلامیہ کے درمیان نکاح (۳۳-۱۳۴)

نکاح سے متعلق متفرق مسائل (۱۳۵-۲۴۸)

میاں، بیوی اور اولاد کے حقوق (۲۴۹-۴۲۴)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الشکر

نحمدہ و نصلي علی رسولہ الکریم اما بعد

اَولاد اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے، اُس کی خیر خواہی والدین پر لازم ہے، اور دنیوی خیر خواہی سے زیادہ دینی خیر خواہی پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بچوں کے حقوق کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) پیدائش کے بعد دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اِقامت کہی جائے۔ (۲) ساتویں دن عقیقہ کیا جائے۔ (۳) اچھا نام رکھا جائے۔ (۴) بولنے کے قابل ہو تو اللہ کا نام زبان سے ادا کرایا جائے۔ (۵) سات سال کا ہو تو نماز کی تعلیم دی جائے۔ (۶) دس سال کی عمر ہو تو نماز نہ پڑھنے پر تنبیہ کی جائے۔ (۷) دینی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام رکھا جائے۔ (۸) جب شادی کی عمر ہو جائے اور مناسب رشتہ مل جائے تو جلد از جلد نکاح کرادیا جائے۔

ہمارے منظمۃ السلام العالمیہ کے مفتیان کرام نے فتاویٰ علماء ہند کی بتسویں جلد تیار کر کے بندہ کے پاس طباعت کے لئے بھیجی ہے، بندہ اسے خود اپنے لئے اور اپنی تنظیم "منظمۃ السلام العالمیہ" کے لئے بڑی سعادت سمجھتا ہے۔ اس جلد بتسویں میں فرق اسلامیہ کے درمیان نکاح، نکاح سے متعلق متفرق مسائل، میاں بیوی اور اولاد کے حقوق مفصل طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

الحمد للہ سابقہ جلدیں ملک و بیرون ملک کے علمی حلقوں میں خوب مقبول ہو رہی ہیں، اور ہر طرف سے اسکی افادیت کے پیش نظر ہمت افزائی کے دعائیہ کلمات اور مفید مشورے موصول ہو رہے ہیں۔ مجھے بیحد مسرت ہو رہی ہے کہ موسوعہ فتاویٰ علماء ہند کی یہ عظیم علمی و فقہی خدمت عزیزم مفتی محمد اسامہ ندوی سلمہ کی نگرانی اور محب و محترم مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب کی سرپرستی میں علماء کرام و مفتیان عظام کی ایک عظیم جماعت سرانجام دے رہی ہے جس میں بفضلہ تعالیٰ منظمۃ السلام العالمیہ مالی تعاون فراہم کر رہا ہے جس کے نتیجے میں یہ عظیم الشان علمی و فقہی سرمایہ پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

درحقیقت اس علمی کتاب کے منصۂ شہود پر آنے میں بندہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ مالک حقیقی جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اپنے کسی بندے پر اپنے ارادے کا اظہار کر دیتا ہے اس لیے کہ مخلوق سے جو کچھ بھی صادر ہوتا ہے وہ خالق کائنات کے ارادے کا ظہور ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف و کرم سے اسے شرف قبولیت بخشے اور خصوصا علماء کرام و مفتیان عظام کے لئے اسے نافع بنائے اور بندہ ناچیز کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

بندہ شمیم احمد (انجینئر) نقشبندی مجددی
ناشر فتاویٰ علماء ہند، خادم منظمۃ السلام العالمیہ
ممبئی الھند
۳/شوال المکرم ۱۴۴۲ھ

تأثرات

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

الحمد للّٰه الذى حضض المؤمنين على التفقه فى الدين بقوله﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾،والصلاة والسلام على من أبان شأن الفقهاء فى الدين بقوله:''من يرداللّٰه به خيرا يفقهه فى الدين''،ونبه على نفعهم الوفير وخيرهم الكثير بقوله''إن مثل ما بعثنى اللّٰه به من الهدى والعلم كمثل غيث أصاب أرضا فكانت طائفة طيبة، قبلت الماء فأنبتت الكلأ والعشب الكثير وعلى آله وصحبه الذين سبقوا إلى التفقه فى الدين فأصبحوا مطامخ أنظار المجتهدين لمعرفة ماكان عليه النبى الأمين وفقا لما خاطبهم به سيد المرسلين:إن الناس لكم تبع وإن رجالا يأتونكم من أقطار الأرضين يتفقهون فى الدين وعلى الأئمة المجتهدين الذى بذلوا جهودهم فى استنباط أحكام الدين ومن اتبع السواد الأعظم فى اتباعهم وتقليدهم والاقتداء بهم ورد الأمور إليهم عملا بقول ربهم:﴿وَإِذَا جَائَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾،وبعد:

فقد سررت بجهود المجلس العالمى للفقه الإسلامى فى جمع فتاویٰ علماء الهند خلال القرنين الماضيين وذلک بناء على أن كل عصر يحتاج إلى اهتمامات بالغة بجمع وترتيب أحكام المسائل لا سيما الحوادث والنوازل على ما رجحه أهل الترجيح من فقهاء المذهب فى ضوء الكتاب والسنة وتم اختياره للفتوى وفقا لقواعهدا وذلک بنمط يسهل البحث عنها والحصول عليها على حسب الأمكان والاستطاعة كما نشاهد نظائر هذه الجهود المباركة فى العصور الماضية التى نتجت عنها مجوعات ضخمة من الفتاوى المعتبرة كالفتاویٰ الهندية والفتاویٰ التاتارخانية وأمثالها من فتاوى هى منأعظم مراجع الطلاع على الأحكام الشرعية.

وختاما أسأل اللّٰه تبارک وتعالٰى أن يوفق علماء المجلس العالمى الإسلامى فى إكمال هذه الموسوعة ويتقبل جهودهم فى هذه المهمة ويضعها فى ميزان حسناتهم يوم القيامة.

جليل اللّٰه مولوى زاده

شيخ التفسير والحديث بالجامعة الإسلامية دارالعلوم العالية،هراة،أفغانستان

١٤٤٢/٣/١٧ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم أما بعد:

عام مسلمانوں کے لیے حکم شرعی معلوم کرنا اور اہل علم کے لیے اس کا جواب ایک دینی فریضہ اور اہم شرعی ذمہ داری ہے۔ ہر مسلمان اس بات کا پابند ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی گزارے۔ زندگی کے تمام معاملات میں شریعت کا حکم معلوم کرکے اس کے مطابق عمل کریم، اس کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شریعت کے احکام سے ناواقف شخص کا علاج سوال کرنا ہے۔

ابتداء اسلام میں فتاویٰ کے حوالت سے مرجع کی حیثیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے، پھر ان کے بعد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رہنمائی فرماتے رہے۔ فقیہہ العصر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بعد فتاوی اس وقت کی علمی زبان فارسی کے بعد عمومی زبان اردو میں منتقل ہوئی اور سلسلہ چلتا رہا، اب تک ان دوصدیوں میں کئی ایک مفید و مدلل فتاوے مرتب ہوئے اور اب تک جاری وساری ہیں، اگر صرف اردو زبان میں لکھے گئے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو اس کے لیے ایک لائبریری کی ضرورت پڑے گی۔

یہاں فتاویٰ سے مراد ان سوالات کے شرعی جوابات ہیں، جو مفتیان کرام سے دریافت کئے جاتے ہیں۔ عرصہ دوسو سال میں اردو زبان میں ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ میں علماء و اہل افتا کی طرف سے فتاویٰ کے جتنے مجموعے شائع ہوئے ہیں، ان کو یکجا کرنا، ان کو مرتب کرنا، ان پر تخریج وتعلیق کا کام کرنا بہت ضروری تھا؛ تاکہ تکرار اور غیر ضروری مسائل کو حذف کرکے اہم فتاویٰ جات پر مدلل انداز میں کام کیا جائے؛ تاکہ اہل نظر کو سمندر در کوزہ کی صورت میں استفادہ آسان ہو، اسی کا برسوں سے علماء کو انتظار تھا۔

مختلف اردو فتاویٰ جات کو یکجا کرنے کی ضرورت مختلف ادوار میں مختلف علماء کرام نے محسوس کی اور اس حوالت سے کوششیں بھی ہوئیں، تاہم جامعیت، ترتیب، دلائل وتعلیقات کے انتخاب میں ایک فقہی ذوق سلیم، گہرائی کی کمی ہر مجموعے میں محسوس ہوتی رہی۔ اللہ رب العزت جزائے خیر دے ہندوستان سے تعلق رکھنے والے حضرات محققین ومرتبین کو کہ انھوں نے شاندار انداز، اسلوب اور دلائل سے مزین مجموعہ فتاویٰ علماء ہند کے دوسوسالہ علمی مباحث، محنت طلب، نازک، دشوار اور مشکل ترین ذخیرے آسان اور عام فہم بنا کر مرتب کیا اور پھر پوری فقہی بصیرت اور خداداد صلاحیتوں کے ساتھ قیمتی حواشی کا اضافہ کرکے سہل ترین مجموعہ کی شکل دے دی۔

ہندوپاک کی زبان اردو ہے، دوسوسالہ علماء کے مرتب شدہ فتاویٰ جات بھی اردو زبان میں تھیں، ان کو مرتب بھی بنیادی طور پر اردو میں کیا گیا، اس میں کوئی شک نہیں اردو زبان اس وقت عالمی حیثیت کے حامل زبان ہے؛ تاہم عالم عرب اور باقی دنیا جو عربی یا انگریزی زبان بولتے یا سمجھتے ہیں کو علماء ہند کے اس عظیم علمی کارنامے اور خدمات سے واقف کرانا بھی ضروری تھا، اکثر وبیشتر عالمی زبانوں میں کام نہ ہونے کی وجہ سے غلط فہمیاں بھی پیدا ہوئیں؛ اس لیے مولانا محمد اسامہ شمیم ندوی صاحب کی زیر نگرانی اس علماء کی جماعت نے فتاوی علماء ہند کا عربی اور انگریزی تراجم کا بھی اہتمام کیا؛ کیوں کہ عالم عرب اور انگریزی داں طبقہ بھی اس عظیم اور شاندار مجموعہ فتاویٰ سے مستفید ہو۔

منظمۃ السلام العالمیہ، ممبئی، الہند اس کتاب کو جہاں اچھے انداز میں جمع اور مرتب کیا، وہاں ان کا عربی اور انگلش ایڈیشن بھی مرتب فرمایا اور مختلف اور معروف بین الاقوامی شہرت کے حامل اداروں کو منتخب کرکے زر کثیر خرچ کرکے کتابیں بھی بھیجیں، ان اداروں میں عظیم میں یہ بھی ایک دینی ادارہ ہے، جہاں انہوں نے یہ فتاویٰ جات بھیج کر ہم سب طالب علموں پر احسان عظیم کیا۔ فجزاھم اللّٰہ خیر الجزاء

العبد عبدالنور
جامعہ فریدیہ، اسلام آباد، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقہ وفتاویٰ کا ایک گنجینہ، اپنے خصائص کے آئینے میں

زیر نظر کتاب جو فتاویٰ علماء ہند کے نام سے موسوم ہے، غور کیا جائے تو اس کے نام سے ہی اس کی وسعت اور جامعیت کی طرف اشارہ ہوتا جاتا ہے، کام کی نوعیت اور نمونہ کو دیکھ کر بجا طور پر یہ کہنا پڑے گا کہ اردو زبان میں اس جامعیت اور اعلیٰ سطحی کے ساتھ معیار طباعت کو برقرار رکھتے ہوئے یہ بہت ممتاز کوشش اور مبارک پہل ہے، چنانچہ الفضل للمتقدم ایک حقیقت ہے۔ ساتھ ہی اس مجموعہ فتاویٰ کی ایک ممتاز خصوصیت یہ بھی ہے اس کی استنادی شان مصادر ومراجع کی روشنی میں فتاویٰ کی تحقیق وتوثیق بھی ہے، جس کا دائرہ مطبوعہ مجلدات میں سابق اور لاحق کے اعتبار سے وسیع تر بنتا چلا گیا ہے۔ فقہ وفتاویٰ کی دنیا میں نصوص ودلائل کی توضیح، مراجع سے استناد اور حوالہ جات بڑی معنویت رکھتے ہیں؛ کیوں کہ عام طور پر اس کی قلت محسوس کی جاتی ہے، اس سے تعلق رکھنے والے نت نئے مسائل کو دیکھتے ہوئے ایک مفتی کے لیے جو خادم قوم وملت ہوتا ہے، حل مسائل اور جوابات استفتاء میں جس وسعت علمی، صلابت وسلامت فکری اور سداد فہمی کی ضرورت ہوتی ہے، وہ مختلف الجہات صلاحیت واستعداد کا تقاضا کرتی ہے۔

زیر نظر گراں قدر گنجینہ فتاویٰ میں اس حقیقت کی ترجمانی پوری طرح پائی جاتی ہے۔ مراجع ومصادر کی فہرست پر جو اس سلسلے کی مجلدات کے اخیر میں مذکور ہے، ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو اس کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہ ہوگا۔ پہلی جلد میں تقریباً ۵۴ مصادر اور مراجع پر مشتمل ایک فہرست مذکور ہے، جس میں قرآن وتفسیر، حدیث واصول حدیث، کتب فقہ واصول فقہ، تصوف، رجال وتاریخ اور لغت جیسے اہم اور بنیادی فنون سے متعلق امہات الکتب کا تذکرہ ہے، اس تحقیقی کاوش اور عرق ریزی کی اہمیت اور حیثیت کا ادراک کرنے کے لیے اتنا ہی معلوم ہونا کافی ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں ان امہات الکتب کی طرف سے مراجعت کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جو تحقیقی کام اس سطح سے اصول ومصادر کی روشنی میں مکمل ہوا ہے، اسے توثیق اور استناد کا بڑا امتیاز اور معیاری درجہ حاصل ہوگا۔ اس مجموعہ فتاویٰ میں استناد وتوثیق کے معاملے میں مراجع کی طرف مراجعت میں مزید اضافہ ہوتا گیا ہے؛ کیوں کہ دوسری مجلدات میں مصادر ومراجع کی تعداد مذکورہ تعداد سے دوگنی اور اس سے بھی زیادہ پہنچ گئی ہے۔ اس اعتبار سے فتاویٰ علماء ہند اپنی امتیازی شان رکھتا ہے، کام کا یہ منہج حضرات مرتبین ومحققین حفظہم اللہ کے علم وفضل، گہرائی وگیرائی کا بین ثبوت ہے، اس پر وہ پوری ملت اسلامیہ کی طرف سے عموماً اور قانون شریعت اور احکام دینیہ کے پاسبانوں کی طرف سے خصوصاً دل کی گہرائیوں سے شکریہ اور مبارکباری کے واقعی مستحق ہیں اور بندہ راقم انہیں دل سے مبارکباد پیش کرتا ہے اور اس عظیم خدمت کی قبولیت اور نافعیت کے عموم ودوام اور بعافیت پایہ تکمیل کی رب کریم جل شانہ سے دعا والتجا کرتا ہے، اس خدمت کے لیے انتخاب ایک عظیم تحفہ ربانیہ ہے، اللہ پاک قبول خاص وعام فرمائے اور بسہولت وعافیت تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اسی طرح محترم جناب الحاج شمیم احمد انجینئر صاحب زادہ اہل فضلا وتوفیقا جو منظمۃ السلام العالمیہ کے ذمہ دار ہیں، ان کے زیر اہتمام یہ عظیم علمی تحفہ اور بے مثال سوغات زیر طبع سے آراستہ ہو کر بہت معیاری شان کے ساتھ پاسبان دین وشریعت کو نصیب ہوا ہے، ان کو بھی بے حد مبارکباد ہو کہ رب کریم ک نظر انتخاب ان پر متوجہ ہوئی اور ان کے لیے وہ قبول یوئے، یہ توفیق مقام شکر کے ساتھ واقعی مقام اعزاز اور افتخار بھی ہے، رب کریم جل شانہ ان کی اس کوشش کو بقول فرمائے اور مرتبین وناشر کو دونوں جہاں میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اس عظیم اور وقیع دینی، علمی اور بنیادی سرمایہ کی حفاظت وبقا اور اس کی ترویج واشاعت کا حق امت اسلامیہ کے خواص وعوام دونوں طبقوں پر عائد ہوتا ہے، اس کی حقیقی قدردانی یہی ہے کہ ہم علماء اس دینی سرمایہ کو رواج دینے کی فکر کے ساتھ عمل پیہم اور جہد مسلسل کریں، امت کی اس عظیم صلاحیت کو دیکھتے ہوئے اس کی بھرپور توقع ہے کہ الحمد للہ امت مسلمہ کی گود ابھی بھی اس پر بہار صلاحیت سے بھرپور ہے۔

اخیر میں دعائے مضطر یہی ہے کہ رب قدیر جل جلالہ کے دربار کرم میں یہ خدمت قبول ہو اور عالم میں دین حنیف کی عملاً تحکیم وتمکین کا ذریعہ ہو اور اس کے لیے ہم سب کا قبولیت ونافعیت کے ساتھ بعافیت کاملہ انتخاب ہو۔ آمین وذلک علی اللہ بعزیز

بندہ راقم (حضرت مولانا) **منیر احمد حفظہ اللہ**

صدر وسرپرست ادارہ فیض منیر کالینہ، ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی أشرف الأنبیاء و المرسلین أما بعد

اسلام نے اس ازدواجی تعلق کو محکم و منظم کیا اور شوہر بیوی پر ایک دوسرے کے کچھ حقوق عائد کیے ہیں۔شوہر کا حق بیوی پر یہ ہے کہ بیوی اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہ رکھے، اس کے گھر میں کسی کو پھٹکنے نہ دے، شوہر اگر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے، اس کی مرضی کے بغیر اس کا مال خرچ نہ کرے، وہ کہیں چلا جائے تو اس کی غیر موجودگی میں اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرے، اور اس کے مال و اولاد کی نگہداشت میں مکمل خیر خواہی اور وفاداری کا ثبوت دے، بیویوں کو چاہیے کہ شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سمجھ کر اس میں سبقت کرے، اگر انہوں نے یہ کام لوجہ اللہ کر لیا تو ان کو نہ صرف ازدواجی زندگی میں خوشگوار اور استواری پیدا ہوگی بلکہ گھریلو زندگی بھی پیار و محبت کی برکت سے مالا مال ہوگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’جو عورت پانچ وقت نماز ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی عصمت کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرتے ہوئے زندگی گزارے تو اس عورت کو اختیار ہوگا کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے‘‘۔(مشکوۃ:۲۸۱)

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کے لاکھوں انعامات و احسانات ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں محض اپنے لطف و کرم سے اس نا اہل سراپا جہل و نابلد کو فتاویٰ علمائے ہند کی بتسویں (۳۲ویں) جلد کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔فتاویٰ علماء ہند کی اس جلد میں مندرجہ ذیل مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔

میاں بیوی اور اولاد کے حقوق، نکاح سے متعلق متفرق مسائل، فرق اسلامیہ کے درمیان نکاح۔

سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ بیان کردہ تمام احکامات و مسائل دلائل و شواہد کی روشنی میں ناظرین کی خدمت میں پیش ہو سکے۔ چنانچہ فتاویٰ کے سوال و جواب کو بعینہ ذکر کیا گیا ہے، ساتھ ہی تمام فتاویٰ میں اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ و تابعین کے اقوال و آثار کو اہتمام کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس کے بعد اس علمی و فقہی مجموعے کو مزید توثیق و تائید کے لئے ملک و بیرون ملک کے مشاہیر مفتیان عظام کی نگاہوں سے گزارنے کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ یہ مجموعہ موثق ہو کر مؤید من اللہ ہو جائے۔

الحمد اللہ، اللہ تعالی کا احسان ہے کہ فتاوی علمائے ہند کا یہ سلسلہ اہل علم کے یہاں خوب مقبول ہو رہا ہے لیکن بہر صورت یہ ایک بشری کاوش ہے جس میں خطا و ثواب کا امکان ہے چنانچہ اہل علم سے گزارش ہے کہ متنبہ فرماتے رہیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ازالہ ممکن ہو سکے۔ میں شکر گزار ہوں اپنے علماء و مفتیان کرام کا جنہوں نے بڑے ہی عرق ریزی کے ساتھ اس جلد کی تکمیل میں میرا ساتھ دیا اسی طرح میں شکر گزار ہوں اپنے دوستوں اور بزرگوں کا جنہوں نے میری گزارش پر اپنے تاثرات و دعائیہ کلمات تحریر فرمائے ہمت افزائی فرمائی اور دعائیں دیں، دعا گو ہوں میرے مولیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر ہم سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنا دے۔آمین

بندہ مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی

مشرف فتاویٰ علمائے ہند، رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی

۵/شوال المکرم ۱۴۴۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیۃ

الحمد للّٰہ الذی جعل الفقه في الدين من أفضل القربات لعباده، والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم إلى يوم الدين، أما بعد:

عام طور پر نکاح، یا شادی قانونی اور شرعی طور پر مسلمان مرد عورت کے درمیان کئے گئے ایسے معاہدہ کو کہا جاتا ہے، جو شریعت کے ضابطہ کے مطابق انجام پایا ہو، جس کے تحت دونوں ایک دوسرے سے شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے جنسی لطف اندوزی کر سکتے ہوں۔معلوم ہوا کہ اگر مرد یا عورت کوئی ایک مسلمان نہ ہو تو شرعا وہ نکاح نہیں ہے،البتہ اگر عورت کتابیہ یعنی اللہ کو مانتی ہو، کسی نبی پر ایمان ہو، کسی آسمانی کتاب کے مطابق واقعۃً عمل بھی کرتی ہو اور روز جزا وسزا پر بھی اس کا ایمان ہو تو اس سے نکاح کرنے کی گنجائش ہے؛ مگر کراہت سے بہر حال خالی نہیں،اسی طرح نکاح اگر شرعی ضابطہ کے تحت انجام نہ پایا ہو تو اس کو بھی شرعا نکاحِ صحیح نہیں کہا جائے گا۔اُمت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ مشرک قوموں کے نہ مردوں سے نکاح ہوسکتا ہے اور نہ عورتوں سے، البتہ اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان مردوں کا نکاح درست ہے۔مشرک وہ شخص ہے جو نہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان رکھتا ہو، نہ کسی نبی کی رسالت اور نبوت کا قائل ہو، نہ آسمانی کتابوں پر اس کا ایمان ہو، نہ آخرت پر اس کا یقین ہو؛ بلکہ کئی خداؤں پر اس کا ایمان ہو، یا خدا کی صفات میں کسی دوسری مخلوق کو شریک سمجھتا ہو، مثلاً وہ بتوں کی پوجا کرتا ہو، یا کسی بڑی شخصیت کو اپنا خدا سمجھتا ہو تو اس کو مشرک کہتے ہیں۔اگر کوئی آدمی کسی بھی خدا پر ایمان نہیں رکھتا ہے، یا کسی بھی پیغمبر کو نہیں مانتا ہے، یا بعض پیغمبر کو مانتے اور بعض کو نہیں تو اس کو کافر کہا جاتا ہے۔اسی طرح قادیانی، شیعہ، بہائی، شکیلی، عثمانی، پرچمی پارٹی وغیرہ از روئے شرع کافر ہیں، چاہے وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں، یا پھر سرکاری دستاویزات پر مسلمان کہلائیں، یہ سارے فرقے خدا کی نظر میں مسلمان نہیں ہیں؛ کیوں کہ یہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، یا آپ کی پیغمبری پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، یا آپ کو اللہ کا آخری نبی نہیں مانتے ہیں تو ان لوگوں سے کسی مسلمان مرد وعورت کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔شوہر کے ذمہ بیوی کے واجبی حقوق میں نان نفقہ، رہنے کے لیے مکان دینا خواہ ذاتی ہو، یا کرایے کا، نیز کپڑے وغیرہ دینا اسی طرح شب باشی بھی حقوق میں شامل ہے، اسی طرح دلجوئی موانست اور معروف طریقے پر معاشرت اختیار کرنا ان کا حق ہے۔جس طرح عورتوں کی ذمہ داری ہے کہ ہر مباح کام میں شوہر کی اطاعت کرے، شوہر کا ہر مباح حکم بجالائے اور ہر کام میں اس کی مرضی اور خوشنودی پیش نظر رکھے۔نیز شریعت میں جس طرح والدین کے حقوق مقرر کئے گئے ہیں، اسی طرح اولاد کے بھی حقوق بیان کئے گئے ہیں۔

فتاویٰ علماء ہند کے اس حصہ (۳۲ رویں) میں فرق اسلامیہ کے مابین شادی، نکاح سے متعلق متفرق مسائل اور میاں بیوی اور اولاد کے حقوق سے متعلق مسائل کو جمع کیا گیا ہے۔فتاویٰ کے سوال وجواب کو من وعن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کر دیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔امید ہے کہ علما، ائمہ، اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے، احقر نے حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے آثار واقوال کا اہتمام کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہو گئے ہیں۔

میں اس موقع سے ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، پھلواری شریف، پٹنہ کے ارکان ومعاونین کا شکر گزار ہوں، جن کی توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ رہا ہے۔اللہ تعالیٰ شانہ ان تمام معاونین ومخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔(آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)

چیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، پھلواری شریف، پٹنہ

۲ر ذی قعدہ ۱۴۴۲ھ

فرق اسلامیہ کے درمیان نکاح

سنی عورت کا رافضی سے نکاح کرنے کا مسئلہ:

سوال: جو عورت سنیہ رافضی کے تحت میں بعد ظہور رفض کے بخوشی خاطر رہ چکی ہو، پھر رفض، یا دوسری شے کو حیلہ قرار دے کر بلا طلاق علاحدہ ہو جائے اور سنی سے نکاح کر لیوے تو یہ نکاح بلا طلاق شیعہ کے کیا حکم رکھتا ہے اور اولا دسنی کی اگر رافضی ہو جاوے تو پدر سنی کے ترکہ سے محروم الاوث ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

جس کے نزدیک رافضی کافر ہے، وہ فتویٰ اول ہی سے بطلان نکاح کا دیتا ہے، اس میں اختیار زوجہ کا کیا اعتبار ہے۔ پس جب چاہے علاحدہ ہو کر عدت کر کے نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے اور جو فاسق کہتے ہیں، ان کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاح اول صحیح ہو چکا ہے اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علی ہذا رافضی اولا دسنی کو ترکہ سنی سے نہ ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص:۳۸۳)

شیعہ سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سنی عورت کا شیعہ آدمی سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ جبکہ لڑکی کی مرضی نہ ہو اور اس کے والدین نے پیسوں کی خاطر نکاح کر کے دے دیا ہو، پھر یہ لڑکی اس سے بھاگ کے آگئی اور دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، کیا یہ دوسرا نکاح بھی جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حافظ محمد اکرم مین بازار سرگودھا، ۲۵/۲۴/۱۹۷ء)

الجواب

اگر والدین نے اس لڑکی کو بغیر اس کی مرضی کے نکاح سے دیا ہو تو یہ نکاح نامنظور اور کالعدم ہے، بشرطیکہ لڑکی بالغہ ہو اور اطلاع نکاح پاتے ہی رد کر دیا ہو، (۱) اور اگر نکاح حالت عدم بلوغ میں ہوا ہو اور یہ شیعہ کافر ہو؛ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کا قائل ہو، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قاذف ہو وہکذا تو یہ نکاح کالعدم اور نامنظور ہے اور دوسرا نکاح (سنی مسلمان) کے ساتھ درست ہے۔

(۱) فی الهندية (۳۰۵/۱): لا يجوز نكاح أحد علىٰ بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها. (الفتاویٰ الهندية: ۲۸۷/۱، الباب الرابع فی الأولياء)

لأنـه كافر صرح به في ردالمحتار (۸۲٤/۳)(۱) ونـكاح المسلمة من الكافر لا يصح إجماعاً. (۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۰۸/۴-۳۰۹)

شیعہ رافضی کا سنی عورت کے ساتھ نکاح کا حکم:

سوال: چہ فرمائید علماء ملت اہل سنت والجماعت دریں مسئلہ کہ نکاح بستن درمیان زن سنیہ ومرد رافضی تفضیلی باشد، یا سبی، یا نکاح کردن مابین مرد سنی وزن رافضیہ فی زماننا کہ درروافض سب بسیار است وتفضیلی کم اند خصوصاً در بلوچستان کہ رافضی تفضیلی یافتہ نمی شود در مذہب اہل سنت والجماعۃ ونیز مذہب اہل شیعہ جائز است، یانہ؟ اگر کسے بطمع دنیا، یا بوجہ ناواقفیت مسئلہ ایں چنیں نکاح کرد ایں طور نکاح فسخ میگردد، یا باقی می ماند واگر درصورت اول بوقت فیصلہ نزد حاکم مرد رافضی خود را تفضیلی ساز د بریں تقدیر نکاح باقی می ماند، یانہ؟ چونکہ در بلوچستان عالم شریعت نبوی کم اند بسیار تنازع برخاستہ است حق ظاہر نمی شود آن کس کہ ایں نکاح را جائز می دارد حوالہ فتاوی مولوی عبدالحئی مرحوم می دہد وآن فریقیکہ جائز نمی دارد فتاوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی را بپش می آرد غرض قول مفتی بہ معلوم نمی شود آنچہ کہ دریں مسئلہ حکم مفتی بہ باشد بحوالہ کتاب مع صفحہ ارقام فرمایند؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ هو المصوب

جواب محقق نزد ما ایں است کہ رافضی کہ قذف حضرت سیدہ عائشہ را جائز شمارد وقائل تحریف در قرآن کریم باشد، یا قائل بکفر ونفاق حضرت صدیق بود کافر است واگر بجز تبرا وسب شیخین ہیچ از امور کفریہ ظاہر نماید سنیہ را جدائی از او لازم است واگر حاملہ نباشد معاً نکاح ودخول از مرد سنی جائز است والا بعد از وضع حمل ودرصورت ثانیہ تفصیل است اگر زن نابالغہ اس وولی آن را علم بفسق آن نبود؛ بلکہ رافضی را صالح وعادل گمان کردہ باو نکاح کرد بعد از اں فسق آن معلوم شد وزن سنیہ بعد از بلوغ اظہار نارضگی ازیں نکاح کرد پس ایں نکاح ہم باطل است واگر فسق ایں جماعت از اول معلوم بود ودیدہ ودانستہ ولی شرعی زن نابالغہ، یا بالغہ سنیہ بنکاح رافضی داد ایں نکاح درست شد وبدون طلاق مرتفع نگردد واگر زن

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين: لا شک فی تكفير من قذف السيدة عائشة رضی الله عنها أو أنكر صحبة الصديق أو اعتقد الألوهية فی علىٰ أو أن جبرئيل غلط فی الوحی أو نحو ذلک من الكفر الصريح المخالف للقرآن. (رد المحتار هامش الدرالمختار: ۳۲۱/۳، مطلب فی حكم سب الشيخين)

(۲) قال العلامة عبد الرحمن الجزيری: ولا يحل للمسلمة أن تتزوج الكتابی، كما لايحل لها أن تتزوج غيره (أی غير الكتابی من الكافر) فالشرط فی صحة نكاح المسلمة ان يكون الزوج مسلماً ودليل ذلک قوله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركٰت حتی يؤمن﴾ (البقرة) وقوله مخاطباً للرجال: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتىٰ يؤمنوا﴾ (البقرة) فهاتان الآيتان تدلان علىٰ أنه لا يحل للرجل ان ينكح المشركة علی أی حال كما لايحل للمرأة ان تنكح المشرک علی أی حال إلا بعد إيمانهم و دخولهم فی المسلمين. (الفقه علی المذاهب الأربعة: ۷۳/٤، مبحث المحرمات لاختلاف الدين)

سنیہ بدون اجازت ولی ازخود نکاح بایں چنیں رافضی کند ہم باطل شود وحاجت بطلاق نیفتد بدون طلاق بمرد دیگر از اہل سنت نکاح می تواند کرد اما بعد از تفریق عدت گذاردن لازم است اگر دخول شدہ باشد وعدت آن سہ حیض بود۔

قال العلامة الشامي في ردالمحتار: على أن الحكم عليه بالكفر مشكل لما في الاختيار: اتفق الأئمة علىٰ تضليل أهل البدع أجمع وتخطئتهم وسب أحد من الصحابة وبغضه لايكون كفراً لٰكن يضلل، إلخ، [إلىٰ أن قال] نعم: لاشك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي اللّٰه عنها أو أنكر صحبة الصديق أو اعتقد الألوهية في علي أو أن جبر يل غلط في الوحي أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن، آه. (ردالمحتار: ۴۵۳/۳)(۱)

قلت: علىٰ هٰذا فمن نسب الصديق رضي اللّٰه عنه إلى الكفر والنفاق فهو كافر؛ لأنه منكر الصحبة وهي ثابتة بالنص ﴿إذ يقول لصاحبه لاتحزن إن اللّٰه معنا﴾ (الآية)(۲)

وفي العالمغيرية: رجل زوج إبنته الصغيرة من رجل علىٰ ظن أنه صالح لايشرب الخمر [مثال] فوجده الأب شرابياً مدمناً وكبرت الإبنة فقالت: لا أرضى بالنكاح إن لم يعرف أبوها بشرب الخمر وغلبة أهل بيته الصالحون فالنكاح باطل أي يبطل وهٰذه المسئلة بالاتفاق [أي بين الإمام وصاحبيه] وكذا في الذخيرة.

وفيها أيضاً: ثم المرأة إن زوجت نفسها من غير كفء صح النكاح في ظاهر الرواية وروى الحسن عن أبي حنيفة أن النكاح لاينعقد وبه أخذ كثير من مشائخنا، كذا في المحيط والمختار في زماننا للفتوى رواية الحسن وقال الشيخ الإمام شمس الأئمة السرخسي رواية الحسن أقرب إلى الاحتياط، آه. (۱۶/۲) واللّٰه أعلم

وقد صرح العلماء بوجوب العدة في النكاح الفاسد بعد الدخول كمالايخفى علىٰ من له أدنى نظر في الفقه.

۲۱ رشوال ۱۳۴۱ھ (امدادالاحکام: ۲۰۵/۳)

حکم نکاح سنیہ با رافضی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس معاملہ میں جس کی کیفیت ذیل میں درج ہے:

زید کا آبائی مذہب شیعہ تھا، اس کے بہن کی شادی ایک سنت جماعت سے ہوئی، کچھ عرصہ بعد زید مع اپنے باپ کے اس مقام پر چلا آیا؛ جہاں اس کی بہن تھی اور علاحدہ رہ کر کاروبار کرنے لگا، زید کا باپ فوت ہوگیا اور اس نے کچھ

---

(۱) مطلب توبة اليأس مقبولة دون إيمان اليأس: ۲۳۷/۴، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) سورة التوبة: ۴۰، انیس

عرصہ کے بعد بخوشی خود مذہب اہل سنت و جماعت اختیار کرلیا، وہ بے پڑھا اور نہایت سادہ لوح آدمی تھا، کسی قسم کا مذہبی تعصب نہ تھا، نہ کوئی مذہبی واقفیت تھی، البتہ جب سے وہ شریک اہل سنت و جماعت ہوا، نماز عیدین میں برابر سنت جماعتوں میں شریک ہوتا تھا اور جملہ رسومات اہل سنت و جماعت ادا کرتا تھا، اس کی شادی ایک درمیانی شخص نے یہ خیال کر کے کہ اس کا گھرانہ شیعہ رہا ہے، ایک شیعہ گھرانے میں طے کی، جس کو زید نے اپنی بے تعصبی سے منظور کرلیا، لڑکی کی عمر اس وقت آٹھ، یا نو سال کی تھی اور وہ اپنی ماں باپ کے موجودہ مذہب پر یعنی سنت جماعت پر تھی، نکاح کے وقت کسی قاضی عالم نے نکاح نہیں پڑھایا، نہ ایجاب وقبول کرایا گیا، نہ کوئی گواہ، نہ وکیل لڑکی کی طرف کا ہے (یہ بات یقینی ہے کہ زید نے اجازت دے دی ہوگی، ورنہ ازدواج ہو ہی نہیں سکتا تھا؛ لیکن اجازت دینے کا بھی کوئی گواہ لڑکی کی طرف والوں میں نہیں پایا جاتا، جس کے لڑکے کے ساتھ نسبت ہوئی سنا جاتا ہے کہ اس کے چچا نے اپنی طریقہ پر صیغہ پڑھ لیا تھا اور یہ ازدواج کی رسم ختم ہو کر کھانے کے بعد بارات رخصت ہوگئی، لڑکی کی رخصت بوجہ نابالغی نہیں ہوئی، چار سال بعد لڑکی کی رخصت ہوئی اور وہ پندرہ روز اپنے سسرال میں رہ کر واپس آئی، اس وقت کوئی بات خلاف نہیں ہوئی، آٹھ ماہ کے بعد وہ پھر سسرال گئی اور چار ماہ وہاں رہی، اسی عرصہ میں عشرہ محرم پڑا، اس گھرانے کی عورتوں نے اپنی رسم کے موافق چوڑیاں توڑیں اور سینہ کوٹ کوٹ کر ماتم کیا، اس کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم کیا گیا، چوں کہ یہ سنت جماعت تھی اور بچپن سے اس کی عادتیں تھیں نہیں، اس نے انکار کیا، انکار پر اس کو مار پڑی اور زبردستی چوڑیاں توڑ دیں گئیں اور ماتم کرنے اور رونے پر مجبور کی گئی اور بھی رسوم ان لوگوں نے کیں، جس کو اعمال کہتے ہیں، جو بناء فساد درمیان شیعہ وسنت جماعتوں کے ہے، اس کے علاوہ بھی معمولی روزمرہ کے برتاؤ میں طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں، لڑکی کو یہ باتیں شاق گزریں؛ مگر مجبور تھی، چار ماہ بعد وہ لوگ رخصت نہیں کرتے تھے؛ لیکن کسی طرح بہ ہزار کوشش رخصت کرائی، جا کر اپنے ماں باپ کے گھر آئی اور سب حال بیان کیا اور کہا کہ میں اب اس گھر جانا نہیں چاہتی، کسی طرح میرا وہاں سے پیچھا چھوڑایا جاوے، مجھے سخت تکلیف دی جاتی ہے اور مجھے یہاں تک خیال ہے کہ اگر اب میں وہاں گئی، پھر واپس نہ آؤں گی، اس پر زید نے قصد کرلیا کہ وہ لڑکی کو وہاں نہ بھیجے گا اور خلع کرالے گا؛ لیکن چند روز بعد زید بقضاء الٰہی فوت ہوگیا، اس کی زوجہ لڑکی کو رخصت نہیں کرتی اور نہ وہ لڑکی کسی طرح جانے کو راضی ہے، اب لڑکی کے سسرال والوں نے عدالت سے رخصت کرادئے جانے کا دعوی کیا۔ لڑکی کہتی ہے کہ میں نابالغ تھی، مجھے خبر نہیں کہ میرا نکاح کس سے ہوگیا، مجھ سے کسی نے کچھ نہیں کہا، نہ تعداد مہر کی معلوم ہے کہ باندھا گیا، چوں کہ اب میں بالغ ہوں، میں ایسی جگہ ہرگز جانا نہیں چاہتی، جہاں مجھ سے وہ رسوم کرائی جائیں، جو میں نے کبھی نہیں کیں اور ہر طرح کی تکلیف دی جاوے اور بزرگان دین کو برا بھلا خود کہا جاوے اور مجھ سے کہلوایا جاوے۔ میں اب اگر وہاں جاؤں گی تو پھر واپس نہیں آسکتی، میرا خلع کرالیا جاوے، اب شرع شریف اس بارے میں کیا حکم دیتی ہے کہ آیا باوجود اس کے

کہ لڑکی کا صیغہ نابالغی میں پڑھا گیا، ایجاب وقبول نہیں کرایا گیا، تعداد مہر معلوم نہیں، نکاح اہل سنت وجماعت کے طریق پر نہیں ہوا، جوکہ لڑکی اور اس کے والدین کا مذہب ہے، اس کو ہر طرح تکلیف دی جاتی ہے، اپنے مرضی اور عقائد کے خلاف باتیں کرنے پر مجبور کرتے ہیں، ایسی حالت میں بھی کیا اس کو خلع نہیں مل سکتا اور وہ جبراً سسرال بھیجے جانے پر مجبور کی جاسکتی ہے، اگر وہ وہاں گئی تو پھر ان لوگوں کے اختیار میں ہوگی، وہ جیسا چاہیں اس کے ساتھ برتاؤ کریں، کوئی اس کی طرف سے فریاد کرنے والا نہیں، اس کی ماں بیوہ اور لڑکی کے سسرال علاقہ انگریزی میں ہے اور اس کی ماں ریاست میں رہتی ہے۔ جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔ فقط

الجواب

روافض کے متعلق علماء سنت وجماعت کے دوقول ہیں، بعض محققین کے نزدیک رافضی کافر ہیں، پس ان کے قول پر کسی سنی عورت کا نکاح رافضی مرد سے درست نہیں ہوسکتا۔

نعم: یجوز نکاح الروافضة بالرجل السنی لکونها کتابیة، قال فی التحریر المختار: وجعل الرملی فی حاشیة المنح المعتزلة والرافضی بمنزلة أهل الکتاب حیث قال تحت قوله: وصح نکاح کتابیة، أقول: یدخل فی هذا الروافضة بأنواعها والمعتزلة، فلا یجوز أن تتزوج المسلمة السنیة من الرافضی؛ لأنها مسلمة وهو کافر فدخل تحت قولهم لایصح تزوج مسلمة بکافر، آه، وقال الرستغفنی: لاتصح مناکحة بین أهل السنة والاعتزال، آه، فالروافضة مثلهم أو قبح والرملی جعلهم من قبیل أهل الکتاب فیجوز نکاح نساء هم ولایزوجون ولعله أعدل الأقوال؛ لأنه لاشک فی کفر الرافضة، آه، سندی. (۱۸۳/۱)

اس قول کی بنا پر دختر زید کا نکاح رافضی مرد سے درست ہی نہیں ہوا اور وہ بدون طلاق ونکاح کے دوسرے مرد سنی سے نکاح کرسکتی ہے؛ لیکن وطی بالشبہ کی وجہ سے اس کے ذمہ عدت ہوگی اور دخول کی وجہ مہر مثل کی بھی بطور عقر کے مستحق ہوگی اور محققین حنفیہ کی ایک جماعت رافضیوں کو اطلاق کے ساتھ کافر نہیں کہتی؛ بلکہ وہ تفصیل کرتے ہیں کہ اگر رافضی قاذف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہو؛ یعنی نعوذ باللہ ان پر تہمت زنا لگاتا ہو، یا قرآن کا قائل ہے اور اس کے علاوہ اور بھی کوئی عقیدہ کفریہ نہیں رکھتا تو کافر نہیں؛ بلکہ فاسق ہے، اس کے ساتھ سنیہ کا نکاح بعض صورتوں میں درست ہوجاتا ہے، مثلا جب باپ دادا نے اپنی لڑکی سنیہ کا نکاح بلوغ سے پہلے کردیا ہو؛ مگر جس طرح ہوسکے سنیہ کو طلاق، یا خلع کرکے اس مرد سے علاحدگی اختیار کرلینی چاہیے؛ کیوں کہ اس کے پاس رہنے میں اس کے دین اور مذہب پر اندیشہ ہے، پس صورت مسئولہ میں اگر دختر زید کا رافضی شوہر حضرت عائشہ کو متہم کرتا ہے اور قرآن میں تحریف کا، یا کسی اور عقیدہ کفریہ کا قائل ہے تو وہ کافر ہے، اس سے دختر زید کا نکاح صحیح نہیں ہوا اور اگر وہ اس عقیدہ کا نہیں تو نکاح صحیح

ہو گیا؛ لیکن حاکم کو چاہیے کہ خلع وغیرہ کرا کر اس عورت کو رافضی مرد سے طلاق دلا کرا لگ کر دے، ورنہ عورت کو چاہیے کہ جہاں تک قدرت ہو، اس سے اپنے کو بچاوے۔

قال الشامي: نعم: لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة أو أنکر صحبة الصدیق أو اعتقد الألوهیة فی علی أو أن جبرئیل غلط فی الوحی أو نحو ذلک، آه. (۴۵۳/۳)

۲۵ محرم ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۲۱۳/۳)

رافضی مرد کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح اور اس کی بعض صورتوں کی تفصیل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس لڑکی کے بارے میں جس کا خاوند تبرائی شیعہ ہو گیا اور اصحاب کبار کو برائی اور بدزبانی سے یاد کرتا ہے، حتی کہ جانوروں کے نام انہی کے نام پر رکھ کر ان کو مارنا پیٹنا ثواب سمجھتا ہے وغیرہ وغیرہ، تمام افعال شنیعہ رسمیں تبرائی شیعوں کے پائے جاتے ہیں، لڑکی حنفی مذہب کو چھوڑنا نہیں چاہتی، جس کی وجہ سے اس کا خانداس کو ایذا پہنچاتا ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا وہ لڑکی از روئے مذہب حنفیہ بغیر طلاق نکاح ثانی کر سکتی ہے، یا کہ نہیں تو کیا سبیل اختیار کرے؟ بینوا توجروا۔

جواب کے لیے لفافہ ہمراہ ہے، جواب باصواب بمعہ حوالجات تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(۲) تبرائی شیعہ مرد اور تبرائی شیعہ عورت مرد کے نکاح میں تھی، مذہب شیعہ سے تائب ہوئی، اب وہ تمام کام بموجب مذہب حنفی ادا کر سکتی ہے، اس کا خاونداس کو منع نہیں کرتا ہے؛ لیکن وہ مرد خود ج تبرائی شیعہ ہی ہے، کیا ان کا نکاح فسخ ہو گیا اور وہ عورت دوسری جگہ نکاح کرے، یا اسی مرد کے پاس رہے اور گنہگار نہ ہوگی؟

الجواب

نکاح روافض کے متعلق یہ آخری تحقیق ہے، اس سے پہلے جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ اس سے منسوخ ہے۔ (ظفر)

شیعوں کے متعلق عدالت کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مولوی عبد الشکور صاحب رسالہ النجم (۱۲/۴) میں تحریر فرماتے ہیں: شیعوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن میں تحریف ہوگئی؛ یعنی لوگوں نے قرآن سے کچھ آیتیں نکال ڈالیں اور کچھ بڑھا دیں، جن میں کفر کی باتیں شامل کر دیں، کچھ الفاظ وحروف بدلائے، اس کے ثبوت میں حسب ذیل کتب ملاحظہ ہوں۔ (کتاب احتجاج طبرسی، از ص: ۱۱۹، تا ص: ۱۳۰/ اصول کافی، از ص: ۲۶۱، تا ص: ۲۷۵/ تفسیر قمی ص: ۱۷)

پھر ص: ۱۴ میں تحریر فرماتے ہیں: ہمارے علماء سابقین کو مذہب شیعہ سے پوری واقفیت نہیں ہو سکی، جس کا اصلی سبب یہ تھا کہ شیعہ اپنا مذہب چھپانے کی بے حد کوشش کرتے تھے، اسی سبب سے شیعوں کے کفر میں اختلاف رہا؛ لیکن جب کہ شیعوں کا عقیدہ قرآن شریف کے متعلق معلوم ہو گیا، جس کے کفر نے میں کوئی شک نہیں کر سکتا، شیعوں کا خارج از اسلام ہونا قطعی ہے، آہ۔

وفـی الـدرعن شرح الوهبانية للشرنبلالي:ما يكون كفراً اتفاقاً يبطل العمل والنكاح وأولاده أولاد زنا وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح،آه.(٣/٤٦٢-٤٦٣)

قـال الشـامـی:(وأولاده أولاد زنـا) كـذا فـی فصول العمادی؛لكن ذكرفی نورالعين:ويجدد بينهـمـا النكاح إن رضيت زوجته بالعود إليه وإلا فلا تجبر والمولود بينهما قبل تجديد النكاح بالوطء بعد الردة يثبت نسبه منه؛لكن يكون زنا،آه.(ردالمحتار:٣/٤٦٣)

قلت:وكل وطءٍ يوجب ثبوت النسب منه؛لكن يكون زنا،آه.

قلت: ولعل ثبوت النسب لشبهة الخلاف فإنها عند الشافعی لا تبين منه تأمل،آه.(٣/٥٤٦٣)

قـلـت: وكـل وطء يـوجـب ثـبـوت النسب لشبهة ما يوجب العدة إحتياطاً لا سيما إذا وطيها الزوج ومكنته من نفسها ظانين بقاء النكاح بعد الردة كما هو مشاهد من حال الجهلة فی الهند، فـافهـم، يتـكـلـمون بالكفريات ولايرون انفساخ النكاح لاسيما إذا كان الكفربالرفض فإنه مما يـخـفـی عـلٰـی كثيـرمـن العلماء وقد خفی علينا مدة ثم رأيته صريحاً، قال فی الدر:وإن أخبرت بارتداد زوجها فلها التزوج بآخربعد العدة استحسانا،آه.(٣/٤٦٩)

قـلـت:والاستـحسـان إنما هوفی الأخبارفقط،وأما إذا علمت منع الردة بنفسها فلها التزوج بـآخـر بـعـد الـعدة قياساً واستحساناً معاً؛لأن القياس فی الأخبارأن لايجوزلها النكاح بآخرما لم يشهـد علٰی ردته رجلان أورجل وامرأتان لو ردة الرجل يتعلق بها استحقاق القتل ولكن الأصح رواية الاستـحسـا ن؛لأن الـمـقصود الإخباربوقوع الفرقة وهوأمر دينی كالأخباربالطلاق ثلثاً لا إثبات الردة،آه.(شامی)(۱)

هٰـذا هـوحكم النكاح المنعقد قبل الردة أما المنعقد بعدها فيما بين الروافض الغيرالقديم رفضهم، فـحكمه فی الدر:(ويبطل منه) اتفاقاً ما يعتمد الملة وهی خمس (النكاح والذبيحة والصيد والشهادة والإرث)،آه.

قـال الشـامـی:(مـايعتمد الملة) أی ما يكون الإعتماد فی صحته علٰی كون فاعله معتقداً ملة من الـملل ط أی والمرتد لا ملة له أصلاً؛لأنه لايقرعلٰی ما انتقل إليه وليس المراد ملة سماوية لئلا يرد النكاح فإن نكاح المجوسی والوثنی صحيح،ولاملة لهما سماوية بل المراد الأعم،آه.(٣/٤٦٥)

قـلـت:ومـفاد هٰذه العلة صحة نكاح المرتد بالمرتدة مثله أو بكافرة بعد لحوقه بدارالحرب أوإذا كـان قـد إرتد هناک لا فی دارالإسلام فإنه يقر هناک علٰی ما انتقل إليه ولايقتل،اللّٰهم إلا أن يـقـال أنـه ميـت فی حكم الشرع فلايجوزالنكاح لكونه لا ملة له،كماإذا لم يقتله الحاكم فی دارالإسلام تهاوناً بالأحكام معاذ اللّٰه منه.

(۱) كذا فی ردالمحتار،مطلب المعصية تبقی بعد الردة:٤/٢٥٣،دارالفكربيروت،انيس

قال فی الدر:(ولایترک) المرتد (علیٰ ردته بإعطاء الجزیة ولا بأمان مؤقت ولا بأمان مؤبد ولایجوز استرقاقه بعد اللحاق) بخلاف المرتدة،آه.

قال الشامی:أی فإنها تسترق بعد اللحاق بدار الحرب وتجبرعلی الإسلام بالضرب والحبس ولاتقتل،آه.(٤٦٣/٣)

قال فی الدر: وعن الإمام تسترق ولوفی دارالإسلام ولوأفتیٰ به حسماً لقصدها السیئ لابأس به وتکون قنّة للزوج بالاستیلاء،مجتبی، وفی الفتح:أنها فیء للمسلمین فیشتریها من الإمام أو یهبها له لومصرفاً،آه.

قال الشامی: وفی الفتح: قیل وفی البلاد التی استولی علیها التتر وأجرؤ أحکامهم فیها ونفواالمسلمین کما وقع فی خوارزم وغیرها إذا استولی علیها الزوج بعد الردة ملکها؛لأنها صارت دارحرب فی الظاهرمن غیرحاجة إلیٰ أن یشتریها من الإمام،آه.(۱)

قال الشامی: وهٰذا لیس مبنیاً علیٰ روایة النوادر؛لأن الاسترقاق وقع فی دارالحرب لافی دارالإسلام،آه. (٤٧٠/٣)أی والمبنی علیٰ روایة النوادر إنما هوالاسترقاق فی دارالإسلام وأماالنکاح المنعقد بین الروافض القدیم رفضهم فحکمه یستفاد مما فی الدرأیضاً:(زوجان إرتدا ولحقا فولدت) المرتدة (ولداً وولد له) أی لذلک المولود (ولد فظهرعلیهم) جمیعاً (فالولدان فیء) کأصلهما (و) الولد (الأول یجبر) بالضرب (علی الإسلام)[أی لابالقتل بخلاف أبویه فإنهما یجبران بالقتل] وإن حبلت به ثمه [أی وبالأولیٰ لوحبلت به فی دارالإسلام ووضعته فی دار الحرب] لتبعیته لأبویه [فی الإسلام والردة وهمایجبران فکذا هو وإن اختلفت کیفیة الجبر ط] (لاالثانی) لعدم تبعیة الجد علی الظاهر[أی ظاهر الروایة] فحکمه کحربی [فی أنه یسترق أوتوضع علیه الجزیة أویقتل وأماالجد فیقتل لامحاله لأنه المرتد بالإصالة أویسلم بحرعن الفتح].(شامی:٤٧٣/٣) ولما کان ولد الولد کا لحربی فمفاده جوازنکاحه بمثله واللّٰه أعلم

بقی الإشکال فی استرقاق المرأة الرافضة إذا کانت من نسل العرب فإن مشرکی العرب لایسترقون لکن قال فی الدرفی فصل الجزیة: (لا) علی وثنی (عربی) ...(ومرتد) فلایقبل منها إلا الإسلام أوالسیف لوظهرنا علیهم فنساؤهم وصبیانهم فیء،آه.

لأن أبابکر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه استرق نساء بنی حنیفة وصبیانهم لما ارتدوا وقسمهم بین الغانمین، آه.(الهدایة،ص:٤١٤)

فارتفع الاشکال ثم عاد الاشکال بما فی الشامیة عن القهستانی:ولاتوضع علی المبتدع

(۱) ردالمحتار،مطلب المعصیة تبقی بعد الردة:٢٥٣/٤،دارالفکربیروت،انیس

ولایسترق وإن کان کافراً لٰکن یباح قتله إذا أظهربدعته ولم یرجع عن ذلک وتقبل توبته، آہ.(۴۱۵/۳) فالجواب عنه أن المرتد نفسه لایسترق وإنما یسترق المرتد وأولاد المرتدکمامر فلا إشکال والله تعالٰی أعلم

وفی تحریرالمختار:وجعل الرملی فی حاشیة المنح.المعتزلی والرافضی بمنزلة أهل الکتاب حیث قال:(قوله صح نکاح کتابیة) أقول یدخل فی هٰذا الرافضة بأنواعها والمعتزلة فلا یجوزأن تتزوج المسلمة السنیة من الرافضی لأنها مسلمة وهوکافر فدخل تحت قولهم لایصح تزوج مسلمة بکافر،آہ، قال الرستغفنی.لاتصح المناکحة بین أهل السنة والاعتزال،آہ فالرافضة مثلهم أوأقبح والرملی جعلهم من قبیل أهل الکتاب فیجوزنکاح نساء هم ولایزوجون ولعله أعدل الأقوال لأنه لایشک فی کفرالرافضة،آہ.(حاشیة السندی: ۱۸۳/۱)

پس خلاصہ اقوال یہ ہوا کہ رافضی سے سنیہ مسلمہ کا نکاح درست نہیں ہوتا، خواہ وہ قبل نکاح ہی رافضی ہو تو نکاح اول ہی سے منعقد نہ ہوگا، یا بعد نکاح کے رافضی ہو گیا تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور دونوں صورتوں میں اگر ہمبستری ہو چکی ہے تو زوجہ پر عدت لازم ہے اور بعد عدت کے جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اور ہمبستری نہ ہو چکی ہو تو عدت کی احاجت نہیں؛ **لکون الردة من الزوج طلاقاً حکماً**، البتہ اگر ان دونوں سے اولاد پیدا ہوئی ہو تو وہ اولاد حرامی نہ کہلائے گی؛ بلکہ ثابت النسب ہوگی اور وہ اولاد ابوین سے وارث ہوگی؛ لیکن زوجین میں باہم توارث نہ ہوگا، **لعدم التوارث فی نکاح فاسد فیما إذا کان الوطء زنا باللأولٰی**، البتہ اگر شوہر رافضی بنا اور عورت کی عدت پوری نہ ہوئی تھی کہ وہ مر گیا تو ایک روایت میں عورت وارث ہوگی۔ (شامی: ۴۷۰/۳)

جواب سوال دوم (۲): اگر یہ دونوں مرد عورت قدیم سے کئی پشت کے رافضی تھے، تب تو سنی ہونے کے بعد دوبارہ ان کا نکاح کرنے کی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ معلوم ہو چکا ہے کہ ان کا حکم اہل کتاب کا سا ہے اور کتابی مرد وعورت ساتھ مسلمان ہو جائیں تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، بشرطیکہ دونوں ساتھ مسلمان ہوں، آگے پیچھے نہ ہوں، ورنہ اگر اتنا فاصلہ ہوا کہ عورت عدت سے فارغ ہو گئی تو تجدید نکاح کی ضرورت ہوگی اور اگر عدت گزرنے سے پہلے دوسرا بھی مسلمان ہو گیا تو نکاح اول باقی ہے۔ (شامی: ۶۴۰/۳)

اور اگر یہ دونوں سنی تھے، پھر رافضی ہو گئے تو نکاح اول باقی ہے اور اگر آگے پیچھے ہوئے تو نکاح کی تجدید لازم ہے، اگر عدت کے اندر اندر دونوں مسلمان ہو جائیں۔

وبقی النکاح إن ارتدا معاً بأن لم یعلم السبق ثم أسلما کذلک وفسد إن أسلم أحدهما قبل الآخر فإن المعیة الحقیقة متعذرة،آہ.(شامی: ۶۴۶/۲)**أی بأن علم السبق.**

جواب سوال سوم (۳): جب رافضی عورت سنی ہو جائے اور مرد رافضی سے نکاح کرے، جس کا رفض جدید نہیں؛

بلکہ آباء واجداد سے قدیم ہے۔اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے اور وہ رافضیہ مثل کتابیہ کے اس کی زوجہ اور اس کی اولاد اس کی وارث ہوگی اور زوجین میں توارث نہ ہوگا ،غرض سنی مرد کا نکاح تو رافضیہ سے صحیح ہے، گو مکروہ ہے؛ مگر سنیہ عورت کا نکاح رافضی مرد سے نہ ابتداءً صحیح ہے، نہ بقاءً۔

ایک صورت یہ رہی کہ مرد وعورت دونوں سنی تھے، پھر مرد تو سنی ہی رہا اور عورت رافضی ہوگئی ،اس صورت میں نکاح فسخ ہوگیا؛ لیکن اس عورت پر ملک یمین کے ساتھ شوہر قبضہ رکھ سکتا ہے، دارالاسلام میں ہو تو امام سے خرید کر، یا ہبہ کے طور پر لے کر اور دارالحرب میں ہو تو بدون امام سے پوچھے خود ہی اس پر قبضہ مالکان کرسکتا ہے۔

ویجوز له الوطء بها لکونها کامة کتابیة کما هو المفهوم من ماذکرنا.

اور اگر سنی مرد رافضی ہوگیا اور اس کے ساتھ بیوی بھی رافضی ہوگئی اور رافضی ہی رہے، سنی نہ ہوئے تو یہ دونوں مرد وعورت مرتد ہیں، ان کو جبراً سنی بنایا جائے گا، **وإلا فالسیف إن قدرنا** اور ان کی صلبی اولاد کو بھی **ولکنهم لا یقتلون** ،البتہ اولاد کی اولاد الیٰ اخرہا پر جبر نہ ہوگا؛ بلکہ وہ سب مثل حربی کے ہیں اور فئی ہیں اور یہی احکام فرقہ قادیانیہ کے ہیں کہ وہ بھی مرتد ہیں، **إذا استولی أحد من المسلمین علیٰ أحد منهم کان رقیقاً فی یده واللّٰه تعالیٰ أعلم**

۲۵ /صفر ۱۳۴۶ھ (امدادالاحکام:۶۲۶/۳)

نکاح سنیہ باشیعی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ سنی المذہب عورت بالغہ کا نکاح زید شیعی مذہب کے ساتھ برضائے شرعی باپ کی تولیت میں ہوگیا، اس نکاح کو عرصہ گزر گیا، یہاں تک ہندہ کے بطن سے زید کی اولاد بھی ہوئی، اب ہندہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ شیعہ کافر ہیں؛ اس لیے نکاح کا انعقاد نہیں ہوتا اور جماع بہ حکم زنا ہوتا ہے، پس ہندہ اسی علم کے وقت سے مباشرت سے محترزہ ہے اور چاہتی ہے کہ نکاح فیما بین الزوجین فسخ ہوجائے، علماء شریعت غراء سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ سنی وشیعہ کا بہ تفرق مذہب نکاح جیسا کہ ہندوستان میں شائع ہے، عندالشرع صحیح ہوتا ہے، یا نہیں؟ اور عورت بوجہ جہالت مسئلہ، یا شیعی مرد کے تقیہ اپنے آپ کو سنی ظاہر کرنے کی بنا پر اگر شیعہ کے نکاح میں چلی جائے تو مسئلہ سے واقف ہونے ، یا خاوند شیعہ کے خیالات تشنیع اور تبرا اور سب الشیخین علی الاعلان ظاہر ہونے پر اپنے نفس کو اس کی زوجیت سے نکالنے کی مجاز ہے، یا نہیں؟ نیز اسی حالت میں پیدا ہونے والی اولاد پر کیا حکم لگایا جائے گا؟

الجواب

فی الدرالمختار: (و) تعتبر فی العرب والعجم [الکفاءة] (دیانة) أی تقوی فلیس فاسق کفؤا لصالحة، إلخ. (۱)

(۱) الدرالمختار، باب الکفاءة: ۸۸/۳۔۸۹، دارالفکر بیروت، انیس

وفیہ: لوزوجوھا برضاھا ولم یعلموا بعدم الکفاء ۃ ثم علموا لا خیار لأحد الا إذا شرطوا الکفاء ۃ أو أخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علٰی ذلک ثم ظھر أنہ غیر کفءٍ کان لھم الخیار، ولوالجیۃ فلیحفظ.(۱)

روایت اولیٰ کی بنا پر یہ نکاح غیر کفو سے ہوا، ولم یثبت کوالسب کفرااور روایت ثانیہ کی بنا پر جب زوجہ اوراولیاء دونوں نکاح غیر کفو پر رضا مند ہوں، نکاح لازم ہو جاتا ہے اور غیر کفو ہونے کا علم نہ ہو، جب بھی نکاح ہو جاتا ہے، البتہ اگر تصریحاً کفاءۃ شرط ٹھہری تھی، یا زوج نے زبان سے تصریحاً خبر دی تھی کہ میں سنی ہوں، اس صورت میں یہ نکاح باوجود انعقاد کے لازم نہیں ہوا؛لکن **لا بد للفسخ من وجود قاض شرعی** اور باقی سب صورتوں میں حق فسخ نہیں ہے اور چوں کہ نکاح منعقد ہو گیا، لہٰذا اولاد سب ثابت النسب اور صحبت حلال ہے۔ واللہ اعلم

سوال: ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں ماں کر دیا؛ کیوں کہ باپ بھائی چچا وغیرہ کوئی رشتہ دار نہیں ہے، ابھی لڑکی بالغ نہیں ہوئی؛ مگر معلوم ہوا کہ لڑکا جس کے ساتھ نکاح کیا گیا ہے، نہایت آوارہ بدچلن اور شیعہ مذہب ہے، اس نکاح کو لڑکی کے جوان ہونے کی وجہ پر اجازت دینے پر موقوف کہیں گے، یا ولی نہ ہونے کی وجہ سے غیر کفو وآوارہ ہونے کی وجہ سے باطل وکالعدم، یا سنی شیعہ کے تفرقہ کی وجہ سے نکاح کا انعقاد ہی نہ ہوگا، اگر شق ثالث ہے تو کیا مطلق شیعہ کا سنی سے نکاح نہیں ہوسکتا، خواہ تفضیلیہ ہو، سبیہ، یا غالیہ، حالانکہ تفضیلیہ پر کفر کا فتویٰ نہیں اور سبیہ کی تکفیر بھی مختلف فیہ ہے اور نیز ممکن ہے کہ مرد اپنا نکاح قائم رکھنے کی وجہ سے تقیۃً اپنے آپ کو سنی، یا کم سے کم شیعہ تفضیلیہ بتائے؟

(یہ صورت واقع ہوئی ہے، خاوند نہایت ظالم اوران یتیم بچیوں کو مارتا پیٹتا ہے، جن کی ماں نے دھوکا کھا کر اس کے نکاح میں دے دیا، ماں مفارقت چاہتی ہے اور خاوند ضد پر کمر بستہ۔)

الجواب

فی الدرالمختار: (وإن کان المزوج غیرھما)أی غیر الأب وأبیہ وأو الأم أو القاضی [إلٰی قولہ] (لا یصح) النکاح (من غیر کفء أو بغبن فاحش أصلاً) ... (وإن کان من کفءٍ بمھر المثل صح و) لکن (لھما) ... (خیار الفسخ) [إلٰی قولہ] (بشترط القضاء) للفسخ.(۲)

وفیہ أیضاً فی باب الکفاء ۃ: (و)تعتبر فی العرب والعجم (دیانۃ) أی تقوی فلیس فاسق کفؤاً لصالحۃ وأو فاسقۃ بنت صالح معلنا کان أو لا علی الظاھر، نھر.(۳)

(۱) الدر المختار، باب الکفاء ۃ:۸۵/۳-۸۶، دار الفکر بیروت، انیس
(۲) الدر المختار، باب الولی:۶۵/۳-۷۰، دار الفکر بیروت، انیس
(۳) الدر المختار، باب الکفاء ۃ:۸۸/۳-۸۹، دار الفکر بیروت، انیس

روایت اولیٰ سے معلوم ہوا کہ ماں اگر غیر کفو سے نکاح کردے، نکاح منعقد نہیں ہوتا اور روایت ثانیہ سے معلوم ہوا کہ شیعی بوجہ فسق اعتقادی کے کفو سنیہ کا نہیں، لہٰذا یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔

وفی ما انعقد یحتاج إلیٰ قضاء القاضی وهو من له ولایة ولا ولایة للعلماء لأنهم لیسوا بقضاة وکذا لا ولایة للأجنبی الذی لیس من الأقسام المدونة للعصبة، کما هو مبسوط فی کتب الفقه، فافهم (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۲۶/۲)

تفصیل نکاح زن سنیہ با شیعہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رافضی جو کہ سب صحابہ پر تبرا کرتے ہیں اور اہل اسلام سے مذہبی تعصب رکھتے ہیں، مسلمان ہیں، یا کافر ہیں؟ ان سے تعلقات نکاح وغیرہ کے رکھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ قوم بوہرے جو بمبئی اور اس کے اطراف میں کثرت سے پائی جاتی ہے، ایک متعصب رافضی قوم ہے، ان کا قاعدہ یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کی لڑکی اس کے والدین کو لالچ زر دے کر اپنے نکاح میں لاتے ہیں، ایسی حالت میں اگر کوئی سنت جماعت لالچ زر میں جان کر لڑکی کی دیوے اور وہ رافضی اپنے آپ کو مصلحت جان کر اسلام لانے کو ظاہر کرے؛ لیکن تمام لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ اس کا اسلام لانا نکاح کی غرض سے ہے تو ایسی حالت میں اس کے اسلام کا اعتبار کیا جاوے گا، یا نہیں؟ اور اس کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الدر المختار: (و)تعتبر[الکفاءة] فی العرب والعجم (دیانة) أی تقویٰ فلیس فاسق کفؤًا لصالحة أو فاسقة بنت صالح معلنا کان أولاعلی الظاهر، نهر. (۱)

وفیه: (وللولی) ... (إنکاح الصغیر والصغیرة) ... (ولزم النکاح و لوبغبن فاحش) ... (أو) زوجها (بغیر کفء إن کان الولی) ... (أبا أوجدا) ... (لم یعرف منهما سوء الاختیار) مجانة وفسقاً (وإن عرف لا) ... (وإن کان المزوج غیرهما) ... (لایصح) النکاح (من غیر کفءٍ أو بغبن فاحش أصلاً). (۲)

وفیه: (وله) أی للولی (إذا کان عصبة) ... (الاعتراض فی غیر الکفء) ... (مالم تلد منه) ... (ویفتی) فی غیر الکفء (بعدم جوازه أصلاً) وهو المختار للفتویٰ (لفساد الزمان). (۳)

وفی ردالمحتار: وهٰذا إذا کان لها ولی لم یرض به قبل العقد فلایفید الرضی بعده، بحر، وأما إذا لم یکن لها ولی فهو صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً، کما یأتی. (۴)

---

(۱) الدر المختار، باب الکفاءة: ۸۸/۳-۸۹، دارالفکر بیروت، انیس
(۲) الدر المختار، باب الولی: ۶۵/۳-۶۸، دارالفکر بیروت، انیس
(۳) الدر المختار، باب الولی: ۵۶/۳-۵۷، دارالفکر بیروت، انیس
(۴) ردالمحتار، باب الولی: ۵۷/۳، دارالفکر بیروت، انیس

بنا بر روایات مذکورہ ودیگر قواعد معروفہ مسلمہ جواب میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ رافضی عقائد کفر کے رکھتا ہے، جیسے قرآن مجید میں کمی بیشی کا قائل ہونا، یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا ماننا، یا یہ اعتقاد رکھنا کہ جبرئیل علیہ السلام غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے آئے، تب تو کافر ہیں اور اس کا نکاح سنیہ سے صحیح نہیں اور محض تبرائی کے کفر میں اختلاف ہے، علامہ شامی نے عدم کفر کو ترجیح دی ہے؛ (۴۵۳/۳) مگر اس کے بدعتی ہونے میں کچھ شک نہیں تو اس صورت میں گو وہ کافر نہ ہوگا؛ مگر بوجہ فسق اعتقادی کے سنیہ کا کفو نہ ہوگا اور غیر کفو مرد سے نکاح کرنے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر لڑکی نابالغ ہے اور نکاح کیا ہے باپ دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے، تب تو نکاح صحیح ہی نہ ہوگا اور اگر باپ یا دادا نے کیا ہے اور واقعات سے معلوم ہوا کہ طمع زر سے کیا ہے اور لڑکی کی مصلحت پر نہیں نظر کی، جیسا سوال میں مذکور ہے، تب بھی نکاح صحیح نہ ہوگا اور اگر منکوحہ بالغ ہے تو اگر اس نے خود اپنا نکاح کرلیا ہے اور ولی عصبہ راضی نہ تھا، تب بھی نکاح صحیح نہیں ہوا۔ یہ صورتیں تو عدم جواز نکاح کی ہیں اور اگر لڑکی نابالغ ہے اور نکاح کیا ہے باپ دادا نے اور لڑکی کی مصلحت سمجھ کر کیا ہے، کسی طمع وغیرہ کے سبب نہیں کیا، یا لڑکی بالغ ہے اور نکاح خود کیا ہے اور ولی عصبہ کی رضا سے کیا ہے، یا اس کا کوئی ولی عصبہ ہے ہی نہیں، یا لڑکی بالغ ہے اور ولی نے اس کی اجازت سے کردیا تو ان صورتوں میں ان علماء کے نزدیک نکاح صحیح ہوجاوے گا، جو تبرائی کو کافر نہیں کہتے اور یہ سب تفصیل اس وقت ہے کہ نکاح کے وقت اس کا رفض معلوم ہوا اور اگر اس وقت اپنے کو سنی ظاہر کیا اور بعد نکاح کے رفض ثابت ہوا تو جس صورت میں وہ محض بدعتی ہے تو اگر منکوحہ بالغہ ہے اور وہ اس کا ولی عصبہ دونوں راضی ہیں تو نکاح کے فسخ کا حق حاصل ہوگا اور اگر ولی سے اجازت نہیں لی گئی تو ولی کو حق فسخ ہے، جس کی ایک شرط قضاء قاضی مسلم ہے اور اگر منکوحہ صغیرہ ہے تو بعد بالغ ہونے کے اگر راضی ہے، تب بھی صحیح رہے گا اور اگر راضی نہ ہوئی تو اس کو حق فسخ حاصل ہوگا، جس طرح شرط اوپر مذکور ہوئی۔

كما في الدر المختار: فلو نكحت رجلاً ولم تعلم حاله فإذا هو عبد لا خيار لها بل للأولياء ولو زوجوها برضاها ولم يعلموا بعدم الكفاءة ثم علموا لا خيار لأحد إلا إذا شرطوا الكفاءة أو أخبرهم بها وقت العقد فزوجوها علىٰ ذلك ثم ظهر أنه غير كفءٍ كان لهم الخيار.

وفي رد المحتار: (قوله: لاخيار لأحد) هذا في الكبيرة كما هو فرض المسئلة بدليل قوله نكحت رجلاً، وقوله برضا فلا يخالف ماقدمناه في باب المارعن النوازل: لوزوج بنته الصغيرة ممن ينكر أنه يشرب المسكر فإذا هو مدمن له وقالت بعد ماكبرت: لاأرضى بالنكاح إن لم يكن يعرفه الأب بشربه وكان غلبة أهل بيته صالحين فالنكاح باطل؛ لأنه إنما زوج علىٰ ظن أنه كفء، آه. (۱)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب الكفاءة: ۸۵/۳-۸۶، دار الفكر بيروت، انيس

ثم قال بعد أسطر: لٰكن كان الظاهر أن يقال لايصح العقد أصلاً كما فى الأب الماجن والسكران مع أن المصرح به أن لها إبطاله بعد البلوغ وهو فرع صحته فليتأمل. (۱)

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۲۲۸)

نکاح سنیہ با شیعہ:

سوال: زید نووارد شیعی المذہب نے خالد سنی المذہب کو یہ باور کرا کر کہ میں سنی المذہب ہوں اور حلفاً اس کی تصدیق کر کے خالد کی دختر نابالغہ ہندہ سے عقد کیا، خالد نے باعتبار اس کے بیان وتصدیق حلفی کے زید کو سنی المذہب سمجھ کر اپنی لڑکی کا عقد زید سے کر دیا، بعد عقد کے زید کے افعال مثل تعزیہ وشدہ پرستی یہ یوم عاشورہ ماتم سینہ زنی وغیرہ وقوع میں آئے، جس کے لحاظ سے زید کے وطن کے قاضی صاحب وغیرہ سے مذہبی حالت دریافت ہوئی تو معلوم ہوا کہ زید واقعی شیعی المذہب گروہ شیعان وطن سے ہے، پس بلحاظ احکام فقہ حنفی جو نکاح دختر خالد کا زید شیعی المذہب کے ساتھ ہوا ہے، شرعاً وقوع پذیر ہوگا، یا نہیں؟ بصورت واقع ہونے کے خالد پدر وولی ہندہ نابالغہ اس عقد کو فسخ وکالعدم وباطل قرار پائے گا، بحوالہ عبارات کتب فقہ معتبرہ ومستندہ جواب عطاء فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب

فى ردالمحتار عن فتح القدير عن النوازل: لو زوج بنته الصغيرة ممن ينكر أنه يشرب المسكر فإذا هو مدمن له وقالت: لا أرضى بالنكاح أى بعد ما كبرت إن لم يكن يعرفه الأب يشربه وكان غلبة أهل بيته صالحين فالنكاح باطل.

وفيه: ثم إعلم أن مامر من النوازل من أن النكاح باطل معناه أنه سيبطل. (۲/۴۹۹)(۲)

وفى الدرالمختار: ولو زوجها (أى كبيرة) برضاها ولم يعلموا بعدم الكفاءة ثم علموا لاخيار لأحد إلا إذا شرطوا الكفاءة أو أخبرهم بها وقت العقد فزوجوها علىٰ ذلك ثم ظهر أنه غير كفءٍ كان لهم الخيار، ولوالجية فليحفظ. (۲/۵۲۱)(۳)

ان روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں ولی منکوحہ کو بھی اور اسی طرح بعد بلوغ کے خود منکوحہ کو بھی اس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہے اور یہ فسخ بحکم حاکم ہوگا، جو کہ علاقہ حیدرآباد میں آسان ہے۔

(وقوله: قالت لا أرضى) ليس للاحتراز فى صورة الاشتراط أولا خبار ليتوقف الفسخ علىٰ بلوغها لأن المسئلة الثانية التى رضيت الكبيرة فيها يتحقق الإختيار فيها للأولياء والله اعلم

۹ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۲۲۸-۲۲۹)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الكفاءة: ۳/۸۵-۸۶، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) ردالمحتار، باب الولى: ۳/۶۷، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) الدرالمختار، باب الكفاءة: ۳/۸۵-۸۶، دار الفكر بيروت، انيس

شیعہ سے سنی لڑکی کا نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایسے فرقہ کے نکاح میں اہل سنت والجماعت کی لڑکیاں آسکتی ہیں، یا نہیں؟

الجواب

نہیں آسکتی ہیں۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۹۰/۸)

جو سنی لڑکیاں شیعوں کے عقد میں ہوں:

سوال: سنیوں کی جو لڑکیاں ان کے نکاح میں ہیں، کیا بر تقدیر تکفیر ان کا نکاح فسخ ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ عقائد ان روافض کے بوقت نکاح بھی ایسے ہی تھے تو مسلمہ سنیہ عورت کا ان کے ساتھ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، لہٰذا فسخ کی حاجت نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۹۰/۸)

سنیہ کا شیعہ سے نکاح:

سوال: ہندہ کا نکاح زید سے ہو چکا ہے اور اس کے والدین سنی المذہب اہل سنت والجماعت سے ہیں۔مسماۃ مذکورہ اور اس کے باپ دونوں نیک اور صالح ہیں اور زید شیعی المذہب سب وشتم کرنے والا ہے، اپنے مذہب میں غالی ہے۔مسماۃ مذکورہ کے والدین اپنی لڑکی زید کو دینے کے لیے بوجہ اس کے شیعہ ہونے کے بالکل تیار نہیں۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شیعہ اور سنیہ کا نکاح ہوسکتا ہے، یا اگر نکاح صحیح نہیں ہے تو لڑکی کے والدین بغیر فسخ کرائے دوسری جگہ نکاح کرا سکتے ہیں، یا نہیں؟ اگر فسخ کرانا ضروری ہے تو صورت فسخ کیا ہوگی؟ بالتفصیل تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً و مصلیاً

اگر زید کفریہ عقائد رکھتا ہے، مثلاً: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر زنا کی تہمت لگاتا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت [صحابیت] کا منکر ہے، یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کا معتقد ہے، یا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق اعتقاد رکھتا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وحی پہونچانے میں غلطی کی، یا اور کوئی عقیدہ رکھتا ہے، جو کہ صریح قرآن اور نصوص قطعیہ کے مخالف ہے تو وہ کافر ہے، اس سے ابتدا ہی سے ہندہ کا نکاح صحیح نہیں ہوا، (۱) لہٰذا فسخ کی بھی ضرورت نہیں۔

اگر زید صرف سب وشتم کرتا ہے تو اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، بعض تکفیر کرتے ہیں، بعض تکفیر نہیں کرتے،

---

(۱) ”ومنها: الإسلام إذا كان المرأة مسلمة، فلايجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالیٰ: ﴿ولاتنكحوا لمشركين حتی يؤمنوا﴾(بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فی عدم نكاح الكافر المسلمة: ٤٦٥/٣، دارالكتب العلمية، بيروت)

صرف تفسیق کرتے ہیں۔(۱) ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ رضامندی سے، یا ڈرا کر، یا لالچ دلا کر زید سے طلاق حاصل کرلی جائے، یا خلع کرلیا جائے، اگر یہ نہ ہوسکے تو حاکم مسلم کی عدالت سے فسخ کرالیا جائے۔

قال الشامی بعد نقل العبارات من الکتب المختلفة:"نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللّٰه عنها، أو أنکر صحبة الصدیق،أو اعتقد الألوهیة فی علی،أو أن جبرئیل علیه السلام غلط فی الوحی أو نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن،آه".(رد المحتار: ٤/٤٥٣)(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۲/۹/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۲/۹/۱۸ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۵۷)

شیعہ سے نکاح:

سوال: زید مذہب شیعہ رکھتا ہے اور وہ تفضیلی شیعہ نہیں، بلکہ جو لوگ سب وشتم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کرتے ہیں، بینوا توجروا، مدلل مبرہن ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

زید کا عقیدہ اگر یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اللہ تعالیٰ کا حلول ہوا تھا، یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی آخر الزمان مان کر حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وحی پہنچانے میں غلطی کا اعتقاد رکھتا ہے، یا قرآن شریف کو محرف مانتا ہے، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتا ہے، یا شیخین کو کافر اعتقاد کرتا ہے، یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سب وشتم کو حلال سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے، اگر شروع ہی سے اس کا عقیدہ ایسا ہے، تب تو اس سے سنی عورت کا نکاح ہی صحیح نہیں ہوا، (۳) اگر نکاح کے بعد ایسا عقیدہ ہوگیا تو جب سے ایسا عقیدہ ہوا، نکاح فوراً فسخ ہوگیا۔

---

(۱) "نقل فی البزازیة عن الخلاصة: أن الرافضی إذا کان یسب الشیخین ویلعنهما، فهو کافر، وإن کان یفضل علیاً علیهما فهو مبتدع ... علی أن الحکم علیه بالکفر مشکل لما فی الاختیار: اتفق الأئمة علی تضلیل أهل البدع أجمع وتخطئتهم،وسب أحد من الصحابة وبغضه لایکون کفراً لکن یضلل،إلخ" (رد المحتار، باب المرتد،مطلب مهم فی حکم سب الشیخین: ٤/٢٣٧،سعید)

(۲) رد المحتار،باب المرتد،مطلب فی حکم سب الشیخین: ٤/٢٣٧،سعید

(۳) وبهٰذا ظهر أن الرافضی إن ممن یعتقد الألوهیة فی علی،وأن جبرائیل غلط فی الوحی،أو کان ینکر صحبة الصدیق، أو یقذف السیدة الصدیقة،فهو کافر،لمخالفة القواطع المعلومة من الدین بالضرورة.(رد المحتار: ٣/٤٦،کتاب النکاح،سعید)

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل جلیل القدر علماء نے ان کے عقائد کے مطالعے کے بعد انہیں کافر قرار دیا ہے:

اِمام ابن حزم اندلسیؒ (۵۴۴ھ) الفصل فی الملل والاہواء والنحل: ۱۸۲/۳، شیخ عبد القادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ) غنیۃ الطالبین ص: ۱۶۳، قاضی عیاض مالکیؒ (۵۴۴ھ) الشفاء: ۲۸۶/۲)، ملا علی القاریؒ: (۱۰۱۴ھ)، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ۸۶/۴" جماعت علمائے ہند، فتاویٰ عالمگیری: ۲۶۸/۴۔

"لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللہ عنہا،أوأنکر صحبة الصدیق، أو اعتقد الألوهیة فی علی،أوأن جبرئیل غلط فی الوحی أو نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن،آہ". (ردالمحتار،ص:٤٥٣)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۵/۸/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم رمضان ۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۵۸)

شیعہ وروافض سے سنیہ کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید سنی المذہب اپنی لڑکی کا نکاح ایک شیعہ لڑکے سے کرنا چاہتا ہے، طرفین میں ایک زمانہ سے رشتہ مناکحت قائم ہے، یہ انہیں اپنا مذہب اختیار کرنے پر مجبور نہیں کرتے اور وہ انہیں مجبور نہیں کرتے۔ زمانۂ دراز سے ایسا ہوتا چلا آ رہا ہے۔ کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

روافض میں فرقے بہت مختلف العقائد والخیال ہیں اور اسی بنا پر ہمیشہ متقدمین ومتاخرین علماء ان کے بارے میں مختلف رہے ہیں، بعض حضرات نے مطلقاً کافر کہہ دیا۔ بعض نے مطلقاً تکفیر میں احتیاط کی اور بعض نے تفصیل کی، جو روافض قطعیات اسلام کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتے ہوں، وہ کافر ہیں، مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہ کو معبود ہی کہتے ہوں، یا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت رکھتے ہوں، جو قرآن کی نص قطعی کے خلاف ہے وغیرہ ذلک اور جو لوگ ایسا کوئی عقیدہ نہیں رکھتے، صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دوسرے صحابہ پر افضل کہتے ہیں، وہ کافر نہیں، البتہ اہل سنت سے خارج ہیں اور تبرا کرنے والے شیعہ بھی صحیح قول یہ ہے کہ کافر فاسق ہیں۔

قال الشامی: ذکر فی المحیط أن بعض الفقهاء لایکفر أحداً من أهل البدع وبعضهم یکفرون البعض وهو من خالف ببدعته دلیلاً قطعیا ونسبه إلٰی أکثر أهل السنة،إلخ.

وأیضاً قال: فهٰذا فیمن یسب عامة الصحابة ویکفرهم بناء علٰی تأویل له فاسدٍ فعلم أن ما ذکره فی الخلاصة من أنه کافر قول ضعیف مخالف للمتون والشروح.(۳/ ۳۲۰،باب المرتد)

وأیضاً قال الشامی: نعم: لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة أوأنکر صحبة الصدیق أواعتقد الألوهیة فی علی أوأن جبرئیل غلط فی الوحی أونحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن ولکن لو تاب تقبل توبته.(۲)

(۱) ردالمحتار،باب المرتد،مطلب فی حکم سب الشیخین: ٢٣٧/٤،سعید

(۲) شامی،باب المرتد:۳/ ۳۲۱)(ردالمحتار،باب المرتد: ٣٣٧/٤،دارالفکر بیروت،انیس

عبارات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ جو روافض قطعیات اسلام کے خلاف کوئی عقیدہ نہیں رکھتے، وہ کافر نہیں؛ مگر اس میں شبہ نہیں کہ فاسق ہیں، آدمی نیک صالح مسلمان کا کفو نہیں ہوتا۔

قال الشامی بعد تحقیق حقیق فی ھٰذا الباب فعلٰی ھٰذا فالفاسق لایکون کفؤاً لصالحة بنت صالح بل یکون کفؤاً لفاسقة بنت فاسق. (شامی:۳۲۹/۳)(۱)

پھر لڑکی کی کفاءت اس کے اولیاء کا حق ہے، اگر وہ ساقط کردیں تو ساقط ہوجائے گا۔

قال فی الدرالمختار: وھی حق الولی لاحقھا.

وقال الشامی: بل ھی حق لھا أیضاً. (۲)

لہٰذا اگر لڑکی اور اس کے سب اولیاء اس پر راضی ہوکر ایسے شیعہ سے نکاح کردیں، جو ضروریات اسلام کا منکر نہ ہو تو نکاح منعقد ہوجائے گا اور اگر لڑکی راضی ہو؛ مگر اولیاء نہ ہوں، یا برعکس تو پھر یہ نکاح مکمل نہ ہوگا۔ بہرحال اپنی لڑکی کسی شیعہ مرد کے نکاح میں دینے سے تابمقدور احتراز ہی چاہیے؛ لیکن اگر شرط مذکور کے ساتھ نکاح ہوگیا تو نکاح درست ہوجائے گا۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ اعلم کتبہ محمد شفیع غفرلہ۔ الجواب صحیح بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ۔ (امداد المفتین:۴۲۳/۲)

سنی لڑکی کا نکاح رافضی سے:

سوال: زید رافضی اور اس کی بیوی سنی اور لڑکے ماں کے طریقے پر اپنے کو سنی بتاتے ہیں، ان لڑکوں کا نکاح سنی لڑکیوں کے ساتھ رافضی عقیدہ سے توبہ کرانے کے بعد جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر قبل توبہ کے کردیا جائے تو کیا حکم ہے، جب کہ لڑکے باپ کے شامل حال ہوں؟

الجواب

توبہ کرانے کے بعد بلا شبہ جائز ہے اور قبل توبہ جائز ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ لڑکے کسی ایسے عقیدہ والے نہ ہوں، جو صراحۃً قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہیں، مثلاً حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت رکھنا یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ کے ساتھ قدرت وغیرہ میں شریک ماننا وغیرہ، **کذا ذکرہ الشامی فی باب المرتد وھو الأولٰی بالقول.** (واللہ اعلم)

ایضاً:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا عقد اس کے والدین کی رضامندی سے ایک لڑکے نابالغ شیعہ سے ہوا اور اس کی رخصتی

(۱) ردالمحتار، باب الکفاءة: ۸۹/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) رد المحتار: ۲۰۷/۲، ط: الریاض، انیس

سن بلوغ تک موقوف قرار پا کرلڑکی اپنے والدین کے یہاں رہی، جب وہ کچھ سمجھ دار ہوئی تو اس کو یہ معلوم ہوا کہ اس کا شوہر اور اس کا کل خاندان شیعہ ہے، اس وجہ سے لڑکی کے دل میں زوج کی طرف سے تنفر پیدا ہوا، بالآخر ۳۰؍دسمبر ۱۹۳۱ھ کو وہ بالغ ہوئی اور بالغ ہونے کی پہلی رات میں اس نے نکاح سے انکار کر دیا، جس کی تقریری وتحریری بہت سی شہادتیں موجود ہیں۔اب لڑکی کے والدین اس کا عقد کسی سنی المذہب سے کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا صورت مذکورہ میں پہلے نکاح کا عندالشرع کیا حکم ہے اور لڑکی کے والدین اب اس کا نکاح کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

بعض شیعہ باعتبار عقیدہ کے کافر ہیں اور بعض فاسق ومبتدع ہیں، جن کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہتے ہیں اور یہ کہ جبرئیل نے وحی لانے میں غلطی کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے منکر ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ پر افتراء کے قائل ہیں، وہ باتفاق فقہاء کافر ہیں اور ایسے شیعہ سے نکاح لڑکی سنیہ کا منعقد ہی نہیں ہوتا۔پس اگر شوہر لڑکی مذکورہ کا اسی عقیدہ کا ہے تو ہی نکاح شرعاً صحیح اور منعقد نہیں ہوا۔اب اس کا نکاح اس کی رضا سے دوسری جگہ کفو میں کر دیا جائے۔شامی میں ہے:

وبهٰذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أو أن جبرئيل غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة الصديق أويقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما إذا كان يفضل علياً أويسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر. (۱)

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شیعہ تفضیلی کافر نہیں ہیں؛ بلکہ مبتدع اور فاسق ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین:۲؍۴۲۴)

مسلمان لڑکی کا شیعہ سید سے نکاح:

(الجمعیۃ،مورخہ ۱۸؍فروری ۱۹۲۷ء)

سوال: ایک سنی مسلمان اپنی دختر نابالغ کا نکاح ایک شیعہ سید سے کرنا چاہتا ہے، کیا شرعاً یہ نکاح جائز ہوگا؟

الجواب

شیعہ اگر غالی تبرائی ہو تو اس کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح ہی صحیح نہیں ہوتا، (۲) اور اگر غالی نہ ہو تو نکاح جائز ہوتا ہے؛ (۳)

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۴۶/۳، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) اس لیے کہ وہ کافر ہیں۔

كما في الرسائل: وأما قذف عائشة فكفر بالإجماع وكذا إنكار صحبة الصديق لمخالفة التصديق نص الكتاب. (محموعة رسائل ابن عابدين: ۳۶۷/۱، سهيل اكادمى لاهور)

(۳) **تجوز مناكحة المعتزلة، لأنا لانكفر أحداً من أهل القبلة وإن وقع الزامًا في المباحث. (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۵/۳، سعيد)**

مگر اختلاف عقائد زوجین کی وجہ سے بسا اوقات آپس میں رنجش اور منافرت رہتی ہے؛ اس لیے مناسب نہیں کہ لڑکی کو ہمیشہ کے لیے ایک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفر لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۲۰۹/۵)

رافضی اور شیعی سے نکاح باطل اور کالعدم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے چچا اہل سنت والجماعت قریشی ہاشمی فرقہ حنفیہ سے تعلق رکھتا ہے، بدقسمتی سے میرے بڑے چچا نے نو دس سال گزشتہ جنگ عظیم کے دوران میں ایران میں بسر کر کے جب واپس پاکستان آئے تو کٹر قسم کے رافضی اور شیعہ بن کر آئے اور آج تک اس مسلک پر قائم ہے، بدقسمتی سے میرے چھوٹے چچا نے اپنے بھتیجے کو اپنی لڑکی دینے کا ابھی تک صرف وعدہ ہی کر رکھا ہے، جب کہ وہ داماد بھی اپنے والد کے مسلک پر مضبوطی سے قائم ہے، ہم سب خاندان نے ان سے قطع تعلق کر لیا ہے، اب اس رشتہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نور محمد قریشی راولپنڈی، ۷/رمضان ۱۳۹۵ھ)

الجواب

واضح رہے کہ ایران اور پاکستان کے روافض اسلام سے خارج ہیں، ان کے ساتھ مسلمانوں کا نکاح باطل اور کالعدم ہے۔

أما خروجهم عن الإسلام فلأنهم يعتقدون بتحريف القرآن سراً ويتهمون بالإفك على الصديقة وينكرون صحبة أبيها.

وفي ردالمحتار (۳۹۸/۲):وبهٰذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي (رضي الله عنه)أوإن جبرئيل غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة الصديق أويقذف السيدة الصديقة.(۲)

قال العلامة الحصكفي: (المرتد) شرعاً الراجع عن دين الإسلام وركنها اجراء كلمة الكفر على اللسان بعد الإيمان.

قال ابن عابدين:هٰذا بالنسبة الى الظاهر الذي يحكم به الحاكم وإلا فقد تكون بدونه كما لو عرض له اعتقاد باطل أونوٰى أن يكفر بعد حين فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة،انتهٰى بقدر الضرورة.(۳)

وأما عدم صحة النكاح فلقوله تعالٰى:﴿فإن علمتموهن مؤمنات﴾(الآية)(ممتحنة)(۴)

(۱) وفي الرد:ففي الفتح ويجوزتزوج الكتابيات والأولٰى أن لايفعل ولا يأكل ذبيحتهم.(رد المحتار،كتاب النكاح،فصل في المحرمات:۴۵/۳، سعيد)

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار:۳۰۹/۳،باب المرتد

(۳) ردالمحتارهامش الدرالمختار:۳۱۴/۲،فصل في المحرمات،كتاب النكاح

(۴) سورة الممتحنة:۱۰

قلت: إنهم ادعو الإسلام إجمالا فی بدء الأمر ثم خرجوا منه فی العاقبة فیکونون مرتدین ولایکونون مثل أهل الکتاب لأنهم یدعوالإسلام فافهم، فإنه من مزال الاقدام.(۱)

اوراگر یہ ثابت ہوجائے کہ یہ رافضی (ناکح) اسلام سے خارج نہیں ہے، ضروریات دین کو تسلیم کرتا ہے، (۲) تو اس میں عدم کفاءت کے احکام جاری ہوں گے، (۳) پس بہرحال اس نکاح سے اجتناب ضروری ہے۔ وهو الموفق

(فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۰/۴، ۳۱۱)

حنفی المسلک کا شیعہ سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زینب مذہباً اہل سنت وحنفی المسلک ہے، اس نے ایک شیعہ اثنا عشریہ شخص مسمی محمود سے مطابق مذہب اہل سنت نکاح کرلیا اور لکھنؤ کے مطبوعہ نکاح نامہ مصدقہ فرنگی محل کی خانہ پوری کر کے دونوں نے اس پر دستخط کردیئے تھے، پھر ایک سال تک تعلقات زن وشوہر قائم رہے، اس دوران مسماۃ زینب کو خلفاء ثلاثہ کے خلاف کتب شیعہ محمود لا کر دیتا رہا اور پڑھنے کی ہدایت کرتا رہا اور کچھ نہیں کہتا، مسماۃ زینب کو محمود کی یہ باتیں سخت ناگوار ہوتیں، اسی دوران جب ایک عالم صاحب سے معلوم ہوا کہ علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ شیعہ اسلام سے خارج ہے تو مسماۃ زینب نے محمود سے قطع تعلق کرلیا اور اپنے شوہر محمود سے طلاق لینے کی کوشش کرتی رہی؛ مگر محمود طلاق دینے پر آمادہ نہیں ہورہا ہے، اس قطع تعلق کا عرصہ تین سال کا ہوگیا ہے؛ اس لیے دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسماۃ زینب سنی المذہب کا نکاح مسمی محمود کے ساتھ جو ہوا تھا، وہ شرعاً منعقد ہوا، یا نہیں؟ اوراگر شرعاً منعقد ہوا تو فسخ نکاح کے لیے کسی شرعی عدالت میں مسماۃ زینب رجوع کرے تو شرعی عدالت کو اس نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار ہے، یانہیں؟ اگر مسماۃ زینب کا محمود کے ساتھ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا تو کیا بدون فسخ نکاح وخلع وطلاق حاصل کئے بغیر کسی دوسرے سنی المذہب سے نکاح کرلے، تو وہ نکاح عنداللہ جائز اور صحیح ہوگا، یانہیں؟

(المستفتی: محمد یوسف معرفت کیمرج مشن ہائی اسکول، کنگھی والی نخاس لکھنؤ، یوپی)

---

(۱) قال العلامه محمد أمين آفندی: ويجب اکفارالروافض بقولهم برجعة الأموات إلى الدنيا و تناسخ الأرواح وانتقال روح الا لـهٰ الى الائمة وأن الائمة آلهة وبقولهم بخروج إمام ناطق بالحق وانقطاع الأمروالنهی إلٰی أن يخرج وبقولهم ان جبريل عليه السلام غلط فی الوحی الی محمدصلی اللّٰه عليه وسلم دون علی کرم الله وجهه واحکام هؤلاء احکام المرتدين ... اعلم ان المفهوم من هذه النقول المنقولة عن علماء مذهبنا وغيرهم ان المحکوم عليه بالکفر فی هذه المسائل حکمه حکم المرتد. (رسائل ابن عابدين: ۳۵۹/۱، تنبيه الولاة والحکام علی احکام شاتم خيرالأنام)

(۲) قال العلامة الآفندی: وأما المعتزلةفمقتضی الوجه حل مناکحتهم لأن الحق عدم تکفيرأهل القبلة وان وقع الزاما فی المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين. (ردالمحتار: ۳۱٤/۲، تحت قوله وصح نکاح کتابية فصل فی المحرمات)

(۳) وفی الهندية: تعتبرالکفاءة فی الديانة... فلا يکون الفاسق کفا للصالحة سواء کان معلن الفسق اولم يکن. (الفتاویٰ الهندية: ۲۹۱/۱، الباب الخامس فی الاکفاء)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شیعہ اثناعشریہ باجماع امت کافر اور مرتد ہیں؛ اس لیے زینب سنیہ کا نکاح شیعہ محمود کے ساتھ شرعاً منعقد نہ ہوا؛ لہٰذا زینب بدون طلاق وخلع حاصل کئے دوسرے سنی لڑکے سے نکاح کرسکتی ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم: ۷/۲۷۱، فتاوی رشیدیہ قدیم ۴۶۹، جدید زکریا ۴۴۵، امدادالفتاوی: ۲/۲۲۷)

مگر فتنہ وفساد سے بچنے کے لیے عدالت میں جاکر نکاح فسخ کرایا جائے؛ تاکہ آئندہ کسی قسم کے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہی نہ رہے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ قدیم: ۱/۶۱، جدید زکریا: ۱/۱۷۹، امدادالفتاوی: ۲/۲۲۹)

أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أو أن جبرئيل غلط في الوحي، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة، فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة. (رد المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراتشي: ۳/۴٦، زكريا: ٤/١٣٥)

نعم لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله عنها أو أنكر صحبة الصديق، أو اعتقد الألوهية في علي أو أن جبرئيل غلط في الوحي، أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن. (شامي، كتاب الجهاد، باب المرتد، كراتشي: ٤/٢٣٧، زكريا: ٦/٣٨٧، الفتاوىٰ الهندية، زكريا: ٢/٢٦٤، جديد: ٢/٢٧٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۷/ رجمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۳۵۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۸/۶/۲۷ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۲۴۳، ۲۴۵)

شیعہ کلمہ گو ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو تو اس کے ساتھ نکاح کیوں جائز نہیں:

سوال: محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب مدظلہم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ بعد سلام مسنون! میں میڈیکل کالج میں پڑھتی ہوں، ایک مسئلہ کے متعلق آپ سے تحقیق کرنا چاہتی ہوں۔

ایک شیعہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے، مجھے بھی یہ رشتہ پسند ہے؛ لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شیعہ سے سنی عورت کا نکاح جائز نہیں، یہ بات مجھے سمجھ میں نہیں آتی، وہ ہماری طرح کلمہ پڑھتا ہے، خود کو مسلمان کہتا ہے، اس کے باوجود اس سے نکاح کیوں جائز نہیں؟ آپ اس سلسلہ میں تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں، کلمہ گو اور مسلمان ہونے کے باجود نکاح کیوں جائز نہیں؟ بینوا توجروا۔ (ایک خاتون، بیجاپور، کرناٹک)

الجوابـــــــــــــــ

حامداً ومصلیاً ومسلماً: مسلمان ہونے کے لیے صرف زبانی دعویٰ کافی نہیں ہوتا؛ بلکہ ان تمام باتوں پر ایمان لانا اور تصدیق کرنا ضروری ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول انے بیان فرمائی ہیں، ان میں سے کسی ایک

بات کا انکار کرنا یا ایسا عقیدہ اختیار کرنا جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو، انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے، چاہے وہ زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا رہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین اسلام کا دعویٰ کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس میں قسم کھا کر کہتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؛ مگر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ بالکل جھوٹے ہیں اور ان کے متعلق وعید بیان فرمائی کہ وہ جہنمی ہیں (زبانی دعویٰ کافی نہ ہوا)۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿إِذَا جَائَکَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّکَ لَرَسُولُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّکَ لَرَسُولُهُ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ o اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾(سورة المنافقون: ١-٢)

(ترجمہ: جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (دل سے) گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں، اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (اور باوجود اس کے) اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین (اس کہنے میں) جھوٹے ہیں، ان لوگوں نے اپنی قسموں کو (اپنی جان ومال بچانے کے لیے) ڈھال بنا رکھا ہے۔)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾(النساء: ١٤٥)

(ترجمہ: بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جاویں گے اور تو ہرگز ان کا مددگار نہ پاوے گا۔)

مشہور منافق عبداللہ بن ابی بن سلول وہ بھی اپنے کو مسلمان کہتا تھا، حتی کہ جب اس کا انتقال ہو گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، اس پر قران مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ﴾(التوبة: ٨٤)

(اور ان میں سے کوئی مرجائے، تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ (دفن وغیرہ کے واسطے) اس کی قبر پر کھڑے ہو جائے (کیوں کہ) انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں۔)

ہمارے زمانہ میں قادیانی بھی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول محمد کو اور قرآن کو مانتے ہیں؛ مگر کیا اتنا کہنے سے وہ مسلمان ہیں؟ اہل سنت والجماعت کا فتویٰ یہ ہے کہ قادیانی اپنے غلط عقائد کی وجہ سے قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

یہی حال شیعوں کا ہے، ان میں مختلف فرقے ہیں اور مختلف عقائد ہیں، ان میں خاص کر اثنا عشری فرقہ کے عقائد حد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب دامت برکاتہم نے شیعہ اثنا عشریہ کے متعلق ایک تفصیلی سوال مرتب فرمایا، جن میں ان کے غلط اور فاسد عقائد بیان کر کے دریافت فرمایا کہ ان عقائد کی بنیاد پر یہ لوگ دائرہ

اسلام میں داخل ہیں، یا خارج؟ محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا: اثنا عشری شیعہ بلا شک وشبہ کافر مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے اس جواب پر ہندوستان کے مشہور مفتیان کرام اور علماء عظام کے تصدیقی دستخط ہیں، اس کے بعد حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدفیوضہم نے ماہنامہ ''الفرقان'' کا ایک خاص نمبر شائع فرمایا، جس کا نام ''خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ'' ہے، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۷ء مطابق صفر المظفر تا ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ شمارہ ۱۰-۱۲، جلد ۵۵ آپ بھی اسے ضرور ملاحظہ کریں۔

ان کے کچھ غلط عقائد ملاحظہ ہوں:

(۱) ان کا عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن محرف ہے، اس میں ہر طرح کی تحریف اور کمی بیشی ہوئی ہے، یہ بعینہ وہ قرآن نہیں ہے، جو اللہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا تھا، یہ عقیدہ یقیناً موجب کفر ہے، اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: ۹)

(ترجمہ: ہم نے ذکر یعنی قران مجید نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔)

لہٰذا ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے، اس میں ذرہ برابر تحریف رد و بدل اور کمی بیشی نہیں ہوئی ہے۔

(۲) سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بترتیب، امت کے افضل ترین افراد اور جلیل القدر صحابی ہیں اور ان کا اسلام بتواتر ثابت ہے، یہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور شیعہ ان دونوں بزرگوں پر سخت لعن طعن اور معاذ اللہ ان کو منافق اور بدترین کافر کہتے ہیں، جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں بزرگوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

''اقتدو اباللذين من بعدی أبی بكر و عمر''. (مشكاة المصابيح، ص: ٥٦٠)

(ترجمہ: میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرنا۔)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے بعد امت کو ان دونوں حضرات کی اقتدا کا حکم فرما رہے ہیں اور شیعہ ان دونوں پر لعن وطعن اور معاذ اللہ ان کو منافق اور کافر کہتے ہیں۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

نیز خلفاء راشدین (حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین) کے متعلق ارشاد فرمایا:

''عليكم بسنتی وسنة الخفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ. (مشكاة المصبيح، ص: ٣٠، باب الا عتصام بالكتاب والسنة)

(یعنی تم اپنے اوپر میرے طریقہ (سنت) کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم کرلو اور دانتوں سے مضبوط پکڑلو۔)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین کے طریقہ (سنت) کو لازم پکڑنے کا حکم فرمارہے ہیں اور ان کو ہدایت یافتہ ارشاد فرمارہے ہیں، جب کہ شیعہ ان بزرگوں کو (حضرت علیؓ کے سواء) ضال اور گمراہ کہتے ہیں، ان کے اسلام اور صحابی ہونے کا انکار موجب کفر ہے۔

اسی طرح ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اکثر صحابہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کافر و مرتد ہوگئے تھے، حالاں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"أصحابی کالنجوم فبأیهم اقتدیتم اهتدیتم". (مشکاة المصابیح، ص: ۵۵٤، باب مناقب الصحابة)

(ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، تم ان میں سے جن کی اقتدا کروگے، ہدایت کی راہ پاؤگے۔)

(۳)　منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائی تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پورا ایک رکوع نازل فرمایا، جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت بیان فرمائی گئی۔ (سورہ نور) مگر اس کے باوجود شیعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر وہی تہمت لگاتے ہیں، جو صراحتاً پورے رکوع؛ بلکہ پورے قرآن کا انکار ہے اور موجب کفر ہے۔

(۴)　حضرت جبرائیل علیہ السلام نے معاذ اللہ وحی لانے میں غلطی کی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بجائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے گئے، ان کے علاوہ اور بھی عقائد کفریہ ہیں۔

فقہ کی مشہور کتاب "شامی" میں ہے:

"نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة أو أنکر صحبة الصدیق أو اعتقد الألوهیة فی علیٰ أو أن جبرئیل غلط فی الوحی أو نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن". (شامی: ۴۰۵/۳-۴۰۶، باب المرتد، مطلب مهم فی حکم سب الشیخین)

(یعنی اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے جو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے، یا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صحابی ہونے کا انکار کرے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق الوہیت کا عقیدہ رکھے، یا یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی، یا ان کے علاوہ ایسے عقیدے رکھے، جو صریح کفر اور قرآن کے مخالف ہیں۔)

مرقاة شرح مشکوٰة میں ہے:

قلت وهٰذا فی حق الرافضة والخاوجة فی زماننا فانهم یعتقدون کفر أکثر الصحابه فصلا بین سائر أهل لسنة والجماعة فهو کفر بالاجمعاع بلا نزاع. (مرقاة شرح المشکاة)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

الرافضی إذا کان یسب الشیخین ویلعنها والعیاذ باللّٰه فهو کافرو لو قذف عائشة رضی اللّٰه عنها بالزنا کفر باللّٰه ومن أنکر إمامة أبی بکر الصدیق رضی اللّٰه عنه فهو کافر وعلیٰ قوله بعضهم

هو مبتدع وليس بكافر والصحيح أنه كافر وكذلك من أنكر خلافة عمر رضى الله عنه فى أصح القول كذافى الظهيرية ويجب أكفارهم بأكفار عثمان وعلى وطلحة وزبير وعائشة رضى اللّٰه عنهم ويجب أكفار الزيدية كلهم فى قولهم بانتظار نبى من العجم ينسخ دين نبينا وسيدنا محمد صلى اللّٰه عليه وسلم كذا فى الوجيز للكردرى ويجب أكفار الروافض فى قولهم برجعة الأموات إلى الدنيا وبتناسخ الأرواح بانتقال روح الا له إلى الأئمة وبقولهم فى خروج امام باطن وتبعطيلهم الأمر والنهى إلٰى أن يخرج الإمام الباطن وبقولهم أن جبرائيل عليه السلام غلط فى الوحى إلٰى محمد صلى الله عليه وسلم دون على بن أبى طالب رضى الله عنه وهولاء القوم خارجون عن ملة الإسلام وأحكامهم أحكام المرتدين كذا فى الظهرية. (الفتاویٰ الهندية: ٢٦٤/٢، موجبات الكفر منها مايتعلق بالأنبيآء عليهم الصلاة)

فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے:

رافضی جو شیخین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا اور معاذ اللہ ان پر لعن وطعن کرے تو وہ کافر ہے اور اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائے تو وہ بھی کافر ہے اور جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت (خلافت) کا انکار کرے تو صحیح قول کے مطابق وہ بھی کافر ہے، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے تو اصح قول کے مطابق وہ بھی کافر ہے اور جو حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر کہ وہ بھی کافر ہے اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ ایک امام باطن ظاہر ہوگا، جو شریعت کے اوامر ونواہی کو معطل (ختم) کردے گا، وہ بھی کافر ہے اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی حضرت علیؓ کے بجائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے گئے تو وہ بھی کافر ہے۔

جو شیعہ اس قسم کے عقائد رکھتے ہوں وہ کافر و مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان سے نکاح کرنا بالکل صحیح نہیں ہے؟

ایک بات بطور خاص یہ ذہن میں رہے کہ تقیہ شیعوں کا مذہبی عقیدہ اور ان کا شعار ہے، تقیہ یعنی اپنے قول، یا عمل سے اصل حقیقت کو چھپانا اور واقعہ کے خلاف ظاہر کرنا اور اس طرح دوسرے کو دھوکے میں مبتلا کرنا؛ اس لیے یہ معلوم کرنا کہ یہ شیعہ کس قسم کے عقیدہ رکھتا ہے، بہت ہی مشکل ہے، لہٰذا اپنے ایمان کی حفاظت اسی میں ہے کہ خود کو ایسے بدعقیدہ کے حوالہ نہ کیا جائے۔

آپ کا یہ کہنا کہ شیعہ کا ظہور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان فرقوں کا ظہور کیا حق ہونے کی دلیل ہے؟ بلکہ احادیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے گمراہ فرقوں کے ظہور کی پیشین گوئی فرمائی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت پر وہ سب آئے گا، جو بنی اسرائیل پر آچکا ہے، بنی اسرائیل کے بہتر ۷۲ر فرقے ہو گئے تھے، میری امت کے تہتر

۷۳ر فرقے ہوجائیں گے، وہ سب دوزخی ہوں گے؛ مگر صرف ایک ملت (فرقہ) ناجی ہوگی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا، وہ ملت کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**ما أنا علیه و أصحابی**'' یہ وہ ملت ہے، جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف، ص:۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

اس حدیث میں غور کیجئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشن گوئی فرمائی کہ میری امت کے ۷۳ر فرقے ہوں گے اوران کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ سب دوزخی ہوں گے، سوائے ایک فرقہ کے اوراس نجات پانے والے فرقہ کی علامت بتائی کہ وہ وہ فرقہ ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ، اس سے ثابت ہوا کہ جولوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور صحابۂ کرام کے طریقہ کو اختیار کریں گے، وہی نجات پائے گا، یہ ہی فرقہ ''اہل سنت والجماعت'' کہلاتا ہے اور شیعوں کا حال معلوم ہو چکا کہ وہ صحابہ کی اقتدا اور پیروی تو کیا کرے، اجلہ صحابہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور اکثر صحابہ کو کافر ومرتد کہتے ہیں، کیا ایسے جہنمی فرقہ کے ساتھ آپ نکاح کرنا اور اپنی ذات اس کے حوالہ کرنا پسند کریں گی؟ آپ کی جو اولاد پیدا ہوگی، وہ بھی اپنے باپ کے طریقہ پر ہوگی، لہٰذا آپ ہرگز ہرگز شیعہ سے نکاح نہ کریں اور اگر نکاح کروگی تو وہ نکاح باطل ٹھہرے گا اور اولاد حرام ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

احقر الانام سید عبدالرحیم لاجپوری ثم راندیری، ۴ر ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ، شب جمعہ۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۔۔۔۔۔۔)

لامذہب اور شیعہ سے نکاح کا حکم:

سوال: عرض یہ ہے کہ ایک ایسی لڑکی جس کے والدین کا تعلق دیوبندی مسلک سے ہے، اس کی شادی ایک ایسے لڑکے سے جس کے والدین شیعہ ہیں اور لڑکا ان کے ساتھ کسی مذہبی تقریب میں شرکت نہیں کرتا، نیز نکاح پڑھانے کے لیے قاضی بھی مسلک دیوبندی کا ہی بلایا جائے گا، کیا یہ نکاح جائز ہے؟ نیز لڑکا اور لڑکی دونوں بالغ ہیں، اور لڑکی نیک پارسا، قرآن پاک اور نماز پڑھتی ہے اور دیوبندی مسلک کی ہے، جب کہ لڑکے کا قول یہ ہے کہ میں نہ شیعہ ہوں، نہ سنی، میں کسی مذہبی تقریب میں جاتا، جب ہم نے لڑکے کے گھر کہا کہ لڑکا اخبار میں اور پوری طرح سنی ہونے کا اعلان کرتو شاید کوئی بات بن جائے؛ لیکن اسی وقت اسکی والدہ نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ لڑکے کا باپ شیعہ اور میں خود شیعہ ہوں، یہ اعلان کیسے کرسکتا ہے؟ اس وقت لڑکے نے بھی اس کی تردید نہیں کی؛ بلکہ والدہ کی بات سے اتفاق کرلیا، ہمارے سامنے اس کے حالات مشکوک ہیں، اس وقت چونکہ رشتے کی بات سامنے ہے؛ اس لیے جو کچھ بھی ہم لکھوائیں گے، وہ لکھ کردے دے گا اور ہمارے ہر سوال کا جواب ہاں میں دے گا؛ لیکن ہمیں اس کی باتوں پر اطمینان نہی، کیا یہ رشتہ ہوسکتا ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں جب لڑکا صراحۃً سنی ہونے کا انکار کررہا ہے اوراس کے والدین واضح طور پر شیعہ ہیں تو اب شیعہ

ہونے سے انکار کا مطلب یا تو یہ ہوسکتا ہے کہ وہ تقیۃً ایسا کر رہا ہے اور حقیقت میں وہ شیعہ ہے، یا پھر وہ کوئی مذہب ہی نہیں رکھتا، لامذہب ہے اور دونوں صورتوں میں اس کا نکاح سنی صحیح العقیدہ لڑکی سے کرنا جائز نہیں۔(۱) واللہ سبحانہ اعلم

۲۰/۱۰۱/۱۴۰۸ھ (فتاویٰ عثمانی:۲/۲۵۸)

شیعہ لڑکے سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک ساتھی ہیں، ان سے کافی پرانی جان پہچان ہے۔ وہ اپنی بیٹی کی شادی کر رہے ہیں، لڑکا کراچی ہی کا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لڑکا شیعہ ہے، شیعی مجالس میں بھی شرکت کرتا ہے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ یہ درست نہیں، تم اپنی بیٹی کی شادی کسی سنی لڑکے سے کرو، شیعہ سے شادی نہ کرو۔ آپ سے درخواست ہے کہ بتائیں کہ کیا یہ شادی درست ہے؟ شیعہ سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مذہبِ تشیع کے متبعین بہت سے گمراہ کن عقائد کے حامل ہیں؛ اس لیے شیعہ لڑکے، یا لڑکی سے بوجہ مفاسدِ کثیرہ نکاح جائز نہیں، لہذا آپ کے دوست کو چاہیے کہ اپنی بیٹی کی شادی صحیح العقیدہ سنی لڑکے سے کریں، شیعہ لڑکے سے شادی کر کے اپنی اور اپنی آنے والی نسل کی دین و دنیا برباد نہ کریں۔

لما فی المشکوة(۹/۵۵،المطبوع مع المرقاة، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان) : وعن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"أيما رجل قال لأخيه كافر فقد باء بها أحدهما". (متفق عليه)

وتحته فی المرقاة(۹/۵۵):وثالثها أنه محمول على الخوارج المكفرين للمؤمنين وهذا ضعيف لأن المذهب الصحيح المختار الذی قاله الأكثرون أن الخوارج كسائر أهل البدع لا

(۱) اگر لامذہب ہے یا کفریہ عقیدہ رکھنے والا شیعہ ہے تو ان دونوں صورتوں میں اس کے کافر ہونے کی وجہ سے یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا اور اگر یہ کفریہ عقیدہ رکھنے والا شیعہ نہیں تو پھر بھی اس کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ وہ سنی لڑکی کا کفو نہیں ہے۔

و فی الشامية: كتاب النكاح، فصل فی المحرمات: ۳/۴۶،وبهٰذا ظهر أن الرافضی إن كان ممن يعتقد الألوهية فی علٰی أو أن جبريل غلط فی الوحی أو كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة.

وفی البحر الرائق كتاب السير باب احكام المرتدين، ج:۳،ص:۱۲۱(طبع سعيد)ويكفر من أراد بغض النبی صلی الله عليه وسلم وبعد أسطربقذفه عائشة رضی الله تعالٰی عنها من نسائه فقط وبانكارصحبة أبی بكر رضی الله عنه.

وفی الهندية كتاب النكاح الباب الثالث(طبع ماجدية):۱/۲۸۲:و لا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابی.

وفی البدائع:۲/۲۷۱(طبع سعيد) ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز انكاح المؤمنة الكافر،لقوله تعالٰی:"ولا تنكحوا المشركين حتٰی يؤمنوا" ولأن فی انكاح المؤمنة الكافرخوف وقوع المؤمنة فی الكفر.

تکفر قلت وهذا في غير حق الرافضة الخارجة في زماننا فإنهم يعتقدون كفر أكثر الصحابة فضلا عن سائر أهل السنة والجماعة فهم كفرة بالإجماع بلا نزاع.

وفي الشامية(٤/٢٣٧،باب المرتدين) :نعم لا شک في تكفير من قذف السيدة عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها أوأنكر صحبة الصديق أواعتقد الألوهية في علیٰ أو أن جبريل غلط في الوحی أونحو ذلک من الكفر الصريح المخالف للقرآن. (نجم الفتاویٰ:۴/۲۶۵)

سنی لڑکی کا نکاح شیعہ مرد کے ساتھ کر دیا تو یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں:

سوال: ایک پارسی لڑکی اور شیعہ لڑکے میں محبت ہوگئی،لڑکی نے اہل سنت والجماعت عالم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور سنی مسلمان ہوگئی،اس کے بعد وہ دونوں میرے پاس آئے اورلڑکے نے کہا پہلے یہ پارسی تھی اوراب اہل سنت والجماعت عالم کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئی ہے اور ہم نے قانونی کارروائی بھی کر لی ہے اب ہم دونوں باہم نکاح کرنا چاہتے ہیں اور مجھ سے درخواست کی کہ میں ان کے درمیان رشتہ ازدواج قائم کردوں، چنانچہ میں نے اس لڑکے کا اس نومسلم لڑکی سے نکاح کر دیا بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکا شیعہ (داؤدی بوہرہ) ہے، بوقت نکاح اس نے اپنا شیعہ ہونا ظاہر نہیں کیا تو یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ سنی اور شیعوں کے درمیان نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

آپ کے سوال اور زبانی بیان سے معلوم ہوا کہ پارسی نوجوان لڑکی نے راندیر آ کر اہل سنت والجماعت عالم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے،اس کے بعد اس نومسلمہ سنیہ لڑکی نے ایک نوجوان داؤدی بوہرہ (شیعہ) لڑکے کے ساتھ شادی کر لی ہے، لڑکے نے اپنا داؤدی بوہرہ (شیعہ) ہونا ظاہر نہیں کیا؛ بلکہ چھپایا،لہذا نکاح نہیں ہوا،کسی سنی لڑکے سے نکاح کر دیا جائے۔

روافض وشیعوں میں مختلف العقائد فرقے ہیں اور تقیہ ان کا شعار ہے؛ اس لیے حقیقت حال کا معلوم ہونا اور امتیاز کرنا مشکل ہے، وہ لوگ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف عقیدے رکھتے ہیں، مثلاً تحریف قرآن اور افک حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قائل ہیں اور معتقد ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اکثر صحابہ مرتد وکافر ہوگئے ہیں۔ العیاذ باللہ اس بنا پر ان کے ساتھ سنیہ لڑکی کا نکاح جائز نہیں، باطل ہے، لہذا آپ نے لڑکے کو سنی سمجھ کر نومسلمہ سنیہ سے جو نکاح پڑھایا ہے وہ صحیح نہیں ہوا باطل ہے۔شامی میں ہے:

نعم لاشک في تكفير من قذف السيدة عائشة أوأنكر صحبة الصديق أواعتقد الألوهية في علیٰ أوأن جبرئيل غلط في الوحی أونحوذلک من الكفر الصريح المخالف للقران. (باب المرتد مطلب مهم في حكم سب الشيخين:۳/۴۰۵-۴۰۶)

قلت:وهٰذا فيحق الرافضة والخارجة في زماننا فإنهم يعتقدون كفرا كثر الصحابة فضلاً عن سائرأهل السنة والجماعة فهو كفر بالاجماع بالانزاع.(مرقاة شرح المشكاة)

دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتیٔ اعظم حضرت مفتی عزیز الرحمٰن فرماتے ہیں:

سوال: شیعہ وسنت جماعت کی مناکحت باہم درست ہے یا نہیں؟ اگر بوجہ غلطی کے سنیہ کا نکاح شیعہ سے ہو گیا ہو اور رخصت نہ ہوئی ہو تو کیا کرنا چاہئے۔

الجواب: باہم مناکحت شیعہ وسنیوں کی جائز نہیں ہے، سنیہ لڑکی جس کا نکاح شیعہ مرد سے کیا گیا ہے، وہ نکاح جائز نہیں ہوا، لڑکی کو رخصت نہ کیا جائے اور اس کے قبضہ میں نہ دیا جائے، دوسری سنی مرد سے اس کا نکاح کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم (فتاوی دارالعلوم ۳،۴/۱۳۱، ۶عزیز الفتاویٰ)

آپ کا دوسرا فتویٰ:

الجواب: پس صورت مسئولہ میں نکاح اول جو شیعہ خالی سے ہوا، صحیح نہیں ہوا؛ بلکہ باطل ہوا اور دوسرا نکاح صحیح ہے۔ فقط (فتاوی دارالعلوم: ۳،۴/۱۳۱، ۶عزیز الفتاویٰ)

آپ کا تیسرا فتویٰ:

سوال: ایک عورت سنی مذہب نے ایک شیعہ مرد سے نکاح کر لیا، بعد میں معلوم ہوا کہ شیعہ ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟ اور اس کا نکاح فسخ کرانا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب: رافضی اگر غالی ہے یعنی سب شیخین کرتا ہے اور حضرت صدیقہ کے افک کا قائل ہے اور دیگر عقائد کفریہ کا معتقد ہے تو وہ مرتد ہے سینہ عورت کا نکاح اس سے درست نہیں ہوا۔ اور دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ (فتاویٰ دارالعلوم، عزیز الفتاویٰ: ۳،۴/۱۴۱ ۷)

آپ کا چوتھا فتویٰ:

الجواب: اس صورت میں آپ اپنی دختر کا نکاح ثانی کر دیں؛ کیوں کہ رافضی تبرائی سے نکاح سنی عورت کا منعقد نہیں ہوتا اور اگر بعد نکاح کے رافضی ہو جائے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۳۸/۸)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مسئلہ: سنی لڑکی کا نکاح شیعہ مرد کے ساتھ بہت سے عالموں کے فتویٰ میں درست نہیں ہے؛ اس لیے ہرگز سنی عورت کا شیعی مرد سے نکاح نہ کرے۔ (بہشتی زیور مع حاشیہ، ص:۶، حصہ چہارم)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سنی عورت کا نکاح شیعہ مرد سے جائز نہیں۔

(مفتی) کفایت اللہ کان اللہ، دہلی (کفایت المفتی: ۲۰۹/۵، کتاب النکاح)

آپ کا دوسرا فتویٰ:

لیکن اگر شیعہ غلطی وحی، یا الوہیت علیؓ، یا افک صدیقہ کا قائل ہو، یا قرآن مجید میں کمی بیشی ہونے کا معتقد ہو، یا صحبت

صدیق کا منکر ہو تو ایسے شیعوں کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح منعقد نہیں ہوتا اور چوں کہ شیعوں میں تقیہ کا مسئلہ شائع اور معمول ہے؛اس لیے یہ بات معلوم کرنی مشکل ہے کہ فلاں شیعہ قسم اول میں سے ہے، یا قسم دوم میں سے۔ (کفایت المفتی: ۲۷۵/۴)

پاکستان کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا فتویٰ:

الجواب: فی الدر المختار... إلی قوله ... حاصل جواب بناءً علی العبارات المذکورۃ یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، الخ، بوجوہ ذیل:

(۱) ایک کثیر جماعت علماء اس طرف گئی ہے کہ مطلقاً سنی عورت کا نکاح شیعہ مرد کے ساتھ کسی حال میں منعقد نہیں ہوتا، اگر چہ اس کا شیعہ ہونا بوقت نکاح ظاہر بھی ہو اور یہ اس لیے کہ آج کل شیعہ عموماً وہ لوگ ہیں، جو قطعیات اسلام کا انکار کرتے ہیں، مثلاً صدیقہ عائشہؓ پر تہمت لگاتے ہیں، یا تحریف قرآن وغیرہ کے قائل ہیں اور اس عقیدے کے لوگ باجماع امت کافر ہیں، البتہ جو شیعہ قطعیات کے منکر نہیں، ان کے بارے میں احوط یہی ہے کہ کفر کا حکم نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم، امداد المفتین: ۱۷۶-۱۷۵/۴،۳) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاوی رحیمیہ: ۸/-----)

شیعہ جو قرآن کو محرف کہتا ہے، اس سے نکاح درست ہے:

سوال: ہندہ سنیہ کا نکاح زید شیعہ سے ہو گیا، اب ہندہ کو لوگوں نے یہ شک دلا دیا ہے کہ شیعہ عموماً کافر ہوتے ہیں، تیرا نکاح زید کے ساتھ صحیح نہیں۔ ایک شخص کے دریافت کرنے سے زید نے بحلف اپنے عقیدہ کا اظہار کیا اور کہا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں، تقیۃً نہیں کہتا اور نہ یہ موقع تقیہ کا ہے؛ بلکہ اپنے دلی خیالات کو صحیح صحیح ظاہر کرتا ہوں کہ میں صحبت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قائل ہوں، قذف عائشہ حرام جانتا ہوں، اولوہیت حضرت علی کا قائل نہیں ہوں، حضرت جبرئیلؑ سے ہرگز غلطی نہیں ہوئی، قرآن موجودہ کو اپنا قرآن جانتا ہوں، اسی وقت سائل نے زید سے یہ کہا کہ تمہاری کتاب اصول کافی ہے، حضرت امام جعفرؒ سے ایک حدیث مروی ہے، جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے:

"واللّٰه ما فيه من قراء تكم حرف واحد".

اس حدیث کا کیا جواب ہے تو زید نے کہا کہ میں اپنے مجتہد سے دریافت کر کے اس کا جواب دوں گا، سائل نے پھر زید سے پوچھا کہ موجودہ قرآن محرف ہے، یا نہیں؟ زید نے اس کے جواب کو بھی مجتہد کے پوچھنے پر اٹھا رکھا، پندرہ یوم ہوئے، جواب نہیں، ایسی صورت میں نکاح ہندہ کا زید سے صحیح رہے گا، یا نہیں؟ اور حدیث مذکور کا کیا جواب ہے؟

الجواب

یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت امام جعفرؒ صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا ہے اور وہ رافضی جس سے گفتگو ہوئی ہے، اگر قرآن شریف موجودہ کے محرف ہونے کا قائل ہے تو وہ بھی کافر ہے، اس سے نکاح سنیہ کا نہیں ہوسکتا۔

علی هٰذا القیاس اگر کوئی دسرا امر موجب کفر اس میں موجود ہے، تب بھی نکاح سنیہ کا اس سے صحیح نہ ہوگا اور اگر وہ

جملہ عقاید کفریہ سے برأت ظاہر کرے تو نکاح صحیح ہوگا؛ لیکن رافضیوں کا کسی حال میں اعتبار نہیں ہے کہ تقیہ کی آڑ غضب ہے؛ اس لیے سنیہ کو اس سے علاحدہ ہی کرنا چاہیے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۵۶-۴۵۷)

کس قسم کے شیعہ سے سنی کا نکاح حرام ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) میں اپنی بڑی بہن سے ملنے گئی تو وہاں میری بہن نے آپ کا رسالہ ''تحفہ خواتین'' ماہ فروری ۲۰۰۹ء پڑھنے کو دیا، انہوں نے مجھ سے کہا کہ دیکھ تو نے رافضی سے شادی کی ہے، تیرے لیے کیا حکم ہے، اس کو پڑھ کر اپنی عاقبت سنوار لے، میں رسالہ گھر لے آئی، اس میں ص: ۱۸/ پر آپ نے شیعہ سے نکاح کے متعلق جواب دیا ہے، یہ جواب میری سمجھ میں نہیں آیا، اس کی وضاحت چاہتی ہوں؛ تاکہ میں دیکھوں کہ یہ باتیں میرے شوہر میں ہیں، یا نہیں؟ پہلے میں سوال وجواب نقل کر رہی ہوں:

سوال: میرے شوہر شیعہ ہیں اور وہ مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں ان کے مسلک کے مطابق نماز پڑھوں اور وہ مجھے یہ بھی کہتے ہیں کہ شیعہ مسلک قبول کرلو، میں کیا کروں، شوہر کے شیعہ ہونے سے میرا نکاح ختم تو نہیں ہوا اور اِن تمام باتوں میں کیا اطاعت ضروری ہے؟

جواب: جو شخص شیعہ کفریہ عقائد رکھتا ہو، مثلاً ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھتا ہو، یا حضرات شیخین سیدنا حضرت ابوبکر وسیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی صحابیت کا منکر ہو، یا قرآنِ کریم میں کمی بیشی کا قائل ہو تو ایسے شخص سے کسی مسلمان لڑکی کا نکاح قطعاً حرام ہے اور کسی مسلمان کے لیے شیعہ مسلک کے مطابق نماز پڑھنا، یا کوئی بھی عبادت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

إن الرافضی إذا کان یسب الشیخین یلعنهما فهو کافر. (شامی: ۶/۳۷۷، زکریا)

لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللّٰه عنها أو أنکر صحبة الصدیق. (الفتاویٰ الهندیة، فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۵۳، کفایت المفتی: ۵/۱۹۵)

(۲) آپ نے تحریر کیا ہے کہ جو شیعہ کفریہ عقائد رکھتا ہو، یہاں سوال یہ ہے کہ کفریہ عقائد کیا ہیں؟ اُن کی تفصیل آپ نے نہیں لکھی، دوسری چیز آپ نے تحریر کی ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھتا ہو، آخر وہ تہمت کیا ہے؟ تیسری چیز آپ نے تحریر کی ہے کہ سیدنا حضرت ابوبکر اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی صحابیت

---

(۱) وبهٰذا ظهر أن الرافضی إن کان ممن یعتقد الألوهیة فی علیٍ أو ان جبریل غلط فی الوحی أو کان ینکر صحبة الصدیق أو یقذف السیدة الصدیقة فهو کافر لمخالفته القواطع المعلوم من الدین بالضرورة. (ردالمحتار: ۲/۳۹۸، فصل فی المحرمات، ظفیر)

کا منکر ہو۔ یہاں پر غور طلب یہ ہے کہ وہ تو تھے ہی صحابی، کسی کے انکار سے صحابیت ختم تھوڑے ہی ہوگی، پھر وہ کس بنیاد پر صحابیت کا منکر ہوگا اور کیوں؟ چوتھی چیز آپ نے تحریر کی ہے کہ شیعہ مسلک کے مطابق نماز پڑھنا، یا کوئی بھی عبادت کرنا ہرگز جائز نہیں، یہاں پر سوال یہ ہے کہ اُن کی عبادت میں وہ حرام کام کیا ہیں، جن کی بنا پر اُن کی نماز، یا عبادت میں اُن کی تأسی کرنا جائز نہیں؟

میں اپنی بات بتاؤں (مسئلہ میں شرم نہیں کے اصول کے تحت) یہ ہے کہ میں نے محلّہ میں رہنے والے شیعہ سے عشقیہ شادی ضرور کی ہے؛ لیکن مجھے معلوم ہوا تھا (اور میرے شوہر نے بھی کہا تھا) کہ شیعہ مسلمان ہیں اور ایک مسلمان سے نکاح ہوسکتا ہے، آپ کے اس جواب نے میری نیند اُڑا دی ہے، جلد از جلد تفصیل سے جواب دیجئے؛ تاکہ میں کوئی فیصلہ کروں اور اپنی آخرت کو سنواروں۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جو عقیدہ قرآنِ کریم اور متواتر اَحادیثِ شریفہ سے ثابت ہو، اُس کا انکار موجبِ کفر ہے اور قرآنِ پاک میں اُم المومنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کے بارے میں متعدد آیات نازل ہوئی ہیں، جو سورہ نور میں مذکور ہیں، لہٰذا اس برات کے باوجود کوئی دریدہ دہن شخص حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت باندھے اور اُن سے بدظنی رکھے تو یہ قرآن کا انکار اور موجبِ کفر ہے، ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص مسلمان نہیں ہوسکتا اور شیعوں کے بہت سے فرقے مختلف کفریہ عقائد رکھتے ہیں، مثلاً حضرات انبیاء علیہم السلام کی عصمت والی صفت اپنے ائمہ میں ثابت کرنا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرنا، یہ صحیح ہے کہ اُن کی صحابیت کے انکار سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا؛ لیکن جو حقیقت قرآن سے اور اَحادیثِ متواترہ اور اجماعِ اُمت سے مستفاد ہے، اُس کا انکار کرنے کی وجہ سے یقیناً کفر کا حکم ہوگا، جیسے کوئی شخص کسی نبی کی نبوت کا انکار کردے تو اُس سے اگرچہ نبی کی نبوت ختم نہیں ہوتی؛ لیکن منکر کافر قرار پاتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/۱۴۷، میرٹھ، امداد الفتاویٰ: ۲/۲۲۷)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡا بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ، لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ بَلۡ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ لِکُلِّ امۡرِیٍٔ مِّنۡہُمۡ مَّا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ وَالَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ مِنۡہُمۡ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ o لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡہُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِہِمۡ خَیۡرًا وَّقَالُوۡا ہٰذَاۤ اِفۡکٌ مُّبِیۡنٌ o لَوۡلَا جَآءُوۡ عَلَیۡہِ بِاَرۡبَعَۃِ شُہَدَآءَ فَاِذۡ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِالشُّہَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنۡدَ اللّٰہِ ہُمُ الۡکٰذِبُوۡنَ o وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَتُہٗ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ لَمَسَّکُمۡ فِیۡ مَاۤ اَفَضۡتُمۡ فِیۡہِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ o اِذۡ تَلَقَّوۡنَہٗ بِاَلۡسِنَتِکُمۡ وَتَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاہِکُمۡ مَّا لَیۡسَ لَکُمۡ بِہٖ عِلۡمٌ وَّتَحۡسَبُوۡنَہٗ ہَیِّنًا وَّہُوَ عِنۡدَ اللّٰہِ عَظِیۡمٌ o وَلَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡہُ قُلۡتُمۡ مَّا یَکُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَکَلَّمَ بِہٰذَا سُبۡحٰنَکَ ہٰذَا بُہۡتَانٌ عَظِیۡمٌ﴾ (النور: ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱٦)

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَلۡخَبِیۡثٰتُ لِلۡخَبِیۡثِیۡنَ وَالۡخَبِیۡثُوۡنَ لِلۡخَبِیۡثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیۡنَ وَالطَّیِّبُوۡنَ

لِلطَّيِّبَاتِ أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾(النور:٢٦)

لو استحل السب أو القتل فهو كافر لامحالة ... سب الصحابة والطعن فيهم إن كان مما يخالف الأدلة القطعية كفر، كقذف عائشة رضى الله عنها وإلا فبدعة وفسق.(شرح الفقه الأكبر،ص:٨٦)

وقال الله تعالىٰ أيضًا:﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾(التوبة:٤٠)

ومنها: إسلام الرجل إذا كانت الرجل مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالىٰ: ﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا﴾(البقرة:٢٢١)(بدائع الصنائع:٢٧١/٢،كراچی)

شیعہ مذہب اسلام سے بالکل الگ مذہب ہے،اس کے عقائداوراُصول وفروع سب جداگانہ ہیں،نماز کے طریقے میں بھی فرق ہے،لہٰذا کسی بھی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنا صحیح طریقہ چھوڑ کر باطل مذہب کا طریقہ اپنائے۔

وهولاء القوم خارجون عن ملة الإسلام، وأحكامهم أحكام المرتدين.(الفتاویٰ الهندية:٢٦٤/٢،زكريا)

وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها، فلا يصح الإقتداء به أصلا. (الدرالمختار مع الشامي:٣٠٠/٢،زكريا)

اب آپ کے لیے دو ہی راستے ہیں، یا تو آپ اپنے شوہر کو صحیح عقائداوراعمال کی طرف لا کراس سے ازسرنو نکاح کریں اورشیعیت کے ماحول سے نکل کرالگ جگہ رہیں اوراگرایسا کرناممکن نہ ہوتو فوری طور پراس شیعہ شوہر سے جدائی حاصل کرکے اس سے الگ زندگی گزاریں،شوہر کے شیعہ رہتے ہوئے آپ کا اُس کے ساتھ رہنا ہرگز جائز نہیں ہے۔(مستفاد: فتاوی دارالعلوم:۳۹۰/۸، کفایت المفتی:۲۸۷/۱)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقرمحمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۲۱/۷/۱۴۳۰ھ،الجواب صحیح:شبیراحمدعفااللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۳۲۹/۸-۳۳۲)

شیعہ سے نکاح کرنے میں احتیاط ضروری ہے:

سوال: زیدسنت والجماعت کا مذہب رکھتا ہےاوراس کا پھوپی زاد بھائی بکرخاندان غیرمغلظہ شیعہ سے ہے؛لیکن معلوم ہے کہ وہ پابند مذہب روافض نہیں ہےاوراس کی والدہ زید کی پھوپی اہل سنت سے ہےاوربکرکی بیوی بھی خاندان اہل سنن کی لڑکی ہےاوربکرکہتا ہے کہ ہم رافضی نہیں ہیں ہمارے نزدیک تمام صحابہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہیں ہم کسی کی برائی نہیں کرتے،سب صحابہ پرتبرانا جائز ہےاورنماز جمعہ پڑھتے ہیں اور باجماعت پڑھتے ہیں اور باجماعت نمازیں اداکرتے ہیں، پس بکرنے اپنے لڑکے کے لیے زید کی دختر کا خواستگار ہے،آیاان کا نکاح جائز ہے، یانہیں؟علاوہ ازیں ایک تقریرمستفتی نے لکھی تھی،جس کا حاصل یہ ہے کہ ثواب وعقاب کا دارومدارعمل پر ہے،خواہ عقیدہ کچھ ہو۔

الجواب

جواب مسئلہ کا یہ ہے کہ اگربکرشیعہ غالی تبرائی نہیں ہےتو اس لڑکے سے جب کہ وہ بھی ایسا ہی ہو،زید کی دختر کا نکاح صحیح ہے؛لیکن بہتر یہ ہے کہ جب تک بکرپورااہل سنت والجماعت نہ ہو،اس وقت تک نکاح نہ کیا جاوےاورایک تردد

اس جگہ دوسرا ہے، وہ یہ ہے کہ روافض میں تقیہ ضروری سمجھا جاتا ہے تو یہ کیوں کہ اطمینان ہو کہ جو کچھ وہ زبان سے کہتے ہیں، ان کا یہ کہنا از راہ تقیہ تو نہیں ہے اور واضح ہو کہ عقاید کی خرابی بہت بڑی اور مضر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تہتر فرقہ بتلا کر یہ ارشاد فرمایا ہے:

"**کلهم فی النار إلا واحدة،إلخ**".(۱)

کہ وہ سب دوزخی ہیں، سوائے ایک فرقہ کے کہ وہ اہل سنت والجماعت ہیں اور اس فرقہ اہل سنت والجماعت کی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے:

"**ما أنا علیه و أصحابی**".

کہ وہ اس طریقہ پر ہوں گی، جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔

پس جو فرقہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے، وہ ناری ہے اور اہل اہواء اور اہل باطل میں سے ہے، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ جاننے والا قرآن شریف کا کون ہوسکتا ہے؛ اس لیے یہ تقریر آپ کی سب بیکار اور بے اصل ہے۔ طریقہ صحابہ کا دیکھنا چاہیے کہ کیا تھا؛ کیوں کہ وہی طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور وہی نجات دینے والا ہے، محض نام مسلمان ہونے سے کام نہیں چلتا اور فساد عقیدہ کے ساتھ اعمال صالحہ کچھ کام نہیں آتے، جیسا کہ حدیث خوارج میں مذکور ہے:

"**یحقر أحدکم صلاته مع صلاتهم**". (الحدیث)(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۵۸/۷-۴۵۹)

---

(۱) مشکاة،ص: ۳۰،ظفیر)(وتفترق أمتی علی ثلث و سبعین ملة کلهم فی النار إلا ملة واحدة، قالوا:من هی یارسول اللّٰه ؟ قال:ما أنا علیه و أصحابی.(جامع الترمذی: ۶۷/۳،عن أبی هریرة،أبوداؤد: ۵۰۳/۲،والحاکم فی المستدرک: ۲۱۷/۱،وقال الترمذی ،حدیث حسن صحیح،وقال الحاکم:هٰذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه.وقال الذهبی فی تلخیص المستدرک علی شرط مسلم،انیس)

(۲) اس روایت کی تخریج امام بخاری اور مسلم نے کی ہے، پوری روایت حضرت ابوسعید خدریؓ سے ان الفاظ میں مروی ہے اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قِسْمًا، أَتَاهُ ذُوالْخُوَيْصِرَةِ، وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ اعْدِلْ، فَقَالَ: وَيْلَكَ، وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ، قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ،فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ائْذَنْ لِي فِيهِ فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ؟ فَقَالَ: دَعْهُ، فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، يُنْظَرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى رِصَافِهِ فَمَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى نَضِيِّهِ،وَهُوَ قِدْحُهُ، فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ، قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ، آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ، إِحْدَى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ، أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ، وَيَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَأَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ، فَأَمَرَ بِذَلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَأُتِيَ بِهِ، حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهِ عَلَى نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي نَعَتَهُ.(صحیح البخاری،باب علامات النبوة فی الإسلام،رقم الحدیث: ۳۶۱۰،انیس)

شیعہ تبرائی سے شادی کا کیا حکم ہے اور جو لوگ اس میں حصہ لیں، ان کے لیے کیا حکم ہے:

سوال (۱) عورت اہل سنت والجماعت کا نکاح کہ جس سے والدین بھی اہل سنت والجماعت ہوں، شیعہ مرد کے ساتھ کہ جس کے باپ دادا بھی شیعہ ہوں۔ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) یہ کہ نکاح عورت مرد مذکورہ بالا کے بارے میں مولوی نکاح خواں اور حاضرین مجلس پر تعزیر شرعی کا کچھ خوف ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا حکم ہے؟

الجواب

قال فی ردالمحتار: وبهٰذا ظهر أن الرافضی إن كان ممن يعتقد الألوهية فی علی أو أن جبريل غلط فی الوحی أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما إذا كان يفصل علياً أو يسب الصحابة فإنه متبدع لا كفر. (۱)

اس عبارت سے واضح ہے کہ رافضی اگر منکر قطعیات ہے، جیسے قائل ہونا افک اور قذف حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تو قطعاً کافر ہے، نکاح اس کا سنیہ مسلمہ سے درست نہیں ہے بالکل باطل ہے۔

لأن اختلاف الملة مانع عن صحة النكاح، كذا فی كتب الفقه. (۲)

اور واضح ہو کہ سب شیخین کو بھی اگرچہ بعض فقہا نے کفر کہا ہے کہ لیکن عند المحققین وہ فسق و بدعت ہے کفر نہیں ہے؛ (۳) لیکن اگر سب شیخین کے ساتھ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا انکار ہو، جو کہ نص قطعی سے ثابت ہے، یا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک کا قائل ہو تو پھر باتفاق کافر ہے اور تبرا گو غالباً حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قذف وافک کے بھی قائل ہوتے ہیں اور اس سے خوش ہوتے ہیں، لہٰذا ایسے رافضی کے کفر میں کچھ خفا نہیں ہے اور نکاح اس کا سنیہ مسلمہ سے درست نہیں ہے اور جن لوگوں نے باوجود علم کے نکاح پڑھا اور گواہ ہوئے اور وکیل ہوئے، وہ فاسق ہوئے، توبہ کریں، مابین الزوجین یعنی مابین شوہر رافضی اور زوجہ سنیہ مسلمہ تفریق کرادیویں، یہی ان کے لیے کفارہ ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۶۲/۷-۴۶۳)

شیعہ تبرائی سے درست نہیں ہوا، دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے:

سوال: ایک عورت کا نکاح ایک شخص مذہب شیعہ جس کو رافضی کہتے ہیں، اس کے ساتھ ہوا، عورت اہل سنت والجماعت ہے، اس کو اس کے شوہر نے مراسم روافض ادا کرنے میں مجبور کیا، یہاں تک کہ برا بھی کہلوانا چاہا، جب وہ

---

(۱) ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۳۹۸/۲، ظفیر

(۲) وحرم نكاح الوثنية، إلخ، وكل مذهب يكفر معتقده. (رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۹۳/۲، ظفیر)

(۳) بخلاف ما إذا كان يفصل علياً أو يسب الصحابة فإنه متبدع لا كفر (ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۳۹۸/۲، ظفیر)

عورت والدین کے یہاں آئی، پھر شوہر کے مکان پر نہیں گئی، اس وقت تک جس کو عرصہ بارہ سال کا ہوگیا، اب بھی اس کو شوہر کے مکان پر جانے سے انکار ہے اور اس کے شوہر کا خاندان سب تبرائی ہے اور عورت کو بھی مجبور کرتے ہیں، پس از روئے شرع شریف اس عورت کا نکاح جائز ہوا کہ نہیں؟ اور اب بغیر طلاق شوہر مذکور کے دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

رافضی تبرائی کو بہت سے فقہاء نے کافر لکھا ہے؛ لیکن محققین فقہاء کی تحقیق ہے کہ اگر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے افک کا قائل ہے، یا حضرت علیؓ کی الوہیت کا قائل ہے، یا حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی میں غلطی ہونے کا معتقد ہے تو یہ جملہ امور کفر اور ارتداد و باتفاق ہیں، پس ایسے رافضی کے ساتھ سنیہ عورت کا نکاح منعقد نہیں ہوتا، بدون طلاق کے دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ (هٰکذا فی الدر المختار)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۱/۷-۲۷۲)

تبرائی شیعہ سے سنیہ عورت کا نکاح درست نہیں ہے:

سوال: زید شیعہ تبرائی جو حضرت عائشہ صدیقہ کو تہمت لگائے اور شیخین کو برا کہے اور خلافت کا منکر ہو، اس کے ساتھ ہندہ حنفیہ سنیہ کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ اور ہندہ مہر پانے کی مستحق ہے، یا نہیں؟

الجواب

شیعہ مذکور سے نکاح سنیہ کا صحیح نہیں ہے اور اگر دخول ہو چکا ہے تو مہر کامل ہے۔

قال فی الشامی: نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها أو أنكر صحبة الصديق أو اعتقد الألوهية فی علی أو أن جبرئيل غلط فی الوحی أو نحو ذلک من الكفر الصريح. (باب المرتد)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۶۱/۷)

فرقہ اثناء عشریہ سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: فرقہ اثناعشریہ کافر ہیں، یا مسلم سنیہ عورت کا ان کے ساتھ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) أن الرافضی إن كان ممن يعتقد اللألوهية علی أو أن جبريل غلط فی الوحی أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة. (الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۳۹۸/۲، ظفیر)

(۲) ردالمحتار، باب المرتد، مطلب مهم فی حكم ساب الشيخين: ۴۰۵/۴-۴۰۶، ظفیر)

وفی الدر المختار: (فللموطوءة) ولو حكماً (كل مهرها لتأكده به، إلخ. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب المهر: ۱۹۴/۳، دارالفکر بیروت، انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

روافض کے فرقے مختلف ہیں، بعض غالی ہیں، جو حضرت علی کی اولوہیت کے قائل ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر افک کے قائل ہیں، وہ باتفاق قطعاً کافر ہیں اور بعض سب شیخین کرتے ہیں۔ بعض فقہاء نے ان کو بھی کافر کہا ہے، ایسے روافض کے ساتھ عورت مسلمہ سنیہ کا نکاح نہیں ہوتا، (۱) اور بعض محض تفضیلیہ ہیں، وہ کافر نہیں اگر چہ مبتدع ہیں، ان کے ساتھ نکاح سنیہ کا ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۴۶۲/۷)

شیعہ لڑکے کا سنی لڑکی سے باہمی رضامندی کے ساتھ نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شیعہ لڑکے کا نکاح سنی لڑکی سے ہو گیا، نکاح سے پہلے لڑکے کو معلوم تھا کہ لڑکی سنی ہے، اِسی طرح لڑکی کو معلوم تھا کہ لڑکا شیعہ ہے، آپس میں لڑکی والوں نے یہ طے کر دیا تھا کہ لڑکی پر شیعہ مذہب سے متعلق کوئی دباؤ نہیں بنایا جائے گا۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ نکاح شریعتِ اِسلامیہ کی رو سے صحیح ہوا، یا نہیں؟ اب دونوں ساتھ رہ سکتے ہیں، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ہندوستان میں پائے جانے والے اکثر شیعہ امامیہ اثنا عشریہ ہیں، جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرات شیخین (سیدنا حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما) اور ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کفریہ عقیدہ رکھتے ہیں اور ان مقدس شخصیات پر تبرا کرتے ہیں؛ اس لیے ایسے کفریہ عقیدہ رکھنے والے شیعہ لڑکے کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح قطعاً حلال نہیں ہے، لہٰذا مسئولہ صورت میں مذکورہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اور دونوں کے لیے ساتھ رہنا بالکل جائز ہی نہیں ہے، فوری طور پر تفریق لازم ہے۔ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ: ۱۷۱/۷، میرٹھ، امداد الفتاویٰ: ۲۲۲/۲، زکریا)

ومنها إسلام الرجل إذا كانت الرجل مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالىٰ:
﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا﴾. (البقرة: ۲۲۱) (بدائع الصنائع: ۲۷۱/۲، كراچی)
إن الرافضي إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر. (شامی: ۳۷۷/۶، زکریا)
لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة أو أنکر صحبة الصدیق. (شامی: ۳۷۸/۶، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۱۰/۱۴۳۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۲۷/۸-۳۲۸)

تقیہ کا کیا معنی ہے اور شیعہ دھوکہ دے کر سنی لڑکی سے جو نکاح کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے:

سوال: رافضی شیعہ اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت بیان کر کے اہل اسلام لڑکیوں سے نکاح کر لیا کرتے ہیں

---

(۱) وحرم نکاح الوثنیة... وکل مذهب یکفر معتقده. (ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۳۹۳/۲، ظفیر)

اور بیان کرتے ہیں کہ تقیہ فرض ہے اور ان کا تقیہ کرنے سے اہل سنت والجماعت لڑکی کا نکاح ان سے قائم رہتا ہے، یا نہیں؟ اور اون کے تقیہ کا کیا حکم ہے؟ اور تقیہ کے معنی شرعاً کیا ہیں؟

الجواب

شیعہ اور رافضی اگر دھوکہ دے کر اور اپنے کو سنی ظاہر کر کے کسی سنیہ سے نکاح کر لیوے تو بعد علم کے اس عورت سنیہ اور اس کے ولی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے اور غلاۃ روافض جو الوہیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معتقد ہیں، یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے منکر ہیں، یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھتے ہیں، ان کو فقہاء نے قطعا کافر کہا ہے۔

كما في الشامي: نعم لاشك في تكفير من قذف السيد عائشة أو انكر صحبة الصديق أو اعتقد الألوهية في على أو ان جبريل غلط في الوحى أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن، الخ. (شامی: ۲۹۴/۳)(۱)

پس ایسے غالی رافضی کا نکاح مسلمہ سنیہ سے منعقد نہیں ہوتا اور تقیہ جو کہ روافض کا معمول ہے اور وہ درحقیقت نفاق ہے اور کذب ہے، حرام ہے؛ کیوں کہ روافض بھی مثل منافقین کے اہل سنت والجماعت کو دھوکہ دے کر ان کے سامنے اپنی اغراض عاجلہ کی وجہ سے اپنے کو سنی ظاہر کرتے ہیں اور اپنے عقائد باطلہ کو چھپاتے ہیں، جیسا کہ منافقین اپنے عقائد باطلہ کو اہل اسلام کے سامنے چھپایا کرتے تھے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔

كما قال الله تعالىٰ ﴿واذا لقوا الذين آمنوا قالوا آمنا وإذا خلوا إلى شياطينهم قالوا إنا معكم إنما نحن مستهزؤن﴾ (الآية)

اور اس تقیہ کو فرض کہنا یہ بھی منافقین کی سی خصلت ہے کہ وہ اس کو بڑی ہوشیاری سمجھتے تھے کہ جھوٹ بول کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کو دھوکہ دیتے تھے، پس فرض کہنا روافض کا ایسے مذموم اور قبیح امر کو یہ بھی من جملہ روافض کی خباثت کے ہیں اور دلیل ہے ان کے مذہب کے بطلان کی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۴۱/۸-۲۴۲)

بے خبری میں شیعہ تبرائی سے نابالغہ کا نکاح ہو گیا:

سوال: ایک شخص نے سارہ وبل کے ابتدائے زمانہ میں اپنی نابالغہ کا نکاح ایک شخص کے لڑکے نابالغ کے ساتھ کر دیا تھا؛ لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ یہ دوسرا شخص مذہباً شیعہ اور فرقہ تبرائیہ میں سے ہے اور لڑکی بالغ ہونے کے بعد اس لڑکے کے یہاں گھر رہ کر بھی آئی ہے؛ لیکن لڑکے کو اتنا خبط الحواس پایا کہ جس سے توقع بھی نہیں کی جا سکتی کہ وہ لڑکی کا پیٹ مانگ کر بھر دے اور قوی کے اعتبار سے اتنا ضعیف نہ گفتگو کر سکے اور نہ بیوی سے جماع کر سکنے پر قادر ہے،

(۱) ردالمحتار، باب المرتد: ۴۰۵/۳-۴۰۶، ظفیر

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکی کا نکاح حالت نابالغیت میں لڑکے نابالغ سے جو مذہباً شیعہ اور فرقہ تبرائیہ میں سے ہے صحیح اور درست ہوگیا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

فرقہ تبرائیہ کی تکفیر میں اکثر علماء کی تصریحات موجود ہیں؛(۱) مگر بعض نے انکار بھی کیا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں زوجہ کو چاہیے کہ عدالتِ مسلمہ میں مقدمہ پیش کرے کہ یہ شخص میرے حقوق ادا نہیں کرتا، حاکم مسلم واقعات کی تحقیق وتفتیش کے بعد اگر زوجہ کا مطالبہ صحیح ثابت ہو تو شوہر سے طلاق دلا دے، یا خلع کرا دے، یا نکاح فسخ کردے۔ رسالہ حیلہ ناجزہ میں تفریق اور فسخ نکاح کی صورت تفصیل سے درج ہے، جس میں علمائے تھانہ بھون، دیوبند، سہارنپور کے متفقہ دستخط ہیں، اس کو بھی بغور دیکھ لیا جائے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم جمادی الاخری ۱۳۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ جمادی الاخری ۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۴۵۵)

شیعہ تفضیلیہ سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: فرقہ شیعہ تفضیلیہ اور اہل سنت والجماعت میں باہم مناکحت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

فرقہ تفضیلیہ جو کہ تبرا گو نہ ہو، وہ فرقہ کافر نہیں ہے، اگرچہ اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں ہے، مناکحت اس کی اہل سنت وجماعت کے ساتھ درست ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/ ۲۵۰)

تفضیلی شیعہ سے سنی لڑکی کا نکاح کیسا ہے:

سوال: ایک شیعہ لڑکا سنی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ یہ شیعہ تفضیلی ہے، جو

---

(۱) "وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي، وأن جبرائيل غلط في الوحي، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة، فهو كافر، لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة". (رد المحتار: ۳/ ٤٦، كتاب النكاح، سعيد)

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل جلیل القدر علماء نے ان کے عقائد کے مطالعے کے بعد انہیں کافر قرار دیا ہے:

امام ابن حزم اندلسیؒ (۴۵۶ھ) الفصل فی الملل والاہواء والنحل: ۳/ ۱۸۲، شیخ عبد القادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ) غنیۃ الطالبین، ص: ۱۶۳، قاضی عیاض مالکیؒ (۵۴۴ھ) الشفاء: ۲/ ۲۸۶، ملا علی القاریؒ: (۱۰۱۴ھ)، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ۴/ ۸۴، جماعت علمائے ہند، فتاویٰ عالمگیری: ۴/ ۲۶۸۔

(۲) حیلہ ناجزہ، حکم زوجہ متعنت، ص: ۷۳-۷۴، دار الاشاعت، کراچی

(۳) وتجوز مناكحة المعتزلة لأنا لا نكفر أحداً من أهل القبلة وإن وقع إلزاماً في المباحث. (الدر المختار)

بخلاف ما إذا كان يفضل علياً أو يسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر. (رد المحتار في فصل المحرمات: ۲/ ۳۹۸، ظفير)

حضرت علی [رضی اللہ عنہ] کو دیگر صحابہ پر فضیلت دیتے ہیں، لڑکی کے رشتہ دار صرف اس وجہ سے یہ کام کرنا چاہتے ہیں کہ یہ عورت خراب ہے، ناجائز طریقے سے روزی کھاتی ہے، اس سے بہتر یہ ہے کہ شیعہ آدمی کے نکاح میں رہے۔ عالمگیری (جلد دوم، صفحہ:۲۴۶) میں ہے:

الرافضي إذا كان يسب الشيخين أويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر وإن كان يفضل عليًا كرم الله وجهه علىٰ أبى بكر الصديق لايكون كافراً إلاهو مبتدع.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنی لڑکی کا ان کے ساتھ نکاح درست نہیں ہے۔

(المستفتی:۶۳۲، حافظ محمد اسحٰق، کوٹہ، ۲۹ / جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ)

الجواب

شیعہ اگر حضرت علی کو دوسرے صحابہ پر فضیلت دیتا ہے، بس اس کے علاوہ اور کوئی بات اس میں شیعیت کی نہیں ہے تو یہ کافر نہیں ہے اور ایسے شیعہ کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح منعقد ہوجاتا ہے؛ لیکن اگر شیعہ غلطیٔ وحی، یا الوہیت علی، یا افک صدیقہ کا قائل ہو، یا قرآن مجید میں کمی بیشی ہونے کا معتقد ہو، یا صحبت صدیق کا منکر ہو تو ایسے شیعوں کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح منعقد نہیں ہوتا، (۱) اور چوں کہ شیعوں میں تقیہ کا مسئلہ شائع اور معمول ہے؛ اس لیے یہ بات معلوم کرنی مشکل ہے کہ فلاں شیعہ قسم اول میں سے ہے، یا قسم دوم میں سے؛ اس لیے لازم ہے کہ شیعوں کے ساتھ مناکحت کا تعلق نہ رکھا جائے، شیعہ لڑکی کے ساتھ سنی مرد کا نکاح درست ہے؛ (۲) لیکن یہ تعلق پیدا کرنا اکثر حالات میں مضر ہوتا ہے؛ اس لیے اجتناب ہی اولیٰ ہے۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی:۱۹۵/۵)

شیعہ تفضیلیہ اہل سنت کے مذہب پر نہیں:

سوال: آپ کا فتویٰ موصول ہوا تھا، اس کو دیکھ کر ایک شخص نے اعتراض کیا ہے کہ اہل سنت والجماعۃ کو ایسا فتویٰ

---

(۱) ويكفر من أراد بغض النبى صلى الله عليه وسلم ... وبقذف عائشة رضى الله عنها من نسائه فقط وإنكاره صحبة أبى بكر رضى الله بخلاف غيره وبإنكاره إمامة أبى بكر رضى الله عنه على الأصح كإنكاره خلافة عمر رضى الله عنه على الأصح. (البحر الرائق، كتاب الجهاد، باب المرتد:۱۳۰/۵ـ۱۳۱، دار المعرفة، بيروت)

(۲) جب کہ وہ ضروریات دین کی منکر نہ ہو۔ وفى الهداية: ويجوز تزويج الكتابيات. (الهداية، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات:۳۱۰/۲، شركة علمية)

لیکن اگر ضرورت دین میں سے کسی جزئی کی منکر ہو تو اس سے سنی کا نکاح جائز نہیں۔ وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أوأن جبريل غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة الصديق ويقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة. (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات:۴۶/۳، سعيد)

(۳) والأولىٰ أن لا يتزوج كتابية ولا يأكل ذبيحتهم إلا للضرورة. (البحر الرائق، فصل فى المحرمات:۱۱۱/۳، دار المعرفة)

دینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے، چوں کہ اہل سنت کے نزدیک ہر مسلم مومن ہے اور ہر مومن کے ساتھ نکاح جائز ہے اور مومن یا مسلم کی شناخت یہ ہے کہ وہ تین اصول کا قائل ہو: ''توحید ورسالت، قیامت''، شیعہ علی العموم تین اصول کے قائل ہیں؛ لیکن اس فتوے میں مفتی صاحب نے صاف نہیں کیا ہے، چوں کہ شیعہ غالی نصیری کو کہتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے، جس مذہب سے اصل میں معاملہ درپیش ہے؛ اس کو بالکل اڑا دیا ہے؛ یعنی شیعہ اثناء عشری اور علاوہ ازیں کوئی شیعہ اثناء عشری اپنے آپ کو نصیری، یا غالی نہیں کہتا۔ چوں کہ زمانہ موجودہ میں تقیہ جائز نہیں ہے اور تبرا اصول مذہب اہل سنت سے کسی طرح بھی مانع نکاح نہیں ہے۔

(المستفتی: ۲۲۶۵، شمشاد حسین، ضلع میرٹھ، ۲۴؍ربیع الاول ۱۳۵۷ھ، مطابق ۲۵؍مئی ۱۹۳۸ء)

الجواب

مذہب اہل سنت والجماعت کا نہیں ہے۔ یہ شیعہ مذہب کی ایک شاخ ہے اور غالی سے مراد وہ شیعہ ہیں، جو کسی ایسے عقیدے کے قائل ہوں، جس سے کفر لازم آتا ہے، مثلاً افک عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا قرآن مجید میں کمی واقع ہونے کا عقیدہ، یا غلط فی الوحی، یا الوہیت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یا حلت تبرا یعنی سب وشتم صحابہ وغیرہ،(۱) اور جواب سابق جو میں نے لکھا تھا، وہ صحیح ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۲۰۸/۵)

شوہر رافضی ہو جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: میں نے اپنی دختر کا نکاح کرتے وقت خوب تحقیق کرلی تھی، وہ لوگ اہل سنت وجماعت تھے، رافضی نہیں تھے، اب وہ لوگ عرصہ چھ سال سے رافضی ہو گئے ہیں، میری لڑکی سے بھی رافضی ہونے کو کہا اس نے انکار کیا تو سخت تکالیف دی اور میرے گھر پہنچا گئے، آیا سنت جماعت لڑکی کا نکاح شیعہ رافضی سے رہ سکتا ہے، یا نہیں؟ میں لڑکی مذکورہ کا نکاح سنت جماعت کے ساتھ کرسکتا ہوں، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں آپ دختر کا نکاح ثانی کردیں؛ کیوں کہ رافضی تبرائی سے نکاح سنی عورت کا منعقد نہیں ہوتا اور اگر بعد نکاح کے شوہر رافضی ہو جاوے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۸۰/۸-۳۸۱)

---

(۱) وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أو أن جبريل غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة. (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴٦/۳)

(۲) من سب الشيخين أو طعن فيهما كفر ولا تقبل توبته وبه أخذ الدبوسي وأبو الليث وهو المختار للفتوى. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب المرتد: ۴۰۴/۳)

==

شیعہ بن جانے سے سابقہ نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا ایک لڑکی سے چھوٹی عمر میں نکاح ہوا ہے، نکاح کے وقت دونوں مسلمان تھے، بعد میں مرد نے شیعہ عورت کے ساتھ نکاح کیا، واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آدمی بھی شیعہ ہو چکا ہے؛ لیکن آدمی خود انکاری ہے کہ میں شیعہ نہیں ہوں، اس صورت میں اس شخص کا پہلی عورت کے ساتھ نکاح باقی ہے، یا ختم ہوا ہے؟ بینوا تو جروا۔　　(المستفتی: عبدالحمید ٹانک ڈی آئی خان، ۱۲/۱/۱۹۶۹ء)

الجواب

تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہو کہ یہ شخص شیعہ کے اس طائفہ میں داخل ہوا ہے، جو کافر ہیں، اس وقت تک پہلا نکاح باقی رہے گا۔ (۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۹/۴)

غالی شیعہ کافر ہیں، یا مسلمان:

سوال: جو فرقہ شیعہ حضرت عائشہؓ کے افک کا قائل اور معتقد ہو اور نیز اس امر کا بھی معتقد ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اکثر صحابہ مرتد و کافر ہو گئے ہیں۔ (العیاذ باللہ) وہ فرقہ مرتد و کافر ہے، یا فاسق؟

الجواب

فرقہ مذکورہ جس کے عقائد وہ ہیں، جو مذکور ہوئے، باتفاق اہل سنت و جماعت کافر و مرتد ہے۔

کما فی رد المحتار، المجلد الثالث، باب المرتد (ص: ۲۹٤): نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة أو أنکر صحبة الصدیق أو اعتقد الألوهیة فی علی أو أن جبریل غلط فی الوحی أو نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن.

وفی المرقاة شرح المشکاة، قلت: وهٰذا فی حق الرافضة والخارجة فی زماننا فإنهم یعتقدون کفر أکثر الصحابة فضلاً عن سائر أهل السنة والجماعة فهم کفر بالإجماع بلانزاع. (۲)

اور مظاہر حق میں ہے کہ شیعہ تکفیر صحابہ اور قذف عائشہ صدیقہ کو- کہ اعظم موجبات کفر سے ہے- سبب رفع درجات

== وإرتداد أحدهما أی الزوجین فسخ عاجل بلاقضاء. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب نکاح الکافر: ۵۳۹/۲، ظفیر)

(۱) قال العلامة ابن عابدین: وبهذا ظهر أن الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوهیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی أو کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیدةالصدیقة فهو کافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدین بالضرورة بخلاف ما اذا کان یفضل علیا او یسب الصحابة فانه مبتدع لاکافر. (ردالمحتار هامش الدر المختار: ۳۱٤/۲، فصل فی المحرمات قوله وصح نکاح کتابیة)

(۲) شامی، باب المرتد: ٤۰۵/۳-٤۰٦، ظفیر

کا جانتے ہیں اورصرف استحلال معصیت کفر ہے، چہ جائیکہ کفر کو موجب رفع درجات کا کہیں، انتہیٰ ۔(مظاہر حق) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۸۹/۸-۳۹۰)

شوہر جب غالی شیعہ ہوجائے تو نکاح ہوجاتا ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا نکاح بکر سے ہوا، بکر اوراس کے والدین اس وقت سنی تھے، ہندہ کے بالغہ ہوجانے کے بعد وہ راضی ہوگئے، جو ہر وقت اصحاب ثلاثہ وحضرت حفصہؓ اورحضرت عائشہ صدیقہؓ اور اصحاب عشرہ مبشرہ پر لعن وتبرا کرتے رہتے ہیں، ابھی تک ان کی یہی حالت ہے کہ اعلانیہ اصحاب وازواج مطہرات کو برا کہتے ہیں اور امامت کو نبوت سے افضل کہتے ہیں، ہندہ اب والدین کے گھر ہے، تو ہندہ وبکر کا نکاح قائم وجائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بکر جس وقت رافضی غالی ہوگیا اور رفض اس کی حد کفر کو پہنچ گیا تو نکاح ہندہ کا اس سے فسخ ہوگیا۔

كما في الدر المختار: وإرتداد أحدهما فسخ عاجل.

وفي الشامي: نعم لاشک في تكفير من قذف السيدة عائشة أوأنكر صحبة الصديق أو اعتقد الألوهية في علي أوأن جبرئيل غلط في الوحي أو نحو ذلک من الكفر الصريح. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۹۹/۸)

خلفائے ثلاثہ کو کافر کہنے والے شیعہ سے نکاح جائز نہیں:

سوال: زید کا مذہب ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم وغیرہ یہ تمام کافر تھے نعوذ باللہ اور منافق تھے اور اس کا عقیدہ تمام اہل شیعہ کا ہے۔اس کے ساتھ اہل سنت عورت کا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اس کی لڑکی، یا لڑکا بالغ ہو، یا غیر بالغ؟

(المستفتی:۱۰۸۵، قاضی اللہ بخش صاحب، ملتان، ۱۰/ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ، مطابق ۳۰/ جولائی ۱۹۳۶ء)

الجواب

جس شخص کا یہ عقیدہ ہو، اس کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح نہیں ہوسکتا۔(۲) ہاں اس کی لڑکی سے سنی مرد سے نکاح کرسکتا ہے۔(۳) لیکن ایسے غالی شیعوں کے ساتھ تعلقات مناکحت رکھنا مصلحت نہیں ہے۔(۴) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی:۱۹۷/۵)

---

(۱) ردالمحتار، باب المرتد: ۴۰۵/۳-۴۰۶، ظفير

(۲) وبهٰذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية على أو كان ينكر صحبة الصديق أويقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة. (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۶/۳، سعيد)

(۳) یعنی ایسی شیعہ لڑکی جو ضروریات دین کی منکر نہ ہو، اس سے سنی مرد کا نکاح جائز ہے۔ ==

رشتے کے بعد معلوم ہوا کہ اپنے کوسنی کہنے والا غالی شیعہ ہے، کیا کیا جائے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کے باپ نے ایک شخص سے کیا جو شیعہ تھا اور اس نے یہ ظاہر کیا کہ میں سنی ہو گیا ہوں، اس کے اس کہنے پر کہ میں سنی ہو گیا ہوں، ہندہ کے والد نے نکاح کر دیا؛ لیکن ہندہ ابھی رخصت بھی نہ ہونے پائی تھی کہ معلوم ہوا وہ شخص سنی نہیں ہوا؛ بلکہ شیعہ ہی ہے اور سخت قسم کا شیعہ ہے۔ اب جب کہ لڑکی بالغ ہوئی اور اس نے اپنے شوہر کے یہاں جانے سے اس بنا پر انکار کیا کہ وہ شیعہ ہیں اور اختلاف مذہب رکھتے ہیں، پس ایسی حالت میں کہ جب کہ یہ لوگ قرآن شریف کے پندرہ پاروں کو مانتے ہیں اور پندرہ سیپاروں کو نہیں مانتے اور شیعہ بھی سخت قسم کے ہیں۔ ہندہ نابالغہ کا نکاح شیعہ کے ساتھ ہوا، یا نہیں؟ اگر ہو گیا تو اب چھٹکارے کی کیا صورت ہے؟

(المستفتی: ۱۵۴۴، عبداللہ خاں (ضلع میانو والی) ۱۸ر ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۸ر جون ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر صحیح ہے کہ وہ شخص قرآن مجید کے پندرہ پاروں کو کلام الٰہی نہیں مانتا تو ایسے شخص کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح درست ہی نہیں ہوا، (۱) اور اس کو حق ہے کہ وہ بغیر طلاق حاصل کئے دوسرا نکاح کر لے۔ ہاں قانونی مواخذہ سے محفوظ رہنے کے لیے حاکم سے اجازت حاصل کر لینا لازم ہے اور اگر وہ اس بات سے انکار کرے؛ یعنی کہے کہ میں سارا قرآن کلام خدا سمجھتا ہوں، جب بھی لڑکی کو حق ہے کہ وہ اختلاف مذہب اور دھوکہ دہی کی وجہ سے اپنا نکاح فسخ کرالے؛ (۲) کیوں کہ سنی عورت اور غالی شیعہ کے درمیان نباہ نہیں ہوسکتا۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی، الجواب صحیح: حبیب المرسلین عفی عنہ، نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی (کفایت المفتی: ۱۹۹/۵)

== تجوز مناكحة المعتزلة لأنا لا نكفر أحداً من أهل القبلة وإن وقع إلزاماً في المباحث. (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۵/۳، سعيد)

اور اگر ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے، تو بوجہ کفر اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ وفي الرد: بخلاف من ادعى أن عليًا إلٰه وإن جبريل غلط؛ لأن ذلك ليس عن شبهة واستفراغ وسع في الاجتهاد بل محض هواه تمامه فيه، قلت وكذا يكفر قاذف عائشة ومنكر صحبة أبيها، لأن ذلك تكذيب صريح القرآن. (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب البغاوة: ۲۶۳/۴، سعيد)

(۴) ويجوز تزوج الكتابيات، والأولى أن لايفعل، ولا يأكل ذبيحتهم إلا للضرورة. (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۵/۳، سعيد)

حاشیہ صفحہ ھذا:

(۱) وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي فهو كافر لمخالفته القواطع من الدين بالضرورة. (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۶/۳، سعيد)

(۲) والد انتسب الزوج لها نسبًا غير نسبه فإن ظهر دونه فحق الفسخ ثابت للكل. (الهندية، الباب الخامس: ۲۹۳/۱، ماجدية)

(۳) ومنها الإسلام إذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة في الكفر. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل ومنها الاسلام: ۲۷۱/۲، سعيد)

ماں نے بالغہ لڑکی کا نکاح کر دیا، بعد میں پتہ چلا کہ شوہر شیعہ ہے، فسخ کی کوئی صورت ہے:

سوال: ایک عورت بالغہ ہے، اس کی ماں نے اس عورت کا نکاح باوجود باپ کے ہوتے ہوئے بلا اس کا ذکر کئے ہوئے کہ خاوند کس مذہب کا ہے، قاضی سے پڑھوا دیا۔ اس نکاح کے ہو جانے کے بعد معلوم ہوا کہ خاوند شیعہ مذہب کا ہے اور سب شیخین کرتا ہے۔ عورت نے انکار کر دیا ہے اور کسی طرح بھی رضامند نہیں ہے اور باپ بھی عورت منکوحہ کے ساتھ ہے۔ موجودہ صورت میں نکاح قائم رہے گا، یا فسخ ہوگا؟

(المستفتی: ۱۵۸۸، محمد احمد صاحب (علی گڑھ) ۳/ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۲/ جولائی ۱۹۳۷ء)

الجواب

ماں کا بالغہ لڑکی کا نکاح کر دینے کا کوئی حق نہیں تھا، (۱) اور اگر بالغہ لڑکی کو اس کے ہونے والے خاوند کے مذہب سے ناواقف رکھا گیا اور اس سے اذن حاصل کر لیا گیا تو یہ نکاح بھی لڑکی کے انکار کر دینے پر واجب الفسخ ہے۔ (۲) بذریعہ عدالت فسخ کرا لینا چاہیے۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۵/۱۹۹)

شیعوں کا ذبیحہ کھانا اور ان سے رشتہ کرنا کیسا ہے:

سوال: شیعوں کے ہاتھ کا ذبیحہ اور ان کے ساتھ کھانا اور رشتہ کرنا درست ہے، یا نہیں؟ نیز سلام علیک کرنا اور جواب سلام دینا کیسا ہے؟

الجواب

رافضیوں کا وہ فرقہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عیاذاً باللہ خدا، یا اور کچھ، اسی طرح جو شرعاً کفر ہو، مانتا ہو، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا درست نہیں، (۳) اور جو لوگ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلفائے ثلاثہ پر صرف افضل مانتے ہوں، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے اور ان لوگوں کی لڑکیوں سے نکاح کر لینا بھی جائز ہے؛ (۴) مگر انہیں اپنی لڑکیاں نہیں دینی چاہیے۔ (۵) بلا ضرورت ان سے سلام کرنا، یا خلا ملا رکھنا بھی اچھا نہیں۔ (کفایت المفتی: ۵/۱۹۰)

(۱) ولا يجوز للولي إجبار البكر البالغة على النكاح. (الهداية، فصل في الأولياء والاكفاء: ۲/۳۱۴، شركة علميه)

(۲) واجب الفسخ کا مطلب یہ ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوا۔ وفي الهندية: الوكيل بالنكاح من قبل المرأة إذا زوجها ممن ليس بكفء لها، قال بعضهم لايصح على قول الكل، وهو الصحيح. (كتاب النكاح، الباب السادس: ۱/۲۹۵، ماجدية)

(۳) أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي [رضي الله عنه] أو أن جبريل غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة، بخلاف ما إذا كان يفضل علياً أو يسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر. (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۴۶، سعيد)

(۴) تجوز مناكحة المعتزلة، لأنا لا نكفر أحد من أهل القبلة وإن وقع الزامًا في المباحث. (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۴۵، سعيد)

==

شیعہ سے اہل سنت کا نکاح:

سوال: فرقہ شیعہ سے اہل سنت والجماعۃ کی مناکحت جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۵۱۵، محمد مقدس (ضلع سلہٹ) ۵/ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ، مطابق ۷/جولائی ۱۹۳۵ء)

الجواب

شیعہ جو غالی ہیں؛ یعنی ایسے اعتقاد رکھتے ہیں، جن سے کفر لازم آجاتا ہے تو ان کے ساتھ مناکحت کی ایک صورت جائز ہے کہ لڑکا سنی ہو اور لڑکی شیعہ ہو؛ (۱) لیکن اگر لڑکی سنی ہو اور لڑکا غالی شیعہ ہو تو نکاح درست نہ ہوگا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۹۴/۵)

شیعہ کا نکاح مسلمان ہونے کے بعد سنی لڑکی سے درست ہے:

سوال (۱) زید مذہباً شیعہ تھا اور ہندہ جو اس کی چچازاد ہے، جو مذہب اہل سنت ہے اور زید نے مذہب شیعہ سے روبرو گواہان کے توبہ کرلی ہے اور رشتہ دار اس کے جو شیعہ تھے، انہوں نے بھی توبہ کرلی ہے اور کلمہ کی تجدید بھی کرالی ہے اور زید کو قرآن سر پر اٹھا کر حلف کو کہا گیا ہے، اس نے منظور کرلیا ہے۔ بعد کو صرف حلف منظور کرنے اور آمادہ ہوجانے پر اعتبار اور یقین کرلیا ہے اور اس مجلس میں زید کے توبہ کرنے کے متعلق اور تجدید کرانے کے متعلق دعائے خیر اس لیے مانگی کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس مذہب اہل سنت والجماعت ہوئے جو کہ زید کے رشتہ دار تھے، مطابق شرع شریف کے کیا گیا۔ کیا نکاح زید کا ہندہ سے درست ہے، یا نہیں؟

ایک مولوی صاحب عدم اعتماد کی وجہ سے مذکورہ نکاح کو صحیح نہیں کہتے، کیا حکم ہے:

(۱) صورت مذکورہ میں بعد نکاح ہوجانے کے ایک مولوی فارسی داں نے شور مچایا کہ نکاح زید و ہندہ کا نہیں ہوا کیوں کہ زید شیعہ ہے اور گواہ بھی شیعہ ہیں۔ پھر اس مولوی صاحب کو کہا گیا کہ انہوں نے شیعیت سے توبہ کرلی ہے۔ پھر مولوی صاحب نے کہا کہ اگر توبہ کرلی ہے، تو میرے سامنے حلف اٹھاؤ پھر زید نے اس کے سامنے حلف اٹھائی۔ اس مولوی نے زید کی قسم پر اور توبہ پر اعتبار نہیں کیا۔ (المستفتی: ۲۱۰۷، مولوی مولا بخش (ملتان) ۸/شوال ۱۳۵۶ھ)

==(۵) ففي الفتح: ویجوز، تزوج، الکتابیات، والأولیٰ أن لایفعل ولایأکل ذبیحتهم إلا للضرورة. (ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۵/۳، سعید)

(۱) اس سے وہ شیعہ مراد ہے جو ضروریات دین کی منکر نہ ہو۔

وجدد النکاح علیٰ قول أبی حنیفة وتحل إمرأته من غیر إصابة زوج ثان. (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب فصل فی المحرمات: ۴۵/۳، سعید)

اور اگر ضروریات دین میں سے ہے کسی جزئی کی بھی منکر ہو تو کافر ہونے کی وجہ سے اس سے نکاح جائز نہیں۔

الجواب

(۱)　اگر زید نے فی الحقیقت شیعہ مذہب سے توبہ کرلی ہے اور مذہب اہل سنت والجماعۃ قبول کرلیا تو اس کا نکاح ہندہ سنیہ سے درست ہوگیا اور اگر خدانخواستہ بعد میں وہ پھر شیعہ ظاہر ہو تو نکاح فسخ ہو سکے گا۔(۱)

(۲)　اگر ان لوگوں نے حلف کر کے توبہ کرلی ہے تو ان کا اعتبار کرلینا جائز تھا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۲۰۱/۵)

لاعلمی میں رافضی سے نکاح ہوجائے تو کیا حکم ہے:

سوال:　زید نے اپنی لڑکی ہندہ کا بکر کے لڑکے کے ساتھ عقد کردیا۔ بعد چار پانچ سال کے معلوم ہوا کہ بکر قوم رافضی ہے۔ اب زید اپنی لڑکی کو نہیں بھیجتا، کہتا ہے کہ لاعلمی میں نکاح کردیا گیا، اب نہیں بھیجوں گا۔ آیا ہندہ جو مذہب حنفی رکھتی ہے، اس کا نکاح رافضی کے ساتھ درست ہے، یا نہیں؟　(المستفتی: ۱۲۹۲، ابومحمد باڑھ والے، ضلع ہگلی)

الجواب

اگر لڑکے نے، یا اس کے اولیاء نے اپنے آپ کو سنی ظاہر کیا تھا اور درحقیقت شیعہ تھے تو زید کو اور اس کی لڑکی کو حق ہے کہ اس دھوکہ دینے کی بنا پر اپنی لڑکی کے نکاح کو فسخ کرالے، (۳) اور اگر دھوکہ دینے کی نوبت نہیں آتی تو اگر خاوند ایسے شیعوں میں سے ہے، جو موجودہ قرآن مجید کو نہیں مانتے، یا اس میں تحریف، یا کمی زیادتی کے قائل ہیں، یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر افک کی صحت کے مؤید ہیں، یا حضرت علی کو خدا مانتے ہیں، یا اسی قسم کے کسی اور عقیدے کے قائل ہیں تو نکاح ہی صحیح نہیں ہوا، (۴) اور اگر وہ تبرائی غالی شیعوں میں سے ہیں تو بوجہ فسق اور عدم امکان موافقت کے وہ نکاح کو فسخ کراسکتی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۱۹۳/۵)

---

(۱)　اور شیعہ بھی وہ جو ضروریات دین میں سے کسی جزئی کا منکر ہو، ایسی صورت میں نکاح خود بخود فسخ ہوجائے گا۔
إرتداد أحدهما أى الزوجين فسخ ... عاجل بلا قضاء. (الدرالمختار)
وفى الرد: بلا قضاء أى بلا توقف علىٰ قضاء القاضى. (كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۱۹۳/۳-۱۹٤)

(۲)　واسلامه أن يأتى بكلمة الشهادة ويتبرأ عن الأديان كلها سوى الإسلام وإن تبرأ عما انتقل إليه، كذا فى المحيط. (الهندية، كتاب النكاح، الباب التاسع فى أحكام المرتدين: ۲۵۳/۱، ماجدية)

(۳)　ولو انتسب الزوج لها نسبًا غير نسبه فإن ظهر دونه وهو ليس بكفءٍ فحق الفسخ ثابت للكل. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس للأكفاء: ۲۹۳/۱)

(۴)　وبهٰذا ظهر أن الرافضى إن كان ممن يعتقد الألوهية أو إن جبريل غلط فى الوحى أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة. (ردالمحتار، فصل فى المحرمات: ٤٦/۳، سعيد)
وفى البدائع: فلايجوز النكاح المؤمنة الكافر. (بدائع الصنائع، كباب ومنها إسلام الرجل: ۲۷۱/۲، سعيد)

شیعہ نے دھوکہ دے کر سنی لڑکی سے نکاح کرلیا:

سوال: زید سنی کی لڑکی کو دھوکہ سے عمر شیعہ اپنے نکاح میں لایا، یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ اور عمر جنازہ زید کو کندھا دے سکتا ہے، یا نہیں؟ عمر کو زید کے قبرستان میں مردہ دفن کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر عمر نے اپنے آپ کو مثلاً سین حنفی ظاہر کر کے زید کو دھوکہ دے کر اپنا نکاح زید کی لڑکی سے کرالیا اور واقعۃً عمر شیعہ ہے تو اس صورت میں عورت اور اس کے اولیاء کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ درمختار میں ہے:

وأفاد البهنسي أنه لو تزوجته علٰى أنه حر أو سني أو قادر على المهر والنفقة فبان بخلافه ... كان لها الخيار فليحفظ. (۱)

اور عمر زید کے جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے اور عمر کو زید کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز ہے، اس قسم ے امور میں جھگڑا فساد کرنا نہیں چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۴۲۵/۲)

شیعہ لڑکی کو سنی سمجھ کر نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محمد ناصر نے ایک سال قبل دوران ملازمت دہلی میں ایک لڑکی سے سنی مسلمان سمجھتے ہوئے نکاح کیا اور اس سال ماہ محرم میں پتہ چلا کہ وہ شیعہ ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ناصر کا اس لڑکی سے نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ اور اب محمد ناصر اس لڑکی کے ساتھ رہ سکتا ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: معظم علی چاندوالی مسجد، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب وبالله التوفيق

جس لڑکی سے آپ نے سنی مسلمان سمجھ کر نکاح کیا تھا، وہ اگر شیعہ تفضیلی ہے تو اس سے نکاح درست ہوگیا؛ لیکن اگر وہ شیعہ غالی ہے؛ یعنی حضرت علی کی الوہیت، حضرت ابوبکر وعمر پر سب وشتم اور حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگاتی ہے تو اس سے نکاح ہی نہیں ہوا، اس کے ساتھ رہنا درست نہیں ہے، لہٰذا اس سے فوراً علاحدگی حاصل کرلی جائے۔

وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي، أو أن جبرئيل غلط في الوحي، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة، فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما إذا كان يفضل علياً ويسب الصحابة، فإنه مبتدع لا كافر. (شامی، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كراتشي: ۴۶/۳، زكريا: ۱۳۵/۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۱/ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۱۴۸۳/۴۰)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۵/۵/۱۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۲۴۶/۱۳، ۲۴۷)

(۱) الدرالمختار على صدر ردالمحتار، باب العنين: ۵۰۱/۳، دارالفكر بيروت، انيس

سنی لڑکے کا جبراً غالی شیعہ کی لڑکی سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک سنی لڑکے کا نکاح شیعہ اثناء عشری لڑکی کے ساتھ کردیا گیا، حالانکہ نکاح کے موقع پرلڑکے کے والدین موجود نہ تھے اور نہ ہی انہیں کسی بات کا علم تھا اور نہ ہی انہیں بلوایا گیا، لڑکی کے ورثا نے اپنی مرضی سے نکاح کردیا تو کیا یہ نکاح از روئے شرع ہوا، یا نہیں؟ مسئلہ کی شرعی وضاحت قرآن وحدیث کی روشنی میں فرمادیں۔ (المستفتی: محمد عبدالرحمٰن، ہردوئی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر شیعہ غالی اثناعشریہ ہیں، جو حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ پر لعن طعن کریں اور ان دونوں کی صحابیت کا انکار کریں اور حضرت عائشہؓ پر تہمت کے قائل ہوں تو یہ عملاً نص قطعی کا بھی انکار ہے، جس کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج ہیں، ان کی لڑکیوں کے ساتھ مسلمان سنی لڑکے کا نکاح درست نہیں ہے، لہٰذا اگر وہ لڑکی شیعیت سے توبہ کر کے سنیت میں داخل ہوجاتی ہے تو اس کے بعد نکاح درست ہوسکتا ہے، اس کے بغیر اس لڑکی کے ساتھ نکاح درست نہیں ہے؛ لہٰذا اس لڑکے کو اس لڑکی کے ساتھ رہنا درست نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل: ۱۱/۴۵۶)

نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ، أو أنکر صحبۃ الصدیق، أو اعتقد الألوھیۃ فی علی، أو أن جبرئیل غلط فی الوحی، أو نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن. (شامی، کتاب الجھاد، باب المرتد، کراتشی: ۲۳۷/٤، زکریا: ۳۷۸/٦)

أن الرافضی إذا کان یسب الشیخین و یلعنھما فھو کافر. (شامی، کراچی: ۲۳۷/٤، زکریا: ۳۷۷/٦)

ولایجوز للمرتد أن یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ، ولاکافرۃ أصلیۃ، وکذا لایجوز نکاح المرتد مع أحد. (الفتاویٰ الھندیۃ، زکریا قدیم: ۲۸۲/۱، زکریا جدید: ۳٤۷/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۴۰۲)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۵/۵ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۲۴۷، ۲۴۸)

رضا خانی عورت سے نکاح:

سوال (۱) زید اپنا نکاح ایک رضا خانی عورت سے کرنا چاہتا ہے، جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب تسلیم کرتی ہے، یہ نکاح کرنا کیسا ہے؟

رافضی مرد، عورت سے نکاح اور ان کے عقائد:

(۲) رافضی عورت سے نکاح کا کیا حکم ہے، یا رافضی مرد کا سنیہ سے نکاح کرنا کیسا ہے اور ﴿**لا تنکحوا المشرکین حتیٰ یؤمنوا**﴾ سے کیا مراد ہے؟ لیکن مشرکوں سے مسلمانوں کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) اگر زید کو یہ توقع ہے کہ وہ اس عورت کے خیالات کی اصلاح کرلے گا تو اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ علم غیب کا یہ عقیدہ غلط ہے؛ مگر ''شرک فی الذات'' نہیں، جس کی وجہ سے حقیقی ارتداد کا حکم کیا جائے۔ اگر زید کو یہ توقع نہیں؛ بلکہ خود ہی اس کے خیالات کی طرف مائل ہوجانے کا خطرہ ہے تو اس سے ہرگز نکاح نہ کرے۔ (۱)

(۲) جو رافضی ایسا عقیدہ رکھتا ہو، جس پر کفر کا فتویٰ ہے، اس رافضی مرد عورت سے کسی سنی العقیدہ مرد عورت کا نکاح درست نہیں، جس کا عقیدہ کفریہ نہ ہو، ایسی عورت سے سنی مرد کے نکاح میں وہی تفصیل ہے، جو نمبر (۱) میں ہے اور ایسے مرد سے سنی العقیدہ عورت کا نکاح بالکل نہ کیا جائے اور اس میں ظنِ غالب خطرہ ہی خطرہ ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۶/۴/۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۵۹/۱۱)

شیعہ کی عورت منکوحہ سے نکاح جائز ہے، یا نہیں:

سوال: کیا ان کی عورتوں منکوحہ کے ساتھ بلا طلاق نکاح جائز ہے اور وہ اہل سنت کا عقیدہ رکھتی ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

اوپر معلوم ہوا کہ روافض مذکورہ کافر و مرتد ہیں، لہٰذا مسلمہ سنیہ عورت کا نکاح ان کے ساتھ صحیح نہیں ہوا اور ان کی عورتوں سے بدون طلاق سنیوں کا نکاح صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۰/۸)

رنڈی کا پیشہ بہتر ہے، یا شیعہ سے نکاح:

سوال: رنڈی کو پیشہ کرکے کھانا اچھا ہے، یا شیعہ سے نکاح کرنا اچھا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

دونوں حرام و ناجائز ہیں۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۲۳/۷-۵۲۴)

---

(۱) ''تاہم بہتر یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے ازدواجی روابط پیدا نہ کئے جائیں''۔ (خیر الفتاویٰ، کتاب النکاح: ۲۶۴/۴، ملتان پاکستان)

(۲) قال العلامة الشامي رحمه الله: "نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، أو أنکر صحبة الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه، أو إعتقد الألوهیة فی علی، أو أن جبرئیل غلط فی الوحی أو نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن". (ردالمحتار، باب المرتد، مطلب مهم فی حکم سب الشیخین: ۲۳۷/٤، سعید)

(۳) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ثمن الکلب خبیث ومهر البغی خبیث. (مشکاة، باب الکسب، ص: ۲٤۱، ظفیر) (أخرجه الطحاوی فی معانی الآثار: أن رافع بن خدیج حدثه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: کسب الحجام خبیث، مهر البغی خبیث، وثمن الکلب خبیث. (شرح معانی الآثار، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب: ۳۱۹/۳، رقم الحدیث: ۵۵۵۵، ط: دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، تحقیق ابراهیم شمس الدین، انیس) ==

سنی عورت سے فسخ نکاح کے بیس برس بعد شیعہ شوہر کا یہ دعویٰ کہ میں سنی تھا اور ہوں، کیا معتبر ہے:

سوال: ایک بالغہ کنواری لڑکی اہل سنت کو ایک شیعہ نے ورغلا کر اغوا کرلیا اور دوسری کسی گمنام جگہ لے جا کر نکاح کیا۔ تین چار مہینوں کے بعد لڑکی کے وارث ممکن ذرائع سے لڑکی کو واپس لائے۔ شریعت کی طرف رجوع کرنے پر پیر مہر علی شاہ مرحوم وغیرہ ہم جیسی ہستیوں اور دو تین علماء کرام نے متفقہ حکم دیا کہ اہل سنت اور شیعہ کا نکاح جائز نہیں۔ اس واقعہ کو عرصہ تقریباً بیس سال کا ہوگیا، جب کہ اس عورت کا نکاح پڑھایا گیا دیگر اہل سنت کے ساتھ۔ اب اس وقت اس عورت سے اہل سنت مسلمان کے (جس کے ساتھ سنت طریقے پر روبرو گواہان کے نکاح خواں نے بعد ہر طرح تسلی اور حلف از روئے قرآن مجید کے نکاح پڑھا تھا) پانچ بچے ہیں، سب سے بڑی لڑکی بھی بالغہ ہوگئی ہے، اب پہلا شخص بطور ضد اور شرارت کے کہتا ہے یا واللہ اعلم اس کا بیان کیا ہے؛ لیکن اب وہ علانیہ کہتا ہے کہ میں اہل سنت والجماعت ہوں اور اس وقت بھی میں اہل سنت والجماعت تھا تو اب چوں کہ جن علمائے کرام نے اس وقت حکم جدید، یا نکاح ثانی کا دیا تھا، وہ انتقال کر چکے ہیں اور بچوں کا باپ سخت نالاں اور پریشان ہے اور اس کے یہ الفاظ ہیں کہ یہ کیسی شریعت ہے اور اسلام کا کیا حکم ہے کہ جب ایک دفعہ وہی شریعت حکم دیتی ہے اور شیعہ کے ساتھ نکاح ناجائز قرار دے کر بعد تحقیقات کے مجھے نکاح کا حکم ملتا ہے، اب جب کہ میں پانچ بچوں کا باپ ہوں تو پھر وہی شریعت میرا نکاح ناجائز بتاتی ہے؛ اس لیے مجبور ہو کر جناب کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ فتنۂ ارتداد کا ڈر ہے۔

(المستفتی: ۲۶۶۷، جناب ملک امام دین صاحب، کراچی، ۷؍ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ، مطابق ۵؍مئی ۱۹۴۱ء)

الجواب

از مولوی حبیب المرسلین، نائب مفتی:

شیعہ مذہب تبرائی والے کا سکوت دعوی سے اس قدر طویل زمانہ تک کہ پہلی اولاد ثانی زوج کی بالغہ بھی ہوگئی ہے، دلیل وسند ہے اس بات کی کہ یہ شخص شیعہ ہی ہے، اگر اہل سنت والجماعت ہوتا تو نکاح ثانی کی خبر سنتے ہی دعویٰ کرتا اپنے نکاح کے منعقد ہوجانے کا اور دوسرے نکاح کے باطل ہوجانے کا؛ لیکن جب اس نے دعویٰ نہیں کیا تو یہ سکوت ودعویٰ نہ کرنا اقرار ہے، اس کی طرف سے اپنے مذہب کے شیعہ ہونے کا، لہٰذا اس کا دعویٰ اہل سنت والجماعۃ ہونے کا غیر معتمد ہے، بوجہ تناقض کے اور اس کا دعویٰ قابل سماعت نہیں اور اس عورت کا نکاح ثانی صحیح ہے اور اس کی اولاد شوہر ثانی سے حلال کی ہے۔

== وهي الزانية ولامراد بمهرها أجرتها ثم أطلق بالخبيث على الثلثة وهو في الأصل ضد الطيب فيطلق على الحرام، (حاشية المشكاة، ص: ۲٤۱)

وحرم نكاح الوثنية. (الدر المختار) وفي الفتح: يدخل في عبدة الأوثان عبدة الشمس، إلى قوله، وكل مذهب يكفر به معتقده. (ردالمحتار، ص: ۳۹۷، ظفير)

رآه يبيع عرضًا أوداراً فتصرف فيه المشترى زمانًا وهوساكت تسقط دعواه.(۱)فقط واللہ اعلم

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین، نائب مفتی مدرسہ امینیہ، دہلی۔

الجواب ـــــــــــــــــــ

ازحضرت مفتی اعظمؒ:

جس وقت شریعت کا فیصلہ ہوا تھا اور ثالثوں نے اس کوشیعہ قرار دے کر عدم جواز نکاح کا حکم دیا تھا، اسی وقت اس کو لازم تھا کہ اپنا سنی ہونا ثابت کرتا اور شیعیت سے تبری کرتا؛ مگر اس وقت وہ خاموش رہا اور اس کی بیوی کا دوسرا نکاح ہوا اور ایک زمانہ گزر گیا؛ مگر یہ نہ بولا تو اب اپنے کوسنی بتانا اور بقاءنکاح سابق کا ادعا کرنا نا قابل قبول ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی:۲۰۵/۵)

جس سنی لڑکے کا باپ شیعہ ہو، اس سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص شیعہ ہے؛ لیکن اس کی بیوی اور اولاد سنی مذہب ہے، گھر کا ماحول سنی طرز پر ہے، باپ کا اولاد پر مذہب کے بارے میں کچھ جبر نہیں ہے، الٹا اولاد اس کو سمجھاتی رہتی ہے۔ کیا اس صورت میں سنی مذہب کی لڑکی کا رشتہ دینا اس کی اولاد کو جائز ہے، یا نا جائز ہے؟ تفصیل سے بیان فرما کر شکریہ کا موقع دیں، آپ کی مہربانی ہوگی۔

الجوابـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح کے انعقاد کی شرائط میں سے ایک شرط لڑکے اور لڑکی (میاں بیوی) کا مسلمان ہونا ہے، چناں چہ جب لڑکا اور لڑکی مسلمان ہوں تو ان کا آپس میں رشتہ کرنا جائز ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں چوں کہ مذکورہ شخص کی اولاد صحیح العقیدہ سنی ہے تو ان سے رشتہ کرنا یا ان کا رشتہ مسلمانوں کا اپنے ہاں کرانا جائز ہے اور شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اس گھرانے میں نکاح کیا جائے، جن کا پورا خاندان صحیح العقیدہ سنی ہو۔

لمافی القرآن الکریم (النساء:٢٤): ﴿وَاُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾

وفى الدرالمختار (٨٤/٣): (الكفاءة معتبرة) فى ابتداء النكاح للزومه أولصحته (من جانبه) أى الرجل؛لأن الشريفة تأبى أن تكون فراشا للدنىء ولذا (لا) تعتبر (من جانبها)لأن الزوج مستفرش فلا تغيظه دنائة الفراش وهٰذا عند الكل فى الصحيح كما فى الخبازية.

وفى(ص:٨٧):(و) أما فى العجم فتعتبر (حرية وإسلاما)... (و) تعتبرفى العرب والعجم (ديانة) أى تقوى فليس فاسق كفوء ا لصالحة أوفاسقة بنت صالح معلنا كان أولاعلى الظاهر،نهر. (نجم الفتاویٰ:۱۷۸/۴)

(۱) رد المحتار:٤٨٦/٣)(رد المحتار كتاب الوقف،٤٨٢/٤

سنی لڑکے کا نکاح شیعہ عورت سے جائز ہے، یا نہیں:

سوال: میرا مذہب سنی ہے اور میں نے ایک شیعہ کی دختر سے نکاح کیا ہے، یہ نکاح صحیح اور جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

روافض میں وہ لوگ جو غالی ہیں، مثلاً حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے افک کے قائل ہیں، وہ باتفاق کافر ہیں، (۱) اور جو روافض سب شیخین کرتے ہیں ان کے کفر میں اختلاف ہے۔ (۲) بہرحال احتیاط اس میں ہے کہ اس عورت کو سنیہ کر کے نکاح کیا جاوے؛ کیوں کہ کافرہ عورت کا نکاح مسلمان سنی سے نہیں ہوتا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۶۰/۷)

ناکح سنی اور منکوحہ امامیہ کا نکاح:

سوال: اگر نکاح کرنے والا اہل سنت والجماعت سے ہو اور منکوحہ کا مذہب امامیہ ہو تو ایسے مرد اور عورت میں مذہب اہل سنت والجماعت کے موافق نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

مرد سنّی اور عورت شیعہ میں نکاح کا حکم اس پر موقوف ہے کہ شیعہ کافر ہیں، یا نہیں؟ مذہب حنفی میں اس پر فتویٰ ہے کہ فرقہ شیعہ کے بارے میں مرتد کا حکم ہے، ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے تو اہل سنت والجماعت کے لیے یہ درست نہیں کہ شیعہ عورت سے نکاح کریں۔

اور مذہب شافعی میں دو قول ہیں، ایک قول کی بنا پر شیعہ کافر ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لوگ فاسق ہیں، ایسا ہی صواعق محرقہ میں مذکور ہے؛ لیکن قطع نظر اس سے اس فرقہ کے ساتھ نکاح کرنے میں طرح طرح کا بہت فساد ہونا ہے، مثلاً بد مذہب ہونا اہل خانہ اور اولاد کا اور ایک ساتھ بسر کرنے وغیرہ میں باہمی اتفاق نہ ہونا تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ واللہ اعلم (فتاوی عزیزی، ص: ۵۳۹)

شیعہ عورت سے سنی مرد کے نکاح کا حکم:

سوال: جو شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے الوہیت کے قائل ہو اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے غلطی صادر ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو اور صحبت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا منکر ہونے کے ساتھ قذف عائشہ رضی اللہ عنہا کا قائل ہو اور قرآن

---

(۱) وبهٰذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علىٍ أو أن جبريل غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر. (ردالمحتار: ۳۹۸/۲، فصل في المحرمات: ظفير)

(۲) بخلاف ما إذا كان يفضل علياً أو يسب الصحابة فإنه متبدع لا كفر. (ردالمحتار: ۲۹۸/۲، ظفير)

في البحر عن الجوهر معزياً للشهيد من سب الشيخين أو طعن فيهما كفر ولا تقبل توبته وبه أخذ الدبوسي وأبو الليث وهو المختار للفتوىٰ. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب المرتد: ۴۰۴/۳، ظفير)

مجید کو منحرف سمجھتا ہو تو ایسے شیعہ مرد کے ساتھ سنی عورت، یا سنی مرد کے ساتھ شیعہ عورت کا نکاح کرنا جائز ہے، یانہیں؟

الجواب ــ

جو روافض قطعیات اسلام کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتے ہوں، وہ کافر ہیں، مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف کا قائل ہونا، جو قرآن کریم کی نص قطعی کے خلاف ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے غلطی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوں اور صحبت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے منکر ہوں تو اس قسم کے گمراہ فرقہ کے لوگوں سے رشتہ مناکحت سے احتراز واجتناب لازم ہے اور ایسے لوگون کا حکم مرتد کی طرح ہے اور مرتد کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

كما في الهندية: ويجب أكفار الروافض في قولهم برجعة الأموات إلى الدنيا ... وأحكامهم أحكام المرتدين. (الفتاوىٰ الهندية: ٢/ ٢٦٤) (۱) (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۴۳)

شیعہ لڑکی سے سنی لڑکے کا نکاح:

سوال (۱) لڑکا سنی ہے، اور شادی شدہ ہے اور لڑکی سنی ہے، دوسری شادی شیعہ لڑکی سے کرنی ہے اور لڑکی کے ماں باپ کا ارادہ ہے کہ شیعہ طریقے سے نکاح ہو، ان کے سماج میں دکھاوے کے لیے وہ شیعہ طریقے سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، ان کے نکاح کے بعد اگر لڑکا سنی طریقے سے اپنے گھر پر نکاح کر لیوے تو ان کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

(۲) لڑکی سنی طریقہ اختیار کرنے کو راضی ہے، صرف والدین کو راضی کرنے کے لیے وہ شیعہ طریقے سے نکاح کرنے کو کہہ رہی ہے۔

(۳) اگر شیعہ طریقے سے نکاح کرتے ہیں تو اسلام سے خارج ہوتے ہیں، یانہیں؟

(۴) اگر شادی کے بعد لڑکی شیعہ مذہب میں رہے اور لڑکا سنی مذہب میں رہے تو اس کے لیے مذہبی اعتبار سے کیا رائے ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) شیعوں اور روافض میں بہت سے فرقے ہیں اور عقائد بھی مختلف ہیں، جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ خدا سمجھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ قدرت وغیرہ میں شریک مانتے ہیں، جن کا عقیدہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی، حضرت علیؓ کے بجائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلمکو پہنچائی اور جو ام المؤمنین حضرت عائشہؓ پر (معاذ اللہ) زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کرتے ہیں وغیرہ ذلک کفریہ عقیدہ رکھنے والوں کو فقہائے کرام نے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

---

(۱) **قال العلامة عالم بن العلاء أنصاري: يجب أكفار الروافض في قولهم لرجع الأموات إلى الدنيا... وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام وأحكامهم أحكام المرتدين. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ٥/ ٥٣٨، كتاب أحكام المرتدين)، ومثلهٗ في الفتاوىٰ قاضيخان علىٰ هامش الهندية: ٦/ ٣١٨، باب المرتد)**

نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها أو أنکر صحبة الصدیق أو اعتقد الألوهیة فی علی رضی اللّٰہ عنه أو إن جبریل غلط فی الوحی أو نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن. (شامی: ۴۱۶/۳، فتاویٰ عالمگیری: ۲۶۴/۲، مطلب موجبات الکفر أنواع و منها ما یتعلق بالأنبیاء)

اور جن کے عقیدے حد کفر تک نہیں پہنچے، مبتدع اور گمراہ ہیں۔ سوال میں جس لڑکی کا ذکر ہے، وہ کس عقیدہ کی ہے؟ اور کس گروہ سے تعلق رکھتی ہے؟ اس کا جاننا مشکل ہے؛ اس لیے جب تک لڑکی شیعی، یا رافضی عقیدے سے تائب ہو کر اہل سنت میں شامل نہ ہو اور سنی طریقہ سے شادی کرنا منظور نہ کرے، اس سے نکاح نہ کیا جائے، چناں چہ عقائد الاسلام (مصنفہ صاحب تفسیر حقانی) میں ہے:

''شیعہ کو کیا ہوا ہے کہ حضرت کے اصحاب کو جن کی خوبیاں قرآن میں مذکور ہیں اور ان کا ثبوت یقینی ہے برا کہتے ہیں اور طرح طرح کے عیوب ان میں ثابت کرتے ہیں اور ان کی عداوت کو اور ان پر لعن طعن کرنے کو اپنا ایمان بنا رکھا ہے۔ (الیٰ قولہ) حضرت کے چچا عباسؓ اور ان کے بیٹے عبداللہ کو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو کیا کیا عیب لگاتے ہیں اور کیسے کیسے نالائق کلمات ان کی شان میں لکھتے ہیں اور اگر کوئی کسی ادنیٰ شخص کی بیوی کو ایسا کہے تو وہ اس کا کبھی منہ بھی نہ دیکھے۔ حیف صد حیف ہے، ان مسلمانوں پر جو ایسے لوگوں سے محبت رکھتے ہیں اور ان سے شادی بیاہ کرتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ایسے لوگوں سے بھی جناب سید المرسلین صلی اللہ وعلیہ وسلم ناراض ہوں گے اور ان کو حوض کوثر سے ہانکیں گے۔ (عقائد الاسلام، ص:۱۵۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

(۲) اگر لڑکی اپنے عقائد باطلہ کی بنا پر کافرہ ہوگی تو اس سے نکاح کرنا حرام ہے اور حرام کو حلال سمجھنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اگر ایسے عقیدے نہیں ہیں تو خارج نہ ہوگا؛ لیکن شیعہ طریقہ پر نکاح کرنے میں اس طریقہ کی تعظیم اور اپنے طریقہ اور جماعت کی تحقیر کا جرم عائد ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(۳) اگر لڑکی کے عقائد حد کفر تک نہیں پہنچے ہیں تو جائز ہے مع الکراہیت؛ لیکن شرعی مصلحت کی بنا پر اس کی اجازت نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

(۴) قرآن کریم میں اہل کتاب سے نکاح کرنے کی اجازت موجود ہے؛ لیکن شرعی مصلحت کی بنا پر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کی مخالفت فرمادی، چناں چہ حضرت حذیفہؓ نے ایک کتابیہ یہودیہ سے نکاح کرلیا، جب اس کی اطلاع حضرت عمر کو ہوئی تو آپ نے تفریق کا حکم دیا۔ حضرت حذیفہؓ نے جواب میں لکھا کہ کیا کتابیہ سے نکاح حرام ہے؟ جواب میں حضرت عمرؓ نے لکھا کہ حرام تو نہیں کہتا؛ لیکن اس اندیشہ کی وجہ سے اجازت نہیں دیتا کہ تم ان عورتوں کے پھندے میں پھنس جاؤ۔

عن شقیق ابن سلمة قال تزوج حذیفة بیهودیة فکتب إلیه عمر رضی اللّٰہ عنه إن خل سبیلها

فكتب إليه حذيفة رضى الله عنه أ حرام هى؟ فكتب إليه عمر رضى الله عنه لا ولكن أخاف أن تواقعوا المؤمنات منهن. (أحكام القرآن للجصاص: ۳۹۷/۲،باب تزوج الكتابيات تحت قوله والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب)

تقریباً یہی واقعہ کسی قدر وضاحت کے ساتھ امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں نقل فرمایا ہے:

محمد رحمه الله قال أخبرنا أبوحنيفة رحمه الله عن حماد عن إبراهيم عن حذيفة ابن اليمان رضى الله عنه أنه تزوج يهوديةً بالمدائن فكتب إليه عمر ابن الخطاب رضى الله عنه عن إن خل سبيلها فكتب إليه أ حرام هى يا أمير المؤمنين؟ فكتب إليه أعزم عليك أن لا تضع كتابى حتى تخلى سبيلها فإنى أخاف أن يقتديك المسلمون فيختاروا نساء أهل الذمة لجمالهن وكفىٰ بذلك فتنةً لنساء المسلمين. قال محمد رحمه الله: وبه نأخذ لا نراه حراماً ولكنا نرى أن يختارعليهن نساء المسلمين وهو قول أبى حنيفة رحمه الله.

(یعنی حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ نے مدائن میں یہودی عورت سے نکاح کیا تو حضرت عمر ابن الخطابؓ نے ان کولکھا کہ اس کو چھوڑ دو۔ حضرت حذیفہؓ نے لکھا: یا امیر المومنین! کیا یہودیہ (کتابیہ) سے نکاح حرام ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم میرا یہ خط (ہاتھ سے) نہ رکھو، اس سے پہلے کہ اس کو چھوڑ دو (یعنی پہلے اس کو چھوڑ دو، پھر خط ہاتھ سے رکھو) اس لیے کہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ لوگ تمہارے پیروی کریں گے اور ذمی عورتوں کے ساتھ نکاح کریں گے، ان کی خوبصورتی کی وجہ سے اور یہ مسلمان عورتوں کے واسطے بہت بڑا فتنہ ہوگا۔ حضرت امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں، ہم یہودی عورت سے نکاح کو حرام نہیں کہتے؛ لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ مسلمان عورتوں کو ان پر ترجیح دی جائے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ کا۔ (کتاب الآثار امام محمد مع ترجمہ،ص:۱۹۰) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۸/-------)

شیعہ لڑکی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

ایک شادی ہونے والی ہے، جس میں لڑکا سنی ہے اور لڑکی شیعہ ہے؛ لیکن لڑکی سنی بننے کے لیے تیار ہے، لہٰذا آنجناب سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ شریعت کی روشنی میں بتایئے کہ کیا یہ نکاح درست ہے؟ اور اس نکاح میں کھانا وغیرہ کھانا درست ہے کہ نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مذکورہ صورت میں شیعہ لڑکی اگر سچے دل سے ایمان لاکر سنی مذہب قبول کرلے اور مذہب شیعہ کے طور وطریقہ اور رسوم سے برأت اور اظہار بیزاری کرے تو فی نفسہ ایسی لڑکی سے شرعاً نکاح درست ہوگا اور اگر محض دکھاوے کے لیے،

یا شادی کی غرض سے اپنے آپ کو سنی ظاہر کرے اور حقیقت میں شیعہ ہی رہے تو ایسی لڑکی سے مسلمان کا نکاح جائز نہیں اور شیعہ لوگ چوں کہ عموماً سنیوں سے اور ان کے اکابر یعنی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلفِ صالحین سے نفرت رکھتے ہیں؛ اس لیے ان کے یہاں تقریبات میں شرکت سے اجتناب کرنا چاہیے، احتیاط اِسی میں ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ: ۱۳۱/۶)

ومنها أن لا تكون المرأة مشركة إذا كان الرجل مسلمًا فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة لقوله تعالىٰ: ﴿وَلَا تُنْكِحُوْا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ. وَلَاَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ اَعْجَبَتْكُم﴾ (البقرة: ۲۲۱) (كذا في البدائع: ۵۵۲/۲، زكريا)

ولو قذف عائشة رضى الله عنها بالزنى كفر بالله ... ومن أنكر إمامة أبى بكر الصديق رضى الله عنه فهو كافر ... وكذٰلك من أنكر خلافة عمر رضى الله عنه فى أصح الأقوال ... ويجب إكفار الروافض ... بقولهم إن جبرائيل عليه السلام غلط فى الوحى إلى محمد صلى الله عليه وسلم دون على ابن أبى طالب رضى الله عنه. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۶۴/۲، زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۷/۱۴۲۶ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۲۶/۸-۳۲۷)

شیعوں سے نکاح کرنا اور اُن کے کفن دفن میں شریک ہونا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندوستان کے صوبہ مدھیہ پردیش کے سنی حضرات شیعوں کے کفن دفن میں شریک ہوتے ہیں۔ نیز اُن کے ساتھ نکاح بھی کرتے ہیں، کیا یہ دفن میں شرکت ونکاح دونوں چیزیں درست ہیں، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

کفریہ عقائد والے شیعوں کے ساتھ مناکحت اور اُن کے کفن دفن میں شرکت جائز نہیں؛ اس لیے سنی حضرات کو اُن لوگوں سے راہ ورسم قائم کرنے سے پہلے اُن کے عقائد کی تحقیق ضرور کر لینی چاہیے؛ کیوں کہ ہندوستان میں پائے جانے والے اکثر شیعہ فرقہ امامیہ اِثنا عشریہ سے تعلق رکھتے ہیں، جن کو علماء اہلِ سنت نے اُن کے کفریہ عقائد کی وجہ سے کافر قرار دیا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ: ۲۵/۲، ۳۵/۲، احسن الفتاویٰ: ۹۰/۵)

وهٰؤلاء القوم خارجون من ملة الإسلام، وأحكامها أحكام المرتدين (الفتاوىٰ الهندية: ۲۶۴/۲، زكريا)

ولا يصلح أن ينكح مرتدا ومرتدة أحدا من الناس مطلقا. (الدر المختار مع الشامى: ۲۰۰/۳، کراچی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۴/۱/۱۴۳۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۲۸/۸)

سنی لڑکے اور شیعہ لڑکی کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکا سنی ہے اور ایک لڑکی شیعہ ہے، ان دونوں کے درمیان نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ کیا دونوں کو اپنی اپنی حالت پر رہتے ہوئے ازدواجی زندگی گزارنا جائز ہے، یا شیعہ لڑکی کو سنی بننا پڑے گا؟ (المستفتی: عبدالمجید مشتاق منزل کپور کمپنی، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

ہمارے ہندوستان میں جتنے شیعہ ورافضی رہتے ہیں، وہ سب کے سب غالی شیعہ ورافضی کہلاتے ہیں، ان کے عقائد باطلہ کی بنا پر ان کو فرقہ ضالہ میں شمار کیا گیا؛ اس لیے اہل سنت والجماعت کے اکثر فقہا نے ان کے عقائد باطلہ کی بنا پر ان کے ساتھ رشتے ناطے اور ان کے ساتھ نکاح کو ناجائز اور فاسد لکھا ہے؛ اس لیے شیعہ لڑکی کے ساتھ سنی لڑکے کا نکاح اس وقت تک درست نہ ہوگا، جب تک کہ وہ شیعہ لڑکی سنی نہ بن جائے اور سنی بننے کے بعد آپس میں نکاح درست ہوجائے گا۔

الرافضي إذا كان يسب الشيخين، ويلعنهما "العياذ بالله" فهو كافر إلخ ويجب إكفار الروافض في قولهم برجعة الأموات إلى الدنيا إلىٰ آخره، وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام، وأحكامهم أحكام المرتدين. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب السير، التاسع في أحكام المرتدين، مطلب موجبات الكفر أنواع، زكريا: ۲/۲٦٤، جديد: ۲/۲۷٦-۲۷۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۸/۲۳۰)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۶/۱۴۲۷ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۲۳۵، ۲۴۶)

شیعہ لڑکی سے نکاح:

سوال: اس فرقہ کی لڑکیوں کے ساتھ اہل سنت والجماعت کا نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

درست نہیں؛ کیوں کہ مابین کافر ومسلم مناکحت صحیح نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۳۹۰-۳۹۱)

ان کی خوشی وغم میں شرکت:

سوال: اہل سنت والجماعت کو اس فرقہ کی شادی وغمی اور ان کے جنازہ وغیرہ کی شرکت درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ

ایسے فرقوں کے بارے میں حدیث شریف میں "ولا تجالسوهم ولا تناكحوهم" (۱) وغیرہ الفاظ وارد ہیں، لہٰذا ان کی غمی وشادی میں مسلمانوں کو شریک ہونا جائز نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۳۹۱)

(۱) أخرجه أبوبكر الخلال في السنة عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله اختارني واختارلي أصحابنا، فجعلهم أصحابي وأصهاري وأنصاري وسيأتي قوم من بعدكم يسبونهم ==

شیعہ عورت سے سنی نکاح:

سوال: ایک عورت شیعہ (غیر منکوحہ) کو ایک اہل سنت الجماعت لے گیا اور اس سے نکاح کرلیا، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ عورت کسی ایسی بات کا عقیدہ نہیں رکھتی، جو صراحتاً قرآن اور قطعیات اسلام کے خلاف ہوتو نکاح درست ہوگیا، مثلاً اس کا عقیدہ نہ رکھتی ہو کہ معاذ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی تھی وہ صحیح ہے وامثال ذلک، الغرض رافضی عورت سے بشرط مذکور نکاح صحیح ہے۔

قال فی المحیط: إن بعض الفقهاء لایکفر أحداً من أهل البدع وبعضهم یکفرون البعض وهو من خالف ببدعته دلیلا قطعیا و نسبه إلٰی أکثر أهل السنة. (کذا فی الشامی من الارتداد: ۳۱۹/۳)

(امداد المفتین: ۴۲۲/۲)

اہل سنت اور شیعوں میں باہمی نکاح:

سوال: درمیان اہل سنن وروافض مناکحت جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مناکحت روافض سے اہل سنت کو جائز نہیں؛ بلکہ ممنوع ہے شرعاً کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ہواء سے مؤدت ومخالطت کو منع فرمایا ہے اور مناکحت میں یہ امر موجود ہے، لہٰذا مناکحت باہم اہل سنت اور روافض کی جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں، ص: ۱۳۲) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ: ص۲۴۲، ۲۴۳)

سنی شیعہ کے نکاح وطلاق کے چند مسائل:

سوال (الف) ہندہ سنی عورت ہے اور زید شیعہ ہے اور شادی دونوں کے رسم ورواج کے مطابق ہوئی، شادی ہوئے ۲۲/سال ہوگئے، کیا یہ جائز ہے؟

(ب) شوہر نشہ میں تین طلاق دے چکا ہے، شیعہ حضرات کا کہنا ہے کہ جب تک لکھ کر نہ دے، اس وقت تک واقع نہ ہوگی، کیا یہ صحیح ہے؟

== أو قال ینتقصونهم فلا تجالسوهم ولا تواکلوهم ولا تشاربوهم وتصلوه معهم وتصلوعلیهم. (السنة لأبی بکر بن احمد بن هارون الخلاج ذکر أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ۴۸۳/۲، رقم الحدیث: ۷۶۹، ط: الریاض، وکذا فی کنز العمال للهندی، رقم الحدیث: ۳۲۴۶۷، ۷۴۴/۱۱، ولکن هٰذا الحدیث لایصح لأن فی سنده الحسن بن سفیان المحاربی وهو مجهول لم أجد ترجمته. أنظر: الضعفاء الکبیر للعقیلی: ۱۲۷/۱، رقم الحدیث: ۱۵۵، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

(ج) ہندہ نے اپنے سامان جہیز وسونے سے ایک زمین پر مکان تعمیر کیا، جو اس کی والدہ کا دیا ہوا ہے، البتہ اس میں شوہر نے گھر پر خرچ کے لیے جو رقم دی تھی، اس میں اپنی سلیقہ شعاری سے بچت کر کے تھوڑا تھوڑا کر کے مکان تعمیر کیا، یہ کس کا حق ہے؟

(د) بچوں کے خرچ کے واسطے شوہر جو خرچ دے وہ عورت کے واسطے حلال ہے، یا نہیں؟

(قطب الدین، دربھنگہ)

الجواب

(الف) شیعہ حضرات کے مختلف فرقے ہیں، جن میں بعض کو مسلمان کہا جا سکتا ہے اور بعض پر علماء نے کفر کا فتوی لگایا ہے اور ان کے مردوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی ہے، ان میں ہندہ کے شوہر اگر یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ قرآن میں تحریف کی گئی ہے، جیسا کہ فرقہ امامیہ واثنا عشریہ کا عقیدہ ہے اور خود آیت اللہ خمینی نے اپنی کتاب ''کشف الاسرار'' میں لکھا ہے تو ان سے نکاح درست نہیں ہوا اور ہندہ کو فوراً اس سے علاحدگی اختیار کرنی چاہیے۔

(ب) نشہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق بھی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے یہاں واقع ہو جاتی ہے، اس طرح ہندہ زید پر حرام ہو چکی۔

''وطلاق السكران واقع إذا سكر من الخمر أو النبيذ''.(۱)

(ج) اگر شوہر حق شرعی کے مطابق بچوں کی پرورش کا کام ہندہ سے لے اور بچوں کے لیے کچھ دیں تو پرورش کی اجرت کے طور پر ہندہ بھی اپنی بنیادی ضروریات میں خرچ کر لے تو یہ جائز ہوگا۔

(د) شوہر کے پیسوں سے بچا کر وہ اس میں لگایا ہو تو شوہر کی دی ہوئی رقم ہبہ متصور ہوگی، وہ بھی ہندہ ہی کی ملکیت قرار پائے گی۔ (کتاب الفتاویٰ:۳۵۵/۴-۳۵۷)

شیعہ اور سنی کے باہمی نکاح کا حکم:

سوال: سنی اور شیعہ کے درمیان نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

غالی شیعوں اور سنیوں میں مناکحت فساد پر منتج ہوتی ہے، نیز اگر لڑکی سنیہ اور لڑکا غالی شیعہ ہو تو نکاح ہی درست نہیں ہوتا۔(۲) ہاں لڑکا سنی اور لڑکی شیعہ ہو تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے؛(۳) لیکن ان سے نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔

(۱) الفتاوى الهندية: ۳۵۳/۱

(۲) ولا يجوز تزويج المسلمة من مشرك ولا كتابى. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح: ۲۸۱/۱، سعيد)

(۳) تجوز مناكحة المعتزلة، لأنا لا نكفر أحداً من أهل القبلة. (الدر المختار، فصل فى المحرمات: ۴۵/۳، سعيد)

کما فی الرد: ویجوز تزوج الکتابیات والأولٰی أن لایفعل ولایأکل ذبیحتہم إلا للضرورۃ. (أیضًا)(۱)(کفایت المفتی: ۲۱۲/۵)

شیعہ سنی کا آپس میں نکاح:

سوال: شیعہ لڑکی کا نکاح اہل سنت مرد سے اور سنی عورت کا نکاح شیعہ مرد سے جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: عزیز احمد، مدرس مکتب عبداللہ پور، ضلع میرٹھ)

الجواب

شیعہ لڑکی کا نکاح اہل سنت مرد سے جائز ہے، (۲) جو شیعہ عورت ضروریات دین میں سے کسی جزئی کی منکر ہو، اس کے ساتھ نکاح جائز نہیں، (۳) اگر چہ مناسب اور بہتر نہیں ہے، (۴) سنی عورت کا نکاح شیعہ مرد سے جائز نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۹۹/۵)

شیعہ عورت، یا مرد سے سنی کا نکاح جائز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ حضرات سے نکاح کا کیا حکم ہے؟ کیا عدم جواز اس صورت میں ہے کہ عورت شیعہ ہو اور مرد سنی ہو، یا عورت سنی اور مرد شیعہ ہو، تفصیل سے مطلع فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد سردار کوہاٹ، ۱۹۷۸/۱۰/۵ء)

الجواب

پاکستانی اور ایرانی شیعہ اسلام سے خارج ہیں؛ کیوں کہ یہ لوگ ضروریات دین سے منکر ہیں۔

کما یدل علیہ ما فی ردالمحتار (۴۲۸/۳) وکذا قال فی شرح منیۃ المصلی: إن ساب الشیخین ومنکر خلافتہما ممن بناہ علٰی شبہۃ لہ لا یکفر بخلاف من ادعی أن علیاً اِلٰہ وإن جبرئیل غلط (إلٰی

(۱) الدرالمختار: ۴۵/۴، ط: الریاض، انیس

(۲) اس سے وہ شیعہ لڑکی مراد ہے، جو ضروریات دین کی منکر نہ ہو۔

کما فی الدر: وفی النہر: تجوز مناکحۃ المعتزلۃ: لأنا لانکفر أحداً من أھل القبلۃ وإن وقع إلزاماً فی المباحث (الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۵/۳، سعید)

(۳) وبھٰذا ظھر أن الرافضی إن کان ممن یعتقد الألوھیۃ فی علی، أو أن جبریل غلط فی الوحی، أو کان ینکر صحبۃ الصدیق، أو یقذف السیدۃ الصدیقۃ فھو کافر لمخافتہ القواطع المعلومۃ من الدین بالضرورۃ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۶/۳، سعید)

(۴) ففی الفتح: ویجوز تزوج الکتابیات، والأولٰی أن لایفعل ولایأکل ذبیحتہم إلا للضرورۃ. (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۵/۳، سعید)

أن قال الشامی)وکذا یکفرقاذف عائشة ومنکر صحبة أبیها لأن ذلک تکذیب صریح القرآن کما مرفی الباب السابق.(۱)

لہٰذا شیعہ عورت، یامرد سے نکاح ان کی کفر کی وجہ سے جائز نہیں،أی لکفرهم بعد ادعاء إسلامهم وهو ارتداد فی الحقیقة.(۲)فافهم وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۰۹/۴)

اپنے کو اہل سنت کہنے والے نے اگر شیعہ سے شادی کی ہو تو اس کی اولاد سے نکاح کیسا ہے:

سوال: زید کے دادا اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ میں اہل سنت والجماعۃ ہوں؛مگرانہوں نے اپنا نکاح ایک عورت شیعہ یعنی عورت رافضی سے کیا ہوا ہے اوراس رافضی عورت سے چار بچے ہیں اورانہوں نے اپنی لڑکیوں کی شادیاں بھی شیعہ لوگوں میں کررکھی ہیں اورزید کا کہنا ہے کہ میں شیعہ نہیں ہوں،سنت جماعت ہوں،حالاں کہ اس نے اپنی شادی بھی ایک عورت شیعہ سے کررکھی ہے اور ملنا جلنا خلط ملط سب کا اسی طرح ہے،کوئی فرق نہیں ہے۔زید کہتا ہے کہ میں اہل سنت والجماعۃ ہوں اورایک سنت جماعت حنفی المذہب کے ہاں رقعہ اپنی شادی کا بھیجا ہے اورشادی سنت جماعت میں کرنی چاہتا ہے،ایسی صورت میں اس لڑکے سے سنت جماعت کا نکاح ہوسکتا ہے،یانہیں ہوسکتا؟ جو اولاد رافضی کے تخم سے پیدا ہوئی اور وہیں پرورش پائی،وہ کون ہوئی،رافضی ہوئی،یا اہل سنت والجماعۃ ہوئی؟ شیعہ لوگوں میں دھوکہ دینا جائز کررکھا ہے،اپنی مطلب برآری کے واسطے،جس کو وہ لوگ تقیہ کہتے ہیں،آیا شرعاً کیا حکم ہے؟

(المستفتی:۱۳۵۳،محمد دین صاحب دہلوی،۲۸/ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ،مطابق ۱۱/فروری ۱۹۳۷ء)

الجواب

شیعوں کے بہت فرقے ہیں،بعض فرقے کافر ہیں،مثلاً جوحضرت علی کو الوہیت،یا حلول کا اعتقاد رکھتے ہیں،یا غلط فی الوحی،یا افک عائشہ صدیقہؓ،یا قرآن مجید میں کمی زیادتی کے قائل ہیں،ایسے شیعوں کے ساتھ رشتہ کرنا ناجائز ہے اورجولوگ کہ حد کفرتک نہیں پہنچتے،ان کے ساتھ مناکحت جائز ہے۔(۳) یہ صحیح ہے کہ شیعوں کے یہاں تقیہ کا مسئلہ ہے اوراس بنا پران کے خیالات اورعقائد کا پتہ لگانا مشکل ہے اورجوشخص اس بات سے واقف ہے،وہ شیعوں میں رشتہ ناطہ کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،دہلی۔(کفایت المفتی:۱۹۸/۵)

(۱) ردالمحتار هامش الدرالمختار:۳۳۹/۳،قبیل مطلب الامام یصیر اماما بالمبایعة

(۲) قال العلامة علاء الدین السمرقندی:لایحل وطء المشرکات بنکاح ولا بملک یمین لقوله تعالیٰ: ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن، (الآیة)... وأما المرتدة فلا یجوز لمسلم ولا لکافر ولا لمرتد نکاحها لأنه لاملة لها للحال لانها ترکت ملة الاسلام فلا تقر علی ما صارت إلیه من الملة.(تحفة الفقهاء:۱۹۲/۲-۱۹۳،بحث التحریم بسبب الشرک)

(۳) وفی النهر:تجوز مناکحة المعتزلة،لأنا لانکفر أحداً من أهل القبلة.(ردالمحتار،فصل فی المحرمات:۳۹۸/۲)

شیعہ سنی شادی میں اولاد کا حکم:

سوال: کسی سنی مرد کا شیعہ عورت سے، یا سنی عورت کا شیعہ مرد سے نکاح ہوسکتا ہے، یانہیں؟ اگر ہوگیا تو اولاد ولدالزنا ہوگی، یا کیا؟

الجواب

شیعہ تبرائی پر بہت سے علماء کا فتویٰ کفر کا ہے؛ لیکن محققین حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ ان کو متبدع فاسق کہا جاوے اور کافر نہ کہا جاوے کہ کافر نص قطعی کا منکر ہوتا ہے، لہٰذا جو روافض حضرت صدیقہؓ کے افک وا ولوہیت حضرت علیؓ وغیرہ عقائد کفریہ کے قائل ہیں، وہ باتفاق کافر ہیں اور جو ایسے نہیں ہیں محض تبرائی ہیں، وہ کافر نہیں ہیں؛ (۱) لیکن نکاح سے احتیاط کی جاوے کہ عورت سنیہ کا نکاح ان سے نہ کیا جاوے اور اگر ہوگیا ہے تو اولاد کو ولدالزنا نہ کہیں گے نسب اولاد کا والدین سے ثابت ہوگا۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۶۱-۴۶۲)

تبرائی شیعہ عورت اگر مسلمان ہوجائے تو وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے:

سوال: ایک عوت خاوند والی شیعہ مذہب ہے اور شوہر بھی شیعہ ہے؛ لیکن اس کے شوہر نے عرصہ دراز سے چھوڑ رکھا ہے اور وہ عورت اپنے باپ کے گھر رہتی ہے اور عورت نے مہروں کی نالش کرکے ڈگری بھی حاصل کرلی ہے اور اس کے شوہر نے نکاح ثانی کرلیا ہے، اب وہ عورت اپنا نکاح اہل تسنن سے کرنا چاہتی ہے اور خود بھی اہل سنت ہونا چاہتی ہے ، اس صورت میں اس عورت سے اہل تسنن کو نکاح کرنا جائز ہے، یانہیں؟

الجواب

اگر شوہر اس کا شیعہ تبرائی ہے، جو سب شیخین کرتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگاتا ہے اور افک کا قائل ہے، وہ کافر ہے۔ (۳) عورت اگر سنی ہوجاوے تو عدت کے بعد دوسرا نکاح کرنا اس کا جائز ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۸۳-۱۸۴)

---

(۱) وبهٰذا أظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أوأن جبريل غلط في الوحي أوكان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخا لفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما إذا أن يفضل علياً أويسب الصحابة فإنه متبدع لا كفر. (ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۲/۳۹۸، ظفير)

(۲) وتقدم في باب المهر أن الدخول في النكاح الفاسد موجب للعدة وثبوت النسب. (ردالمحتار، باب العدة: ۲/۸۳۵، ظفير)

(۳) سابق حاشیہ نمبر: ۱

(۴) ولو أسلم أحدهما أي أحد المحبوسين أوإمرأة الكتابي ثمه أي في دار الحرب إلخ لم تبن حتٰى تحيض ثلاثاً أو تمضي ثلاثاً أشهر. (الدر المختار) أي إن كانت لاتحيض لصغر أو كبر كما في البحر: وإن كانت حاملافحتى تضع حملها. (رد المحتار، باب نكاح الكافر: ۲/۵۳۶-۵۳۷، ظفير)

شیعہ لڑکی سے شادی ہوئی، پھر سنی بنالیا اور دوبارہ نکاح کیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید کو اس کے والدین شیعہ نے بعمر دس سال استاد کے پاس پڑھنے بٹھایا، استاد کے کہنے سے زید سنی ہوگیا، والدین نے اس کی شادی شیعہ لڑکے سے کردی، زید نے بعد شادی اس کو بھی سنی کرلیا تو تجدید نکاح کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ اور امامت کرنا زید کو درست ہے، یا نہ؟

الجواب

زید کو اس صورت میں زوجہ کو سنیہ کرلینے کے بعد تجدید نکاح کرلینے کی ضرورت ہے اور امامت زید کی درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۰/۷)

شیعہ عورت جس نے توبہ کرلی، اس سے نکاح جائز ہے:

سوال: زید قوم افغان اہل سنت والجماعت نے ایک بیوہ عورت سے جو کہ صحابہ کو گالی دیتی تھی، اس کو ان خیالات سے چھڑا کر خود نکاح میں لانا چاہتا ہے؛ لیکن وہ اس وجہ سے مجبور ہے کہ تمام نواح میں اس کو طعن کیا جاتا ہے کہ اہل سنت ہوکر غیر اہل سنت سے کس طرح نکاح کرسکتا ہے؟

الجواب

علامہ شامی کی رائے یہ ہے کہ سبِّ صحابہ موجب کفر نہیں؛ بلکہ موجب فسق ہے، (۱) لہٰذا اس بیوہ عورت نے جب وہ توبہ کرلی ہے تو اس سے نکاح سنی حنفی کا شرعاً جائز ہے؟

اور بعض فقہاء کے نزدیک سبِّ صحابہ موجب کفر ہے؛ (۲) اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس بیوہ عورت سے بلا تجدید ایمان کے نکاح نہ کیا جاوے؛ تاکہ نکاح بلا خلاف جائز ہوجاوے، اور نکاح غیر سید کا سید کے ساتھ جائز ہے؛ اس لیے لوگوں کا یہ کہنا کہ غیر اہل بیت کا نکاح اہل بیت کے ساتھ جائز نہیں ہوسکتا ہے، غلط ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۸/۷-۲۷۹)

رافضی نکاح پڑھائے تو کیا حکم ہے:

سوال: رافضی نے اہل سنت کا نکاح پڑھا، صحیح ہوا، یا نہ؟

---

(۱) بخلاف ما إذا كان يفضل علياً أويسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر. (ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۳۹۸/۲، ظفير)

(۲) في البحر معزيا للشهيد: من سبّ الشيخين أوطعن فيهما كفر. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب المرتد: ۴۰۴/۳، ظفير)

(۳) فقريش بعضهم أكفاء بعض. (الدر المختار) أشار به إلىٰ أنه لاتفاضل فيما بينهم إلخ. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الكفاءة، ص: ۴۳۸، ظفير)

الجواب

نکاح صحیح ہوگیا؛ کیوں کہ ناکح ومنکوحہ دونوں سنی ہیں، رافضی نے صرف ایجاب وقبول کرایا ہے تو اس سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا، البتہ مناسب یہ ہے کہ رافضی کو قاضی نکاح خواں سنیوں کا نہ بنایا جاوے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۶/۷)

شیعہ لڑکی کا سنی لڑکے سے نکاح پڑھوانا اور نکاح خواں کا اِمامت کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے ایک سنی لڑکے کا نکاح ایک شیعہ لڑکی سے پڑھا دیا ہے (یہ لڑکی اثنا عشری فرقہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس فرقہ پر کفر کا فتویٰ لاحق ہو چکا ہے) زید عالم اور مسجد کا امام بھی ہے، جس وقت زید نکاح پڑھانے جا رہا تھا، اس وقت ایک شخص نے کہا کہ آپ کو یہ نکاح نہیں پڑھانا چاہیے تو زید نے جواب دیا: ہاں مجھے معلوم ہے کہ یہ کافر ہے اور میں نکاح نہیں پڑھاؤں گا؛ بلکہ صرف شرکت ہی کروں گا؛ مگر زید نے وہاں جا کر نکاح پڑھا دیا، اس ضمن میں چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

(۱) زید نے شیعہ لڑکی کے کافر ہونے کا یقین ہونے کے باوجود نکاح پڑھایا، غالبًا جائز سمجھ کر، یا پیسوں کے لالچ میں؟

(۲) منع کرنے والے شخص سے جھوٹ بولا کہ میں نکاح نہیں پڑھاؤں گا، پھر بھی پڑھایا؟

(۳) زید کے نکاح پڑھانے کی وجہ سے سنی لڑکا شیعہ لڑکی سے جو صحبت کرے گا، وہ جائز ہوگی، یا نہیں؟

(۴) زید کو لوگ عالم اور امام سمجھ کر اس قسم کے نکاح کو جائز سمجھنے لگیں گے، اس طرح کے حالات کے پیشِ نظر زید کے پیچھے نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں، اگر زید اب توبہ کرے تو وہ نمازیں جو نکاح سے اب تک پڑھائی ہیں، ان کا کیا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب وباللہ التوفیق

شیعہ اِثنا عشریہ جو خلافِ شرع عقائد رکھتے ہیں، اُن کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، ایسا نکاح منعقد ہی نہ ہوگا، اِلا یہ کہ لڑکی اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائے اور پھر کوئی صحیح العقیدہ شخص ان دونوں کا نکاح کرائے۔ بریں بنا صورتِ مسئولہ میں زید نے شیعہ لڑکی سے سنی لڑکے کا نکاح پڑھا کر سخت گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اس نکاح پڑھانے سے شیعہ لڑکی سنی لڑکے کے لیے حلال نہ ہوگی، زید پر توبہ واستغفار لازم ہے، جب تک توبہ نہ کرے گا اُس کی امامت مکروہ ہوگی؛ تاہم جو نمازیں توبہ سے قبل پڑھائی ہیں، اُن کا اعادہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ: ۴۶۹، دیوبند، فتاویٰ دارالعلوم: ۲۷۰/۷)

رجل أم قومًا شهرًا ثم قال: كنت مجوسيًا، فإنه يجبر على الإسلام ولا يقبل قوله، وصلاتهم جائزة ويضرب ضربًا شديدًا، وكذا لو قال: صليت بكم المدة على غير وضوء، وهو ماجن لا يقبل

قولہ، وإن لم یکن کذٰلک واحتمل أنہ قال: علی وجہ التورع والاحتیاط أعادوا صلاتھم، وکذا إذا قال: کان فی ثوب قذرٌ، کذا فی الخلاصۃ وکذا إذا أبان أن الإمام کافر أو مجنون أو امرأۃ أو خنثیٰ أو أمی أو صلی بغیر إحرام أو محدثًا أو جنبًا،ھٰکذا فی التبیین. (الفتاویٰ الھندیۃ، الفصل الثالث: فی بیان من یصلح إمامًا لغیرہ: ۸۷/۱،زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۵/۳/۱۴۱۳ھ،الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۳۳۴/۸-۳۳۵)

شیعہ سنی کا نکاح پڑھانے والے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک سنی لڑکے کا نکاح ایک شیعہ لڑکی سے پڑھایا ہے، یہ لڑکی اثنا عشریہ فرقہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس فرقہ پر کفر کا فتویٰ لاحق ہو چکا ہے، عبد اللہ عالم اور مسجد کا امام ہے، جس وقت عبد اللہ نکاح پڑھانے جارہا تھا، ایک شخص نے کہا کہ آپ کو یہ نکاح نہ پڑھانا چاہیے تو عبد اللہ نے کہا: ہاں مجھے معلوم ہے کہ یہ کافر ہے، میں نکاح نہ پڑھاؤں گا؛ بلکہ صرف شرکت ہی کروں گا؛ مگر عبد اللہ نے وہاں جاکر نکاح پڑھایا، اس ضمن میں چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں، کیا عبد اللہ نے شیعوں کا کافر ہونے کا یقین ہونے کے باوجود نکاح پڑھایا غالبًا جائز سمجھ کر، یا پیسوں کے لالچ میں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عبد اللہ نے جو نکاح پڑھایا ہے، وہ جائز سمجھ کر نہیں؛ بلکہ کسی اور مقصد سے پڑھایا ہے؛ اس لیے عبد اللہ پر سچی اور پکی توبہ لازم ہے اور جو سنی اس نکاح میں شریک ہوئے ان پر بھی توبہ لازم ہے۔

عن النواس بن سِمعان رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق. (رواہ فی شرح السنۃ)(مشکاۃ المصابیح،کتاب الإمارۃ والقضاء، الفصل الثانی:۳۲۱/۲)

عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا طاعۃ فی معصیۃ، إنما الطاعۃ فی المعروف. متفق علیہ.(مشکاۃ المصابیح،کتاب الإمارۃ والقضاء، الفصل الأول: ۳۱۹/۲)

واتفقوا علی أن التوبۃ من جمیع المعاصی واجبۃ، وأنھا واجبۃ علی الفور لا یجوز تاخیرھا، سواء کانت المعصیۃ صغیرۃً أو کبیرۃً.(شرح النووی علی الصحیح لمسلم ،کتاب التوبۃ: ۳۵٤/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۲۶/۴/۱۴۱۷ھ،الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۳۳۲/۸-۳۳۳)

شیعہ سنی کے نکاح میں اہل سنت مولوی کے بیٹھنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نکاح منعقد ہوا، جس میں لڑکی کا والد شیعہ تھا، اس مجلس میں ایک مولوی صاحب بھی بیٹھا ہوا تھا، جو اہل سنت سے تھا، ان کے متعلق اب بعض حضرات پروپیگنڈہ

کرتے ہیں کہ یہ نکاح اگر چہ اہل سنت کا تھا؛ مگرلڑکی کا والد شیعہ تھا؛ اس لیے اس مجلس میں یہ مولوی صاحب جو بیٹھا تھا، یہ مجرم ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: انسپکٹر غلام رسول، ۱۹۷۸/۷/۲۹ء)

الجواب

ایسی مجلس میں شامل ہونے کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے، البتہ نکاح محرم میں شمولیت کرنا محرم ہے، **لکونہ تعاوناً علی المعصیة**، (۱) **وتقریراً للمنکر**. (۲) **وھو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۱/۴)

سنی شیعہ نکاح کرنے والوں اور اس مجلس میں شرکت کرنے والوں کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید سنی المذہب ہے اور صالح شیعہ غالی ہے، اب زید نے اپنی سنی لڑکی کا نکاح صالح کے لڑکے کے ساتھ کر دیا ہے، جو کہ باپ جیسا غالی شیعہ ہے، اس مجلس نکاح میں عام مسلمانوں نے بھی شرکت کی۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ ان شرکاء عقد کو تجدید نکاح کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ ان مذکورہ شرکاء کو نماز عید، جمعہ، جنازہ وغیرہ میں شریک ہونے دیا جائے، یا نہیں؟ اور لڑکی کا نکاح بغیر طلاق کے کسی اور جگہ کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: مولوی عطاء اللہ چکڑالوی میانوالی، ۱۹۷۶/۲/۵ء)

الجواب

یہ نکاح باطل اور کالعدم ہے، **لکون الزوج کافراً، کما فی ردالمحتار (۳۹۸/۲): وبهٰذا ظهر أن الرافضی إن كان ممن يعتقد الألوهية فی علیٰ أو ان جبرئيل غلط فی الوحی أو كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة.** (۳) یہ لڑکی بغیر طلاق حاصل کرنے کے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور یہ ناکح اور گواہ اور نکاح خوان اگر مستحل ہوں تو ان پر توبہ (۴) اور تجدید نکاح ضروری ہے، (۵) ورنہ ضروری نہیں ہے اور نماز و عبادت سے ان کا روکنا حرام ہے۔ **وھو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۲/۴)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (الآية) (سورة المائدة: ۲)

(۲) عن جرير بن عبد اللّٰه قال سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول ما من رجل يكون فی قوم يعمل فيهم بالمعاصی يقدرون علیٰ أن يغيروا عليه ولا يغيرون إلا أصابهم اللّٰه منه بعقاب قبل أن يموتوا، رواه ابوداؤد وابن ماجة. (مشكاة المصابيح: ۴۳۷/۲، باب الامر بالمعروف الفصل الثانی)

(۳) ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۳۱۴/۲، فصل فی المحرمات كتاب النكاح

(۴) قال الملا علی قاری: اذا اعتقد الحرام حلالا فإن كان حرمته لعينه وقد ثبت بدليل قطعی يكفر والا فلابان تكون حرمته لغيره اوثبت بدليل ظنی، وبعضهم لم يفرق بين الحرام لعينه ولغيره فقال من استحل حراما وقد علم فی دين النبی صلى اللّٰه عليه وسلم تحريمه كنكاح ذوی المحارم أوشرب الخمر اواكل ميتة او دم اولحم خنزير من غير ضرورة فكافر. (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۵۲، ومنها استحلال المعصية)

(۵) قال العلامة الحصكفی: ما يكون كفرا اتفاقاً يبطل العمل والنكاح. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۳۲۸/۳، باب المرتد)

شیعہ سنی کے نکاح کے فسخ کی کیا صورت ہوگی:

سوال: جب کہ زوجین کے درمیان تفرقہ کرنا ضروری ہے، شوہر کے غالی شیعہ ہونے کی وجہ سے اور علماء کہتے ہیں کہ کافر حاکم کا فسخ کرنا معتبر نہیں تو اب فسخ کرانے کے لیے کون سی صورت اختیار کی جائے، اگر شوہر شیعی عقائد کو لاعلمی کی وجہ سے صحیح اور ضروری جانتا ہے تو بیوی کو اس کے ماتحت رہنے کی شرعی گنجائش ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر شوہر غالی سبی شیعہ ہے؛ یعنی اس کے عقائد ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو، مثلاً قرآن مجید کو صحیفہ عثمانی بتاتا ہو، منزل من اللہ نہ مانتا ہو، یا اس میں کمی بیشی کا قائل ہو، یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا، یا مظہر خدا یعنی اوتار مانتا ہو، ان کے اندر خدائی قوتیں ہونے کا معتقد ہو، یا غلط فی الوحی کا عقیدہ رکھتا ہو؛ یعنی یہ سمجھتا ہو کہ وحی حضرت علی پر آئی تھی، جبریل علیہ السلام سے غلطی ہوئی اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے گئے، یا افک عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ رکھتا ہو، یا ان کے مثل اور کوئی کفریہ عقیدہ رکھتا ہو، (۱) تو ایسے شخص کے ساتھ سنیہ سلمہ کا نکاح صحیح نہیں ہوتا، (۲) اور جب نکاح صحیح نہیں ہوا تو شرعاً فسخ کی ضرورت نہیں؛ مگر قانونی مواخذہ سے بچنے کے لیے عدالتی کاروائی لازم ہوتی ہے، پس اگر صورت یہی ہو تو اس میں مسلمان حاکم اور غیر مسلم حاکم دونوں بچنے کے لیے عدالتی کاروائی لازم ہوتی ہے، پس اگر صورت یہی ہو تو اس میں مسلمان حاکم اور غیر مسلم حاکم دونوں یکساں ہیں؛ کیوں کہ عورت فی الحقیقت اس کے نکاح میں نہیں ہے۔ اس کا فیصلہ صرف قانونی گرفت سے بچنے کے لیے ہے، نہ ایک قائم اور ثابت نکاح کو فسخ کرانے کے لیے کہ مسلمان حاکم اسے فسخ کرے، البتہ اگر شوہر غالی شیعہ نہ ہو اور نکاح فی حد ذاتہ منعقد ہو چکا ہو؛ مگر اس کو بوجہ اختلاف عقائد ومنازعت باہمی، یا اعتداء زوج کی بنا پر فسخ کرانا ہو تو بے شک مسلمان حاکم کا فیصلہ ضروری ہے۔ غیر مسلم حاکم کا فیصلہ ایک قائم شدہ نکاح کو فسخ کرانے کے لیے کافی نہیں ہے۔ زوج کا لاعلمی سے کفریہ عقائد رکھنا کوئی عذر شرعی نہیں اور اگر پہلی صورت ہے تو عورت کو اس کی مطاوعت ناجائز ہے اور ہر صورت سے اس سے علاحدگی کر لینی لازم ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۲۱۱/۵-۲۱۲)

---

(۱) وبهٰذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أو إن جبريل غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة. (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٤٦/٣، سعيد)

(۲) ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرك. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، القسم السابع المحرمات بالشرك: ٢٨٢/١، ماجدية)

باپ نے شیعہ سے نکاح کر دیا، پھر دوسرے سے کر دیا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرد شیعی کے ساتھ، جس کے عقائد باطل ہیں؛ یعنی افک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا قائل ہے اور سب شیخین کرتا ہے، الیٰ غیر ذلک، اس لڑکی کے باپ نے یہ خیال کر کے کہ یہ مرد شیعی مسلمان نہیں ہے، اس وجہ سے نکاح صحیح نہیں ہوا، اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سنی سے کر دیا ہے، نکاح ثانی صحیح ہے، یا نکاح اول باقی ہے؟

الجواب

روافض جو سب شیخین کرتا ہے، ان کے کفر میں اختلاف ہے، بعض فقہاء نے ان کی تکفیر کی ہے اور محققین علماء عدم تکفیر کے قائل ہیں؛ لیکن جو روافض افک صدیقہ کے قائل ہیں، وہ باتفاق کافر ہیں، اسی طرح بعض دیگر عقائد روافض غالیہ کے مثلاً یہ کہ حضرت جبرئیل نے وحی کے پہنچانے میں غلطی کی، یا حضرت علی خدا تھے وغیرہ وغیرہ، یہ عقاید باتفاق اہل سنت کفر ہیں۔ درمختار میں ہے:

وفي البحر عن الجوهر معزياً للشهيد: من سب الشيخين أوطعن فيهما كفر ولاتقبل توتبه وبه أخذ الدبوسي وأبو الليث وهو المختار للفتوىٰ انتهىٰ. وجزم به في الاشتباه وأقره المصنف(إلىٰ أن قال) لٰكن في النهر وهٰذا لا وجود له في أصل الجوهرة وإنماوجد علىٰ هامش بعض النسخ فالحق بالأصل مع أنه لا ارتباط بماقبله انتهىٰ. (الدر المختار: ۳/۴۰۴-۴۰۵)

قال الشامي: تحت قوله لكن في النهر إلخ وإذا كان كذلك فلاوجه للقول لعدم قبول توبة من سب الشيخين بل لم يثبت ذلك عن أحد من الأئمة فيما أعلم" إلىٰ أن قال "علىٰ أن الحكم عليه بلكفر مشكل ثم قال في اٰخر كلامه تحت القول المذكور نعم لاشك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي اللّٰه عنها أو أنكر صحبة الصديق أواعتقد الألوهية في علي أوأن جبرئيل غلط في الوحي أونحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن، إلخ. (ص: ۴۰۵-۴۰۶)(۱)

پس صورت مسئولہ میں نکاح اول جو ایسے غالی شیعہ سے ہوا، صحیح نہیں ہوا؛ بلکہ باطل ہوا اور دوسرا نکاح صحیح ہے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۴۶۳-۴۶۴)

سنی عورت شیعہ سے بیاہی گئی، اب کیا کرے:

سوال: ایک عورت سنی مذہب ایک مرد شیعہ سے بیاہی گئی ہے، اس کے جبر و اکراہ وتبدیل مذہب واطوار وغیرہ

(۱) ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مهم في سب الشيخين: ۱/۳۷۷، ۳۷۸، انيس

سے نہایت تنگ ہے، علاحدگی کی خواستگار ہے، طلاق نہیں دیتا، ایسی صورت میں عورت مذکورہ کا نکاح دوسرے مرد سنی سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

أقول وبالله التوفيق: فرقہ شیعہ کی تکفیر وعدم تکفیر میں اختلاف ہے والأصح عدم التكفير اور بعض فقہا حکم ان کا اہل کتاب کا سا فرماتے ہیں، پس بناءً علیہ صورت مسئولہ میں نکاح اس عورت مسلمہ سنیہ کا مرد شیعہ سے نہیں ہوا ہے، عورت مذکورہ بدون طلاق شوہر عقد ثانی اپنا کر سکتی ہے اور سنی کو بیٹی اپنی شیعہ کو دینا درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۴۶۴-۴۶۵)

صحیح العقیدہ لڑکی سے دوسرا نکاح اور اس کے بعض احکام:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید جو کہ سنی عقیدے کا حامل ہے اور تین بیٹیوں اور ایک بیٹے کا باپ ہے، زید کی پہلی بیوی گردوں کی بیماری کی تکلیف کی وجہ سے اکثر حق زوجیت ادا نہ کر سکتی تھی، جس پر اس کی بیوی زید کو اکثر دوسری شادی کے لیے کہتی رہی اور زید نے ایک شیعہ لڑکی کو شادی کے لیے تیار کیا، جس میں اس کی پہلی بیوی معاونت کرتی رہی اور تقریباً آٹھ ماہ قبل اس لڑکی سے سنی مذہب کے مطابق کورٹ میں نکاح کر لیا اور پہلی بیوی نے زید کے زبردستی کرنے پر تحریری دستخط اسٹامپ پیپر پر کر کے کورٹ میرج کی اجازت زید کی خوشی کے لیے دے دی۔

یہ کہ دوسری بیوی نے محرم الحرام کے دوران بقول اس کے اس ماہ مبارک کا احترام کیا اور صرف ایک مرتبہ اپنے شوہر کی مرضی سے اپنے شوہر کے ساتھ منت اتارنے کے لیے امام بارگاہ گئی اور ادائیگی منت کے فوراً بعد واپس آ گئی۔

یہ کہ لڑکی اور لڑکا حلفیہ قرآن پاک پر بیان دیتے ہیں کہ لڑکی نے شیعہ مذہب ترک کر دیا ہے اور وہ سنی العقیدہ ہے۔
زید کی پہلی بیوی نے دورانِ تلخ کلامی کہا کہ تم شیعہ بیوی کے کہنے پر چلتے ہو کیا تم بھی شیعہ ہو گئے ہو؟ زید نے غصے میں کہا کہ ہاں میں بھی شیعہ ہو گیا ہوں۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ:

(۱) کیا یہ نکاح جائز ہے کہ نہیں؟ اور پہلی بیوی کے نکاح پر کوئی اثر پڑا، یا نہیں؟

(۲) عزیز واقارب، رشتہ داروں سے اس کا ملنا جلنا، کھانا پینا جاری رہے، یا ختم کیا جائے؟

(۳) پہلی بیوی اور بچے اس کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں، یا علاحدگی اختیار کی جائے؟

(۴) کچھ قریبی رشتہ دار جھوٹ پر مبنی، من گھڑت، بغیر تصدیق کے صرف سنی سنائی باتوں پر اپنے پاس سے جھوٹا اضافہ کر کے مختلف علماء کرام سے فتوے حاصل کر کے زید کے گھر کو اپنی مرضی کے مطابق شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے برباد کرنا اور اپنے نفس کی تسکین چاہتے ہیں، ایسے لوگوں کے متعلق جو بہتان گھڑیں قرآن اور سنت میں کیا حکم ہے؟

(۵) یہ کہ اہل کتاب سے نکاح کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

جو بھی تحریر کیا گیا ہے، اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر جان کر سچ لکھا گیا ہے، برائے مہربانی فقط عاقبت کو مدنظر رکھتے ہوئے تفصیل سے رہنمائی فرمائیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔آمین

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

سوال میں ذکر کردہ مسائل کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) یہ دوسرا نکاح درست ہے اور اس کی وجہ سے پہلی بیوی کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

(۲) عزیز و اقارب سے اس کا ملنا جلنا اور کھانا پینا جاری رہنا چاہیے، بلا وجہ قطع تعلق درست نہیں ہے۔

(۳) پہلی بیوی اور اس کے بچے، اپنے شوہر کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں، محض شوہر کی دوسری شادی کرنے کی وجہ سے، پہلی بیوی سے علاحدگی اختیار کرنا درست نہیں ہے۔

(۴) جو لوگ محض جھوٹ اور بہتان گھڑ کر زید کے گھر کو برباد کرنا چاہتے ہیں، ایسے لوگ گنہگار ہیں، ان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور توبہ کریں۔

(۵) اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز تو ہے؛ لیکن مکروہ ہے۔

لمافي القرآن لكريم (البقرة: ٢٢١): ﴿وَلَا تَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ﴾

وفيه أيضاً (النساء: ٣): ﴿فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثۡنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾

وفى المصنف لابن أبى شيبة (١٥٧/١٣، كتاب الادب): عن حفص بن عاصم عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع.

و فى مرقاة المفاتيح (٥٦/٩): الصحيح المختار الذى قاله الأكثرون أن الخوارج كسائر أهل البدع لا تكفر قلت وهٰذا فى غير حق الرافضة الخارجة فى زماننا فإنهم يعتقدون كفر أكثر الصحابة فضلا عن سائر أهل السنة والجماعة فهم كفرة بالإجماع بلا نزاع.

وفى الدرالمختار (٤٥/٣، فصل فى المحرمات): (وصح نكاح كتابية) وإن كره تنزيها (مؤمنة بنبى) مرسل (مقرة بكتاب) منزل وإن اعتقدوا المسيح إلها وكذا حل ذبيحتهم على المذهب بحر وفى النهر تجوز مناكحة المعتزلة لأنا لا نكفر أحداً من أهل القبلة إن وقع إلزاما فى المباحث.

وفى الرد تحته: (قوله كتابية) اطلقبه فشمل الحربية والذمية والحرة والامة ح عن البحر.

وفى التحرير المختارللرافعى (١٨٣/٣): (قوله ماخوذ من الفتح حيث قال: وأما المعتزلة، الخ) وجعل الرملى فى حاشية المنح المعتزلى والرافضى بمنزلة اهل الكتاب حيث قال قوله و صح نكاح كتابية اقول يدخل فى هذا الرافضة بانواعها والمعتزلة فلا يجوز ان تتزوج المسلمة

السنية من الرافضي لانها مسلمة وهو كافر فدخل تحت قولهم لايصح تزوج مسلمة بكافر اه وقال الرستغفني لا تصح المناكحة بين اهل السنة والاعتزال اه فالرافضة مثلهم أواقبح و الرملي جعلهم من قبيل اهل الكتاب فيجوز نكاح نسائهم ولا يزوّجون ولعله اعدل الأقوال؛ لأنه لايشك في كفر الرافضة،آه،سندي. (نجم الفتاویٰ:۴/۱۷۸-۱۷۹)

بیٹی کا بلا تحقیق غیر مسلک میں نکاح:

سوال: میں نے اپنی لڑکی کی شادی ناآشنائی میں ایک جگہ کی، جس وقت میری لڑکی اپنی سسرال کو گئی تو پتہ چلا کہ وہ دوسرے مسلک کے آدمی ہیں، یہ بھی نہیں طے کرسکتا کہ وہ کون سا مسلک ہے، جس کی وہ لوگ اقتدا کرتے ہیں، ایک روز کا واقعہ ہے کہ انہوں نے صبح کو میری لڑکی سے کہا کہ روزہ رکھو، میری لڑکی نے کہا ہم نے کہیں ایسا روزہ نہیں رکھا، ان لوگوں نے روزہ رکھا اور عصر کے بعد افطار کرلیا، میری لڑکی کو بہت زیادہ معطون کیا۔ ان کے بڑے بھائی کے گھر میں شیعہ کی لڑکی ہے، ان کا کوئی طریقہ مسلمانوں جیسا نہیں ہے، نماز کا آج تک ثبوت نہیں ملا کہ کبھی انہوں نے پڑھی ہے۔ اس کے بارے میں بہت زیادہ متفکر ہوں کہ میں کیا طریقہ اختیار کروں، جھوٹ بہت زیادہ بولتے ہیں۔ اب عرض یہ ہے کہ اپنی لڑکی وہاں بھیجوں، یا نہیں؟ یا یہی مناسب جس طرح ہوگیا؟ خیال ایسا ہے کہ شاید نباہ نہ ہوسکے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلياً

بلا تحقیق وتفتیش کے لڑکی کی شادی کردینا غیر دانشمندانہ فعل ہے، جس سے لڑکی کی زندگی بھی تباہ ہوسکتی ہے، دین بھی خراب ہوسکتا ہے۔ اب تحقیق کی جائے اگر شوہر کے عقیدے اسلامی عقیدے نہیں، نماز کو فرض نہیں کہتے، روزنہ کو محض عصر کے بعد تک کہتے ہیں، غروب تک نہیں کہتے، تو ایسے شخص سے نکاح ہی درست نہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۴۷)

کیا اہل حدیث سے نکاح ہوسکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل کے متعلق کہ اہل حدیث مسلمان ہیں، یا نہیں؟ اور ان کے بچوں اور بچیوں

---

(۱) "ومنها :إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة،فلايجوز إنكاح المؤمنة الكافر،لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتىٰ يؤمنوا﴾. ولأن في إنكاح المؤمنة الكافرخوف وقوع مؤمنة في الكفر،إلخ"(بدائع الصنائع،كتاب النكاح،فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة،٣/٤٦٥،دارالكتب العلمية،بيروت)

"ولايجوزتزوج المسلمة من مشرك ولا كتابي،كذافي السراج الوهاج "(الفتاوىٰ الهندية،كتاب النكاح، الباب الثالث،القسم السابع:المحرمات بالشرك: ١/٢٨٢،رشيدية)

کے ساتھ نکاح کا کیا حکم ہے؟ اور ان سے اس طرح کے تعلقات اور ربط کہ وہ پھر اپنی جماعت میں داخل ہونے کی تشکیل کریں تو کیا ان سے اس طرح کے تعلقات جائز ہیں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

اہل حدیث دوسرے مسلمانوں کی طرح اسلامی عقائد کو مانتے ہیں؛ اس لیے مسلمان ہیں؛ مگر وہ لوگ تقلید اور دوسرے چند مسائل میں فروعی اختلاف کرتے ہیں؛ اس لیے وہ فاسق وفاجر کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں، البتہ ان کے یہاں لڑکی کی شادی کرنا، یا ان کے یہاں سے لڑکی کو شادی کر کے لانا شرعاً جائز ہے؛ مگر اس طرح کرنے سے اپنے عقائد پر اثر پڑتا ہو تو اس سے بچنا لازم ہے۔ (فتاویٰ دینیہ: ۲۳۵/۳)

اہل حدیث لڑکی کا نکاح دیوبندی حنفی سے:

سوال: اگر کسی اہل حدیث لڑکی کا نکاح کسی حنفی دیوبندی لڑکے سے کر دیا جائے تو لڑکی کو اپنے عقیدہ ومذہب پر قائم اور اس کے مطابق عمل کرنے کا حق باقی رہتا ہے کہ نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

حنفی ودیوبندی اور اہل حدیث کے درمیان رفع یدین، آمین بالجہر تو ترک قنوت، تعدادِ وتر، تعدادِ تراویح، جمع فی القری، قرأت خلف الامام وغیرہ فروعی مسائل میں اختلاف ہے، دونوں کے پاس دلائل ہیں۔

بحث دلائل کی قوت وضعف میں ہے، ترجیح ونسخ میں ہے، ان میں سے بعض میں تو اولیٰ اور غیر اولی کا اختلاف ہے، بعض میں واجب وغیرواجب کا اختلاف ہے۔ بایں ہمہ عقیدہ ایمانیہ جو کہ حدیثِ جبرئیل میں مفصل مذکور ہے، اس پر سب ہی متفق ہیں، پھر عقیدہ تبدیل کرنے کا کیا سوال ہے۔

اگر اختلاف عقیدہ کی کوئی چیز ہے، مثلاً: لڑکی کا عقیدہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید شرک ہے اور حنفی دیوبندی مشرک ہیں تو پہلے اس کی تحقیق کی جائے کہ ایسی اہل حدیث لڑکی کا حنفی دیوبندی سے نکاح بھی صحیح ہوا، یا نہیں؟ تبدیلی عقیدہ سوال بعد کا ہے۔ جیٹھ، دیور وغیرہ نامحرم ہیں، ان سے شرعی پردہ لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۱۳۹۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۹۷/۱۱)

جو صحابہ کرام کو معیارِ حق نہ سمجھے، اس سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ جو صحابہ کرام کو معیار حق نہ سمجھتا ہو، اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صحابہ کرام معیارِ حق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِن لَّا يَعْلَمُونَ﴾(البقرة:۱۳)

(یعنی تم بھی ایسا ہی ایمان لاؤ جیسا ایمان لائے ہیں اورلوگ۔)

نیز سورۃ البقرۃ میں ہی ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾(البقرة:۱۳۷)

(یعنی سو اگر وہ بھی اس طرح ایمان لے آئیں جس طرح سے تم ایمان لائے ہو تب تو وہ بھی راہ پر لگ جائیں گے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

''أصحابی کالنجوم فبأیهم اقتدیم اهتدیتم''.(مشکاة:۵۵٤/۲)

(یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی اتباع کرلو ہدایت پا جاؤ گے۔)

صحابہ کرام کے اقوال حجت ہیں، ان سے عدول جائز نہیں۔ صحابہ کرام کے واسطے سے دین (قرآن وسنت) ہم تک پہنچا ہے، لہٰذا قرآن وسنت کی جو تشریح صحابہ نے اپنے قول، یا عمل سے کردی، وہ بلاشبہ اتباع کے لائق ہے۔ اگر صحابہ کرام کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو پورا دین مشکوک ہو کر رہ جائے گا، ہر شخص اپنی من پسند تشریح کو قرآن وحدیث کا مدلول قرار دے گا اور زیغ وضلال کی گھاٹیوں میں رواں دواں ہو جائے گا۔ یہ صرف ایک خیال، یا کتابوں میں موجود چیز نہیں؛ بلکہ عملاً جن اشخاص، یا جماعتوں نے یہ روش اختیار کی اور ہر بات میں براہِ راست قرآن وحدیث سے استفادہ کو اپنا منشور بنایا، وہ گمراہ ہوگئیں۔ اہل سنت والجماعت صحابہ کو معیارِ حق سمجھتے ہیں اہل سنت کے ہاں تمام صحابہ عادل تھے، لہٰذا جو شخص صحابہ کو معیارِ حق نہ سمجھتا ہو، وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، اسے اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کی صورت میں مستقبل کے جھگڑوں، نیز بچوں کے نظریات وافکار اور سب سے بڑھ کر لڑکی کے اپنے عقائد پر برے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، لہٰذا ایسے افراد سے نکاح جیسے معاملات کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

لما فی احکام القرآن للتهانوی (۲۳۸/٤): الصحابة کلهم عدل مرضیون عند الله فالطعن فیهم والغیظ علیهم من امارات الکفر والبحث والتنقید فی عدالتهم خروج من اهل السنة والجماعة.

وفی الشامیة (۷۵٤/٦):(قوله:ویستحب الترضی للصحابة) لأنهم کانوا یبالغون فی طلب الرضا من الله تعالی ویجتهدون فی فعل ما یرضیه ویرضون بما یلحقهم من الابتلاء من جهته أشد الرضا فهؤلاء أحق بالرضا وغیرهم لا یلحق أدناهم ولو أنفق ملء الأرض ذهبا،زیلعی.

وفی اعلام الموقعین (۹۲/٤): وان لم یخالف الصحابی صحابیا آخر فاما ان یشتهر قوله فی الصحابة او لا یشتهر فان اشتهر فالذی علیه جماهیر الطوائف من الفقهاء انه اجماع وحجة... وان لم یشتهر قوله اولم یعلم هل اشتهر ام لا فاختلف الناس هل یکون حجة ام لا؟ فالذی علیه جمهور

الامة انه حجة هذا قول جمهور الحنفية صرح به محمد بن الحسن وذكر عن ابى حنيفة نصا وهو ذهب مالک وأصحابه وتصرفه فى مؤطئه دليل عليه وهو قول اسحاق بن راهويه وابى عبيد وهو منصوص الامام أحمد فى غير موضع عنه واختيار جمهورا صحابه وهو منصوص الشافعى فى القديم والجديد ... وائمة الاسلام كلهم على قبول قول الصحابى. (نجم الفتاویٰ:۴/۲۷۰-۲۷۱)

غیر مقلد لڑکے سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میری ایک لڑکی ہے، جس کی عمر چودہ سال ہے، اس کے لیے کافی رشتے آرہے ہیں، ابھی حال ہی میں ایک رشتہ آیا ہے، یہ لڑکا تعلیم یافتہ اور نہایت شریف ہے اور خاندانی لحاظ سے بھی اچھا ہے؛ لیکن یہ غیر مقلد ہے، لوگوں سے بحث مباحثے بھی کرتا رہتا ہے، میری بیوی کا رجحان اس لڑکے کی طرف ہورہا ہے؛ لیکن میں دلی طور پر مطمئن نہیں ہوں، میں نے سوچا چلو علماء کرام سے معلوم کرلوں، اب آپ حضرات میری رہنمائی فرمائیں کہ اس لڑکے کو اپنی لڑکی دینا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورتِ مسئولہ میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ شریعت اسلامیہ میں ہر مسلمان سے نکاح جائز ہے؛ اس لیے غیر مقلد سے بھی اگر وہ اسلاف کو گالیاں نہیں دیتا اور اختلافی مسائل میں غلو نہ کرتا ہو تو ایسے شخص سے نکاح کیا جاسکتا ہے، البتہ اگر غالی ہو اور سلف صالحین کو گالی دیتا ہو تو ایسے شخص سے نکاح سے اجتناب کیا جائے۔

لما فى الفقه النافع (۵۲۲/۲): والكفاءة معتبرة فى النكاح لقوله عليه السلام (قريش بعضهم اكفاء بعض)...ولأن مصالح النكاح لا تتحقق الا بطاعتها اياه ولا تطيعه مع عدم الكفاءة ظاهراً.

وفى الهندية (۲۹۱/۱): (ومنها الديانة) تعتبر الكفاءة فى الديانة وهذا قول ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله تعالىٰ وهو الصحيح كذا فى الهداية. فلا يكون الفاسق كفوا للصالحة.

وفى الشامية (۴۵/۳):(قوله:وفى النهر،الخ) مأخوذ من الفتح حيث قال وأما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم لأن الحق عدم تكفير أهل القبلة وإن وقع إلزاما فى المباحث.

وفى التحرير المختار للرافعى (۱۸۳/۱): (قوله ماخوذ من الفتح حيث قال واما المعتزلة الخ) وجعل الرملى فى حاشية المنح المعتزلى والرافضى بمنزلة اهل الكتاب حيث قال (قوله:وصح نكاح كتابية) اقول يدخل فى هذا الرافضة بانواعها والمعتزلة فلا يجوز ان تتزوج المسلمة السنية من الرافضى لانها مسلمة وهو كافر فدخل تحت قولهم لا يصح تزوج مسلمة بكافر. (نجم الفتاویٰ:۴/۲۱۶)

غیر مقلد سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

(۱)　کیا غیر مقلد سے نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۲)　آج سے پہلے مذکورہ قریہ میں جن جن حضرات نے اپنی بچیوں اور بچوں کے نکاح وغیرہ کرائے ہیں اور نکاح آج بھی موجود ہیں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳)　ایسے لوگوں کے یہاں شادی بیاہ کرنا درست ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

(۱)　غیر مقلدین سے رشتہ مناکحت گوکہ جائز ہے؛ لیکن تجربہ سے اس کے مفاسد روز بروز سامنے آرہے ہیں؛ کیوں کہ:

الف:　روز بروز غیر مقلد کی بدزبانی کی وجہ سے میاں بیوی میں مذہبی مسائل میں جھگڑا کھڑا رہتا ہے۔

ب:　اس جھگڑے کے اثرات خاندانوں تک پہنچتے ہیں۔

ج:　سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ غیر مقلد شوہر طلاق پر طلاق دیتا رہتا ہے اور پھر بھی اُلٹی سیدھی تاویل کرکے بیوی سے ازدواجی تعلق ختم نہیں کرتا، اِن جیسی وجوہات کی بنا پر متعصب غیر مقلدوں سے رشتہ مناکحت نہ کرنے ہی میں عافیت ہے۔

(۲)　جو نکاح پہلے ہو چکے ہیں، وہ بہر حال منعقد ہو چکے، ان کو توڑنے کی ضرورت نہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو اپنے مسلک پر مضبوطی سے ثابت قدم رہنے کی تاکید کی جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۱۷۵/۷، فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۹/۱۵)

وفي النهر: تجوز مناكحة المعتزلة؛ لأنا لا نكفر أحداً من أهل القبلة. (شامی: ۴۵/۳، کراچی)

(۳)　متعصب غیر مقلدین سے رشتہ ناطہ مناسب نہیں ہے؛ لیکن چوں کہ وہ اہلِ ایمان ہیں؛ اس لیے فی نفسہٖ ان کے یہاں شادی بیاہ درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ: ۳۳۳/۴، میرٹھ، کفایت المفتی: ۳۲۵/۱، فتاویٰ رحیمیہ: ۲۰۵/۸، فتاویٰ دار العلوم: ۱۷۵/۷)

وفي النهد: تجوز مناكحة المعتزلة؛ لأنا لا نكفر أحداً من أهل القبلة، وإن وقع إلزاماً في المباحث. (شامی: ۱۳۵/۴، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۲/۱۴۳۳ھ۔ (کتاب النوازل: ۹۲/۸، ۹۳)

مقلد کا نکاح غیر مقلد کے ساتھ جائز ہے:

سوال:　مقلد کا نکاح غیر مقلد کے ساتھ جائز ہے، یا نہیں؟ اور کلمہ گو مسلمان کو کافر کہنا جائز ہے، یا نہیں؟ معروض یہ ہے کہ میں حنفی ہوں، اپنی لڑکی کی کسی غیر سے شادی کردی، اس پر کوئی عالم ظاہر کرتا ہے کہ وہ حنفی عالم کافر ہو گیا؛ کیوں کہ غیر مقلد کافر ہے، اس کے ساتھ جس نے نکاح دیا وہ بھی کافر ہے، اس کے ساتھ جو چلے گا اور ملت کرے گا،

وہ بھی کافر ہے، ان لوگوں سے سلام کلام بند کرو۔

(المستفتی:۲۲۲۱، مولوی عبدالکریم صاحب (بنگال) ۲۱/ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۴/جنوری ۱۹۳۸ء)

الجواب

غیر مقلدوں کو صرف ترک تقلید کی بنا پر کافر کہنا صحیح نہیں،(۱) کافر بتانے والے سخت گنہگار ہیں، ان کو توبہ کرنی چاہیے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی:۵/۲۰۲)

غیر مقلد کے ساتھ حنفی لڑکی کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جو لوگ پہلے سے غیر مقلد ہیں؛ یعنی بیوی والے غیر مقلدین ہیں اور جن سے شرعی وفروعی مسائل میں بہت سخت اختلافات ہوتے رہتے ہیں، ان کے ساتھ رشتے ناطے منگنی بیاہ وغیرہ کرنا کیسا ہے؟ اس طرح خواہش نفس کے تابع ہوکر مسلک کی تبدیلی جائز ہے، یا نہیں؟ مفصل جواب مع دلائل مطلوب ہے۔ (المستفتی: لیاقت علی ٹانڈہ بادلی ضلع رامپور، یوپی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب وباللّٰه التوفيق

غیر مقلدین کے ساتھ حنفی لڑکی کا نکاح نہیں کرنا چاہیے، ورنہ بعد میں مختلف پریشانیاں اٹھانی پڑتی ہیں اور وہ حنفی کے ہم کفو نہیں ہے، اس طرح خواہش نفس کے تابع ہوکر غیر مقلد بن جانا شریعت کا مذاق اڑانا ہے، یہ زبردست گناہ عظیم ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی:۵/۱۹۸)

ليس للمقلد الرجوع عن مذهبه. (شامی، کتاب الطلاق، باب التعليق، کراتشي: ۳/۳٤۸، زکريا: ٤/٥۹۸)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۷/صفر المظفر ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۰۲۹/۲۸) (فتاوی قاسمیہ:۱۳/۲۴۲)

غیر مقلد عورت سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ غیر مقلدین کی عورت سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: محمد آفتاب عالم)

---

(۱) بلکہ ایک مسلمان کو فعل مسنون کے ارتکاب کی وجہ سے کافر کہنا خطرناک ہے۔

عن عبد اللّٰه بن دينار أنه سمع ابن عمر يقول: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أيما إمرئ قال لأخيه كافر فقد باء بها أحدهما إن كان كما قال وإلا رجعت عليه.(الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم يا كافر: ۱/٥۷، قديمي)

(۲) **وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وظاهره أنه أمر احتياط.(رد المحتار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ٤/۲۳۰، سعيد)**

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــ وبالله التوفيق

ہر ایمان والی عورت سے نکاح درست ہے اور غیر مقلد عورت سے بھی نکاح کرنا جائز ہے؛ لیکن شریعت نے آپس میں جو کفو کا اعتبار کیا ہے، وہ آپس میں نبھاؤ کے پیش نظر ہے؛ اس لیے مقلد کے گھر میں غیر مقلد عورت کا نبھاؤ ہو سکے گا، یا نہیں؟ خود صاحب معاملہ اس سلسلہ میں سوچ لیں۔

عن عائشة، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تخيروا لنطفكم وانكحوا الأكفاء، وانكحوا إليهم. (ابن ماجه، كتاب النكاح، باب الأكفاء، النسخة الهندية: ١/١٤١، دارالسلام رقم: ١٩٦٨، المستدرك، كتب النكاح، قديم: ٢/١٦٣، مكتبه نزار مصطفىٰ رقم: ٢٦٨٧)

عن جابر، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن المرأة تنكح على دينها، ومالها، وجمالها، فعليك بذات الدين تربت يداك. (سنن الترمذي، كتاب النكاح، باب ماجاء أن المرأة تنكح على ثلاث خصال، النسخة الهندية: ١/٢٠٧، دارالسلام رقم: ١٠٨٦، مسند الدارمي، دارالمغنى: ١٣٨٧/٣، رقم: ٢٢١٦) فقط

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۲۳۵) (فتاوی قاسمیہ: ۲۴۲/۱۳، ۲۴۳)

غیر مقلد کی اولاد سے نکاح درست ہے:

سوال: جو فرقہ غیر مقلد اپنے آپ کو اہل حدیث بتلاتے ہیں، ان سے بیٹا بیٹی کا بیاہ کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــ

اگر نکاح کیا جاوے گا، نکاح منعقد ہو جاوے گا؛ (۱) لیکن ایسے فرقوں اور ایسے متعصب لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناکحت ومواکلت ومشاربت وغیرہ کو منع فرمایا ہے؛ اس لیے بہتر یہ ہے کہ ان لوگوں سے اس قسم کے تعلقات بیاہ شادی کے قائم نہ کیے جائیں۔ (۲) فقط

(موجودہ دور میں پہلا سا تعصب بھی باقی نہ رہا۔ ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۷۵/۷)

---

(۱) وفي النهر: تجوز مناكحة المعتزلة؛ لانا لانكفر أحداً من أهل القبلة وإن وقع الزنا في المباحث. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، فصل في المحرمات: ٣٩٨/٢، ظفير)

شاید مفتی صاحب کا اشارہ اس حدیث نبوی کی طرف ہے۔ عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه إلا تفعلوا تكن فتنة في الأرض فساد عريض. (رقم الحديث: ١٠٨٤، وفي الباب عن أبي حاتم المزني رقم الحديث: ١٠٨٥، انيس)

(۲) "لا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَإِنَّهُ يَجِيءُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي، فَإِذَا مَرِضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ، وَإِذَا مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ، وَلَا تُنَاكِحُوهُمْ وَلَا تُوَارِثُوهُمْ، وَلَا تُسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ، وَلَا تُصَلُّوا عَلَيْهِمْ". [الخطيب، وابن عساكر عن أنس، قال الذهبي: هو منكر جدا] (جمع الجوامع، حرف اللام والألف: ١٦٠/١١، القاهرة، انيس) ==

غیر مقلد کے لڑکے سے سنی لڑکی کا نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: فرقہ غیر مقلدین کے متعلق آپ کا فتویٰ (گجراتی زبان میں) کتابی صورت میں چھپا ہے، اس میں فرقہ غیر مقلدین اور نام نہاد اہل حدیث کو بہ اقوال علماء راسخین باطل قرار دیا ہے، اس فرقہ کے لڑکوں کے ساتھ اہل سنت والجماعت کی لڑکیوں کا نکاح ہوسکتا ہے؟ ہمارے یہاں بعض لوگ نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، آپ جلد از جلد جواب مرحمت فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مقلدین وغیر مقلدین میں بہت سے اصولی وفروعی اختلافات ہیں، یہ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کو معیار حق نہیں مانتے، ائمہ اربعہ پر سب وشتم کرتے ہیں اوران کی تقلید کو جس کے وجوب پر امت کا اجماع ہوکا ہے ناجائز اور بدعت؛ بلکہ بعض تو شرک تک کہہ دیتے ہیں، بہت سے اجماعی مسائل کے منکر ہیں، صحابۂ کرام کا اجماع ہے کہ بیس رکعت تراویح سنت ہے، جب کہ یہ لوگ اسے بدعت عمری قرار دیتے ہیں اور تہجد کی آٹھ رکعت تراویح کے لیے پیش کرتے ہیں، جمعہ کی پہلی اذان کو بدعت عثمانی کہتے ہیں، ایک مجلس میں تین طلاق کا وقوع جس پر صحابہ وجمہور علماء کا اجماع ہے انکار کرتے ہیں اور ایک طلاق کا فتویٰ دے کر زنا کاری وبدکاری میں مبتلا کرتے ہیں، صحابہ نے عورتوں کو نماز کے لیے مسجد میں آنے سے روکا ہے اوراس پر صحابہ کا اتفاق ہے، یہ لوگ اس کو ٹھکرا دیتے ہیں اور بعض چار سے زیادہ عورتوں

== ''إنّ اللّٰـهَ اختـارَنـي واختـارَ لـي أصحـابي وأصهارِي وسَيَأْتِي قَوْمٌ يَسُبُّونَهُمْ ويُبْغِضُونَهُمْ فَلا تُجالِسُوهُمْ وَلا تُشـارِبُـوهُمْ وَلا تُواكِلُوهُمْ وَلا تُناكِحُوهُمْ''[(هق) عَن أنس](الفتح الكبيرفی ضم الزيادة إلى الجامع الصغير: ۲۹۷/۱، دارالفكربيروت،انيس)

عَنْ حـاتـم بـن إسـمـاعيـل قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ جَعْفَر بنِ محمد فَأتاهُ نَفَرٌ فَقَالوا: يا بنَ رَسُولِ اللّٰه، حَدِّثْنا أَيُّنا شرٌّ كَلامًا، قَالَ: هاتُوا ما بَدَا لَكُمْ، قَالُوا: أما أَحَدُنَا فَقَدرِيٌّ، وَالآخَرُ مُرْ جِئٌ، والثَّالِثُ خارِجِيٌّ، فَقالَ:حَدَّثنِي أَبي محمدٌ عن أَبيهِ عَلِـي عَـنْ أَبيـهِ الـحُسيـنِ، عَنْ أَبيهِ عَلِيِّ بن أَبِي طالب، أَنَّه سَمِع رَسُولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يَقُولُ لأَبِي أُمَامَةَ البـاهـلِيِّ:لاَ تُـجَـالِـسْ قَـدَرِيًا، وَلاَ مُرْجِئًا، ولا خَارِجيًا، إِنَّهُمْ يَكْفِئُونَ الدِّينَ كَمَا يُكْفَأُ الإِناءُ، ويَغْلُونَ كَمَا غَلَتِ اليَهُودُ والنَّـصَـارَى، وَلِكُلِّ أُمَّةٍ مَجُوسٌ، وَمَجُوسُ هَذ الأَمَّةِ القدرِيَّةُ، فَلاَ تُصَافِحُوهُمْ، وَلاَ تُنَاكِحُوهُمْ، وَلاَ تُصَلُّوا خَلْفَهُمْ، وَإِنْ مَـرِضُـوا فَلاَ تَعُودُوهُمْ، وَإِنْ مَاتُوا فَلاَ تُشيِّعُوهم، أَلاَ إِنَّهُمْ يُمَسَخُونَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ، وَلَوْلاَ مَا وَعَدَنِي رَبِّي أَنْ لاَ يَكُونَ فِي أُمَّتِـي خَسْفٌ لَخُسِفَ بِهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيا، وَحَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِيه، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يَقُولُ: إِنَّ الْخَوارِجَ مَرَقُوا مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيِّةِ، ثُمَّ لاَ يَعُودُونَ فِي الإِسْلاَمِ حَتَّى يَعُودَ السَّهْمُ فِي الـرَّمِيَّةِ، وَهُـمْ يُـمْـسَـخونَ فِي قبورِهِمْ كِلاَبًا،وَيُحْشَرُونَ يَوْمَ القيامةِ عَلَى صُورِ الكِلاَب، وَهُمْ كِلاَبُ النَّارِ، وَحَدَّثَنِي أَبِي عَـنْ أَبِيـهِ، عَـنْ أَبِيـه، عـن عَـلِـيٍّ أَنَّـهُ سَـمِـعَ رسُولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يَقُولُ: صِنْفانِ مِنْ أُمَّتِي لاَ تَنَالُهُمْ شَفَاعَتِي: الْـمُرْجِئَةُ والقَدَرِيَّةُ؛ القَدَرِيَّةُ يَقُولونَ، لاَ قَدَرَ، وَهُمْ مَجُوسُ هَذِهِ الأَمَّةِ، والْمُرْجِئةُ يُفرِّقُونَ بِيْنَ القَوْلِ والعَمَلِ، وَهُمْ يَهُودُ هَذِهِ الأَمَّةِ.(جمع الجوامع،مسند علی بن أبی طالب:۷۵٦/۱۷،القاهرة،انيس)

سے نکاح کو جائز کہتے ہیں اور خود یہ لوگ ہم سے ہر معاملہ میں الگ رہتے ہیں، ان کے علماء ہمارے علمی جلسوں میں شرکت گوارہ نہیں کرتے، ان کی مسجد الگ ہوتی ہے، ان کی عیدگاہ الگ ہوتی ہے اور ابھی تازہ واقعہ ہے کہ امسال ہمارے یہاں کے غیر مقلدین نے جمہور مسلمانوں سے الگ رہ کر دوسرے دن عید کی، ان چیزون کے ہوتے ہوئے ان کے ساتھ نکاحی تعلق قائم کرنا کیسے گوارہ ہوسکتا ہے، یہ فتنہ وفساد کا باعث ہے، لڑکی مرد کے ماتحت ہوتی ہے؛ اس لیے اس کے عقائد واعمال یقیناً خراب ہوں گے، لہذا اس کا مصلحتاً ہرگز دروازہ نہ کھولا جائے، کتابی عورتوں سے نکاح درست تھا؛ مگر اعتقادی اور اعمالی خرابی کے اندیشہ کی وجہ سے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق ؓ نے اجازت نہیں دی؛ بلکہ سختی سے منع فرمایا، آپ نے فرمایا: میں حلال کو حرام قرار نہیں دیتا؛ مگر مسلمانوں کی عمومی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ کتابی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے کہ موجب بدعقیدگی اور باعث بداخلاقی وبداعمالی ہے۔

اس کے ساتھ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کا فتوی ملاحظہ فرمائیں:

سوال: جو فرقہ غیر مقلد اپنے آپ کو اہل حدیث بتلاتے ہیں ان سے بیٹا بیٹی کا بیاہ کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر نکاح کیا جاوے گا؛ نکاح منعقد ہو جائے گا؛ لیکن ایسے فرقوں اور ایسے متعصب لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناکحت ومواکلت ومشارت وغیرہ کو منع فرمایا ہے؛ اس لیے بہتر یہ ہے کہ ان لوگوں سے اس قسم کے تعلقات بیاہ شادی کے قائم نہ کئے جائیں۔ فقط (فتاوی دارالعلوم مدلل ومکمل: ۱۷۵/۷) فقط واللہ اعلم بالصواب

۲۸ رشوال المکرّم ۱۴۰۲ھ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/------)

غیر مقلدوں کا ذبیحہ کھانا، ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان سے بیاہ کرنا کیسا ہے:

سوال: غیر مقلد جو اہل حدیث کے نام سے مشہور ہیں، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ احناف کو کھانا جائز ہے، یا نہیں؟ اور غیر مقلدوں کے پیچھے احناف نماز پڑھ سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور ان سے شادی بیاہ لین دین جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۸۵۶، قاضی حکیم محمد نور الحق، چامراج نگر، ۲۱ رمحرم ۱۳۵۵ھ، مطابق ۱۴ راپریل ۱۹۳۶ء)

الجواب

اہل حدیث غیر مقلدوں کا ذبیحہ بلاشبہ حلال ہے۔(۱) ان کے پیچھے حنفیوں کی نماز درست ہے۔(۲) ان سے بیاہ شادی

(۱) وأما شرائط الذكاة فأنواع، ومنها أن يكون مسلمًا. (الهندية، كتاب الذبائح، الباب الأول: ۲۸۵/۵، ماجدية)

(۲) غیر مقلد امام اگر اس امر کی رعایت کرتا ہے کہ وہ ایسا فعل نہ کرے، جس سے حنفی کی نماز فاسد، یا مکروہ ہو اور وہ متعصب نہ ہو، تو اس کی اقتدا میں نماز درست ہے، کتب فقہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ كما في الدر: أن تيقن المراعاة لم يكره، أو عدمها لم يصح وإن شك كره. (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۵۶۳/۱، سعيد)

لین دین سب جائز ہے۔(۱) ہاں اگر حنفی کسی اختلاف، یا جھگڑے کے خیال سے رشتہ ناتہ نہ کریں تو انہیں اختیار ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۹۶/۵-۱۹۷)

دیوبندی اور بریلوی کے درمیان مناکحت:

سوال: رضاخانی عقائد والوں کے یہاں سے شادی میں لڑکی لینا اور یا ان کے یہاں اپنی لڑکی دینا ہمارے لیے کیسا ہے؟

الجواب ______________ حامداً و مصلیاً

مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے کہ:

''وہابی سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں، مرد ہو، یا عورت اپنی لڑکی وہابی کو دینا ایسا ہے جیسے کتے کو دے دینا، یہ نکاح نہیں؛ بلکہ جس نے اپنی لڑکی وہابی کو دے دی، اس نے زنا کے واسطے دی ہے، سب اولاد حرامی ہوگی، وہابی لڑکی لینا بھی حرام اور گناہ ہے، وہابی کی نماز نہیں، ان کو اپنی مسجد میں مت آنے دو، ان کے ساتھ کھانا پینا سب گناہ ہے، ان کے جنازہ کی نماز مت پڑھو، وہابی کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں، بالکل کافر و مرتد ہیں''۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے میں یہ سب باتیں موجود ہیں۔

اکابرِ دیوبند جیسے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ اسرارہ ہم سب کے نام لے کر سب کو بریلیوں کے سرغنہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے کافر و مرتد لکھا ہے۔ (نعوذ باللہ منہ)

اب خود ہی غور کر لیا جائے کہ جس کے یہ عقائد و خیالات ہوں، اس کے ساتھ نکاح کرنا کیسا ہوگا؟ اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہوگا؟ اگر وہ اپنی لڑکی دے گا تو کتا سمجھ کر دے گا، زنا کے واسطے دے گا، اگر لڑکی لے گا تو حرام کاری کے واسطے لے گا۔ غرض دونوں صورت میں ان کے نزدیک اولاد حرام ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۹۵/۱۱)

دیوبندی لڑکی کا نکاح بریلوی لڑکے سے:

سوال: زید علمائے دیوبند کے مسلک پر عمل پیرا ہے اور اس نے اپنی لڑکی کی شادی لاعلمی میں ایک بریلوی مسلک لڑکے کے ساتھ کر دی ہے، جب کہ اس کے یہاں میلاد، فاتحہ، قیام وسلام ہوتا ہے، مزارات بزرگان پر جاتا ہے، رسول

---

(۱) ومنها الإسلام في نكاح المسلم و المسلمة. (بدائع الصنائع، فصل ومنها الإسلام: ۲۵۳/۲، سعيد)

کے لیے علم غیب مانتا ہے اور یارسول اللہ کا نعرہ لگا تا ہے، یاغوث المدد کا وظیفہ جپتا ہے اور رسول کو حاضر وناظر مانتا ہے، علمائے دیوبند کی برائی بیان کرتا ہے اور انہیں خارج از ایمان کہتا ہے تو ایسے لڑکے کے ساتھ نکاح منعقد ہوا کہ نہیں؟ ابھی اس لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی ہے اور زید اپنی لڑکی کو اس بریلوی کے یہاں رخصت نہیں کرنا چاہتا ہے، طلاق کا خواہش مند ہے؛ لیکن وہ لڑکا طلاق نہیں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ساری عمر طلاق نہیں دوگا، ایسی صورت میں عند الشرع اس سے چھٹکارہ کی کیا صورت ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جب کہ زید کا اور زید کی لڑکی کا مسلک وہی ہے، جو علمائے دیوبند کا مسلک ہے اور اس مسلک کی وجہ سے وہ لڑکا علمائے دیوبند کو خارج از اسلام سمجھتا ہے تو اس کے نزدیک زید خارج از اسلام ہے اور زید کی لڑکی بھی خارج از اسلام ہے۔ پس اس کا نکاح ہی اس کے نزدیک صحیح نہیں ہوا، اس جہت سے طلاق کی کیا ضرورت ہے؟ اگر رخصتی کردی جائے گی تو بھی چوں کہ اس لڑکے کے نزدیک زید کی لڑکی مسلمان نہیں؛ بلکہ کافر ہے تو اس سے صحبت کرنا حرام اور زنا ہوگا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتابوں "فتاوی رضویہ"، "الملفوظ" وغیرہ میں صاف صاف یہ موجود ہے۔ حاصل یہ کہ خود اس شخص سے تحقیق کی جائے کہ وہ علمائے دیوبند اور زید کو مسلمان سمجھتا ہے، یا کافر۔ اگر کافر سمجھتا ہے تو نکاح کیسے درست ہوا؟ اگر مسلمان سمجھتا ہے تو اقرار کرلے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۹۶)

دیوبندی لڑکے کا بریلوی لڑکی سے نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اہلِ دیوبند مسلک پر عامل لڑکے سے ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی کردی، جو اہلِ بریلوی مسلک سے تعلق رکھتی ہے تو کیا یہ نکاح درست ہے، اب شادی کے بعد لڑکا اس لڑکی سے مسلکِ اہلِ دیوبند پر عمل کرنے کو کہتا ہے تو کیا اس لڑکی کو اپنے شوہر کی بات ماننے

(۱) اگر بریلوی کے عقائد کفریہ ہوں تو ان سے نکاح جائز نہیں اور اگر محض بدعتی ہے تو ان سے نکاح کرنے سے نکاح تو ہوجاتا ہے؛ لیکن ایسا کرنا مناسب نہیں۔

﴿ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن ولأمة مؤمنة خير من مشركة ولو أعجبتكم ولاتنكحوا المشركين حتى يؤمنوا ولعبد مؤمن خير من مشرك﴾ (سورة البقرة: ٢٢١)

"ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالىٰ: (ولا تنكحوا المشركين حتىٰ يؤمنوا) ولأن في إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة في الكفر، آه". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة: ٣/٤٦٥، دار الكتب العلمية بيروت)

"ومنها ألا تكون المرأة مشركة إذا كان الرجل مسلماً، فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة لقوله تعالىٰ ﴿ولاتنكحوا المشركين حتىٰ يؤمنوا﴾". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في نكاح المشركة: ٣/٤٥٨، دار الكتب العلمية بيروت)

ہوئے اہلِ دیوبند کے مسلک کو اختیار کرلینا چاہیے؟ اگرلڑکی اس سلسلہ میں اپنے شوہر کی بات نہ مانے تو وہ شوہر کی نافرمان اور گنہگار تو نہیں ہوگی؟

باسمه سبحانه و تعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

دیوبندی مسلک کے لڑکے سے بریلوی مسلک کی لڑکی کا نکاح شرعاً درست ہے اور چوں کہ مسلکِ دیوبند برحق ہے؛ اس لیے لڑکی پر لازم ہے کہ وہ شوہر کی اِطاعت کرتے ہوئے اپنی زندگی مسلک دیوبند ہی کے مطابق گزارے اور بریلوی مسلک کی بدعات وخرافات کو چھوڑ دے، ورنہ گنہگار رہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۸/۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۴/۴/۱۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۹۵/۸)

دیوبندی کو کافر کہہ کر بریلوی لڑکی کا دیوبندی لڑکے سے نکاح کو ختم کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسلکِ دیوبند سے تعلق رکھتا ہوں، ماشاء اللہ کوئی بھی بدعت کا کام میرے گھر میں نہیں ہوتا ہے؛ لیکن میرے بھائی کی شادی ایسے شخص کے گھر ہوئی ہے، جو مسلکِ بریلوی سے تعلق رکھتے ہیں، اُن کے مفتی صاحب دیوبندی سے نکاح ہونے کو حرام کہتے ہیں؛ کیوں کہ دیوبندی کافر و مرتد ہے، کیا میاں بیوی کے مابین تفریق کردی جائے؟

باسمه سبحانه و تعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

علماء دیوبند پکے موحد، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کے شیدائی اور شریعتِ اسلامیہ کے ہر جزو پر کامل یقین رکھنے والے ہیں، اُن کو یا اُن کے ماننے والوں کو کافر اور مرتد قرار دینا بہت بڑی جسارت اور جرأت کی بات ہے، جو لوگ بھی جاننے اور بوجھنے کے باوجود محض عناد اور دشمنی میں دیوبندیوں کو کافر اور مرتد کہتے ہیں، اُنہیں خود اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے؛ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ’’جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہہ کر پکارے اور وہ اس کا مصداق نہ ہو تو یہ لفظ کہنے والے کی طرف لوٹ آتا ہے‘‘۔

بریں بنا مذکورہ بریلوی لڑکی کا نکاح دیوبندی لڑکے سے شرعی طور پر درست ہو چکا ہے اور میاں بیوی میں تفریق کی کوئی ضرورت نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم: ۱۵۸/۷)

عن عبد الله بن دينار أنه سمع ابن عمر رضى الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: أيما المرأ قال لأخيه المسلم كافر فقد باء بها، أحدهما إن كان كما قال، وإلا رجعت عليه. (الصحيح لمسلم: ٢٧/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۷/۴/۱۱ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۹۵/۸، ۹۶)

دیوبندی لڑکی کا بریلوی لڑکے سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں الحمدللہ علماء دیوبند سے تعلق رکھتا ہوں اور جہاں میری بیٹی کا رشتہ طے ہورہا ہے، وہ اعلیٰ حضرت کے ماننے والے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ شرعی اعتبار سے ایسا کرنے میں کوئی عذر تو نہیں ہے؟ حضرت سے درخواست ہے کہ جواب دے کر احسان فرمائیں۔

(المستفتی: بدرالقمر، تمبا کو والان، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ماں باپ اور اولیاء کی رضامندی سے بیٹی کا نکاح کسی بھی ایمان والے کے ساتھ درست ہے؛ لیکن شریعت میں ہم کفو اور برابری کا اعتبار اس لیے کیا گیا ہے؛ تاکہ بعد میں کہیں نبھاؤ نہ ہوسکے، اب یہ نکاح لڑکی کے حق میں کہاں تک بہتر رہے گا، وہ آپ کو خود سوچنا ہے، اگر نبھاؤ نہ ہونے کا خطرہ ہو تو ہم مسلک لڑکے کے ساتھ لڑکی کی شادی کرنی چاہیے۔

ولزم النكاح ... ولو بغير كفء إن كان الولي المزوج بنفسه أبا،أوجداً. (شامی، کتاب النکاح، باب الکفاءة، کراچی: ۶۷/۳، زکریا: ۱۷۱/۴)

الكفاءة معتبرةفي باب النكاح، ثم اعتبارها من وجوه (إلى قوله) الخامس التقوىٰ، والحسب حتىٰ لاتكون الفاسق كفوا للعدل. (الفتاوی التاتار خانیة، زکریا: ۱۳۱/۴-۱۳۷، رقم: ۵۷۳۳/۵۷۵۳)

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم تخيروا النطفكم وانكحوا الأكفاء، وانكحوا إليهم. (سنن ابن ماجه، کتاب النکاح، باب الاکفاء، النسخة الهندية: ۱۳۱/۱، دارالسلام رقم: ۱۹۶۸، المستدرک للحاکم، کتاب النکاح، مکتبه نزار مصطفیٰ الباز: ۱۰۱۱/۳، رقم: ۲۶۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱/ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۲۳۳/۳۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۱۲/۲ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۶۰۸/۱۳، ۶۰۹)

بریلوی مسلک سے تعلق رکھنے والے سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میری چچا زاد کا نکاح ایک شخص سے ہوگیا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تو بریلوی ہے، دیوبندیوں کو گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے، مولانا تھانوی کو کافر کہتا ہے، تمام رسومات اور بدعات کرتا ہے، آیا میری چچا زاد کا نکاح اس شخص سے صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر اس شخص کے نظریات اور بدعات حد کفر تک نہ پہنچی ہوں تو ایسے شخص سے نکاح منعقد ہو جائے گا اور اس سے علاحدگی اختیار کرنے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے اور اگر بدعات وغیرہ حد کفر تک پہنچی ہوں تو

نکاح منعقد نہ ہوگا اور چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہوگا۔ باقی علماء دیوبند گستاخ رسول نہیں؛ بلکہ سچے عاشق ہیں۔

لمافی القرآن الكريم (الممتحنة: ١):﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ﴾(الآية)

وفي المشكاة (ص:٢٧):عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد".

وفي الهندية (٢٨٣/٢): ما كان في كونه كفرا اختلاف فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط وما كان خطأ من الألفاظ ولا يوجب الكفر فقائله مؤمن على حاله ولا يؤمر بتجديد النكاح والرجوع عن ذلك كذا في المحيط إذا كان في المسألة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع فعلى المفتي أن يميل إلى ذلك الوجه كذا في الخلاصة.

وفيه أيضا (٢٩٢/١):ثم المرأة إذا زوجت نفسها من غير كفء صح النكاح في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ وهو قول أبي يوسف رحمه اللّٰه تعالىٰ آخرا وقول محمد رحمه الله تعالى آخرا أيضا... وروى الحسن عن أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ أن النكاح لا ينعقد وبه أخذ كثير من مشايخنا رحمهم اللّٰه تعالى، كذا في المحيط والمختار في زماننا للفتوى رواية الحسن وقال الشيخ الإمام شمس الأئمة السرخسي رواية الحسن أقرب إلى الاحتياط، كذا في فتاوى قاضي خان.

وفي الشامية (٨٤/٣): وان زوجت من غير كفء لا يلزم او لايصح. (نجم الفتاویٰ:۲۱۵/۴)

بدعات کے مرتکب گھرانے میں نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میں الحمدللہ علماءِ دیوبند کے مسلک پر ہوں اور ہمارے ہاں مروجہ ساری بدعات سے اجتناب برتا جاتا ہے۔ میری والدہ نے میرے لیے ایک جگہ لڑکی پسند کی ہے۔ لڑکی اچھی سیرت اور صورت کی مالک ہے؛ لیکن ایک مسئلہ یہ ہے کہ اس کے بھائی اور والد صاحب"دعوت اسلامی" جو بریلوی مسلک کی ایک جماعت ہے اس میں ہیں، ان کے گھر مروجہ تمام بدعات پر سختی سے عمل ہوتا ہے۔ اب آپ مجھے بتایئے کہ میرے لیے اس گھرانے میں شادی کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بریلوی مسلک سے تعلق رکھنے والا شخص اگر عقائد وغیرہ میں حد کفر تک نہ پہنچا ہو تو ایسے شخص سے نکاح کیا جا سکتا ہے، البتہ اگر بدعات وغیرہ پر مصر ہو تو اپنے بچوں وغیرہ کے مستقبل کا لحاظ کرتے ہوئے نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔

لمافي الاعتصام(ص:٧٢): ان البدعة لايقبل معها عبادة من صلاة ولاصيام ولا صدقة ولا غيرها من القربات، ومجالس صاحبها تنزع منه العصمة ويوكل إلى نفسه والماشي إليه وموقره معين على هدم الإسلام.

وفيه ايضاً: وإياك أن يكون لك من البدع أخ أو جليس أو صاحب فإنه جاء الاثر من جالس صاحب بدعة نزعت منه العصمة ووكل إلى نفسه، ومن مشى إلى صاحب بدعة مشى إلى هدم الاسلام. (نجم الفتاویٰ:۴/۲۱۵، ۲۱۶)

بدعتی سے نکاح کرنا درست ہے؛ مگر مناسب نہیں:

سوال: احمد رضا خاں بریلوی کے معتقد سے کسی اہل سنت حنفی کو اپنی لڑکی کا نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح تو ہو جاوے گا کہ آخر وہ بھی مسلمان ہے، اگر چہ مبتدع ہے؛ مگر ایسے لوگوں سے رشتہ موانست ومناکحت درست نہیں۔ [یعنی مناسب نہیں ہے۔ظفیر]

حدیث شریف میں آیا ہے:

"لا تجالسوهم ولا تناكحوهم". (الحديث)(۱)

(ترجمہ: نہ ان کے ساتھ بیٹھو اور نہ ان سے نکاح کرو۔) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۷/۱۵۸)

---

(۱) "لا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَإِنَّهُ يَجِيءُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي، فَإِذَا مَرِضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ، وَإِذَا مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ، وَلا تُنَاكِحُوهُمْ وَلَا تُوَارِثُوهُمْ، وَلَا تُسَلِّمُوا عَلَيهِمْ، وَلا تُصَلُّوا عَلَيهِمْ". [الخطيب، وابن عساكر عن أنس، قال الذهبي: هو منكر جدا](جمع الجوامع، حرف اللام والألف: ۱۱/۱۶۰، القاهرة، انيس)

"إنّ اللَّهَ اختارَنِي واختارَ لي أصحابي وأصهارِي وسَيأْتِي قَوْمٌ يَسُبُّونَهُمْ ويُبْغِضُونَهُمْ فَلا تُجالِسُوهُمْ وَلا تُشارِبُوهُمْ وَلَا تُواكِلُوهُمْ وَلَا تُناكِحُوهُمْ" [(هق) عَن أنس](الفتح الكبيرفى ضم الزيادة إلى الجامع الصغير: ۱/۲۹۷، دارالفكر بيروت، انيس)

عَنْ حاتم بن إسماعيل قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ جَعْفَر بن محمد فَأتاهُ نَفَرٌ فَقَالوا: يا بنَ رَسُولِ اللّٰه، حَدِّثْنا أَيُّنا شرٌّ كَلامًا، قَالَ: هاتُوا ما بَدَا لَكُمْ، قَالُوا: أما أَحَدُنَا فَقَدرِيٌّ، وَالآخَرُ مُرْجِئٌ، والثَّالِثُ خارِجيٌّ، فَقالَ: حَدَّثنِي أَبِي محمدٌ عن أَبِيهِ عَلِي عَنْ أبِيهِ الحُسينِ، عَنْ أبِيهِ عَلِيِّ بن أَبِي طالِبٍ، أَنَّه سَمِع رَسُولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يَقُولُ لأبِي أُمَامَةَ الباهِلِيِّ: لاَ تُجالِسْ قَدَرِيًا، وَلاَ مُرْجِئًا، ولا خارِجيًا، إنَّهُمْ يَكْفِئُونَ الدِّينَ كمَا يُكْفَأُ الإِناءُ، ويَغْلُونَ كمَا غَلَتِ اليَهُودُ والنَّصارَى، وَلِكُلِّ أُمَّةٍ مَجُوسٌ، وَمَجُوسُ هَذِ الأُمَّةِ القدريَّةُ، فَلاَ تُصافِحُوهُمْ، وَلاَ تُناكِحُوهُمْ، وَلاَ تُصَلُّوا خَلْفَهُمْ، وَإنْ مَرِضُوا فَلاَ تَعُودُوهُمْ، وَإنْ ماتُوا فَلاَ تُشيِّعُوهم، ألاَ إنَّهُمْ يُمْسَخُونَ قِرَدَةً وَخَنَازيرَ، وَلَوْلاَ مَا وَعَدَنِي رَبِّي أَنْ لاَ يَكُونَ فِي أُمَّتِي خَسْفٌ لَخُسِفَ بهِمْ فِي الْحياةِ الدُّنْيا، وَحَدَّثنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِيه، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يَقُولُ: إنَّ الْخَوارِجَ مَرَقُوا مِنَ الدِّينِ كمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لاَ يَعُودُونَ فِي الإسْلامِ حَتَّى يَعُودَ السَّهْمُ فِي الرَّمِيَّةِ، وَهُمْ يُمْسَخونَ فِي قبورِهمْ كِلابًا، وَيُحْشَرُونَ يَوْمَ القيامةِ عَلَى صُوَرِ الكِلاَبِ، وَهُمْ كِلاَبُ النَّارِ، وَحَدَّثنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِيه، عن عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ رسُولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يَقُولُ: صِنْفانِ مِنْ أُمَّتِي لاَ تَنالُهُمْ شَفَاعَتِي: الْمُرْجِئَةُ والقَدَرِيَّةُ؛ القَدَرِيَّةُ يَقُولونَ، لاَ قَدَرَ، وَهُمْ مَجُوسُ هَذِهِ الأُمَّةِ، والْمُرْجِئةُ يُفرِّقُونَ بَيْنَ القَوْلِ والعَمَلِ، وَهُمْ يَهُودُ هَذِه الأُمَّةِ.(جمع الجوامع، مسند على بن أبى طالب: ۱۷/۷۵۶، القاهرة، انيس)

==

بدعات والے گھر میں لڑکی کی شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا لڑکی کی شادی ایسے گھرانے میں کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ جس کے سب اہلِ خانہ اس کو تمام رسومات پر یعنی شبِ برأت پر حلوہ بنانا اور مزارات وغیرہ پر چادر چڑھانے کے لیے بھیجتے ہیں، وہ جانے سے اِنکار کرتی ہے، آخر کار شوہر کی نافرمانی اور دوسرے لوگوں کی وجہ سے حلوہ بنانا پڑتا ہے اور زیارت وغیرہ پر بھی جانا پڑتا ہے تو کیا بغیر دل کے صرف شوہر اور دوسرے اہلِ خانہ کی اِطاعت کی وجہ سے حلوہ بنانا اور زیارت وغیرہ پر جا سکتی ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

بدعات والے گھرانے میں لڑکی کی شادی کرنا قطعاً مناسب نہیں ہے؛ لیکن اگر ایسی جگہ شادی ہوگئی ہو تو جہاں تک ممکن ہو، مذکورہ لڑکی کے لیے بدعات ورسومات سے بچنے کی کوشش کرنا لازم ہے اور ایسے ناجائز کاموں میں شوہر، یا کسی کے بھی حکم کی تعمیل جائز نہیں۔

قال اللّٰه تعالیٰ:﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾... يأمر تعالىٰ عباده المؤمنين علىٰ فعل الخيرات وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم. (تفسير ابن كثير: ١٠/٦، روح المعاني: ٥٧/٧، التفسير المظهري: ٤٨/٣، تفسير القرطبي: ٤٧/٦)

عن علي رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا طاعة في معصية الله تبارك وتعالىٰ، إنما الطاعة في المعروف. (الصحيح لمسلم: ١٢٥/٢)

عن عمران بن حصين رضي الله عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لاطاعة لأحد في معصية الله تبارك وتعالىٰ. (مسند الإمام أحمد: ٥٩/٦-٦٠، رقم: ٢١٠٣٠)

وحق الزوج على الزوجة إن تطيعه في كل مباح يأمرها به. (البحر الرائق: ٣٨٥/٣، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۱۰/۲۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۹۶/۸، ۹۷)

قبر پرست اور غیر اللہ کے نام نذر ونیاز کرنے والے کے ساتھ نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قبر پرست، پیر پرست، غیر اللہ کے نام نذر ونیاز دینے والے اور دوسرے شرکیہ عقائد رکھنے والے شخص کے ساتھ نکاح کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: صوفی محمد شریف کیملپور، ۱۹۷۵/۲/۱۰ء)

== (وينـدب اعـلانه) أي اظهاره والضمير راجع إلى النكاح بمعنى العقد لحديث الترمذي: اعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف. ردالمحتار، كتاب النكاح: ٣٥٩/٢) هذا اذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب. (ردالمحتار، كتاب الخطر: ٣٠٧، ظفير)

الجواب

بشرط صدق وثبوت ایسے شخص کے ساتھ مسلمان لڑکی کا نکاح درست نہیں ہے۔

کما فی الهندية (۲۹۹/۱)و يدخل فی عبدة الأوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التی استحسنوها والمعطلة والزنادقة و الباطنية والاباحية و كل مذهب يكفر به معتقده كذا فی فتح القدير. (۱)**وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ:۳۱۷/۴)

بدعت کرنے والی عورتوں کا نکاح رہتا ہے، یا نہیں:

سوال: ہندوستان کی عورتیں اکثر واہیات عقیدہ اور کام برخلاف شرع کرتی ہیں، یہاں تک کہ بعض امور میں شرک کی بوبت آتی ہے؛ یعنی مزاروں پر جانا مراد مانگنا، ٹوٹکا کرنا، اس حالت میں ان کا نکاح رہتا ہے، یا نہیں؟ اور توبہ کرنے پر بھی نکاح دہرانا چاہیے، یا پہلا ہی نکاح کافی ہے؟ بعض عورتیں سمجھانے سے بھی نہیں مانتی، اگر ان کو خرچ وغیرہ نہ دیا جائے تو درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح قائم ہے؛(۲) مگر ان سے توبہ کرانی چاہیے اور آئندہ کو ایسے کاموں سے روکنا چاہیے اور احتیاطاً تجدید نکاح کرلینے میں بھی کچھ حرج نہیں ہے اور ہمیشہ ان کو سمجھاتے رہنا اور تنبیہ کرتے رہنا چاہیے، نفقہ ان کا واجب شرعی ہے، اس کو روکنا نہ چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۲۵/۷)

مودودی جماعت سے تعلق رکھنے والی عورت سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرا نکاح جماعتِ اِسلامی سے وابستہ ایک شخص کی لڑکی سے منسلک ہے، میرے خسر صاحب ہمہ تن اس تحریک کے احیاء میں مشغول رہتے ہیں اور عقائد مودودی کو مانتے ہیں، اُن کے لٹریچر کو پڑھتے ہیں اور دوسروں کو پڑھاتے ہیں، نیز علاقے کے خاص رکن بھی ہیں۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء سے (جو اِس تحریک سے وابستہ نہیں) بدظن ہیں، سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو غلطیاں پکڑی ہیں، اس کے بیان کرنے کو قباحت نہیں سمجھتے ہیں، میری بیوی بھی خسر والے عقائد کے ہم خیال ہیں اور مستقبل قریب میں اس جماعت کے خیالات سے رجوع کا کوئی قصد دکھائی نہیں دے رہا ہے، میرے دو بچے بھی ہیں، اس بارے میں اپنے چند علماء ودوستوں سے مشورہ کیا، بعض نے تو کہا کہ ان کے ساتھ رشتہ مناکحت میں

---

(۱) الفتاویٰ الهندية: ۲۸۱/۱، القسم السابع المحرمات بالشرك

(۲) وفی النهر: تجوز مناكحة المعتزلة لأنا لانكفر أحدا من أهل القبلة وإن وقع إلزاماً فی المباحث. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار: ۳۹۸/۱، فصل فی المحرمات. ظفير)

کوئی رکاوٹ نہیں ہے؛ کیوں کہ ہمارے اکابرین ومفتیان دینی مدارس نے ناجائز کا فتویٰ دیا ہوتو لوگوں کی نظر سے نہیں گزرا، دوسرے بعض نے کہا کہ ان کے ساتھ رشتہ مناکحت بالکل جائز نہیں ہے اورانہوں نے یہ دلیل پیش کی:

عن أنس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله اختارنى واختار أصحابى وأمتهارى وجعلهم أنصارى وأنه سيجىء فى اٰخر الزمان قوم ينقصونهم ويسبرونهم ألا فلا تناكحوهم، ألا فلا تنكحوا إليهم، ألا فلا تصلوا معهم، فإن أدركتموهم فلا ترعوالهم فإن عليهم لعنة الله. (كنز العمال، الدارقطني،غنية الطالبين،ص:١٤١،لاهور)

اِن دونوں باتوں سے جو پیچیدگیاں پیدا ہوگئی ہیں، از روئے شرع حل فرما کر صحیح رہنمائی فرمائیں اور مجھ کو اس الجھن سے نجات کا سامان مہیا فرمادیں۔

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

علماء دیوبند نے مودودی جماعت کی تکفیر نہیں کی؛ بلکہ اُنہیں بعض عقائدِ ضالہ کی بنیاد پر گمراہ قرار دیا ہے۔
(مکتوبات شیخ الاسلام:۲/۴۰۶)

لہٰذا مودودی جماعت سے تعلق رکھنے والی عورت سے نکاح کرنا درست ہوگا۔ اگر چہ بہتر یہ ہے کہ ابتدا ہی میں نکاح کے وقت عورت کی دینی روش کی درستگی معلوم کرلی جائے، سوال میں مذکورہ حدیث یا تو اس جماعت کے بارے میں ہے جو اپنے عقائدِ فاسدہ کی بناء پر کفر کی حدود میں داخل ہوگئی ہو، یا پھر یہ امر استحبابی اور احتیاطی ہے، صورتِ مسئولہ بالا میں آپ کو اپنے بچوں کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہئے، کہیں اُن کے عقائد بھی ماں کی طرح نہ ہوجائیں۔

وفى النهر: تجوز مناكحة المعتزلة؛ل أنا لانكفر أحداً من أهل القبلة. (الدرالمختار: ٤٥/٣، كراتشى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۰/۱۲/۷ھ۔ (کتاب النوازل:۸/۹۳،۹۵)

مودودی ذہنیت رکھنے والے سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ نوجوانوں میں کچھ تو نوعمری کا جذبہ، کچھ ناتجربہ کاری اور بے کاری نے ایک عجیب فضا پیدا کردی ہے کہ جہاں کہیں کسی بات پر کوئی جلسہ ہو، یا کوئی پروگرام ہو اور وہاں جو بات ان کے دل ودماغ میں بیٹھ جائے، یا بٹھادی جائے تو وہ اس سے ٹس سے مس نہیں ہوتے، چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ خود خاندان میں ہی بعض نوجوان مودودیت سے اتنے متاثر ہوجاتے ہیں کہ مودودی صاحب کے غلط نظریات کا پرچار ان کے لیے مقصدِ حیات ہوجاتا ہے اور بعض نوجوان ڈاکٹر اسرار احمد، یا پروفیسر طاہر القادری کے خیالات کے حامل ہوجاتے ہیں اور ان کی زبانیں ہر وقت انہی کے گن گاتی ہیں۔ آپ سے پوچھنا یہ تھا کہ اگر ایسے

نوجوانوں کا رشتہ جب خاندانی تعلقات کی بنا پر آتا ہے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے۔کیا ایسے نوجوانوں کو اپنی سادہ ذہن لڑکیاں دینا، یا ایسے گھرانوں سے جہاں مذکورہ ذہنیت کا راج ہو، وہاں سے اپنے لڑکوں کے لیے لڑکیاں لینا درست ہے؟ کیا یہ نکاح منعقد ہو جائے گا؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں یہ بات واضح رہے کہ نکاح کے لیے اسلام شرط ہے، باقی لڑکے، یا لڑکی کا تعلق کس مسلک سے ہے، اس کا نکاح کے انعقاد سے کوئی تعلق نہیں، البتہ اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ اس شخص کے عقائد ونظریات کفریہ حد تک نہ پہنچے ہوں؛ کیوں کہ اس صورت میں نکاح نہ ہوگا، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کے عقائد کفریہ نہ ہوں تو اس سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ بلکہ اگر وہ شخص معتدل المزاج ہو، اختلافی مسائل میں غالی نہ ہو اور انبیاء واصحاب کی شان میں گستاخی نہ کرتا ہو تو ایسے شخص سے نکاح کر لینا بہتر ہے؛ تا کہ معاشرے میں حلال طریقہ سے زندگی گزارنا آسان ہو۔

لما في الفقه الإسلامي وأدلته(٤٦٩١/٩، ٤٦٩٢): والسبب في عناية الشرع بهٰذه المقدمات: هو الحرص على إقامة الزواج على أمتن الأسس، وأقوى المبادء، لتتحقق الغاية الطيبة منه، وهي الدوام والبقاء، وسعادة الأسرة، والاستقرار ومنع التصدع الداخلي، وحماية هذه الرابطة من النزاع والخلاف، لينشأ الأولاد في جو من الحب والألفة والود والسكينة واطمئنان كل طرف إلى الآخر، قال اللّٰه تعالى: ﴿ومن آياته إن خلق لكم من أنفسكم أزواجاً لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودة ورحمة إن في ذلک لآيات لقوم يتفكرون﴾ (نجم الفتاویٰ: ۴/۲۱۶، ۲۱۷)

ملحد، زندیق اور فاسد العقیدہ لوگوں سے رشتہ:

سوال: ایک پیر صاحب اپنے دادا پر اس طرح درود پڑھاتے ہیں: "**اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّد الزمان السندی اللواری**". اپنے دادا کے نام کے ساتھ جل جلالہ شانہ کہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ایک قصبہ کو مکہ اور اس کے نزدیک ایک گاؤں کو مدینہ اور ایک کنوئیں کو چاہ زمزم اور ایک میدان کو عرفات اور ایک قبرستان کو جنۃ البقیع کے نام سے موسوم کر کے ۹/ ذی الحجہ کے دن ۳/ بجے ایک کثیر اجتماع کے سامنے ایک بڑے ممبر پر خطبہ حج پڑھتے ہیں اور بطور سند مریدوں کو حج مبارک کا سرٹیفکیٹ دیتے ہیں اور اپنے دادا کے مقبرہ کا طواف وسجدہ کراتے ہیں، وغیرہ۔

(۱) ایسے پیر اور ان کے مریدوں سے رشتہ ناطہ کرنا جائز ہے، یا ناجائز؟

(۲) اور جن سے رشتہ ناطہ ہو چکا ہے، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۱۶۶۱، احمد صدیق مدیر اخبار ''رہبر سند'' کراچی، ۵/ اگست ۱۹۳۷ء)

الجواب

یہ پیراوراس کے مرید جوان عقائد شنیعہ کے معتقد ہوں، ملحداورزندیق ہیں، ان زنادقہ سے علاحدہ رہناواجب ہے اور ایسے فاسدالعقیدہ لوگوں سے رشتہ ناطہ کرنا جائز نہیں ہے؛(۱) لیکن اس کے اقارب میں سے اگرکوئی شخص ان عقائد شنیعہ کا معتقد نہ ہوتو محض پیر کارشتہ دار ہونے کی وجہ سے اس پر یہ حکم عائد نہ ہوگا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی:۲۰۱/۵)

آغاخانیوں سے نکاح حرام ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرایک آدمی مسلمان ہواوراس کی بیوی آغاخانی ہوتو کیا اس کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے، یانہیں؟ بغیر مسلمان کئے اگرکوئی آغاخانی عورت سے شادی کرے تو ان کی اولاد حلال ہوگی، یانہیں؟

الجواب بعون الملك الوهاب

آغاخانی فرقہ بالاجماع کافروزندیق ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں بیوی آغاخانی اورخاوند مسلمان ہوتواس کی بیٹی سے نکاح کرنا اس شرط کے ساتھ جائز تو ہے کہ لڑکی مسلمان ہو لیکن نہ کرنا پھر بھی بہتر ہے؛ کیوں کہ ان کے گھر سے تعلقات رکھنا اپنے ایمان کوخطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ نیز اس لڑکی کی ماں آغاخانی ہے تو یہ لڑکی ولدالزنا شمار ہوگی، البتہ اس لڑکی کے مسلمان ہونے کی وجہ سے فی نفسہٖ نکاح جائز ہے۔ نیز آغاخانی عقائد کی لڑکی سے نکاح حرام وناجائز ہے، حرام ہونے کے باوجود کسی نے آغاخانی عورت سے شادی کی تو بہت خطرے کی بات ہے؛ کیوں کہ حرام کوحلال سمجھنا کفرتک پہنچا دیتا ہے، لہٰذا آغاخانی عورت سے نکاح کرنا باطل ہے اور جواولاد ہوگی، وہ ثابت النسب نہیں ہوگی۔

لمافی التفسير المنير (٢٩٢/٢): ﴿وَلاَ تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ دلت الآية على زواج المسلم بالمرأة المشركة كالوثنية والبودية والملحدة لايصح بحال.

وفى الشامية (٢٤٤/٤): حكم الدروز والتيامنة والنصيرية والإسماعيلية: تنبيه يعلم مما هنا حكم الدروز والتيامنة فإنهم فى البلاد الشامية يظهرون الإسلام والصوم والصلاة مع أنهم يعتقدون تناسخ الأرواح وحل الخمر والزنا وأن الألوهية تظهر فى شخص بعد شخص الحشر والصوم والصلاة والحج ويقولون المسمى به غير المعنى المراد ويتكلمون فى جناب نبينا كلمات فظيعة، وللعلامة المحقق عبد الرحمن العمادى فيهم فتوى مطولة وذكر فيها أنهم ينتحلون عقائد النصيرية والإسماعيلية الذين يلقبون بالقرامطة والباطنية الذين ذكرهم صاحب

---

(۱) وفى المبسوط: إن الخلاف بينهم فيما إذا كانت المرافعة أوالإسلام والعدة قائمة أما إذا كان بعد إنقضائها فلا يفرق بالإجماع. (الهندية، كتاب النكاح، الباب العاشر: ٣٣٧/١، ماجدية)

الـمـواقف ونـقـل عـن عـلـمـاء المذاهب الأربعة أنه لا يحل إقرارهم فى ديار الإسلام بجزية ولا غيرها ولا تحل مناكحتهم ولا ذبائحهم وفيهم فتوى فى الخيرية أيضا فراجعها.

مطلب جملة من لا تقبل توبته: والحاصل أنهم يصدق عليهم اسم الزنديق والمنافق والملحد ولا يـخـفـى أن إقـرارهـم بالشهادتين مع هذا الاعتقاد الخبيث لا يجعلهم فى حكم المرتد لعدم التـصـديـق ولا يـصـح إسـلام أحـدهـم ظاهرا إلا بشرط التبرى عن جميع ما يخالف عن الإسلام لأنهـم يـدعـون الإسـلام ويـقـرون بالشهادتين وبعد الظفر بهم لا تقبل توبتهم أصلا.(وهكذا فى الهندية: ٢/ ٢٦٤) (نجم الفتاویٰ: ۴/۲۶۵،۲۶۶)

آغا خانی، اسماعیلی اور بوہریوں سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آغا خان کون ہیں؟ کیا عقائد ہیں؟ کافر کیوں ہیں؟ ان کی تاریخ دنیا میں کب سے ہے، اسماعیلیہ اور ان میں کیا فرق ہے؟ یا نام الگ معنون ایک ہے، دونوں کافر ہیں، یا فرق ہے؟ علامہ شامی نے اسماعیلیہ کا ذکر کیا ہے، اس سے یہ آغا خانی اسماعیلی مراد ہیں، یا کوئی دیگر فرقہ تھا؟ ان کی لڑکی سے نکاح کا کیا حکم ہے؟ ان کی معتبر کتب کون سی ہیں؟ نیز بوہری بھی اسماعیلیہ کی قسم ہیں، یا یہ الگ فرقہ ہیں؟ ازراہِ کرم تفصیل فرماتے ہوئے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

دشمنانِ اسلام نے ہر دور میں مختلف تدبیروں سے اسلام اور اہل اسلام کو مغلوب کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آخر دور میں یہودیت کے ایجنٹ، رہبر کے روپ میں رہزن عبداللہ بن سبا کا منافقانہ طور پر اسلام قبول کرنا ہے؛ کیوں کہ اس دور میں اللہ رب العزت نے اسلام کو چہار دانگ عالم میں اس طور پر پھیلا دیا تھا کہ منافقین وکفار میں کھلے طور پر اسلام کی مخالفت کرنے کی ہمت تو نہیں ہوتی تھی؛ مگر یہودیت کی اسلام دشمنی ہمیشہ ہی مشہور رہی ہے۔

جب اعلانیہ مخالفت ان کے لیے دشوار ہوگئی تو خفیہ سازشیں کرنے لگے اور اس خفیہ سازش کا حصہ ابن سبا ہے۔ یہودیوں نے اس کو آستین کا سانپ بنا کر اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے آمادہ کرتے ہوئے بظاہر اسلام قبول کرنے کے لیے تیار کرلیا، بالآخر ابن سبا مدینہ طیبہ پہنچ کر امیر المومنین خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر اسلام قبول کر کے مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہوگیا، پھر مدینہ طیبہ ہی سے اس نے اپنی تحریک کا آغاز کرتے ہوئے کچھ چیلے تیار کر لیے۔ آہستہ آہستہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ان کی ذہن سازی کرنے لگا، سب سے پہلے اپنے شاگردوں کو سبق پڑھایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق نہیں، غاصبانہ قبضہ ہے، اصل

حق دار تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں؛ کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد، داماد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔مختلف علاقوں میں جا جا کر اپنے لوگ تیار کیے اور ان کو مختلف سبق پڑھائے، بالآخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔

اس کے بعد خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ابن سبا نے اپنے مشن میں بہت تیزی اختیار کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کیا کہ حضرت علی وصی رسول اللہ ہیں، کبھی کہتا کہ حضرت علی خلیفہ بلافصل ہیں، کبھی کہتا کہ علی اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں اور کچھ عرصہ بعد دعویٰ کر دیا کہ حضرت علی ہی خود اللہ ہیں، العیاذ باللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ علی میں حلول کر گئے ہیں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی خرافات کا پتہ چلا تو پہلے آپ نے اس بد بخت کو بہت سمجھایا اور بالآخر اس کو جلا وطن کر دیا؛ کیوں کہ یہ مختلف لوگوں کو مختلف نظریات دیتا رہتا تھا؛ اس لیے جن لوگوں کو جو نظریہ دیا، وہ اسی پر کاربند رہے، اسی وجہ سے شیعوں میں مختلف فرقے بن گئے، بعض اللہ تعالیٰ کے امام میں حلول کے قائل تھے اور بعض نہیں تھے؛ مگر من جانب اللہ امامت کے عقیدے پر سب متفق ہیں، سوائے تفضیلیہ کے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شیعوں میں امامت کا سلسلہ چل نکلا، حضرت علی امام اوّل ہیں، ان کے بعد امام حضرت حسن ہیں، ان کے بعد امام حضرت حسین ہیں، ان کے بعد امام حضرت زین العابدین ہیں، ان کے بعد امام حضرت باقر ہیں، ان کے بعد امام حضرت جعفر صادق ہیں۔

ان لوگوں کے بقول حضرت امام جعفر صادق نے اپنی زندگی میں ہی اپنے سب سے بڑے صاحبزادے اسماعیل کو اپنا نائب بنایا؛ مگر کچھ عرصہ بعد اسماعیل کا حضرت جعفر صادق کی زندگی میں انتقال ہو گیا۔اسماعیل کے انتقال کے بعد حضرت جعفر نے اپنے دوسرے صاحبزادے حضرت موسی کاظم کو اپنا جانشین بنا دیا، جب حضرت جعفر صادق کا انتقال ۱۴۸ھ میں ہوا تو شیعوں کے دو گروہ بن گئے۔بعض نے کہا کہ حضرت اسماعیل ہی جانشین ہیں اور بعض نے کہا نہیں موسیٰ کاظم امام ہیں، جنہوں نے اسماعیل کو امام مانا، وہ اسماعیلی کہلائے اور انہوں نے امامت کے سلسلے کو حضرت اسماعیل کی اولاد میں جاری کرتے ہوئے ان کے صاحبزادے محمد بن اسماعیل کو امام بنالیا اور جنھوں نے امام حضرت موسیٰ کاظم کو مانا تھا، وہ موسویہ کہلائے اور انہوں نے امامت کا سلسلہ حضرت موسیٰ کاظم کے بعد ان کی اولاد میں جاری کرلیا؛ کیوں کہ ابن سبا نے مختلف لوگوں کو مختلف عقائد دیئے تھے؛ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ میں خدا کے حلول والا عقیدہ فرقہ اسماعیلیہ نے اختیار کیا اور انہوں نے امامت کے سلسلے کو ہمیشہ کے لیے جاری کرلیا، جب کہ فرقہ موسویہ [موجودہ اثنا عشریہ، امامیہ] انہوں نے بارہویں امام کے غار میں چھپ جانے کا عقیدہ گھڑ کے سلسلہ امامت کو اس پر ختم کر دیا، جب کہ اسماعیلیہ کا سلسلہ امامت جاری ہے اور موجودہ دور ۲۰۱۳ء میں ان کا پچاسواں امام پرنس کریم آغا خان ہے۔

حضرت جعفر صادق نے اسماعیل کو ۱۳۳ھ میں اپنا جانشین بنایا تھا، تب سے اس فرقے کی بنیاد پڑی ہے، آغا خانی

اور اسماعیلی یہ دونوں نام ایک ہی فرقے کے ہیں، آغا خانی کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ جب اسماعیلیوں کا ۴۵ رواں امام خلیل اللہ ۱۲۳۳ھ میں ایک سازش کے تحت قتل کر دیا گیا تو اسماعیلیوں کو خوش کرنے کے لیے خلیل اللہ کے دو سالہ لڑکے جس کا نام حسن علی تھا، اس کو آقا خان کا لقب دیا گیا، جس پر انہیں آقا خان محلاتی پکارا جانے لگا اور ایرانی بادشاہ نے اپنی لڑکی سے بعد میں اس کی شادی بھی کر دی؛ مگر بادشاہ فتح علی کی وفات کے بعد حسن علی شاہ آقا خانی محلاتی کو ایران میں بڑی مشکلات پیش آئیں؛ اس لیے انہوں نے ایران کو چھوڑ کر ہندوستان میں بمبئی آکر سکونت اختیار کر لی، پھر یہاں آکر آقا خان سے آغا خان کہے جانے لگے۔ (آغا خانیت علماءِ امت کی نظر میں، صفحہ:۱۰، ادیان باطلہ اور صراط مستقیم صفحہ:۷۷)

(۱) آغا خانیوں کا کلمہ ''أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله وأشهد أن علياً الله'' ہے، جو کہ مسلمانوں کے کلمہ سے جدا ہے، یہ لوگ (۲) نماز، (۳) روزہ، (۴) زکوٰۃ، (۵) حج کے منکر ہیں۔

(۶) نبوت سے امامت کو بالاتر مانتے ہیں۔

(۷) امام میں خدا کے حلول کے قائل ہیں، لہذا ان کے نزدیک امام ہی حقیقت میں خدا ہے، اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

(۸) منزل من اللہ قرآن کریم کو نہیں مانتے؛ بلکہ اپنے حاضر امام کو بولتا قرآن کہتے ہیں اور وہ جو بھی احکام بتائے اس پر عمل کرتے ہیں۔ (مختصراز ادیان باطلہ، صفحہ:۸۱)

مذکورہ بالا عقائد کفریہ کی بنا پر اسماعیلی فرقہ کافر و زندیق ہے، یہ مرتدین کے حکم میں ہیں۔ ان سے نکاح، معاملات وغیرہ کرنا بالکل ناجائز و حرام ہے اور علماءِ امت کا ان کے کفر پر اجماع ہے۔

بوہری فرقہ یہ بھی فرقہ اسماعیلیہ کی ہی ایک شاخ ہے۔ جب مستنصر باللہ ۴۲۷ھ بمطابق ۱۰۳۵ء (وفات ۴۸۷ھ بمطابق ۱۰۹۰ء) کا انتقال ہوا تو فاطمیوں میں ان کے جانشین بنانے میں اختلاف ہوا، بعض نے المستنصر کے صاحبزادے نزار کو جانشین بنایا اور بعض نے المستنصر کے چھوٹے صاحبزادے المستعلی کو جانشین بنایا، جنھوں نے نزار کو جانشین بنایا وہ نزاریہ کہلائے اور جنھوں نے المستعلی کو جانشین بنایا، وہ مستعلویہ کہلائے۔

مستعلی کا معنی وہ غیبوبت سے کرتے ہیں کہ ان کے آخری امام طیب تھے، جس نے کم سنی میں ہی غیبوبت (۵۲۴ھ بمطابق ۱۱۱۳ء میں) اختیار کر لی۔ اس وقت سے ان میں امام مستور (چھپے ہوئے امام) کا دور شروع ہوا ہے؛ مگر دعوت کا سلسلہ داعیوں کے ذریعے اب بھی جاری ہے۔ اس فرقہ کے پیروکار یمن، مصر، ہندوستان اور پاکستان میں کثرت سے پائے جاتے ہیں، ہندوستان میں ان کا مرکز ۹۴۶ھ بمطابق ۱۵۴۰ء میں احمد آباد گجرات میں منتقل ہو گیا تھا اور وہاں پر ان کے منصب کا داعی یوسف بن سلیمان تھا۔

جب ان کے چھبیسویں داعی داؤد بن عجب شاہ کا انتقال ۱۵۰۱ء میں ہوا تو پھر اکثریت نے داؤد بن قطب شاہ کو

ستائیسواں داعی مانا اور یمن والوں نے سلیمان بن حسن کو ستائیسواں داعی بنالیا، اس بناپر داؤد کو داعی ماننے والے داؤدی کہلائے اور سلیمان کو داعی ماننے والے سلیمانی کہلائے۔ ہندو پاک میں اب ان کے داعی غالبا برہان الدین ہیں، جو کہ ان کے ۲۵/ویں داعی کہلاتے ہیں، عموماً یہ لوگ تجارت کرتے ہیں، اس وجہ سے ان کو بوہری کہا جاتا ہے۔

المستنصر باللہ کے انتقال کے بعد بعض حضرات نے ان کا جانشین ان کے چھوٹے صاحبزادے المستعلی باللہ کو بنایا تھا، جس کو امام طیب ہی کہا جاتا ہے اور یہ امام طیب ۵۲۴ھ کے آخر میں غائب ہوگیا تھا، جب سے ان کا امام مستور چلا آرہا ہے، چناں چہ اس فرقہ کی بنیاد ۵۲۴ھ میں پڑی تھی۔

عقائد ونظریات:

(۱) امام طیب کی نسل میں برابر امامت کا سلسلہ چل رہا ہے، اگر چہ امام طیب غائب ہے؛ مگر ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ داعیوں کو ہدایات دیتا رہتا ہے۔

(۲) سود لینا جائز ہے۔

(۳) دیوالی (مندرسوار) پر یہ لوگ بھی روشنی کرتے ہیں۔

(۴) ہندی مہینوں کے اعتبار سے حساب کتاب کو ضروری سمجھتے ہیں۔

(۵) مسجد، جماعت خانہ، قبرستان سب جدا ہے۔

(۶) کلمہ ’’**لا اله إلا الله محمد رسول الله مولانا علی ولی الله وصی رسول الله**‘‘ ہے۔

(۷) اذان میں ’’**أشهد أن محمدا رسول الله**‘‘ کے بعد ’’**أشهد أن مولانا عليا ولی الله**‘‘ اور ’’**حی علی الفلاح**‘‘ کے بعد ’’**حی علی خير العمل محمد وعلی خير البشر وعشرتها علی خير العمل**‘‘ کا اضافہ ضروری سمجھتے ہیں۔ اکابرین علماء اہل سنت نے ان کے عقائد کی بنیاد پر ان کو کافر وزندیق لکھا ہے، ان کے ساتھ بھی نکاح، رشتہ داری کے تعلقات ودیگر معاملات رکھنا بالکل ناجائز وحرام ہے۔

اسماعیلی اور بوہریوں میں فرق محقق العصر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب فرماتے ہیں:

’’اسماعیلی شیعوں کے دونوں فرقے آغا خانی جو حاضر امام کے معتقد ہیں اور شریعت کے تمام احکام کو معطل سمجھتے ہیں اور اسی لیے ان کے یہاں کوئی مسجد نہیں ہوتی بلکہ اپنی تقریبات کیلئے جماعت خانہ میں جمع ہوجایا کرتے ہیں اور بوہری جو امام مستور کے قائل ہیں اور اس کے داعی برہان الدین کے معتقد اور چونکہ سردست ان کے یہاں احکام شرع معطل نہیں اس لئے ان کی مسجدیں بھی ہیں اور حج پر بھی چلے جاتے ہیں‘‘۔ (اسماعیلیہ، صفحہ:۵)

لما فی اعلام الوریٰ (ص: ۲۸٤، الفصل الخامس ذکر اولاد ابی عبداللہ الصادق، دار المعرفة):
فلما مات الصادق انتقل جماعة منهم إلى القول بامامة موسى بن جعفر، وافترق باقون منهم

فرقتين فريق منهم رجعوا عن حياة اسماعيل وقالوا بامامة ابنه محمد بن اسماعيل لظنهم ان الامامة كانت فى ابيه وان الابن احق بمقام الامامة من الاخ وفريق منهم ثبتوا على حياة اسماعيل وهم اليوم شذاذ وهذان الفريقان يسميان الاسماعيلية.

وفى أحكام القرآن لأبى بكر الرازى (١/٤٥،سورة البقرة،دارالكتب العربى): وقولهم فى ترك قبول توبة الزنديق يوجب ان لايستتاب الاسماعيلية وسائر الملحدين الذين قد علم منهم اعتقاد الكفر كسائر الزنادقة وان يقتلوا مع اظهارهم التوبة.

وفى الشامية (٤/٢٤٤): حكم الدروز والتيامنة والنصيرية والإسماعيلية: تنبيه يعلم مما هنا حكم الدروز والتيامنة فإنهم فى البلاد الشامية يظهرون الإسلام والصوم والصلاة مع أنهم يعتقدون تناسخ الأرواح وحل الخمر والزنا وأن الألوهية تظهر فى شخص بعد شخص الحشر والصوم والصلاة والحج ويقولون المسمى به غير المعنى المراد ويتكلمون فى جناب نبينا كلمات فظيعة،وللعلامة المحقق عبد الرحمن العمادى فيهم فتوى مطولة وذكر فيها أنهم ينتحلون عقائد النصيرية والإسماعيلية الذين يلقبون بالقرامطة والباطنية الذين ذكرهم صاحب المواقف ونقل عن علماء المذاهب الأربعة أنه لا يحل إقرارهم فى ديار الإسلام بجزية ولا غيرها ولا تحل مناكحتهم ولا ذبائحهم وفيهم فتوى فى الخيرية أيضاً فراجعها.

وفى الفتاوىٰ اللجنة الدائمة (٢/٣٨٣) العقيدة،البوهرة (دارالمؤيد): فإذا كان حال البوهرة، كما ذكر فى السؤال فسجودهم لكبيرهم عبادة وتأليه له، واتخاذ له شريكا مع الله أو إلها من دون الله، وأمره إياهم بذلك أو رضاه به يجعله طاغوتا يدعو إلى عبادة نفسه، فكلا الفريقين التابع والمتبوع كافر بالله خارج بذلك عن ملة الإسلام والعياذ بالله. (نجم الفتاویٰ: ۲۶۸/۴، ۲۶۹)☆

☆ **آغا خانی فرقہ سے نکاح:**

سوال: ہندہ اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتی ہے اور زید آغا خانی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے، کیا شریعت کی رو سے ان میں شادی ہوسکتی ہے؟ (محمد شاہد، پاٹن بوری، مہاراشٹر)

الجواب

آغا خانیوں کے بعض عقائد کافرانہ ہیں؛ اس لیے مسئولہ صورت میں نکاح درست نہیں، تفصیل کے لیے حضرت مفتی شفیع صاحب کی جواہر الفقہ جلد دوم ملاحظہ ہو۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۵۳/۴)

اسماعیلی فرقے سے تعلق رکھنے والے شخص سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک مسلمان سنی عورت نے اسماعیلی فرقے کے شخص سے نکاح کیا ہے؟ شرعی حکم کیا ہے؟

(۱) یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

(۲) نکاح واجب الفسخ ہے، یا خود ہی ختم ہو چکا ہے؟ ==

پرچمی وخلقی پارٹی والوں سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جولوگ افغانستان میں پرچمی اور خلقی ہیں اور مجاہدین کے مقابلہ میں لڑتے ہیں، ان لوگوں کے ساتھ نکاح کا کیا حکم ہے اوران کے نکاح ختم ہوچکے ہیں، یانہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمود حقانی، ۱۴/۲/۱۹۸۷ء)

الجواب

ہراس شخص جس کا عقیدہ کمیونزم ہو اور کمیونزم کوموجب ترقی اوراسلام کوموجب تنزل کہتا ہو، وہ مرتد ہے۔(۱) ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں اوران کی زوجات کے ساتھ بعد از عدت نکاح کیا جاسکتا ہے۔(۲) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۸/۴)

== (۳) مسلمان عورت کے ایمان میں تو فرق نہیں آیا ہے؟

الجواب بعون الملك الوهاب

مسلمان عورت کا کسی کافر مرد کے ساتھ نکاح کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اور اہل سنت والجماعت نے اسماعیلی فرقہ کو اسلام سے خارج قرار دیا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ عورت کا اس اسماعیلی شخص سے نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا، ان کے درمیان فوراً جدائی کروانا ضروری ہے اوراس عورت کوتوبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

لمافي القرآن الكريم (البقرة: ٢٢١): ﴿وَلاَ تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ﴾(الآية)

وفي الشامية (٢٤٤/٤): حكم الدروز والتيامنة والنصيرية والإسماعيلية: تنبيه يعلم مما هنا حكم الدروز والتيامنة فإنهم في البلاد الشامية يظهرون الإسلام والصوم والصلاة مع أنهم يعتقدون تناسخ الأرواح وحل الخمر والزنا وأن الألوهية تظهر في شخص بعد شخص الحشر والصوم والصلاة والحج ويقولون المسمى به غير المعنى المراد ويتكلمون في جناب نبينا كلمات فظيعة،وللعلامة المحقق عبد الرحمن العمادي فيهم فتوى مطولة وذكر فيها أنهم ينتحلون عقائد النصيرية والإسماعيلية الذين يلقبون بالقرامطة والباطنية الذين ذكرهم صاحب المواقف ونقل عن علماء المذاهب الأربعة أنه لا يحل إقرارهم في ديار الإسلام بجزية ولا غيرها ولا تحل مناكحتهم ولا ذبائحهم وفيهم فتوى في الخيرية أيضا فراجعها. (نجم الفتاویٰ: ۲۶۶/۴)

(۱) قال العلامة الآفندي: ذكر في المسايرة ان ماينفي الاستسلام او يوجب التكذيب فهو كفر، وقال الحصكفي: من هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقده للاستخفاف فهو ككفر العناد والكفر شرعا تكذيبه صلى الله عليه وسلم في شيء مماجاء به من الدين ضرورة.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار: ٣١١/٣،باب المرتد)

وفي الهندية:وبتحسين امر الكفار اتفاقا. (الفتاویٰ الهندية: ٢٧٧/٢، كتاب الارتداد)

(۲) قال العلامة الحصكفي: لم تبن حتىٰ تحيض ثلاثا أوتمضى ثلاثة أشهر قبل اسلام الآخر اقامة لشرط الفرقة مقام السبب، قال ابن عابدين: وهل تجب العدة بعد مضى هذه المدة فان كانت المرأة حربية فلا لانه لا عدة على الحربية وإن كانت هي المسلمة فخرجت الينا فتمت الحيض هنا فكذلک عند ابى حنيفة خلافا لهما لان المهاجرة لاعدة عليها عنده خلافا لهما كما سيأتي بدائع وهداية وجزم الطحاوی بوجوبها قال البحر وينبغي حمله علىٰ اختيار قولهما.(الدرالمختار مع ردالمحتار: ٤٢٤/٢، باب نكاح الكافر)

حاجی عثمان کے پیروکار سے نکاح کا حکم:

سوال: ایک شخص حاجی عثمان صاحب کا معتقد ہے، اس کی خانقاہ میں جاتا ہے، اس کے بارے میں دریافت کرنا ہے:

(۱) اس سے رشتہ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) اگر رشتہ کرلیا جائے تو نکاح صحیح ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب

از مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہم (دارالافتاء والارشاد)

حضرات اکابر مفتیان کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حاجی عثمان گمراہ ہے، ۵ر شوال ۱۴۰۸ھ کو اکابر مفتیان کرام نے حاجی عثمان کو، دارالافتاء والارشاد ناظم آباد میں بلا کر اس سے مفصل گفتگو کی، اس کے نتیجے میں حاجی عثمان کے جو نظریات سامنے آئے، ان کے بارے میں سب حضرات نے حاجی عثمان کے نام ایک نصیحت نامہ اپنے دستخطوں سے روانہ فرمایا، جس کے چند اقتباسات یہ ہیں:

(۱) آپ میں بیعت وارشاد کی اہلیت نہیں۔

(۲) آپ میں بیعت وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا تو اس سے شدید گمراہی پھیلنے کا سخت خطرہ ہے۔

(۳) آپ کے بعض معتقدات اہل حق کے معتقدات کے خلاف ہیں:

(۱) اپنی تحقیق یا استخارہ کو بالکل قطعی اور یقینی سمجھنا۔

(۲) ایک خلیفہ کے مشاہدے کی بنا پر ایک صحیح حدیث کا انکار کرنا۔

(۴) یہ سب انتہائی خطرناک اور گمراہانہ خیالات ہیں، جس سے زندقہ کی راہ کھلتی ہے۔

(۵) مکاشفہ، مشاہدہ یا الہام کی بناء پر شریعت کے کسی بھی حکم، یا دلیل کا انکار کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

(۶) آپ کے خلیفہ کا مشاہدہ ایک صحیح حدیث کے خلاف ہوا تو آپ کو کوئی تردد پیدا نہیں ہوا؛ لیکن جب آپ کے ایک مریدزادہ ''چاند میاں'' کی شادی کے بارے میں اس خلیفہ کا مشاہدہ آپ کے استخارہ کے خلاف ہوا تو تردد پیدا ہوگیا، آپ نے اپنے استخارہ کے نتیجے کو ایک صحیح حدیث سے بھی زیادہ فوقیت دی۔

(۷) جو خلیفہ خود آپ کے بقول سالہا سال تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھتا رہا، اس کو اپنی طرف سے نہ صرف ''کامل'' ہونے؛ بلکہ ''اکمل'' کے قریب ہونے کی گواہی دی؛ بلکہ اسے یہ سند بھی عطا کی کہ وہ ''غوث'' اور فرد کی منزلیں طے کر چکا ہے اور ''قطب وحدت'' کے منصب پر پہنچ گیا ہے۔

(۸) مریدین کی اصلاح وتربیت اور نگرانی کی، آپ میں ہرگز صلاحیت نہیں۔

(۹) حضرت مولانا فقیر محمد صاحب مدظلہم العالی نے خلافت سلب فرمالی تو پھر آپ نے حضرت مولانا کی طرف

سے رجوع کر کے ان اسباب کے ازالے کی کوشش نہ کی، جن کی بنا پر خلافت سلب ہوئی تھی؛ بلکہ آپ نے بیعت لینے کا سلسلہ بدستور جاری رکھا، آپ کا یہ طرز عمل طریقت وسلوک کے بنیادی اصولوں کے بھی خلاف تھا، شیخ کی ناراضگی کے اسباب دور کرنے کے بجائے اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بیعت کا سلسلہ جاری رکھنا طریقت وسلوک کے ابجد کے بھی خلاف ہے، جو شخص اپنے شیخ کے حکم کی اطاعت نہ کرے، وہ اپنے مریدوں سے اطاعت کرانے کا اہل کیسے ہوسکتا ہے؟

(۱۰) آپ کا طرز عمل طریقت وسلوک کے مسلم بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔

(۱۱) آپ کے پاس اتنا علم نہیں، جو ایک شیخ طریقت کے ضروری ہوتا ہے۔

(۱۲) طریقت وسلوک میں پیش آنے والے مراحل کے بارے میں آپ کے خیالات وتصورات ومعتقدات درست نہیں۔

(۱۳) نہ مریدین کی اصلاح وتربیت کے بنیادی تقاضوں سے واقفیت ہے۔

(۱۴) نہ کسی شیخ محقق کے ساتھ آپ نے کوئی رابطہ رکھا ہے۔

(۱۵) آپ کے لیے اصلاح اور ارشاد کا سلسلہ جاری رکھنا شرعاً ہرگز جائز نہیں۔

(۱۶) نہ کسی مسلمان کے لئے جائز ہے کہ وہ آپ کے ساتھ مریدی کا تعلق قائم کرے۔

(۱۷) آپ اپنے غلط خیالات اور غلط طرز عمل سے تائب ہوں۔

(۱۸) خانقاہ کا یہ سلسلہ اور بیعت لینا موقوف کردیں اور اس کا اعلان کریں۔

(۱۹) دوسروں کی اصلاح کی فکر میں پڑنے کی بجائے اپنی اصلاح کی فکر کریں۔

(۲۰) اصلاح خلق کا خیال دل سے نکال کر خالص اپنی اصلاح کے لیے اپنے آپ کو شیخ کے حوالے کریں اور صرف رسمی تعلق کے بجائے اپنے معاملے کو ان کے سامنے پیش کریں، ان سے ہدایات لیں اور ان کا مکمل اتباع کریں، خواہ وہ ہدایات آپ کی اپنی رائے، تحقیق، مکاشفات وغیرہ کے کتنی خلاف ہوں، یہی آپ کے لیے راہ نجات ہے، ورنہ آپ بہت خطرناک راستے پر پڑ چکے ہیں۔

(۲۱) آپ کے لیے عزت کا راستہ یہی ہے کہ از خود اس مشورہ پر عمل کرلیں۔

حاجی عثمان نے اس نصیحت نامے کی طرف کوئی توجہ نہ دی تو آپ کے شیخ نے دوبارہ خلافت سلب کرنے کا اعلان فرمایا اور حاجی عثمان کو توبہ کی تلقین فرمائی ہے، وہ اس پر تائب نہ ہوا تو شیخ نے تحریر فرمایا:

اگر حاجی عثمان تکبر کرے اور فساد کرے تو فساد کر روکنے کے لیے حکومت کے ذریعے انتظام کرنا۔

اس تفصیل کے بعد سوالات کے جوابات لکھے جاتے ہیں:

(۱)　ایسے گمراہ شخص کے مرید، یا معتقد سے رشتہ کرنا جائز نہیں۔

(۲) کسی ناجائز اور حرام کام کے بارے میں یہ دریافت کرنا کہ کرلیا جائے تو کیا ہو جائے گا، یا نہیں؟ سخت گناہ ہے؛ بلکہ اس پر کفر کا خطرہ ہے؛ اس لیے نفس پرستی کے لیے ارتکاب حرام میں احکام شریعت کی تخفیف وتوہین ہے۔

علاوہ ازیں حاجی عثمان جس ڈگر پر چل رہا ہے، پھر اتنے بڑے اکابر علماء ومفتیان کرام کے علاوہ خود اپنے شیخ کے سمجھانے پر بھی باز نہیں آرہا، اس کے اور اس کے مریدین ومعتقدین کا کسی بھی وقت کفر تک پہنچ جانا کوئی بعید نہیں، العیاذ باللہ ایسی حالت میں اس نکاح کا انجام کیا ہوگا؟ عمر بھی حرام کاری اور اولاد ولد الزنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد، الجواب صحیح: ولی حسن، الجواب صحیح: عبدالرحیم

دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن نائب مفتی دارالافتاء والارشاد، ۴ر ربیع الآخر ۱۴۰۹ھ

جواب از مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم:

(۱) ہمیں اس بات سے اتفاق ہے کہ حاجی عثمان صاحب کے عقائد سے متعلق جو امور جواب میں بیان کئے گئے ہیں، وہ گمراہ کن عقائد ہیں، ایسے گمراہانہ عقائد کے حامل کسی شخص سے، یا اس کے کسی پیروکار سے نکاح کرنا ناجائز ہے۔

(۲) اگر نکاح کر ہی لیا تو خواہ وہ منعقد ہو جائے؛ مگر سخت گناہ کا کام ہوگا۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، دارالافتاء دارالعلوم کراچی، ۱۴۰۹/۴/۶ھ۔

الجواب صحیح: محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ۔ ۱۴۰۹/۴/۶ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۲۶۲-۲۶۵)

شیعہ، اہل قرآن وغیرہ سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال (۱) اگر لڑکا اہل سنت اور لڑکی شیعہ، یا مرزائی، یا چکڑالوی وغیر ہو تو وہ باہمی نکاح کر سکتے ہیں، یا نہ؟ اور اگر لڑکی اہل سنت اور لڑکا شیعہ وغیرہ ہو تو باہم نکاح ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

مسلمان کی شادی عیسائی عورت سے:

(۲) مسلمان مرد عیسائی عورت سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ مرزائی چکڑالوی وروافض غالی کی تکفیر کی گئی ہے اور باہم مسلمان وکافر میں مناکحت جائز نہیں ہے۔(۱)

(۲) کرسکتا ہے؛ کیوں کہ اہل کتاب سے مناکحت مسلمان کو درست ہے، (**كذا في الدر المختار وغيره**) لیکن بچنا بہتر ہے۔

---

(۱) صح نكاح كتابية وإن كره تنزيهاً مومنة بنبي مرسل مقرة بكتاب منزل وإن اعتقدوا المسيح الٰهاً. (الدر المختار على هامش رد المحتار، فصل في المحرمات: ۲/۳۹۷-۳۹۸، ظفير)

ففي الفتح: ویجوز تزوج الکتابیات والأولیٰ أن لا یفعل. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۵۵-۴۵۶)

جس لڑکے سے لڑکی کی شادی کی، وہ اہل قرآن ہوگیا تو نکاح قائم رہا، یا فسخ ہوگیا:

سوال: عمر نے اپنی لڑکی زینب کا نکاح اپنے بھتیجے زید کے ساتھ کر دیا تھا؛ لیکن زید نے بعد بلوغ کے اول مذہب اہل حدیث اختیار کیا، بعدہ مولوی عبداللہ چکڑالوی، جو کہ اہل قرآن مشہور ہے، اس کا متبع ہوگیا اور احادیث شریف کا بالکل منکر ہوگیا ہے۔ اب زید عمر کو کہتا ہے کہ تم اپنی لڑکی زینب کی شادی میرے ساتھ کرادو۔ عمر کہتا ہے کہ تم اہل سنت والجماعت کے دائرہ سے خارج ہوگئے ہو۔ آیا اس صورت میں عمر کی دختر زینب کا نکاح زید کے ساتھ قائم رہا، یا فسخ ہوگیا؟

الجواب

عمر کی دختر کا نکاح اس صورعت میں زید سے فسخ ہوگیا ہے، زینب کو زید کے گھر نہ بھیجا جاوے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۴۷۴)

مسلمانوں کے باہمی رشتہ میں رخنہ ڈالنے والے گناہ گار ہیں:

سوال: میں پہلے غیر قوم سے تعلق رکھتا تھا؛ لیکن عرصہ ۳۵ سال کا ہوا کہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور اب تک اسلام کی خدمت کرتا چلا آیا ہوں اور بفضلہ تعالیٰ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہوں اور بیوی بھی ایک مسلمان صاحب ایمان اللہ بخش کی لڑکی ہے، جو صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے۔ میرا ایک لڑکا ہے اور ایک لڑکی ہے، جس کی عمر تقریباً دس سال کی ہے اور قرآن شریف پڑھ رہی ہے۔ میں اپنے لڑکے کی شادی ایک جگہ کرنا چاہتا ہوں اور لڑکی والے بھی بالکل تیار ہیں؛ لیکن ان کے کچھ رشتہ دار کچھ ایسے جاہل ہیں، جو ان کو ورغلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ نومسلم ہے، ان کو لڑکی نہیں دینی چاہیے تو ایسے لوگ جو اس نیک کام میں رخنہ ڈالیں، ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(المستفتی: ۲۱۰۸، شیخ عبدالرحمٰن صاحب (دہرہ دون) ۸/شوال ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۲/دسمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

نومسلم جو نیک صالح اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوں، ان کو لڑکی دینا جائز؛ (۳) بلکہ موجب اجر وثواب ہے، جو لوگ کہ اس نیک کام میں رخنہ اندازی کرتے ہیں، وہ سخت گنہگار رہوں گے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۵/۲۰۱)

---

(۱) فتح القدیر: ۳/۲۱۸، کتاب النکاح. ظفیر

(۲) من لم یقر ببعض الأنبیاء علیهم الصلاة والسلام أولم یرض بسنة من سنن المرسلین فقد کفر. (الفتاویٰ الهندیة، مصری، باب أحکام المرتدین: ۲/۲۶۳، ظفیر)

وارتداد أحدهما فسخ عاجل. (الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب نکاح الکافر: ۲/۵۳۹، ظفیر)

(۳) فمن له أب وجد فی الإسلام أوالحریة کفو لمن له آباء، قال فی فتح القدیر: والحق أبو یوسف الواحد بالمثنی کما هومذهبه فی التعریف أی فی الشهادات و الدعوی. (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الکفاءة: ۳/۸۷-۸۸، سعید)

نکاح سے متعلق متفرق مسائل

جو ایمان مجمل و مفصل نہ جانے ،اس سے نکاح:

سوال: ہندہ صفت ایمان واسلام سے ناواقف ہے،حتیٰ کہ کلمہ بھی نہیں جانتی اور ایمان مجمل اور مفصل بھی نہیں جانتی ،اس سے نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ایسے ناواقف لوگوں کو صرف یہ تعلیم کرادی جائے کہ کہو اللہ ایک ہے،محمد اللہ کے سچے رسول ہیں اور اس کو دل سے سچا جانو، پس اس سے آدمی مومن اور مسلمان ہو جاتا ہے،اس اقرار کر لینے کے بعد اس سے نکاح درست ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بدون تصدیق قلبی کے ایمان حاصل نہیں ہوتا؛لیکن جاہلوں اور ناواقفوں سے صرف یہی کہلا لیا جاوے، جو اوپر مذکور ہے، ان سے یہ نہ پوچھا جاوے کہ ایمان کیا ہے اور تصدیق کیا ہے اور ایمان مفصل کون سا ہے اور ایمان مجمل کون سا غرض یہ ہے کہ ایسے بات کی جاوے، جس سے اس کو مسلمان بنایا جاوے، نہ یہ کہ اس سے تحقیقات کر کے اس کو کافر بنایا جاوے۔فقط

(بہر حال جب ہندہ اپنے کو مسلمان کہتی ہے اور درحقیقت ہے بھی مسلمان تو اس سے نکاح درست ہے،تعلیم کی کمی ہے، لہذا کلمہ وغیرہ احتیاطاً پڑھا دیا جائے۔[ظفیر])(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۴۷)

جو کلمہ سے ناواقف ہو،اس کا نکاح رہتا ہے، یا فاسد ہو جاتا ہے:

سوال: جس شخص کو صفت ایمان وکلمہ معلوم نہ ہو اور اپنی منکوحہ کو غیر آباد رکھے اور خلاف شریعت کام کرے، ایسے شخص کا نکاح ثابت رہتا ہے، یا نہ؟ اگر فاسد ہوتا ہے تو اس کی عورت پر کیا عدت ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

نکاح اس کا شرعاً ثابت وقائم ہے، فاسد نہیں ہوا، بدون طلاق دیئے شوہر کے اور بدون گزرنے عدت کے اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج نہ ہوگی ، جب تک حکماً مسلمان ہے،نکاح باقی ہے؛لیکن بیوی کے حقوق نہ ادا کرنا، یا خلاف شریعت کام کرنا گناہ ہے،اس سے توبہ کرنا ضروری ہے، بیوی کو آباد کرنا فرض ہے،اس کے ساتھ کلمہ وغیرہ سیکھنا بھی۔[ظفیر](فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۵۶-۱۵۷)

فلاں کام کریں تو کعبہ سے پھر جائیں، پھر وہ کام کیا تو نکاح رہا، یا ٹوٹا:

سوال: زید کا ناجائز تعلق ہندہ بیوہ سے تھا، ایک دن زید و ہندہ نے کعبہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر قسم کھائی کہ اب یہ ناجائز فعل کریں تو کعبہ سے پھر جائیں، کئی دن کے بعد پھر دونوں مرتکب فعل ناجائز کے ہوئے، اب زید نے توبہ کر لی ہے، زید کی نکاح کردہ بیوی بھی ہے، اب زید کے نکاح میں تو کچھ نقصان نہیں آیا؟

الجواب

زید کا نکاح اس کی زوجہ سے باقی ہے؛ لیکن احتیاطاً تجدید کر لے اور آئندہ اس فعل قبیح سے احتراز کرے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰۰/۷)

اس کلمہ سے مرتد ہو گیا، تجدید اسلام و تجدید نکاح ضروری ہے:

سوال: ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ فلاں کام شریعت کا ہے، اس نے جواب دیا کہ شریعت کو اپنے مقصد میں ڈال، وہ شخص مرتد ہوا، یا نہیں؟ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی عورت کسی دوسرے سے نکاح کر لیوے، یا نہ؟

الجواب

اس کلمہ کے کہنے سے وہ شخص کافر و مرتد ہو گیا، تجدید اسلام و توبہ و استغفار کرنا اس کا لازم ہے اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہو گئی، بعد تجدید اسلام کے تجدید نکاح کرے، (۱) اور اگر وہ توبہ نہ کرے اور تجدید اسلام نہ کرے تو اس کی عورت عدت کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ (کذا فی الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۶۹/۸-۳۷۰)

کلمات کفر سے نکاح فسخ ہو گیا:

سوال: زید اور عمر میں عداوت چلی آتی ہے، زید نے اس بات کا عہد کیا کہ اگر عمر اپنی لڑکی کی شادی زید کے لڑکے سے کر دیوے تو زید اس بات کا حلف اٹھالے گا کہ وہ کبھی عمر کی لڑکی سے عداوت نہ نکالے گا، نہ تکلیف دے گا، چناں چہ زید نے قرآن شریف اٹھا کر قسم کھالی اور زید کے لڑکے سے عمر کی دختر کا عقد ہو گیا، زید عقد کے بعد جھگڑا فساد کرنے لگا اور لڑکی کو غیر معمولی تکالیف پہنچانے لگے، عمر نے اپنی ٹوپی زید کے قدموں پر رکھ دی اور معافی کا خواستگار ہوا، زید نے دو مرتبہ یہ کلمہ کہا کہ اگر خداوند کریم آسمان سے اتر آوے اور مجھ سے کہے، تب بھی میں معاف نہ کروں گا، عمر نے کہا کہ یہ

---

(۱) ما یکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح ومافیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح. (رد المحتار، باب المرتد: ۴۱۴/۳، ظفیر)

(۲) وإرتداد أحدهما أی الزوجین فسخ عاجل بلاقضاء. (الدر المختار)

وفرق الإمام بأن الردة منافیة للنکاح لمنافاتها العصمة والطلاق یستدعی قیام النکاح فتعذر جعلها طلاقاً. (ردالمحتار باب النکاح الکافر: ۵۳۹/۲، ظفیر)

کلمات کفر کے کیوں زبان سے نکالتے ہو، تب زید نے کہا کہ میں کافر ہوگیا اور یہ بھی کہا کہ اگر عمر کے گھر کی طرف قبلہ ہوجاوے تو میں سجدہ نہ کروں۔ اس صورت میں زید کے لیے کیا حکم ہے؟ زوجین میں علاحدگی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

زید نے جو کلمات کفر کے، اس سے اس کا کافر و مرتد ہونا ثابت ہوا، اس کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کی ضرورت ہے؛ (۱) اور اس کا لڑکا چوں کہ اپنی زوجہ کو نہ نان ونفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے؛ اس لیے بموجب حکم بعض ائمہ قاضی شرعی اس کی زوجہ کو اس سے علاحدہ کرنے کا حکم کردے اور فسخ نکاح کر کے دوسرے نکاح کی اجازت دیوے، یہ کام کسی ریاست اسلامیہ میں جا کر ہوسکتا ہے، وہاں کا قاضی تفریق کرادیوے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷۱/۸)

کلمہ شرک کہا تو:

سوال: بے علمی کی وجہ سے، یا جان بوجھ کر کسی عورت نے شرک کرلیا اور وہ کسی کو لے بھاگی، یا کوئی اس کو بھگا لے گیا تو اس عورت کا دوسرے مرد سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

غیر مرد کے ساتھ بھاگنے سے تو نکاح نہیں ٹوٹتا؛ لیکن کلمہ کفر کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور پھر اس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جاوے گا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷۸/۸)

کلمہ کفر سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے:

سوال: ہندہ کا نکاح زید سے چھ سات برس ہوئے ہوا تھا، زید نے اتنے عرصہ میں کسی قسم کا حق ہندہ کا ادا نہیں کیا، زید کو نہ مجامعت پر قدرت ہے، نہ نان ونفقہ دیتا ہے؛ بلکہ زید کو عادت اغلام کرانے کی ہے، جس کی وجہ سے مجامعت پر قدرت نہیں رہی اور والدین کے بہکانے کی وجہ سے طلاق نہیں دیتا، زیادہ تکلیف پہنچنے کی وجہ سے اکثر اوقات ہندہ کی زبان سے کلمہ کفر کے بھی جاری ہوجاتے ہیں، ہندہ بوجہ کلمہ کفر کے عقد نکاح سے باہر ہوگئی، یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو ایسی صورت تحریر فرمائے کہ ہندہ زید سے علاحدہ ہوجاوے؟

الجواب

بدون طلاق دینے شوہر کے کوئی صورت علاحدگی کی نہیں ہے، البتہ اگر کلمہ کفر زوجین میں سے کسی کے زبان سے ایسا

---

(۱) مایکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح ... یؤمر بالاستغفار والتوبة أی تجدید الإسلام وتجدید النکاح. (الدر المختار علٰی ہامش ردالمحتار، باب المرتد: ۴۱۴/۲، ظفیر)

(۲) بہار میں قاضی شریعت کے یہاں اور دوسرے صوبوں میں شرعی پنچائت کے ذریعہ چھٹکارا حاصل کرسکتی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے الحیلۃ الناجزہ للتھانوی اور کتاب الفسخ والتفریق للرحمانی)

نکل گیا ہے، جو باتفاق کفر ہے،(۱) تو اس سے نکاح فوراً فسخ ہوجاتا ہے؛ لیکن فسخ نکاح کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کلمہ کفر ایسا ہو کہ اس میں گنجائش تاویل کی نہ ہو اور مسئلہ یہ بھی ہے کہ شوہر سے زبردستی سے اگر طلاق کا لفظ کہلا دیا جائے، تب بھی طلاق پڑجاتی ہے۔

لقوله عليه الصلاة والسلام: ثلث جدهن جد وهزلهن جد. (الحديث)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۴۰۰-۴۰۱)

بلاارادہ کلمہ کفر زبان سے نکل جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص کی زبان سے بے ساختہ بلاارادہ اپنی زوجہ کی نسبت یہ لفظ نکل گیا کہ یہ تو میرا خدا ہے، (والعیاذ باللہ تعالیٰ) آیا یہ شخص مرتکب کفر ہوا، یا نہیں؟ اور نکاح قائم رہا، یا نہ؟

الجواب

شامی میں ہے کہ اگر خطاء بلاارادہ کلمہ کفر زبان سے نکل جاوے تو کافر نہیں ہوتا۔

ومن تكلم بها مخطئا أومكرها لايكفر عندالكل. (۳)

لہٰذا اس صورت میں حکم کفر کا اس شخص پر نہ کیا جاوے اور نہ اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہوگی؛ لیکن احتیاطا تجدید نکاح کر لیوے اور توبہ واستغفار کرے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۳۹۳-۳۹۴)

حکم خدا ورسول سے انکار میں نکاح فسخ ہوا، یا نہیں:

سوال: ایک عالم نے زید کو شادی کے موقع پر رقص وسرود سے منع کیا کہ شریعت میں لہو ولعب، سرود وسماع بالخصوص رقص وغیرہ حرام ہے تو اس پر زید کے ایک عزیز نے مجمع عام میں بآواز بلند یہ کہا کہ ہم خدا اور رسول کے حکم سے بالکل منکر ہیں اور نہیں مانتے، وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے، یا نہیں؟ اس کا نکاح باطل ہے، یا نہیں؟ مسلمانان کو اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے؟

الجواب

اس صورت میں وہ شخص جس نے کلمہ مذکورہ کہا مرتد ہوگیا اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا اور اس کی زوجہ اس کے نکاح

---

(۱) الكفر شيء عظيم فلا أجعل المؤمن كافراً متى وجدت رواية أنه لايكفر ... وفى الخلاصة وغيرها: إذا كان فى المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم. (ردالمحتار، باب المرتد: ۳/۳۹۳، ظفير)

(۲) مشكاة المصابيح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثانى (ص: ۲۸٤) میں جد کے بعد یہ الفاظ ہیں: النكاح والطلاق والرجعة. (رواه الترمذى وأبوداؤد)

(۳) ردالمحتار، باب المرتد تحت (قوله: والطوع): ۳/۳۹٤، ظفير

سے خارج ہوگئی، (۱) تجدید اسلام وتجدید نکاح اس کولازم ہے اواگر وہ توبہ کرے اور نہ کرے اور از سر نو اسلام قبول کرے تو مسلمانان کو اس کے ساتھ میل جول نہ رکھنا چاہیے اور اس کو بالکل علاحدہ کردینا چاہیے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۹۸/۸)

خدااوررسول کو جو گالی دے، اس کا نکاح رہا، یا ختم ہوگیا:

سوال: ایک شخص نے اپنی اہلیہ کو مارا، عورت نے شوہر سے کہا کہ خدااوررسول کے واسطے مجھ کو نہ مار، اس پر اس کے خاوند نے خدااوررسول کی شان میں سخت گالیاں دیں، وہ کافر ہوا، یانہیں؟ اوراس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہوئی اوردوسرا نکاح کرسکتی ہے، یانہیں؟ اوراولاد کی پرورش کا حق کس کو ہے؟

الجواب

وہ شخص کافر ہوگیا اوراس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہوگئی ،عدت گزار کردوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے،(۲)اوراولاد کی پرورش بھی وہی کرے گی۔(۳)فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۹۵/۸-۳۹۶)

قرآن کی توہین سے مرتد ہوگیا اور نکاح ہوگیا:

سوال: محمد بخش اوراس کی بیوی مسماۃ بتوں میں رنجش اورمقدمہ بازی ہورہی تھی کہ مسماۃ بتوں نے محمد بخش کو بذریعہ بعض آدمیوں کے کہلایا کہ اگر تو مجھے مار پیٹ نہ کرے اور تکلیف نہ دے تو میں تیرے گھر آجاؤں، بشرطیکہ تو مسجد میں جاکر قرآن شریف ہاتھ میں لے کر حلف ادا کرے کہ میں کسی قسم کی تکلیف نہ دوں گا ،محمد بخش نے جواب میں یہ کہا کہ قرآن اور مسجد کو کچھ نہیں جانتا، سیکڑوں قرآن ایسے اڑتے پھرتے ہیں۔(والعیاذ باللہ) اس صورت میں محمد بخش مرتد ہوا، یانہ؟ اوراس کا نکاح فسخ ہوا، یانہیں؟

---

(۱) (وارتداد أحدهما)أى الزوجين (فسخ)...(عاجل) بلاقضاء.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب نكاح الكافر:۵۳۹/۲،ظفير)

أن ما يكون كفراً اتفاقاً يبطل العمل والنكاح وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح.(الدر المختار على هامش ردالمحتار،باب المرتد:۴۱۴/۳،ظفير)

(۲) (وكل مسلم ارتد فتوبته مقبولة إلا) ... (الكافر بسب نبى) من الأنبياء، فإنه يقتل حدّاً ولا تقبل توبة مطلقاً.(الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار،باب المرتد:۴۰۰/۳)

اجمع المسلمون أن شاتمه [صلى الله عليه وسلم] كافر وحكمه القتل ومن شك فى عذابه وكفره كفر.(ردالمحتار،باب المرتد:۲۳۲/۴،دارالفكربيروت)

(وارتداد أحدهما) ...(فسخ) ... (عاجل) بلاقضاء (فللموطوءة) ...(كل مهرها) لتأكده به (ولغيرها نصفه) لو مسمى أو المتعة (لو ارتد)وعليه نفقه العدة ... (والولد يتبع خيرالأبوين).(الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار،باب نكاح الكافر:۵۳۹/۲،ظفير)

(۳) إن اخبرت بردة زوجها لها التزوج بآخر بعد العدة.(ردالمحتار،باب النكاح الكافر:۵۴۱/۲،ظفير)

الجواب

اس صورت میں الفاظ مذکور کہنے سے شخص مذکور مرتد ہوگیا اور ارتداد سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔

قال فی الدر المختار: وارتداد أحدهما فسخ عاجل.(۱)

پس شخص مذکور بعد توبہ وتجدید اسلام کے مسماۃ بتوں سے دوبارہ نکاح کرے، بدون تجدید اسلام وتجدید نکاح کے مسماۃ مذکورا اپنے شوہر محمد بخش پر حرام ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۳۷۷)

قرآن وحدیث کوکوئی شیطان کی کتاب کہےتو کیا حکم ہے:

سوال: ایک مسلمان قرآن وحدیث پر عمل کرتا ہے اور لوگوں کے نزدیک اس کو بیان کرتا ہے اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، ایسے شخص کو ایک مسلمان شیطان کہتا ہے اور قرآن وحدیث کو شیطان کی کتاب کہتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟

الجواب

پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ شخص جس کو قرآن شریف اور حدیث شریف پر عمل کرنے والا بتایا گیا ہے، وہ مروج عامل بالحدیث یعنی کہیں غیر مقلد تو نہیں ہے، جو سلیقہ قرآن اور حدیث کے سمجھنے کا اور تطبیق بین الاحادیث کا نہیں رکھتے اور فقہ اور کتب فقہ حنفیہ کا انکار اور خلاف کرتے ہیں، ایسے لوگوں کا حال یہ ہے کہ دعویٰ ان کا تو قرآن وحدیث پر عمل کرنے کا ہوتا ہے؛ مگر حقیقت میں وہ پورے عامل قرآن وحدیث کے نہیں ہیں، ائمہ مجتہد خصوصا امام اعظم ابوحنیفہؒ کا خلاف کرتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں اور اگر وہ عامل بالحدیث والقرآن حنفی ہے اور موافق فقہ حنفی کی جو عین مطابق قرآن وحدیث کے ہے، عمل کرتا ہے اور مقلد ہے، حنفی سنی ہے تو ایسے عالم حنفی متبع سنت کو برا کہنا نہایت مذموم وقبیح ہے اور بہر حال قرآن وحدیث اور فقہ کو شیطانی کتاب کہنا (والعیاذ باللہ) کفر صریح وارتداد قبیح ہے۔(۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۳۹۴-۳۹۵)

قرآن کی توہین باعث ارتداد ہے، نکاح فسخ ہوگیا:

سوال: زید نے اپنی دختر مریم نابالغہ کا نکاح عمر سے کردیا، عمر محض بےعلم جاہل فاسق وفاجر، تارک صلوٰۃ وصوم

(۱) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۲/۵۴۹، ظفير

(۲) ما يكون كفراً اتفاقاً يبطل العمل والنكاح إلخ ويمر بالا ستغفار والتوبة وتجديد النكاح.(الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۲/۵۳۹، ظفير)

(۳) وبالجملة فقد ضم إلى التصديق بالقلب أوبالقلب واللسان فى تحقيق الإيمان أمور الإخلال بها إخلال بالإيمان اتفاقا كترك السجود لصنم وقتل نبى والاستخفاف به وبالمصحف والكعبة وكذا مخالفة أوإنكار ما اجمع عليه بعد العلم به لأن ذلك دليل على أن التصديق مفقود.(ردالمحتار، باب المرتد: ۳/۳۹۲، ظفير)

وزانی ہے، مریم کوایذا پہنچاتا ہے، بارہا قرآن شریف بوقت تلاوت پھینک دیا، اگر زید مریم کو اب پھر عمر کے یہاں بھیجے تو مریم ارادہ خودکشی کا رکھتی ہے اور عمر ارادہ مریم کے مارنے، یا فروخت کرنے کا رکھتا ہے تو شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب

قرآن شریف کا ازراہ استخفاف پھینک دینا کفر وارتداد ہے، ایسی حالت میں اس کی زوجہ مریم اس کے نکاح سے خارج ہوگئی، پس مریم عمر کے گھر نہ بھیجی جاوے اور دوسرا نکاح اس کا بعد عدت کے درست ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۶/۸)

قرآن پاک کو گالی دی تو نکاح فسخ ہوا، یا نہیں:

سوال: ایک شخص بحق قرآن عزیز مجمع عام میں بغیر از ارتفاع موانع شرعیہ گالی گلوج دی، (والعیاذ باللہ تعالیٰ) تو کیا یہ شخص شرعاً کافر ہوا، یا نہ؟ اور تجدید نکاح وتلقین وغیرہ امور شرعیہ بھی ضروری ہیں، یا نہیں؟

الجواب

اس کے ارتداد میں کچھ شبہ نہیں ہے، تجدید اسلام وتجدید نکاح اس کو ضروری ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۷/۸-۳۹۸)

مسجد کو برا کہنے والا کیسا ہے:

سوال: اگر کوئی شخص اپنی ثروت کے گھمنڈ سے یہ کہے کہ میں مسجد پر پیشاب کرتا ہوں اور امام کو گالیاں دے، ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ اور جو اشخاص اس کے مددگار ہیں اور مسجد کے لوٹوں کو خراب کریں اور ان سے طہارت کریں، ان کے لیے کیا حکم ہے؟ اور وہ لوٹے پاک ہو سکتے ہیں؟

الجواب

ایسے شخص کے لیے شریعہ میں کفر کا خوف ہے، توبہ کرے اور تجدید نکاح کرے اور جو لوگ اس فاسق وفاجر کے مددگار ہوں، وہ بھی عاصی وفاسق ہیں، توبہ کریں اور آئندہ ایسے حرکات سے باز آویں اور مسجد کے لوٹوں کو خراب نہ

---

(۱) لأن الشارع جعل بعض المعاصي أمارة على عدم وجوده كالهزل المذكور وكما لو سجد لصنم أو وضع مصحفا في قاذورة فإنه يكفر .(ردالمحتار،باب المرتد: ۳۹۲/۳،ظفير)

نعم سيذكر الشارح أن ما يكون كفراً اتفاقا يبطل العمل والنكاح وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح.(ردالمحتار،باب المرتد: ۳۹۹/۳،ظفير)

(۲) إذا انكر الرجل آية من القرآن أو تسخر بآية من القرآن وفي الخزانة: أوعاب كفر ... رجل يقرأ القرآن فقال رجل اين جه بانك طوفان است فهذا كفر، كذا في المحيط.(الفتاوىٰ الهندية،مصرى،موجبات الكفر: ۲۶۶/۲،ظفير)

أن ما يكون كفراً اتفاقاً يبطل العمل والنكاح وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح.(الدر المختار على هامش ردالمحتار،باب المرتد: ۴۱۴/۳،ظفير)

کریں اوران لوٹوں کوناپاک نہ سمجھیں؛ کیوں کہ جب تک نجاست کا لگنا یقینی طور سے معلوم نہ ہوا،اس وقت تک ناپا کی کاحکم نہیں کیا جا تا ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۳۹۱-۳۹۲)

شریعت کا منکر مرتد ہوا، یانہیں:

سوال(۱) اگر کوئی شخص شریعت کا انکار کرے اور کہے کہ ہم شریعت کونہیں مانتے ،تمہاری شرع تمہارے گھر میں،آیا وہ شخص مرتد ہوگیا، یانہیں؟ اوراس کی زوجہ مطلقہ ہوگئی، یانہیں؟

(۲) ایک مسجد میں ایک مولوی کے ساتھ کچھ مسائل شرعیہ کا تذکرہ ہورہا تھا، ناگاہ ایک شخص نے آکر بطور بغض کے علماء کی بہت ہی حقارت واستہزاء وتوبیخ کرنی شروع کی۔ایسے شخص کے لیے کیا حکم شرعی ہے؟

الجواب

أقول وبالله التوفيق،قال في ردالمحتار :وفي الخلاصة وغيرها:إذاكان في المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم.(۱)

وفيه عن جامع الفصولين:أقول:وعلى هذا ينبغي أن يكفر من شتم دين مسلم ولكن يمكن التأويل بأن مراده أخلاقه الردية ومعاملته القبيحة لاحقيقة دين الاسلام فينبغي أن لا يكفر حينئذ والله تعالىٰ أعلم.(شامی:۳/۱۸۹)

وقد سئل في الخيرية عمن قال له الحاكم ارض بالشرع فقال لا أقبل فافتى مفت بأنه كفر وبانت زوجته فهل يثبت كفره بذلك فأجاب بأنه لاينبغي للعالم أن يبادر بتكفير أهل الاسلام إلى آخره ما حرره في البحر.(۲)

وفي الدرالمختار:وألفاظه تعرف في الفتاویٰ بل افردت بالتآليف مع أنه لايفتى بالكفر بشيء منها إلا فيما اتفق المشائخ عليه كماسيجيء، قال في البحر:وقد ألزمت نفسي أن لا أفتي بشيء منها.(۳)

ونقل عبارته في الشامي وفي آخره:فعلى هذا فاكثر ألفاظ التكفير المذكورة لايفتى بالتكفير فيها ولقد الزمت نفسي أن لا افتي بشيء منها،آه كلام البحر باختصار. (شامی،ص:۲۸۵)(۴)

فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۳۹۲-۳۹۳)

---

(۱) ردالمحتار،باب المرتد:۴/۲۲۴،دارالفكربيروت،انيس

(۲) ردالمحتار،باب المرتد:۳/۳۹۹،ظفير

(۳) الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب المرتد:۳/۳۹۲-۳۹۳،ظفير

(۴) ردالمحتار،باب المرتد:۳/۳۹۳،ظفير

یہ کہنا کہ رواج پر فیصلہ کرو، کیسا ہے:

سوال: وکیل مدعی علیہ نے مدعی سے کہا کہ تم شرع محمدی مانتے ہو، یا نہیں؟ تو مدعی نے کہا: جس طرح رواج ہے، تم اس طرح کرو، یہاں شرع کا کیا کام؟ اس شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب

مسلمان کو شرع محمدی کا نہ ماننا اور یہ کہنا کہ رواج کے موافق کرو، یہاں شرع کا کیا کام ہے؟ سخت گناہ ہے، جس میں خوف کفر ہے، اس کلمہ سے توبہ کرنی چاہیے اور تجدید ایمان کرنی چاہیے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۳/۸)

حرام کو حلال سمجھنے والا مسلمان ہے، یا نہیں:

سوال: فعل حرام کو حلال سمجھ کر کرنے والا مسلمان رہتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس میں تفصیل ہے جو کہ شامی باب المرتد میں مذکور ہے، حاصل یہ ہے کہ ہر ایک حرام کو حلال سمجھنے والا، یا برعکس کافر نہیں ہے؛ بلکہ اس میں چند قیود ہیں، جو کہ کتاب مذکور کے موقع مذکور منقول ہیں، ان کا ملاحظہ فرمالیویں۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۶/۸-۳۹۷)

ایمان کی بے حرمتی کرنے کا حکم کیا ہے:

سوال: ایک شخص لکھا پڑھا وکیل باوجود واقفیت کے اس نے ایسے کلمات قبیحہ مجمع کثیر میں اپنے منہ سے نکالے کہ میرا ایمان میرے جوتے کے نیچے ہے تو شرعاً اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ کلمہ کفر کا ہے، وہ شخص جس نے یہ کلمہ کہا کافر ہوگیا اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہوگئی، جیسا کہ درمختار میں ہے:

وارتداد أحدهما فسخ عاجل.(۳)

پس اس شخص کو توبہ کرنا اور تجدید ایمان وتجدید نکاح کرنا لازم ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۶۹/۸)

---

(۱) قلت: ويظهر من هذا أن ماكان دليل الاستخفاف يكفر به وإن لم يقصد به الاستخفاف.(ردالمحتار، باب المرتد: ۳۹۲/۳، ظفير)

(۲) والأصل أن من اعتقد الحرام حلالا فإن كان حراما لغيره كمال الغير لايكفر وإن كان لعينه فإن كان دليله قطعيا كفر وإلا فلا وقيل التفصيل في العالم أما الجاهل فلايفرق بين الحرام لعينه ولغيره وإنما الفرق في حقه أن ماكان قطعيا كفر به وإلا فلا فيكفر إذا قال الخمر ليس بحرام.(ردالمحتار، باب المرتد: ۳۹۳/۳، ظفير)

ماحصل یہ ہے کہ جو چیز بذات خود حرام ہو اور اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو، اس کا حلال سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ ظفیر

(۳) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۵۳۹/۲، ظفير

شوہر جب تبدیل مذہب کرلے تو عورت نکاح سے خارج ہوگئی، یا نہیں:

سوال: میں نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک شخص سے کردیا تھا، وہ شخص ایک عورت کو لے کر چلا گیا، جس کی کچھ خبر نہیں؛ بلکہ اس نے اپنا مذہب بھی تبدیل کرلیا تو لڑکی یعنی اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ تحقیق ہوجاوے کہ اس شخص نے تبدیل مذہب کرلیا ہے؛ یعنی اسلام چھوڑ کر دوسرا مذہب عیسائیوں، یا آریوں کا قبول کرلیا ہے تو اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہوگئی، اس کو دوسرا نکاح کرنا درست ہے۔ (درمختار)(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۳۷۰)

مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہوگیا:

سوال: مسماۃ ہندہ کا نکاح بموجب احکام شریعت مسمی زید کے ساتھ تھا، بوجہ بدسلوگی زید کے ہندہ بھاگ گئی اور ایک ہندو سکھ کے گھر رہنے لگی۔ اب سنا ہے کہ ایک ماہ سے ہندہ نے ارادۃً مذہب اسلام چھوڑ دیا ہے اور سکھوں کے اکالی پنتھ میں داخل ہوکر اکالن بن گئی ہے؛ یعنی مرتد ہوگئی ہے، ایسی صورت میں ہندہ کا نکاح جو زید کے ساتھ تھا، وہ قائم رہتا ہے، یا نکاح فسخ ہوگیا؟

الجواب

درمختار میں ہے:

(وَارْتِدَادُ أَحَدِهِمَا) أَیْ الزَّوْجَیْنِ (فَسْخٌ) فَلَا یُنْقِصُ عَدَدًا (عَاجِلٌ)...وَتُجْبَرُ عَلَی الْإِسْلَامِ وَعَلَی تَجْدِیدِ النِّکَاحِ زَجْرًا لَهَا بِمَهْرٍ یَسِیرٍ کَدِینَارٍ وَعَلَیْهِ الْفَتْوَی وَلْوَالِجِیَّةٌ وَأَفْتَی مَشَایِخُ بَلْخٍ بِعَدَمِ الْفُرْقَةِ بِرِدَّتِهَا زَجْرًا وَتَیْسِیرًا لَا سِیَّمَا الَّتِی تَقَعُ فِی الْمُکَفِّرِ ثُمَّ تُنْکِرُ.(۲)

فَلِکُلِّ قَاضٍ أَنْ یُجَدِّدَهُ بِمَهْرٍ یَسِیرٍ وَلَوْ بِدِینَارٍ رَضِیَتْ أَمْ لَا وَتُمْنَعُ مِنَ التَّزَوُّجِ بِغَیْرِهِ بَعْدَ إِسْلَامِهَا .وَلَا یَخْفَی أَنَّ مَحَلَّهُ مَا إذَا طَلَبَ الزَّوْجُ ذَلِکَ، أَمَّا لَوْ سَکَتَ أَوْ تَرَکَهُ صَرِیحًا فَإِنَّهَا لَا تُجْبَرُ وَتُزَوَّجُ مِنْ غَیْرِهِ لِأَنَّهُ تَرَکَ حَقَّهُ بَحْرٌ وَنَهْرٌ.(۳)

(۱) (وارتداد أحدهما) أی الزوجین (فسخ) فلا ینقص عددا (عاجل) بلاقضاء (فللموطوءة) ولوحکماً (کل مهرها) لتأکده به (ولغیرها نصفه) ولو مسمی أو المتعة (لو ارتد) وعلیه نفقة العدة.(الدرالمختارعلی هامش رد المحتار،باب نکاح الکافر: ۲/۵۳۹،ظفیر)

(۲) الدرالمختارعلیٰ هامش ردالمحتار،باب نکاح الکافر: ۲/۵۴۰،ظفیر

(۳) ردالمحتار،باب نکاح الکافر: ۲/۵۴۰،ظفیر

اس روایت سے معلوم ہوا کہ احدالزوجین کے مرتد ہوجانے سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے اور اگر عوت مرتد ہوجائے تو اس کو حاکم اسلام اسلام لانے پر اور تجدید نکاح پر ساتھ شوہر اول کے مجبور کرے گا، بشرطیکہ شوہر اس کا مطالبہ کرے اور دوسرے شوہر کے ساتھ بعد مسلمان ہونے کے نکاح کرنے سے حاکم عورت کو منع کرے گا اور مشائخ بلخ کا فتوی یہ ہے کہ زوجہ کے مرتد ہونے سے زوجین میں تفریق نہیں ہوئی بناءً علیہ ہندہ کو تجدید نکاح پر بعد اسلام لانے کے ساتھ شوہر اول کے تھوڑے سے مہر پر حاکم مجبور کرے، جب کہ شوہر اول زید بھی اس کا طالب ہو۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۳۷۱-۳۷۲)

ارتداد سے نکاح جاتا رہا، یانہیں:

سوال: ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کے والد نے زید غیر کفو سے کردیا تھا، بعد بلوغ کے ہندہ شوہر کے یہاں جانے سے انکار کرتی رہی، ہر چند اس کو سب نے سمجھایا کہ شرعاً تمہارا نکاح ہوگیا ہے، اب تم کو وہاں جانا ضروری ہے، جس پر ہندہ نے بے ساختہ یہ جواب دیا کہ ہم قرآن وحدیث کو نہیں مانتے، چاہے مسلمان رہیں، یا نہ رہیں۔اب ہندہ کا نکاح زید سے قائم ہے، یا نہ؟

الجواب

یہ کلمہ کفر وارتداد کا ہے اور ارتداد سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

وارتداد أحدهما فسخ عاجل. (۱)

پس نکاح ہندہ کا زید کے ساتھ قائم نہیں رہا؛ بلکہ فسخ ہوگیا۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۳۷۴-۳۷۵)

شرک وکفر سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور مسلمان ہونے پر تجدید ہوسکتی ہے:

سوال: اگر کوئی مرد، یا عورت شرک، یا کفر کرے تو ان کو نکاح ٹوٹ جاتا ہے، یا نہیں؟ اگر ٹوٹ جاتا ہے تو پھر توبہ کرنے کے بعد بغیر عدت کے نکاح درست ہوتا ہے، یا کچھ عدت ہے؟

الجواب

شرک وکفر کرنے سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے اور پھر تجدید نکاح عدت میں درست ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۳۷۷)

ٹوٹنے کے بعد دونوں میں جب کوئی راضی نہ ہوتو:

سوال: اگر مذکورہ بالا میں صورت میں نکاح ٹوٹ گیا اور پھر مرد، یا عورت میں سے کوئی آپس میں رضامند نہ ہوتو عورت دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے، یانہیں؟

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۲/۵۳۹، ظفير

(۲) (وارتداد أحدهما) أى الزوجين (فسخ) ... (عاجل) بلاقضاء. (الدرالمختار)

وكذا بلا توقف على مضى عدة فى المدخول بها، كما فى البحر. (ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۲/۵۳۹، ظفير)

الجواب

عورت اگر کلمۂ کفر کہے تو تجدید نکاح پر اس کو مجبور کیا جاوے گا اور دوسرے مرد سے اجازت نکاح کی اس کو نہیں ہے۔ (کذا فی الدر المختار)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷۸/۸)

بیوی مرتد ہوگئی تو نکاح فسخ ہوگیا، یا نہیں:

سوال: زہرہ اپنے خاوند بکر سے ناراض ہوکر والدین کے گھر چلی گئی اور مذہب عیسائی اختیار کردیا، اس صورت میں نکاح ہوا، یا نہیں؟ جس قاضی نے اس عورت کا نکاح دوسرے شخص سے کردیا، اس کی امامت درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے:

(وَارْتِدَادُ أَحَدِهِمَا) أَیْ الزَّوْجَیْنِ (فَسْخٌ) فَلَا یُنْقِصُ عَدَدًا (عَاجِلٌ)...وَتُجْبَرُ عَلَی الْإِسْلَامِ وَعَلَی تَجْدِیدِ النِّكَاحِ زَجْرًا لَهَا بِمَهْرٍ یَسِیرٍ كَدِینَارٍ وَعَلَیْهِ الْفَتْوَی وَلْوَالِجِیَّةٌ وَأَفْتَی مَشَایِخُ بَلْخٍ بِعَدَمِ الْفُرْقَةِ بِرِدَّتِهَا زَجْرًا وَتَیْسِیرًا لَا سِیَّمَا الَّتِی تَقَعُ فِی الْمُكَفِّرِ ثُمَّ تُنْكِرُ.(۲)

پس زہرہ دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی، بکر کے نکاح میں رہے گی اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے؛ لیکن قاضی کو چونکہ علم نہ تھا اور بعض روایات سے فسخ نکاح معلوم ہوتا ہے؛ اس لیے قاضی معذور ہے اور شرعاً اس کی امامت وقضا بلا کراہت جائز و درست ہے، آئندہ اس کو احتیاط لازم ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷۵/۸)

بیوی مرتد ہوجائے تو دوبارہ سے نکاح کی کیا صورت ہے:

سوال: عورت کسی کفر کی وجہ سے مطلقہ ہوجائے، اس سے شوہر سابق سال کے بعد نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ حلالہ وغیرہ کی ضرورت تو نہیں ہے۔

(المستفتی: ۲۳۴۱، حافظ محمد اسماعیل صاحب (آگرہ) ۲۶/ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ، مطابق ۲۶/جون ۱۹۳۸ء)

---

(۱) (ولو ارتدت) لمجیء الفرقة منها قبل تأکده ولو ماتت فی العدة ورثها زوجها المسلم استحسانا وصرحوا بتعزیرها خمسة وسبعین، وتجبر علی الإسلام وعلی تجدید النکاح زجراً لها بمهر یسیر کدینار وعلیه الفتویٰ، ولوالجیة، وافتی مشایخ بلخ بعدم الفرقة بردّتها زجراً وتیسیراً لاسیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب نکاح الکافر: ۵۳۹/۲-۵۴۰) ی

ھ حکم اس صورت میں ہے کہ شوہر اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور عورت رضامند نہ ہو، کما فی الشامی: ولا یخفی أن محله ما إذا طلب الزوج ذلک. [ظفیر] (ردالمحتار، باب نکاح الکافر: ۱۹۴/۳، دارالفکر بیروت، انیس)

(۲) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب نکاح الکافر: ۵۳۹/۲-۵۴۰، ظفیر

الجواب

عورت جب مرتد ہونے کی وجہ سے خاوند کے نکاح سے باہر ہوجائے تو پھر مسلمان ہوکر شوہر سابق سے نکاح کرسکتا ہے، اس کے لیے کوئی عدت گزارنا، یا حلالہ شرط نہیں ہے۔(۱) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۳۰۲/۵)

شوہر مرتد ہوگیا تو نکاح فسخ ہوگیا، اب اگر پھر مسلمان ہوا تو دوبارہ نکاح کرنا ہوگا:

سوال: زید پہلے ہندو تھا بعد بلوغ کے مسلمان ہوگیا، حالت اسلام میں عمر نے اپنی لڑکی بارہ سالہ کا نکاح زید سے کردیا، بعد چند ماہ کے زید پھر ہندو ہوگیا، اب تو اس نکاح فسخ ہوگیا؛ لیکن بعد ایک سال کے پھر اس نے مسلمان صورت بنالی تو اب اس لڑکی کا نکاح کسی طرح زید سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ وہ شخص مرتد ہوگیا، نکاح اس کا فسخ ہوگیا۔(۲) اب اگر وہ شخص پھر مسلمان ہوگیا اور اسلام قبول کرلیا ہے تو اس لڑکی رضامندی سے اگر وہ بالغہ ہے، پھر نکاح ہونا چاہیے اور اگر نابالغہ ہے، یعنی پندرہ برس کی عمر اس کی نہیں ہوئی اور نہ کوئی علامت بلوغ کی مثل حیض وغیرہ ظاہر ہوئی تو ولی کی اجازت سے اس کا نکاح دوبارہ کیا جاوے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷۵/۵-۳۷۶)

خدا کے انکار سے نکاح فسخ ہوگیا:

سوال: ایک واعظ نے ایک عورت زانیہ کو نصیحت کی کہ وہ زنا چھوڑ دے، اس پر عورت نے جواب دیا کہ نہ مجھے خدا کی ضرورت ہے، نہ خدا کی جنت کی۔ شرعاً اس عورت کا نکاح ٹوٹ گیا، یا نہیں؟

الجواب

اس عورت پر حکم کفر وارتداد کا لاحق ہوگیا، (۴) اور نکاح اس کا فسخ ہوگیا، اس کو توبہ کرا کر اور تجدید کرا کر پھر نکاح کیا جاوے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷۶/۸)

---

(۱) ولو اجرت كلمة الكفر على لسانها مغايظة لزوجها أو اخراجًا لنفسها عن حبالته أو لاستيجاب المهر عليه بنكاح مستانف تحرم على زوجها فتجبر على الإسلام، ولكل قاضي ان يجدد النكاح بادني شئ ولو بدينار سخطت او رضيت وليس لها ان تتزوج الا بزوجها، قال الهدواني آخذ بهذا قال ابو الليث وبه نأخذ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب العاشر فى نكاح الكفار: ۳۳۹/۱، ماجدية)

(۲) (وإرتداد أحدهما) أى الزوجين (فسخ) ... (عاجل) بلاقضاء. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۵۳۹/۲، ظفير)

(۳) ذكر فى نور العين: ويجدد بينهما النكاح إن رضيت زوجته بالعود إليه وإلا فلاتجبر. (ردالمحتار، باب المرتد: ۴۱۴/۳، ظفير)

(۴) يكفر إذا وصف الله تعالىٰ بما لايليق أو سخر باسم من أسمائه ... أو نكر وعده ووعيده ... أوقال خداى حاكمى را نشايد ... فهٰذا كلمه كفر. (الفتاویٰ الهندية، مصرى، باب المرتد: ۲۵۸/۲)

==

خود کا فرو مرتد کہنے سے نکاح فسخ ہوا، یا نہیں:

سوال: ایک مسلمان نے اپنی نسبت یہ الفاظ کہے: ''میں بے ایمان کافر وسور ہوں'' اور اب تک توبہ بھی نہیں کی، یہ شخص مرتد ہوا، یا نہ؟ اور نکاح اس کا فسخ ہو گیا، یا نہ؟

الجواب

اس صورت میں وہ شخص کافر اور مرتد ہو گیا، اس کو توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح کرنا لازم ہے؛ کیوں کہ مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔

کما فی الدر المختار: وإرتداد أحدهما فسخ عاجل. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۸-۳۷۶-۳۷۷)

نکاح کے بعد شوہر قادیانی ہو جائے تو کیا حکم ہے:

سوال: میرے باپ نے اپنی چھوٹی لڑکی، یعنی میری چھوٹی ہمشیرہ کا ایجاب وقبول جبار خاں سے کر دیا تھا؛ مگر رسومات شادی ابھی تک انجام نہیں دی تھی کہ جبار خاں احمدی ہو گیا تو نکاح قائم رہا، یا نہیں؟

الجواب

جو شخص احمدی جماعت میں داخل ہوتا ہے؛ یعنی قادیانی ہو جاتا ہے اور قادیانی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے، وہ مرتد ہو جاتا ہے اور نکاح اس کا مسلمہ عورت سے باقی نہیں رہتا، لہذا سائل اپنی ہمشیرہ کو جبار خاں احمدی کے پاس نہ بھیجیں اور اس کو جبار کی منکوحہ نہ سمجھیں اور رخصت نہ کریں، دوسری جگہ نکاح کر دیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹/۸-۳۷۹-۳۸۰)

شوہر مرزائی ہو گیا تو نکاح فسخ ہو گیا، یا نہیں:

سوال: زید کا نکاح زینب سے ہوا، بعد نکاح زید عقائد مرزائیہ کا پیرو ہو گیا اور بجز مرزائیوں کے سب مسلمانوں کو کافر کہتا ہے، یا زید پہلے ہی سے عقائد مرزائیہ کا پیرو تھا؛ مگر زینب کے ساتھ نکاح کرنے کے باعث اپنے اس عقیدہ کو پوشیدہ رکھتا تھا، بعد نکاح ظاہر کیا، دونوں صورتوں میں زید کا نکاح زینب بلا طلاق نکاح ثانی کر سکتی ہے، یا نہ؟

الجواب

ہر دو صورت مذکورہ میں زینب کا نکاح زید سے فسخ ہو گیا اور زینب اگر مدخولہ ہے تو بعد عدت گزارنے کے دوسرے

== ما یکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح ومافیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة [أی تجدید الإسلام] وتجدید النکاح. (ردالمحتار، باب المرتد: ۴۱۴/۳، ظفیر)

(۱) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب نکاح الکافر: ۵۴۹/۲، ظفیر

(۲) وارتداد أحدهما أی الزوجین فسخ عاجل بلاقضاء. (الدر المختار) أی بلاتوقف علی قضاء القاضی وکذا بلاتوقف علی مضی عدة فی المدخول بها. (ردالمحتار، باب نکاح الکافر: ۵۲۹/۲، ظفیر)

شخص سے نکاح کرسکتی ہے اوراگر مدخولہ وموطوءۃ نہیں ہے تو بلاعدت گزارنے کے دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔

كما في الدر المختار: وإرتداد أحدهما فسخ عاجل بلاقضاء،إلخ.

وفي ردالمختار: (قوله: وعليه نفقة العدة) أي لو مدخولاً بها إذ غيرها لاعدة عليها وأفاد وجوب العدة سواء ارتد أو ارتدت بالحيض،إلخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۲/۸-۳۸۳)

سنی لڑکی کا مرزائی سے نکاح جائز نہیں:

سوال: ایک شخص مسلمان اہل سنت والجماعت نے اپنی لڑکی مسلمان اہل سنت کا عقد ایک مرزائی قادیانی کے مرزائی لڑکے کے ساتھ دیدہ ودانستہ باوجود منع کرنے ایک عالم کے کردیا۔ برادری کے تمام لوگ مردوزن اس شادی میں شریک ہوئے اور عقد پڑھایا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ عقد نکاح جائز ہے اور نکاح ہوگیا، یانہیں؟

(المستفتی: ۱۹۷۶، مولوی محبوب عالم صاحب، بھنڈہ، ۲۷/شعبان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲/نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

حنفی سنی لڑکی کا نکاح مرزائی مرد کے ساتھ جائز نہیں۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۲۰۰/۵)

اہل سنت لڑکی کا نکاح مرزائی سے جائز نہیں:

(الجمعیۃ، مورخہ یکم جنوری ۱۹۳۹ء)

سوال: اہل سنت والجماعت لڑکی کا نکاح ایک مرزائی سے جائز ہے، یانہیں؟

الجواب

اہل سنت والجماعت لڑکی کا نکاح مرزائی سے جائز نہیں؛ کیوں کہ مرزائی باتفاق علماء دائرا سلام سے خارج ہیں۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۲۱۴/۵)

---

(۱) **ردالمحتار: ۳۹۲/۲،ظفير**

(۲) اس لیے کہ قادیانی کافر ہے۔

دعوى النبوة بعد نبينا صلى الله عليه وسلم كفر بالاجماع. (شرح الفقه الأكبر،ص: ۲۰۲)

اور کافر کے ساتھ مسلمان کا نکاح جائز نہیں۔

وفي البدائع: إذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر. (بدائع الصنائع،كتاب النكاح،فصل ومنها إسلام الرجل: ۲۷۱/۲،سعيد)

(۳) **لايجوز نكاح المجوسيات والوثنيات ... وكل مذهب يكفر به معتقده. (الفتاویٰ الهندية،كتاب النكاح، الباب الثالث: ۲۸۱/۱،ماجدية)**

شوہر کے ظلم سے جو عورت قادیانی ہوئی، پھر مسلمان اس کی شادی:

سوال: ہندہ زوجہ زید نے مذہب قادیانی اختیار کرلیا، علماء نے حکم ارتداد جاری کر کے فسخ نکاح کا حکم کیا، اب جب کہ ہندہ اپنی عقائد کفریہ سے تائب ہوگئی، اس سے تجدید نکاح کے لیے کیا گیا، جس کے جواب میں ہندہ نے کہا کہ بوجہ ناراضگی اپنے شوہر کے کہ مجھ کو نان ونفقہ نہیں دیتا تھا اور نہ طلاق دیتا تھا، مذہب قادیانی اختیار کرلوں گی اور کسی قادیانی سے عقد کرلوں گی، اس صورت میں ہندہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

اقول وباللہ التوفیق: ارتداد سے بچانے کے لیے روایت شامی "**وظاهره أن لها التزوج من شاء ت**" (۱) پر عمل کیا جاوے اور یہ مسئلہ جو محتالہ کے لیے ہے کہ جبراً اس کو مسلمان کر کے شوہر اول کے ساتھ تجدید نکاح کیا جاوے، یہ دارالاسلام میں ہوسکتا ہے، نہ کہ دارالحرب میں، کما ھو ظاہر۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۳۹۷)

قادیانی لڑکی سے نکاح میں اولاد کی دعا کرنا:

سوال: مفتی صاحب! ایک شخص نے قادیانی لڑکی سے شادی کی۔ ابھی دو سال کا عرصہ گزرا ہے۔ وہ ہمارے علاقے کے پیر صاحب کے پاس آیا اور اولاد کے لیے دعا کا کہا۔ پیر صاحب نے دعا کردی۔ مجھے یہ تردد تھا کہ قادیانی عورت کے لیے بچے کی دعا کرنا درست ہے، یا نہیں؟ وہ شخص خود سنی ہے، قادیانی لڑکی کے جال میں پھنس گیا ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــ **بعون الملك الوهاب**

ایک مسلمان سنی شخص کا نکاح مرتد قادیانی عورت سے منعقد نہیں ہوتا۔ وہ دونوں حرام کاری کے مرتکب ہیں۔ علاقے کے بااثر لوگوں کو چاہیے کہ ان کو علاحدہ کریں، نیز لڑکے کو اس عمل کی قباحت وشناعت، نیز قادیانیت کے مکر وفریب سے آگاہ کریں۔

یہ دونوں چوں کہ حرام کے مرتکب ہیں؛ اس لیے ان کی یکجائی سے اولاد کے لیے دعا کرنا ایک حرام میں تقویت وتائید ہے، جو کہ ناجائز ہے، لہذا ایسی دعا کرنے سے اجتناب کیا جائے اور ان دونوں کو علاحدگی پر مجبور کیا جائے۔

(نجم الفتاوی: ۵/۳۹۷)

نکاح ختم کرنے کے لیے ارتداد کا حیلہ:

سوال: ایک عورت اپنے شوہر کے یہاں رہنے کے لیے تیار نہیں؛ بلکہ اپنے دوست کے یہاں جانا چاہتی ہے، جو شادی سے پہلے کے دوست بنے ہوئے ہیں اور شوہر طلاق بھی نہیں دیتا تو ایک آدمی نے خلاصی کا یہ طریقہ بتادیا کہ

(۱) ردالمحتار، باب المرتد: ۳/۲۰٤، ظفیر

ارتداد کا اعلان کردے تو نکاح خود بخود ٹوٹ جائے گا، پھر دوست سے نکاح کر سکتی ہے، چنانچہ اس عورت نے ارتداد کا اعلان کر دیا، لہٰذا اب معلوم یہ کرنا ہے کہ اس طرح دوست سے نکاح ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں ذکر کردہ صورتحال انتہائی خطرناک ہے۔ ارتداد کا اختیار کرنا دنیا وآخرت میں تباہی مول لینے کے مترادف ہے۔ ارتداد سے انسان کے پچھلے تمام اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ دنیاوی سزا کا الگ بندہ مستحق بن جاتا ہے اور اگر خدانخواستہ اس حالت میں موت واقع ہوجائے تو ابدی جہنم ٹھکانہ بن جائے گی، لہٰذا اس معاملے میں سوچ کر کوئی قدم اٹھانا چاہیے، ورنہ ذلت وخسران ہی ہاتھ آئے گا اور اس مشورہ دینے والے شخص کو بھی اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کر لینی چاہیے، اس نے انتہائی برا اور قبیح فعل انجام دیا ہے۔

اگر عورت ارتداد اختیار کرتی ہے تو اس کا نکاح اپنے شوہر سے ٹوٹ جاتا ہے؛ لیکن اس عورت کو دوبارہ مسلمان ہونے پر خاوندِ اول سے ہی نکاح کرنے پر مجبور کیا جائے گا، کسی دوسرے مرد سے اس کا نکاح جائز نہیں۔ فقہاء نے یہ فیصلہ اس لیے کیا؛ تاکہ عورتیں ارتداد کو حیلہ نہ بنالیں، البتہ اگر پہلا شوہر خود راضی ہوجائے، یا دوبارہ نکاح کا مطالبہ ہی نہ کرے تو پھر اس عورت کا کسی اور جگہ نکاح جائز ہے۔

لما في الشامية (كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۱۹٤/۳): (قوله: وتجبر) أي بالحبس إلى أن تسلم أوتموت (قوله: وعلى تجديد النكاح) فلكل قاض أن يجدده بمهر يسير ولو بدينار رضيت أم لا وتمنع من التزوج بغيره بعد إسلامها ولا يخفى أن محله ما إذا طلب الزوج ذلك أما لو سكت أوتركه صريحا فإنها لا تجبر وتزوج من غيره لأنه ترك حقه بحر ونهر...بل قالوا ذلك سدا لهذا الباب من أصله سواء تعمدت الحيلة أم لا كي لا تجعل ذلك حيلة... قلت المشقة في التجديد لا تقتضي أن يكون قول أئمة بلخ أولى مما في النوادر بل أولى مما مر أن عليه الفتوى وهو قول البخاريين لأن ما في النوادر هو ما يأتي من أنها بالردة تسترق تأمل.

وفي الدرالمختار (۲٤٦/٤، باب المرتد): وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح وأولاده أولاد زنا وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح. (نجم الفتاوی: ۳۶۱/۵، ۳۶۲)

شوہر عیسائی ہوگیا تو نکاح فسخ ہوگیا، عدت بعد شادی کر سکتی ہے:

سوال: زید تنہا عیسائی ہوگیا اور اس کی زوجہ ودیگر اہل کنبہ بدستور اسلام پر مستقیم رہے تو اس کی زوجہ کو چھ سال بعد نکاح کرنے کے لیے طلاق لینے کی ضرورت، یا نہیں؟

الجواب

زید جب کہ عیسائی ہوگیا اوراس کی زوجہ مسلمان رہی تو نکاح اس کا فوراً فسخ ہوگیا، بعد عدت کے اس کو دوسرا نکاح کرنا جائز اور درست ہے۔

كما في الدر المختار: وارتداد أحدهما فسخ عاجل. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۷/۸-۳۹۹)

بیوی عیسائی ہوگئی تو نکاح باقی رہا، یا نہیں:

سوال: ایک عورت بدچلن جوایک انگریز سے ملی ہوئی تھی، اس نے اپنا مذہب تبدیل کر کے عیسائی ہوکر انگریز کے پاس رہنے لگی، خاوند اس کو رکھنا نہیں چاہتا، اس صورت میں اس مرد کا نکاح عورت مذکورہ سے جس نے مذہب تبدیل کرلیا ہے، قائم ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں اس شخص کا نکاح عورت مذکورہ سے باطل ہوگیا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷۸/۸-۳۷۹)

اس کا مہر واجب ہے، یا نہیں:

سوال: عورت مذکورہ کا مہر پہلے شوہر کے ذمہ واجب ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ عورت مذکورہ مدخولہ شوہر کی ہے تو مہر عورت کا بذمہ شوہر واجب ہے، عورت کے مرتد ہونے سے مہر ساقط نہیں ہوا۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷۹/۸)

میل ملاپ رکھنے والے کا حکم:

سوال: اگر عورت مذکورہ کے والدین اس کے ساتھ میل ملاپ رکھیں تو والدین کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسے لوگوں سے مقاطعت لازم ہے، جملہ اہل اسلام کو ان سے تعلقات منقطع کر دینا چاہیے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۷۹/۸)

---

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۵۲۹/۲، ظفیر

(۲) وارتداد احدهما أى الزوجين فسخ عاجل بلاقضاء. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۵۳۹/۲، ظفیر)

(۳) (فللموطوءة) ولو حكما (كل مهرها) لتأكده به. (الدرالمختار) (قوله: كل مهرها) اطلقه فشمل ارتداده وارتدادها، بحر. (ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۵۳۹/۲، ظفیر)

عیسائی ہونے کے بعد نکاح باقی نہیں رہتا:

سوال: میاں بیوی میں تکرار ہوا، بیوی عیسائی ہوگئی، نکاح باقی رہا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح باقی نہیں رہا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۰/۸)

پھر مسلمان ہو جائے تو:

سوال: اگر بیوی پھر مسلمان ہوگئی تو شوہر اول کا کچھ حق باقی ہے، یا نہیں؟

الجواب

پھر مسلمان ہونے پر وہ عورت شوہر اول کو ہی دی جاوے گی؛ یعنی اس عورت کو مجبور کیا جاوے کہ شوہر اول سے نکاح کرے، درمختار شامی میں یہ مسئلہ لکھا ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۰/۸)

آریہ اور عیسائی ہونے سے نکاح ختم ہو جاتا ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی مسلمان منکوحہ عورت اپنے خاوند کے گھر سے نکل کر آریہ، یا عیسائی ہو جاوے تو اس کا نکاح باقی رہتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

زوجین میں سے کسی ایک کا مرتد ہونا فوراً نکاح کو فسخ کرتا ہے۔

کما فی الدر المختار: وارتداد أحدهما فسخ عاجل.(۳)

پس جب کوئی عورت مسلمہ آریہ، یا عیسائی ہوگئی، نکاح اس کا اس کے شوہر سے فوراً فسخ ہوگیا، اگر وہ پھر اسلام لاوے گی تو تجدید نکاح ضروری ہے اور فقہا نے اس پر فتویٰ دیا ہے کہ عورت اگر مرتد ہو جاوے تو اس کو مجبوراً مسلمان کیا جاوے اور شوہر اول سے تھوڑے سے مہر پر اس کا نکاح کیا جاوے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۴/۸)

---

(۱) (وارتداد أحدهما) أی الزوجين فسخ عاجل بلاقضاء.(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۵۳۹/۲، ظفير)

(۲-۴) وتجبر علی الاسلام وعلی تجديد النكاح زجراً لها بمهر يسير كدينار وعليه الفتویٰ.(الدرالمختار)

فلكل قاض أن يجدده بمهر يسير ولو بدينار رضيت أم لا وتمنع من التزوج بغيره بعداسلامها ولايخفی أن محله ما إذا طلب الزوج ذلك (ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۵۴۰/۲، ظفير)

شوہر عیسائی ہوا، پھر مسلمان ہوا، اس کی بیوی کا کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص مسلمان عیسائی ہوگیا اور چھ ماہ تک عیسائی رہا، اب پھر مسلمان ہوگیا تو اس کی زوجہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، یانہیں؟

الجواب

جس وقت وہ مرد عیسائی ہوا، اس کی زوجہ اسی وقت اس کے نکاح سے خارج ہوگئی، پس اگر اب عدت اس کی جوکہ تین حیض ہیں گزر گئی ہے تو وہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر چاہے پہلے شوہر سے بھی نکاح کرسکتی ہے؛ لیکن یہ اس کی مرضی پر ہے، مجبور نہ کی جاوے گی۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۱/۸)

عیسائی عورت مسلمان ہوگئی تو عیسائی شوہر سے اس کا نکاح باقی رہا:

سوال: ہندہ نے مذہب عیسوی کو ترک کر کے اسلام قبول کرلیا، بکر اس کا شوہر ہنوز کافر مذہب عیسوی پر قائم ہے اور کہتا ہے کہ میں اہل کتاب ہوں، میرا نکاح قائم ہے، جب تک میں اس کو طلاق نہ دوں اور ہندہ کو خلع لینے بھی کوئی حق نہیں ہے؟ ہندہ مسلمان سے نکاح کرسکتی ہے، یانہیں؟ اور خلع لینے کی ضرورت ہے، یانہیں؟ اور اگر نکاح کرسکتی ہے تو کب کرسکتی ہے؟

الجواب

بکر کا قول غلط ہے، مرد کتابی کا نکاح عورت مسلمہ سے نہیں ہوسکتا اور نہ باقی رہ سکتا ہے، البتہ ہندہ اسلام اس کے نکاح سے علاحدہ نہیں ہوئی؛ بلکہ تین حیض گزرنے پر، یا حائضہ نہ ہو، تین ماہ کے بعد ہندہ بکر سے بالکل جدا ہوجاوے گی، اگر تین حیض، یا تین ماہ کے اندر بکر شوہر اسلام لے آیا تو جدائی نہ ہوئی، بعد تین حیض وغیرہ کے ہندہ دوسرا نکاح مسلمان سے کرسکتی ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۱/۸-۳۸۲)

جس کا شوہر عیسائی ہوجائے، وہ دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے، یانہیں:

سوال: جما عیسائی ہوگیا، اس سے مجھ سائل کی ہمشیرہ کا نکاح ہوا تھا، تین سال ہوئے کہ اس نے عیسائی مذہب

---

(۱) ویجدد بینهما النکاح إن رضیت زوجته بالعود إلیه وإلا فلا تجبر. (ردالمحتار، باب المرتد: ۴۱۴/۳، ظفیر)

(۲) (وَلَوْ) (أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا) أَیْ أَحَدُ الْمَجُوسِیَّیْنِ أَوْ امْرَأَةُ الْکِتَابِیِّ (ثَمَّةَ) أَیْ فِی دَارِ الْحَرْبِ وَمُلْحَقٌ بِهَا کَالْبَحْرِ الْمِلْحِ (لَمْ تَبِنْ حَتَّی تَحِیضَ ثَلَاثًا) أَوْ تَمْضِیَ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ (قَبْلَ إسْلَامِ الْآخَرِ) إقَامَةً لِشَرْطِ الْفُرْقَةِ مَقَامَ السَّبَبِ. (الدرالمختار) (قَوْلُهُ لَمْ تَبِنْ حَتَّی تَحِیضَ إلَخْ) أَفَادَ بِتَوَقُّفِ الْبَیْنُونَةِ عَلَی الْحِیَضِ أَنَّ الْآخَرَ لَوْ أَسْلَمَ قَبْلَ انْقِضَائِهَا فَلَا بَیْنُونَةَ، بَحْرٌ ...فَإِذَا مَضَتْ هَذِهِ الْمُدَّةُ صَارَ مُضِیُّهَا بِمَنْزِلَةِ تَفْرِیقِ الْقَاضِی وَتَکُونُ فُرْقَةً بِطَلَاقٍ عَلَی قِیَاسِ قَوْلِهِمَا، وَعَلَی قِیَاسِ قَوْلِ أَبِی یُوسُفَ بِغَیْرِ طَلَاقٍ لِأَنَّهَا بِسَبَبِ الْإِبَاءِ حُکْمًا وَتَقْدِیرًا، بَدَائِعُ. (ردالمحتار، باب نکاح الکافر: ۵۳۶/۲-۵۳۷، ظفیر)

اختیار کرلیا، دو سال سے اس کا پتہ نہیں، میرا اور میری بہن کا مذہب سنی ہے تو وہ اپنا نکاح سنی مرد سے کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

جما سے اس کا نکاح فسخ ہوگیا، اب مسماۃ مذکورہ اپنا نکاح کسی مسلمان سنی مرد سے کرسکتی ہے۔(ھکذا فی الدر المختار) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۳۸۲/۸)

اگر دوبارہ مسلمان ہوجائے تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر اب ہندہ اپنے فعل بد سے توبہ کر کے پھر اسلام قبول کرلے تو اس کا سابقہ نکاح بہ ہمراہ زید بدستور قائم رہا، یا ان کو از سر نو نکاح پڑھانا پڑے گا؟

الجواب

از سر نو تھوڑے سے مہر پر نکاح مسماۃ ہندہ کا زید کے ساتھ بعد اسلام لانے کے کیا جاوے گا۔فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۳۷۱/۸-۳۷۳)

اسلام کے بعد پہلے شوہر سے راضی نہ ہو تو دوسرے سے نکاح ہوگا، یا نہیں:

سوال: اگر ہندہ مذہب اکالی سے توبہ کر کے اسلام قبول کرلے اور وہ زید سے از سر نکاح کرنے پر رضامند نہ ہو تو عمر برادر زید کے ساتھ ہندہ کا نکاح جائز ہوسکتا ہے اور اس میں زید سے طلاق نامہ لینے کی ضرورت ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر زید ہندہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا تو ہندہ کا نکاح بعد اسلام لانے ہندہ کے جبراً زید کے ساتھ کیا جاوے گا، ہندہ راضی ہو، یا نہ ہو اور عمر کے ساتھ نکاح کرنے سے ہندہ کو منع کیا جاوے گا، البتہ اگر زید ہندہ کو رکھنا نہ چاہے تو اس صورت میں ہندہ عمر کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۳۷۳/۸)

نومسلم سے نکاح کیا، عرصہ تک ساتھ رہنے کے بعد عورت کافر مرد کے پاس چلی گئی، اب پھر مسلمان شوہر کے پاس آگئی، کیا حکم ہے:

سوال: ایک کافرہ عورت نے مسلمان ہوکر کسی مسلمان سے نکاح کرلیا، ایک عرصہ تک ساتھ رہنے کے بعد وہ مسلمان اس عورت کو اپنے نکاح ہی میں چھوڑے ہوئے کہیں چلا گیا، چندروز کے بعد یہ عورت ایک کافر کے ساتھ چلی

---

(۱) وارتداد أحدهما أى الزوجين فسخ عاجل بلاقضاء.(الدر المختار)

أى بلاتوقف على قضاء القاضى وكذا بلا توقف على مضى العدة فى المدخول بها.(ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۵۳۹/۲، ظفير)

گئی اوران میں رہ کر ہر قسم کی مذہبی رسوم کفریہ ادا کرتی رہی۔ایک عرصہ کے بعد شوہراول مسلمان واپس آگیا تو یہ عورت بھی مسلمان ہوگئی۔اب اس عورت کو اس زوج مسلمان کے ساتھ اسی اول نکاح سے رہنا جائز ہے،یا تجدید نکاح کی ضرورت ہے؟ آیا اس کو استبرء رحم کے لیے عدت گزارنا ہوتو کتنا زمانہ مسلمان ہوتے ہی فسخ نکاح کا حکم دے کر عدت گزارے،یا تین حیض کے بعد نکاح فسخ سمجھ کر اب سے فسخ نکاح کی عدت گزارے؟

الجواب

اس صورت میں بھی احتمال ارتداد پر حکم عورت مذکورہ کا نہ کیا جاوے گا،لہٰذا نکاح اس کا شوہراول سے قائم ہے اور وہ عورت دی جاوے گیا اور عدت وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگی غایۃ یہ کہ احتیاطاً تجدید نکاح کر لی جاوے، **كما هو الاحتياط، كذا في الشامي**.(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۳۷۳-۳۷۴)

بیوہ ہندو عورت اگر مسلمان ہو جائے تو اس پر عدت نہیں:

سوال: ایک عورت ہنود سال دو سال سے بیوہ ہے،اگر مسلمان ہو کر فوراً کسی مسلمان سے نکاح کرے تو درست ہے،یا نہیں؟

الجواب

وہ عورت ہندونی بیوہ مسلمان ہو کر فوراً نکاح کر سکتی ہے،اس پر عدت بعد اسلام کے کچھ لازم نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۳۸۳)

کافرہ عورت مسلمان ہونے کے بعد عدت گزار کر شادی کر لے تو جائز ہے:

سوال: زید جو قوم سے چمار نامسلم ہے،اس کی زوجہ ہندہ نے بکر مسلمان سے تعلق ناجائز پیدا کر لیا اور عرصہ تک اس کے پاس رہی،اس کے بعد ہندہ نے مسلمان ہو کر بکر کے ساتھ نکاح کر لیا،زید کو جب معلوم ہوا تو بکر کی عدم موجودگی میں ہندہ کو اس کے گھر سے نکال کر لے گیا،اب بکر دعویدار ہے کہ ہندہ میری منکوحہ ہے،مجھ کو دلائی جاوے،اس صورت میں ہندہ شرعاً کس کو ملے گی؟

الجواب

درمختار میں ہے: **(وَلَوْ) (أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا) أَيْ أَحَدُ الْمَجُوسِيَّيْنِ أَوْ امْرَأَةُ الْكِتَابِيِّ (ثَمَّةَ) أَيْ فِي دَارِ الْحَرْبِ وَمُلْحَقٌ بِهَا كَالْبَحْرِ الْمِلْحِ (لَمْ تَبِنْ حَتَّى تَحِيضَ ثَلَاثًا) أَوْ تَمْضِيَ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ (قَبْلَ إسْلَامِ الْآخَرِ) إقَامَةً لِشَرْطِ الْفُرْقَةِ مَقَامَ السَّبَبِ**.(۳)

(۱) ردالمحتار،باب المرتد:۳/۳۹۳،ظفير
(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب نكاح الكافر:۲/۵۳۶-۵۳۷،ظفير
(۳) الدرالمختار على هامش ردالمحتار باب نكاح الكافر:۲/۵۳۶،ظفير

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کافر کی زوجہ مسلمان ہوجاوے تو تین حیض آنے کے بعد، یا اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ گزرنے کے بعد وہ عورت اس کافر کے نکاح سے خارج ہوتی ہے، پھر کوئی کچھ تعلق زوجیت کا درمیان اس کافر کی اور اس کی زوجہ کے نہیں رہتا، پس زید جب کہ مدت مذکورہ میں اسلام نہ لایا تو اس کی زوجہ ہندہ اس کے نکاح سے خارج ہوگئی اور بکر سے اگر نکاح مدت مذکورہ کے بعد ہوا تو صحیح ہوگیا اور اگر عورت کے مسلمان ہوتے ہی فوراً نکاح کر لیا تو وہ صحیح نہیں ہوا، تین حیض آنے کے بعد، یا تین ماہ گزرنے کے بعد پھر نکاح ہونا چاہیے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۳/۸-۳۸۴)

کافر کی بیوی مسلمان ہوجائے تو عدت کے بعد اس سے نکاح کرنا چاہیے:

سوال: ہندہ کافرہ شوہر دار ہے، زید سے اس کی آشنائی ومحبت ہوگئی ہے، زید نے اس کو مسلمان کرا کر اسی وقت عقد کرلیا۔ یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس بارے میں حکم یہ لکھا ہے کہ اسلام کے بعد تین حیض عورت کو پورے کرا کر اس سے نکاح صحیح ہوسکتا ہے اور تفصیل اس کی درمختار شامی میں ہے۔ الحاصل بفور اسلام جو اس عورت سے نکاح کیا گیا، وہ صحیح نہیں ہوا۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۴/۸)

کافرہ کو اس کا شوہر بطور خود طلاق دے چکا ہے، اگر اب وہ عورت مسلمان ہوکر فورا نکاح کرلے تو جائز ہے:

سوال: ایک عورت کافرہ کہ جس کے خاوند نے عرصہ پانچ چھ سال کا ہوا اپنے طریق پر طلاق دے دی ہے، وہ اب مسلمان ہونا چاہتی ہے اور ایک مسلمان کے ساتھ نکاح پر راضی ہے، کیا وہ مسلمان ہوتے ہی نکاح کرسکتی ہے، یا کیا؟

الجواب

مسلمان ہوتے ہی اس سے نکاح کر لینا صحیح ہے۔

[اس لیے کہ وہ پانچ سال سے مطلقہ ہے، اس پر عدت نہیں ہے۔ ظفیر] فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۴/۸-۳۸۵)

نومسلمہ کا نکاح عدت بعد کیا جائے:

سوال: ایک جوان عورت ہمارے یہاں آکر مسلمان ہوئی اور خاونداس کا مسلمان نہیں ہوا، جس کو عرصہ بیس یوم کا ہوا، اس عورت کو شوہر کی خواہش بے حد ہے، اسی کی طرف سے ہر وقت یوم کا ہوا، اس عورت کو شوہر کی خواہش بے حد

(۱) (وَلَوْ) (أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا) أَيْ أَحَدُ الْمَجُوسِيَّيْنِ أَوْ امْرَأَةُ الْكِتَابِيِّ (ثَمَّةَ) أَيْ فِي دَارِ الْحَرْبِ وَمُلْحَقٌ بِهَا كَالْبَحْرِ الْمِلْحِ (لَمْ تَبِنْ حَتَّى تَحِيضَ ثَلَاثًا) أَوْ تَمْضِيَ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ (قَبْلَ إِسْلَامِ الْآخَرِ) إِقَامَةً لِشَرْطِ الْفُرْقَةِ مَقَامَ السَّبَبِ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ٥٣٦/٢-٥٣٧، ظفير)

ہے، اسی کی طرف سے ہر وقت یہ تقاضا ہے کہ میرا نکاح بہت جلد کر دیا جائے، مجھ کو برداشت نہیں ہے، اگر شرعاً جائز ہو تو اس کا نکاح کر دیا جائے؟

الجواب

درمختار میں یہ لکھا ہے کہ ایسی عورت تین حیض گزرنے کے بعد نکاح کر سکتی ہے، اس سے پہلے نکاح صحیح نہ ہوگا؛ بلکہ جیسا کہ عدت کے اندر نکاح کر دینے سے وہ نکاح باطل ہو جاتا ہے، ایسا ہی یہ نکاح جو تین حیض سے پہلے ہوگا، باطل ہوگا۔(۱)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب أجله﴾(۲)

لہٰذا اس حکم کا خلاف شرعاً نہیں ہو سکتا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۸۵/۸)

شوہر مسلمان ہوا؛ مگر عیسائی بیوی مسلمان نہ ہوئی تو کیا شوہر اس کی بہن مسلمہ سے نکاح کر سکتا ہے:

سوال: زید کا مذہب عیسائی تھا، اب مسلمان ہو گیا اور اس کی زوجہ فاطمہ اس کے ساتھ مسلمان نہ ہوئی؛ بلکہ اسلام لانے سے انکار کر دیا، زید نے بعد اسلام لانے کے فاطمہ کی بہن حقیقی زینب سے نکاح کر لیا، چونکہ وہ پہلے اسلام لے آئی تھی، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور زید کے اسلام لانے سے نکاح زید اور فاطمہ کا ٹوٹ گیا تھا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح زید و فاطمہ کا قائم ہے، فسخ نہیں ہوا۔ درمختار میں ہے:

ولواسلم الزوج وهی مجوسیة فتهودت أوتنصرت بقی نکاحها کمالو کانت فی الابتداء کذلک.(۳)

اور شامی میں ہے:

وأما إذا أسلم زوج الکتابیة فإن النکاح یبقی.(۴)

اور جب کہ نکاح زید کا فاطمہ کے ساتھ قائم ہے تو نکاح زید کا فاطمہ کی بہن زینب سے صحیح اور جائز نہیں ہوا، زید کو چاہیے کہ زینب کو فوراً علاحدہ کر دے اور فاطمہ کو اپنی زوجیت میں رکھے، دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وأن تجمعوا بین الأختین﴾(الآیة)(۵) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۸۵/۸-۳۸۶)

---

(۱) (وَلَوْ) (أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا) أَیْ أَحَدُ الْمَجُوسِیَّیْنِ أَوْ امْرَأَةُ الْکِتَابِیِّ (ثَمَّةَ) أَیْ فِی دَارِ الْحَرْبِ وَمُلْحَقٌ بِهَا کَالْبَحْرِ الْمِلْحِ (لَمْ تَبِنْ حَتَّی تَحِیضَ ثَلَاثًا) أَوْ تَمْضِیَ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ (قَبْلَ إسْلَامِ الْآخَرِ).(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب نکاح الکافر: ۵۳٦/۲،ظفیر)

(۲) سورة البقرة: ۲۳۰،ظفیر

(۳) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار،باب نکاح الکافر: ۵۳۵/۲،ظفیر

(۴) ردالمحتار،باب نکاح الکافر: ۵۳٤/۲،ظفیر

(۵) سورة النساء: ۲٤،ظفیر

مرتد ہوکر عورت مسلمان ہوجائے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک مسلمان عورت اپنے خاوند کی تکلیفوں کو برداشت نہ کرسکی، مجبوراً عیسائی ہوگئی، جس کو ایک سال گزر چکا، اس کا خاوند اب تک مسلمان ہے، اس نے طلاق نہیں دی، اب وہ عورت مسلمان ہوکر دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اصل مسئلہ یہ ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہوجانے سے نکاح فوراً فسخ ہوجاتا ہے اور بعد اسلام لانے کے وہ عورت دوسرے مسلمان سے نکاح کرسکتی ہے؛ لیکن اگر عورت محض خاوند سے علاحدہ ہونے کی وجہ سے مرتد ہو اور کفر کو اختیار کرے تو اس میں فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ ایسی حالت میں اس عورت کو جبراً مسلمان کر کے شوہر اول سے ہی اس کا نکاح کیا جاوے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۸۶/۸-۳۸۷)

کافرہ کو مسلمان کر کے شادی کرلی جائز ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے ایک خاکروب کی بیوی سے آشنائی پیدا کی، چند روز کے بعد رسوائی ہوئی اور برادری نے تنبیہ کی اور توبہ کرائی، پھر چند روز بعد اس کی بیوی کو بھگا کر لے گیا اور دس بارہ روز میں اس کو مسلمان کرا کر لے آیا اور اس سے عقد شرعی کرلیا تو یہ عقد مسلمان ہونے کے بعد جائز ہوا، یا نہیں؟ اور وہ بخشا جائے گا، یا نہیں؟ اور ان دونوں کا ایمان رہا، یا نہیں؟ اور جو توبہ کر کے توڑ دے اور پھر توبہ کرے تو مقبول ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

وہ مسلمان ہوگئی؛ مگر تین حیض گزرنے سے پہلے اس سے نکاح کرنا درست نہیں ہے اور توبہ سے گنہ معاف ہوجاتا ہے اور بخشش کی امید ہے اور کبیرہ گنہ بعد پھر توبہ کرے تو بھی توبہ قبول ہوتی ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۸۷/۸)

---

(۱) (وارتداد أحدهما) أى الزوجين (فسخ) فلا ينقص عددا (عاجل) بلاقضاء ... (لوارتدت) لمجيء الفرقة منها قبل تأكده ... وتجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجراً لها بمهر يسير كدينار وعليه الفتوىٰ، ولوالجية، وافتى مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجراً وتيسيرا. (الدر المختار)

فلكل قاض أن يجدده بمهر يسير ولوبدينا ر رضيت أم لا وتمنع من التزوج بغيره بعد اسلامها. (رد المحتار، باب نكاح الكافر: ۵۴۰/۲، ظفير)

یہ اس وقت ہے جب پہلا شوہر اس کا طالب ہو؛ لیکن اگر وہ خاموش ہے، یا صراحتاً اس کو چھوڑ رکھا ہے تو پھر یہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔

ولايخفى أن محله ما إذا طلب الزوج ذلك أما لوسكت أوتركه صريحا فإنها لا تجبر وتزوج من غيره لأنه ترك حقه. (الدر المختار، باب نكاح الكافر: ۵۴۰/۲، ظفير)

مشرک عورت کو جبراً مسلمان کر کے اس سے نکاح کرنے کا حکم:

سوال: **ماقولکم رحمکم اللّٰہ تعالی** اس صورت میں کہ ایک عورت مشرکہ اپنے گھر میں تھی، اس کی اور اس کی ساس میں باہم لڑائی ہوگئی، ساس نے اس کو مارا اور کہا کہ نکل جا ہمارے گھر سے تو اس کو اس کہنے پر غصہ آیا اور اپنے میکہ کو نکل چلی، کہیں راستہ میں ایک جگہ کوئی ایسا آدمی رہتا تھا کہ وہ اکثر ایسی عورتوں کو بہکا کر ادھر ادھر کر دیا کرتا تھا، اس مشرکہ مذکورہ کو بھی اس نے اپنے پاس ٹھہرا کر ایک دو روز کے بعد کسی شخص کو بلا کر اور اس سے کچھ روپیہ وصول کر کے عورت مذکورہ کو اس کے ہمراہ کر کے گاڑی میں بٹھا دیا اور کہا کہ ان کے ساتھ جا، یہ تجھ کو تیرے باپ کے یہاں پہونچا دیں گے، وہاں سے چل کر کچھ مسافت کے بعد گاڑی سے اُترے تو اس عورت نے کہا: یہ تو میرے میکہ کا راستہ نہیں، لانے والے نے دھمکایا اور کہا کہ ہمارے ساتھ چل اور خاموش رہ، ورنہ ہم تجھ کو مار ڈالیں گے اور پھر اپنے مکان میں لاکر چند روز رکھا اور دھمکیاں دیتے رہے کہ تو مسلمان ہو جا، ورنہ ہم تجھ کو مار ڈالیں گے۔ بالآخر چار نا چار وہ راضی ہوگئی، چند روز کے بعد ایک آدمی کو بلا چند آدمیوں کے سامنے اس کو مسلمان کیا، اس عورت نے بخوبی کلمہ شریف پڑھا اور اپنے پہلے دین سے برأت اور اسلام سے اپنی رغبت ظاہر کر دی اور اقرار کیا کہ احکام اسلامی کو بجالایا کروں گا، یا کروں گی اور اسی کو اپنا دین سمجھا کروں گی تو عورت شریعت محمدیہ کی رو سے مسلمان ہوگئی، یا نہیں ہوئی؟ بینوا توجروا۔

تنقیح:

فی رد المختار: فإذا قال: أنا مسلم طائعاً فھو دلیل اسلامه.

وفیه: فإذا أتی بھما (أی بالشھادتین) طائعاً یجب الحکم باسلا مه. (۴۴۵/۳)

بنابراں روایات کے دیکھنا چاہیے کہ اظہار رضا و رغبت طائعا ہے، یا اب بھی اس کو وہی خوف ہے کہ اگر ایسا نہ کروں گی تو مجھ کو مار ڈالیں گے اور اس کے گمان میں یہ ہے کہ یہ ایسا کر سکتے ہیں، جواب اس کی تحقیق پر موقوف ہے۔

جواب تنقیح:

اس عورت مذکورہ بالا سے جو دریافت کیا گیا کہ مسلمان ہوگئی ہے تو اس نے نہایت خوشی سے مسلمان ہونے کا اظہار کیا اور جب جداگانہ پوچھا گیا ہے کہ تجھ کو پھر اسی پہلے دین کی طرف رغبت و محبت ہے، اس دین میں جانا چاہتی ہے؟ تو اس سے بالکل انکار کرتی ہے اور اسلام لانے پر خوش ہے اور کسی قسم کا خوف نہیں ظاہر کرتی ہے اور جانتی ہے کہ اگر پہلے دین کو اختیار کروں تو مجھ کو کوئی شے مانع نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قال قاضی خان فی فتاواہ (۴۱۶/۴، من باب الإکراہ): وإذا أجبر الکافر علی الإسلام فأسلم، صح إسلامه فإن ارتد بعد ذلک یجبر علی الإسلام ولا یقتل، آہ.

صورت مسئلہ میں اس عورت مشرکہ کا اسلام معتبر ہوگیا، اب اس کو مسلمان ہی سمجھنا چاہیے اور اگر اس کا شوہر کافر زندہ ہے تو وقت اسلام سے تین حیض گزر جانے کے بعد اس کا نکاح مسلمان مرد سے ہوسکتا ہے، تین حیض گزرنے سے پہلے نکاح درست نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹/ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام: ۲۱۰/۳)

میاں بیوی ساتھ مسلمان ہوگئے تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں:

سوال: اگر خاوند بی بی دونوں مسلمان ہوگئے، معہ اپنے بچوں کے تو ان کو اب حالت اسلام میں نکاح جدید کی ضرورت ہے، یا وہ ہی کافی ہوگا؟

الجواب

مسئلہ یہ ہے کہ اگر خاوند بی بی دونوں مسلمان ہوجاویں تو ان کو تجدید نکاح ضرورت نہیں ہے، پہلا نکاح ان کا باقی ہے، البتہ احتیاطا بعد اسلام کے اگر پھر ان کا نکاح کر دیا جاوے تو یہ اچھا ہے۔

(اسلم المتزوجان بلا) سماع (شهود أوفى عدة كافر معتقدين ذلك أقرّا عليه). (۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۸۷/۸-۳۸۸)

مسلمان میاں بیوی عیسائی ہوگئے، پھر دونوں مسلماں ہوگئے، کیا حکم ہے:

سوال: ایک مرد اور عورت دونوں عیسائی ہوگئے، چند یوم بعد لڑکی مسلمان ہوگئی، پانچ یوم بعد لڑکا بھی مسلمان ہوگیا، ان کا نکاح رہا، یا نہیں؟

الجواب

ان کا نکاح نہیں رہا، پھر نکاح ہونا چاہیے۔ درمختار میں ہے:

وفسد إن اسلم أحدهما قبل الآخر. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۸۸/۸)

کافر میاں بیوی دونوں مسلمان ہوجائیں تو پھر دوبارہ نکاح کرانا ضروری ہے، یا نہیں:

سوال: زید ہندہ دونوں کافر تھے؛ لیکن اب مسلمان ہوگئے، اب ان کا نکاح ہونا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

زوجین کافرین اگر دونوں مسلمان ہوجاویں، نکاح ان کا باقی رہے گا۔ (کذا فی الدر المختار) (۳) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۸۸/۸)

(۱-۲) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۵۳۲/۲، ظفير

(۳) (و) الثاني أن (كل نكاح حرم بين المسلمين لفقد شرطه) كعدم شهر (يجوز فى حقهم إذا اعتقدوه) عند الامام ==

زوجین میں کوئی کافر ہوجائے تو نکاح جدید عورت کی رضامندی سے ہوگا، یا شوہر کی:

سوال: اگر زوجین میں سے کوئی کافر ہوجاوے تو نکاح جدید عورت کی رضامندی سے ہوگا، یا محض شوہر کی خواہش پر اور سابقہ مہر کے علاوہ مہر جدید عورت کی رضامندی کے مطابق ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

کافر ہوجانا احدالزوجین کا موجب فسخ نکاح ہے، پھر اگر تجدید نکاح کی جاوے گی تو عورت کی رضامندی سے ہوگی اور مہر بھی حسب خواہش عورت جدید ہوگا، (۱) البتہ اس صورت میں کہ عورت کی طرف سے ہوگی ارتداد سرزد ہو جو موجب فسخ نکاح ہو، فقہاء نے لکھا ہے کہ زجراً اس عورت کو مجبور کیا جاوے گا، شوہر اول سے نکاح کرنے پر بمہر جدید۔(کذا فی الدرالمختار وأقرّہ الشامی)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۸۸/۸-۳۸۹)

کافر کی بیوی مسلمان ہوگئی، اس کے نکاح کا کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ کافرہ تھی، اب مسلمہ ہوگئی ہے اور اس کا شوہر بدستور کافر ہے، کیا ہندہ کا نکاح کسی مسلمان سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

کتب فقہ میں اس صورت کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ عورت مسلمہ تین حیض کے بعد، یا اگر حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ کے بعد پہلے شوہر کے نکاح سے جدا ہوگی، اس کے بعد اس کو دوسرا نکاح کرنا درست ہے۔ تین حیض، یا تین ماہ گزرنے سے پہلے اس عورت کو دوسرا نکاح کرنا درست ہوسکتا ہے۔ تین حیض، یا تین ماہ گزرنے سے پہلے اس عورت کو دوسرا نکاح درست نہیں ہے۔

== (ویقرّون علیه بعد الإسلام) ... (أسلم المتزوجان بلا) سماع (شهود أو فی عدة کافر معتقدین ذلک أقرّا علیه).(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار،باب نکاح الکافر:۵۳۱/۲-۵۳۲،ظفیر)

(۱) (وارتداد أحدهما فسخ فی الحال) ... ولو ارتدد هولا تجبر المرأة علی التزوج.(البحرالرائق،باب نکاح الکافر:۲۳۰/۳-۲۳۱،ظفیر)

(ولا تجبر بکر بالغة علی النکاح) أی لاینفذ عقد الولی بغیر رضاها عندنا خلافا للشافعی ... ولنا أنها حرة مخاطبة فلا یکون للغیر علیها ولایة.(البحرالرائق،باب الولی:۱۱۸/۳،ظفیر)

(۲) فشمل ارتداد المرأة وهو ظاهر الروایة وبعض مشایخ بلخ ومشایخ سمرقند أفتوا بعدم الفرقة بردتها حسما لباب المعصیة والحیلة للخلاص منه وعامة مشایخ بلخ أفتوا بالفرقة لکنها تجبر علی الاسلام والنکاح مع زوجها الأول لأن الحسم یحصل بهذا الجبر فلا ضرورة إلی إسقاط اعتبار المنافی ...ولایخفی أن محله ما إذا طلب الأول ذلک أما إذا رضی بتزوجها من غیره فهو صحیح لأن الحق له وکذلک لولم یطلب تجدید النکاح واستمر ساکتا لایجدده القاضی حیث أخرجها من بیته.(البحر الرائق،باب نکاح الکافر:۲۳۰/۳،ظفیر)

کذا فی الدر المختار: (وَلَوْ) (أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا) أَیْ أَحَدُ الْمَجُوسِيَّيْنِ أَوْ امْرَأَةُ الْكِتَابِيِّ (ثَمَّةَ) أَیْ فِی دَارِ الْحَرْبِ وَمُلْحَقٌ بِهَا كَالْبَحْرِ الْمِلْحِ (لَمْ تَبِنْ حَتَّى تَحِيضَ ثَلَاثًا) أَوْ تَمْضِيَ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ (قَبْلَ إسْلَامِ الْآخَرِ) إقَامَةً لِشَرْطِ الْفُرْقَةِ مَقَامَ السَّبَبِ [وهو الإباء]. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۹۱/۸)

کافر میاں بیوی مسلمان ہوجائیں تو دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں:

سوال: زید بمع اپنی بیوی کے مسلمان ہوا، اولاد نہیں ہے، کیا دونوں کا از سر نو نکاح کرنا ضروری ہے؟

(المستفتی: ۵۳۲، عبد الرحمٰن، ۱۱ر ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ، مطابق ۱۳ر جولائی ۱۹۳۵ء)

الجواب

اگر میاں بیوی ساتھ ساتھ مسلمان ہوئے ہیں تو ان کا نکاح جدید کرانا لازم نہیں، بس جیسے وہ میاں بیوی تھے، ویسے ہی رہیں گے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۲۹۱/۵)

ایک ساتھ مسلمان ہونے والے میاں بیوی کا سابقہ نکاح برقرار ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۱۰ر ستمبر ۱۹۲۷ء)

سوال: کل جامع مسجد میں شوہر و زوجہ اہل ہنود داخل اسلام ہوئے ہیں۔ بعد ختم رسم ایک صاحب نے امام صاحب سے سوال کیا کہ آیا پھر ان دونوں میں تجدید نکاح کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ امام صاحب نے فرمایا کہ ضرورت نہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب

جب کافر میاں بیوی ایک دم مسلمان ہوجائیں اور ان میں کوئی ایسا رشتہ نہ ہو، جس میں اسلام کے قواعد کے بموجب مناکحت حرام ہے تو وہ اپنے سابقہ تعلق ازدواجی پر قائم رہیں گے، جدید نکاح کی ضرورت نہ ہوگی؛ لیکن اگر دونوں میں کوئی ایسا رشتہ ہے، جو اسلام کے اصول سے مناکحت کو ناجائز قرار دیتا ہے تو ان میں تفریق کردینی پڑے گی اور دونوں بحیثیت میاں بیوی نہ رہ سکیں گے۔ (۳)

محمد کفایت اللہ غفر لہ (کفایۃ المفتی: ۳۱۰/۵)

---

(۱) ردالمحتار، باب نکاح الکافر: ۵۳۶/۲-۵۳۷، ظفیر

(۲) وإذا تزوج الكافر بغير شهود أو فی عدة كافر وذلک فی دينهم جائز ثم اسلما اقرا عليه. (الهداية، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرک: ۳۲۴/۲، شركة علمية)

(۳) أسلم المتزوجان بلا سماع شهود أو فی عدة كافر معتقدين ذلک أقرا عليه، لأنه أمر بتركهم وما يعتقدون لو كان المتزوجان اللذان أسلما محرمين أو أسلم احد المحرمين أو ترافعا إلينا وهما على الكفر فرق القاضی أو الذی حكماه بينهما. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۱۸۶/۳، سعيد)

مسلمان ہونے کے بعد عورت پر عدت لازمی ہے، یا نہیں:

سوال (۱) ایک ہندو عورت کو ایک مسلمان کے نفس قابو میں آئے ہوئے چھ ماہ کا عرصہ ہو گیا۔اب شخص مذکور عورت داشتہ کو مسلمان بنوا کر نکاح کرنے کی خواہش کرتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ موصوفہ مذکورہ کو قبول اسلام کے بعد شرعی قید عدت ضروری ہے۔قید عدت کے بغیر نکاح ہو گیا تو وہ نکاح ہوگا؟

شرعی سزا کے بغیر زانی اور زانیہ کا آپس میں نکاح:

(۲) ایک ہندو عورت شرف اسلام کے بعد کسی مسلمان سے ناجائز تعلقات ایک عرصے سے برقرار رکھتی ہے، لہٰذا اب دونوں کا نکاح کونسی شرعی سزا کے بعد درست تقلیم کیا جائے گا۔اس سلسلہ گزارش میں یہ بھی مطلوب ہے کہ بغیر شرعی سزا نکاح مذکورہ کیسا ہوگا؟

پہلی بیوی کا حق مارنے کی غرض سے دوسرا نکاح صحیح نہیں:

(۳) زید ایک شادی شدہ مسلمان ہے۔زید کی عورت عاجلہ صحت آفرین صورت اور قابل تحسین سیرت رکھتی ہے۔ حیف کہ زید وساوس شیطانی سے مغلوب ہو کر ہوس نفس کی خاطر ایک ہندو عورت کو مسلمان ہونے کی ترغیب دے کر اور مسلمان بنا کر اپنی زوجیت میں لانا چاہتا ہے۔یہ بھی واضح خاطر ہو کہ زید مذکور یعنی زید کا نکاح وقوع پذیر ہونے کے بعد زید کی پہلی عورت کے اور اس سے وابستہ رشتہ داروں کے ارمانوں کا خون ہونے کا نہایت اندیشہ ہے،لہٰذا زمانہ حال کے ایک نفس پر طبقہ پر نظر عنایت فرما کر شرعی نقطہ نظر سے فیصلہ مرحمت ہو کہ زید کے اس نکاح کے معاملہ میں ہم مسلمان تائید کریں، یا تردید؟

حاملہ سے نکاح:

(۴) ایک مسلمان عورت کی نسبت یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ وہ حاملہ ہے اور اس حالت میں ایک مسلمان اس کو منکوحہ بنانا چاہتا ہے۔الغرض ان دونوں کا نکاح شرعاً کیسا ہوگا؟ اس معاملے میں ایک مسلم جماعت افواہ مذکور کی تحقیق کے بغیر ان دونوں کا نکاح کر دے تو شریعت اسلامی اس جماعت کو کیا کہے گی؟

(المستفتی:۲۰۳۴ منشی سید الطاف حسین صاحب، ضلع کنٹور،۱۲ر رمضان ۱۳۵۶ھ،مطابق ۱۷ر نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

(۱) ہندو عورت شادی شدہ ہے اور اس کا شوہر موجود ہے تو اس کے مسلمان ہونے کے بعد عدت گزارنی ہوگی،عدت کے بعد وہ نکاح کر سکے گی۔(۱)

---

(۱) وإذا أسلمت المرأة في دار الحرب ... لم يقع الفرقة عليها حتى تحيض ثلث حيض ثم تبين من زوجها.(الفتاویٰ الهندية، باب نكاح اهل الشرك: ۳٤٧/٢، شركة علمية)

اور اگر غیر شادی شدہ، یا بیوہ ہے تو مسلمان ہونے کے بعد اس سے فوراً نکاح ہو سکے گا۔(۱)

شرعی سزا جاری کرنے کا مسلمانوں کو اختیار اور طاقت نہیں۔عورت و مرد دونوں گناہگار ہیں؛ لیکن اگر وہ آئندہ گناہ سے بچے؛ اس لیے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو ان کا نکاح آپس میں جائز ہے۔(۲)

(۳) جہاں تک زید کو سمجھا کہ اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے؛ لیکن اگر وہ کسی طرح نہ مانے تو پھر زوجہ اولیٰ کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے پر اس کو مجبور کیا جائے اور اگر وہ پہلی بیوی کے ساتھ بدسلوکی کرے تو اس کو بجز انصاف کی طرف لایا جائے۔(۳)

(۴) اگر وہ عورت معتدہ نہ ہو؛ یعنی طلاق، یا موت کی عدت نہ گزار رہی ہو تو اس حاملہ کا نکاح جائز ہے۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔(کفایۃ المفتی:۳۰۰/۵)

چماری مسلمان ہوئی، شادی کی، پھر ہندو کے گھر لے جائی گئی، اب پھر مسلمان ہے، کیا حکم ہے:

سوال: پہلے ایک چماری مسلمان ہوئی اور اپنا نکاح اہل اسلام سے پڑھوایا، چھ ماہ اس شخص کے گھر میں رہی، پھر اس چماری کو ہندو جبراً پکڑ کر لے گئے، اس کا خاوند کسی اور مقدمہ میں قید ہو گیا تھا۔ پانچ ماہ تک چماری ہندوں کے گھر رہی، حلال حرام کو مباح جانا، اب پھر دوبارہ مسلمان ہوگئی، آیا پہلا نکاح اس کا فاسد ہو گیا، یا کیا؟ اس چماری کا نکاح دوسرے شخص سے جائز ہے، یا نہیں؟ یا پہلے خاوند سے طلاق لینی چاہیے؟

الجواب

جو امور سوال میں درج ہیں، ان سے اس چماری کا مرتد ہونا معلوم نہیں ہوتا، اگر درحقیقت وہ اپنے اسلام پر قائم رہی اور عقیدہ اسلام کا رہا، اگرچہ اعمال میں شریک کفار کے رہی تو مرتد نہیں ہوئی اور اس کا پہلا نکاح قائم ہے۔(۵) بدوں اس کے طلاق کے اس کے نکاح سے خارج نہ ہوگی اور دوسرے شخص سے نکاح جائز نہ ہوگا اور اگر اس نے اپنا

---

(۱) ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾(النساء: ٢٤)

(۲) وفی مجموع النوازل: إذا تزوج امرأه قد زنى هو بها وظهر بها حبل فالنكاح جائز عند الكل وله أن يطأها عند الكل.(الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح،الباب الثالث، القسم السادس: ٢٨٠/١، ماجدية)

(۳) عن حذيفة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تكونوا إمعة تقولون إن أحسن الناس أحسنا وإن ظلموا ظلمنا ولكن وطنوا أنفسكم إن احسن الناس أن تحسنوا وإن أساؤا فلا تظلموا.(جامع الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی الاحسان والعفو: ٢١/٢، سعيد)

(۴) وصح نكاح حبلى من زنا.(الدر المختار، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات: ٢١/٣، سعيد)

(۵) لايخرج الرجل من الايمان إلا جحود ما أدخله فيه ثم تيقن أنه ردة يحكم بها ومابشک أنه ردة لايحكم بها إذ الاسلام الثابت لايزول بالشک مع أن الإسلام يغلو وينبغی للعالم إذا رفع إليه هذا أن لايبادر بتكفير أهل الإسلام مع أنه يقضی بصحة إسلام المكره.(ردالمحتار،باب المرتد: ٣٩٣/٣،ظفير)

عقیدہ بدل دیا تھا اور اسلام نے منحرف ہوگئی تھی اور اسلام کا انکار کردیا تھا تو نکاح سابق اس کا فسخ ہوگیا، اب دوبارہ اسلام لانے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح صحیح ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۹۹/۸-۴۰۰)

نومسلم بالغہ کونکاح کے بعد دوبارہ ہندو باپ کے حوالے کرنا مسلمان ناجائز حکم کے پابند نہیں:

سوال: ایک لڑکی مسماۃ موہنی جو بالغہ ہے اور جس کی عمر ۱۶/سال آٹھ مہینے ہے بخوشی ورضا مشرف باسلام ہوئی اور مسلمان ہوکراس کا نکاح مسمی محمد عالم کے ساتھ کردیا گیا۔لڑکی کے ہندو باپ نے عدالت میں رجوع کیا۔عدالت نے لڑکی کے بلوغ،قبول اسلام اور نکاح کے جائز قرار دینے کے باوجود لڑکی کو ہندو باپ کے قبضہ میں دے دیا اور مسمی محمد عالم سے ملنے کی اور خط وکتابت کی بھی ممانعت کردی۔

(۱) کیا عدالت کا یہ فعل مداخلت فی الدین ہے، یانہیں؟

(۲) کیا مسلمانوں کوایسے ناجائز حکم کی پابندی کرنی چاہیے، یانہیں؟

(۳) کیا عدالت ہائی کورٹ کا موجودہ حکم دوسرے صوبہ جات میں مثال کےطور پر پیش نہ کردیا جائے گا؟

(۴) اگر یہ معاملہ مداخلت فی الدین ہےتو مسلمانوں کوکیا کرنا چاہیے؟

(المستفتی:۲۵۰۳،مولوی عبدالحی صاحب حقانی (کراچی) ۱۷/ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ۷/جون ۳۹ء)

الجواب

جب کہ لڑکی بالغہ ہے اوراس نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا اوراس کی رضامندی سے اس کا نکاح اسلامی شریعت کے ماتحت ہوگیا تو اب اس کو جبراً ہندو باپ کے قبضہ میں دے دینا اسلامی قانون کے لحاظ سے مداخلت فی الدین ہے۔(۲) مسلمان ایسے ناجائز حکم کے پابند نہیں، ان کواس حکم کے منسوخ کرانے کے لیے ہر امکانی جدوجہد کرنی لازم ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔(کفایۃ المفتی:۳۰۶/۵)

---

(۱) (وارتداد أحدهما) أی الزوجین فسخ عاجل بلاقضاء.(الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار،باب نكاح الكافر: ۵۳۹/۲،ظفیر)

(۲) قال تعالٰی:﴿یا أیها الذین اٰمنوا إذا جاء كم المؤمنات مهاجرات فامتحنوهن الله اعلم بإیمانهن فإن علمتوهن مؤمنات فلا ترجعوهن إلی الكفار لاهن حل لهم ولا هم یحلون لهن وآتوهم ما انفقوا ولا جناح علیكم ان تنكحوهن إذا آتیتموهن أجورهن﴾(سورة الممتحنة: ۱۰)

(۳) حدثنا محمد بن المثنی فقال ابو سعید اما هذا فقد قضی ما علیه، سمعت رسول الله صلی الله علیهو سلم : یقول: من رأی منكم منكراً فلیغیره بیده فإن لم یستطع فبلسانه فإن لم یستطع فبقلبه الحدیث. (الصحیح لمسلم، كتاب الإیمان: ۵۱/۱، قدیمی)

کافر داشتہ سے پیدا شدہ لڑکے لڑکیاں اگر صدق دل سے اسلام لا کر کافروں سے اختلاط نہ رکھیں تو ان کی خوش غمی میں شریک ہونا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں:

سوال: ایک قریہ میں چند اہل اسلام رہا کرتے ہیں، ان میں ایک صاحب نے کافر قوم کی ایک داشتہ کو ایک عرصہ سے اپنے تصرف میں رکھ کر چھ اولاد پیدا کی؛ یعنی تین لڑکوں کی شادیاں کافروں میں ہوئی ہیں۔ بس اسی طور پر سب ملے جلے رہتے تھے۔ اب کہ دو سال پیشتر طاعون اور ہیضہ کی وبا پھیل پڑی تو اس وقت صاحب مذکور ان تمام کو دین لے آئے؛ مگر تین لڑکوں میں سے کسی کا ختنہ نہیں کیا اور اس داشتہ کو بھی تا حال بغیر نکاح کے اسی طرح اپنے پاس رکھے ہوئے ہے۔ اہل جماعت کے کہنے پر بھی قبول نہیں کرتا۔ دوسرا جو بڑا لڑکا تھا، وہ اور اس کی عورت دونوں دینِ اسلام میں آ کر نکاح ہو جانے کے ایک مہینہ بعد پھر دین کو چھوڑ کر اپنے قدیم مذہب کفر میں داخل ہو گیا؛ مگر سب ملے جلے رہتے تھے۔ اہل جماعت کے اعتراض کرنے پر بڑے بیٹے اور بہو کو الگ کر رکھا ہے، یہ علاحدگی تو بظاہر ہے، ورنہ بباطن سب ملے جلے رہتے ہیں۔ باقی مذکور صاحب کی داشتہ، دو لڑکے اور تین لڑکیاں یہ سب یک ساتھ رہتے ہیں۔ نہ آئین دین کے پابند ہیں، نہ آئین دنیا کے۔ ایسی صورت میں ان لوگوں کے ہاں خوشی غمی میں مسلمان شرکت کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو ان کو قبرستان میں جگہ دی جا سکتا ہے، یا نہیں؟ اس کی بڑی لڑکی کی شادی عنقریب ہونے والی ہے تو اس میں ہمارا قاضی جا کر نکاح پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟ اہل جماعت یوں کہتے ہیں کہ اس کی ماں کا تو نکاح ہوا نہیں، اب بیٹی کا کیوں ہونے لگا۔ نیز اس داشتہ کی ماں ایک بوڑھی عورت دین میں تو آئی؛ مگر چال وچلن سارے کفر کے ہیں، ایک بات بھی اس کے اندر دین کی نہیں تو کیا اس کو قبرستان میں جگہ دی جا سکتی ہے؟ دوسرا پندرہ سال کا لڑکا تھوڑا بہت علم دین بھی جانتا ہے۔ ہمارے فرائض وسنت سے بھی کچھ واقف ہے۔ وہ لڑکا اگر کسی سبب سے بکرا، یا مرغی ذبح کر دے تو وہ حلال ہے، یا نہیں؟

الجواب

ھو المصوب: پہلے شخص مذکور کو علانیہ توبہ کرائیں، بعد ازاں آپ نے جو لکھا ہے کہ اس کی داشتہ اور اس کے تمام بچوں کو دین میں لے آئے، اگر وہ با قاعدہ مسلمان بنانے کے دستور کے مطابق ہے تو اس داشتہ عورت کو بھی علانیہ توبہ کرا کر اس شخص سے نکاح کرا دیں اور اس کا ایک بیٹا اور بہو جو اسلام لا کر ایک مہینہ بعد کر میں داخل ہو گئے ہیں، ان کو اپنے ہاں سے نکال دیں اور یہ سب ان دونوں سے ملے جلے نہ رہیں۔ باقی دو لڑکے اگر کم عمر ہیں اور ان کو ختنہ سے ضرر نہ ہو تو ان کا ختنہ کر دیں۔ پس وہ لوگ یہ سب امور دل سے کر کے مسلمانوں کی جماعت و محلے میں بس کر کفار سے اختلاط نہ کریں تو ان کی خوشی وغمی کی میں شریک ہونا، ان کے جنازے کی نماز پڑنا اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا وغیرہ جائز ہے، ورنہ نہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

”من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان“. (۱)

یعنی جو شخص کسی سے کوئی برا کام ہوتا دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو زبان سے روکے یعنی نصیحت کرے اور اگر اتنی بھی طاقت نہیں ہے تو اس کام پر دل سے نفرت کرے۔ اس وقت اس سے دور ہو جانا واجب ہوگا اور یہ شخص یعنی اس طرح دل سے نفرت کر کے دور ہو جانے والا اضعیف الایمان ہے۔

مذکور لڑکا اگر ذبح کرنا جانتا ہے؛ یعنی ذبح اللہ کے نام سے ہو اور اس میں اتنی رگیں کٹنی چاہیے تو جائز ہے، چناں چہ درمختار میں ہے:

(وشرط كون الذابح مسلماً حلالاً خارج الحرم إن كان صيداً) ...(فتحل ذبيحتها ولو الذابح (مجنونا أو امرأة أو صبيا يعقل التسمية والذبح)، انتهى. (۲) فقط واللّٰه أعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۵۴-۱۵۶)

بوقت نکاح عاقدین کو تلقین شہادتین کی حکمت:

سوال: عقد نکاح کے وقت زوجین کا کلمہ اور ایمان مجمل وایمان مفصّل کی تعلیم کرتے ہیں، اس سے کیا فائدہ ہے؟ آیا یہ منظور ہوتا ہے کہ زوجین کو یہ چیزیں معلوم ہو جائیں، یا یہ غرض ہوتی ہے کہ ان چیزوں کی تعلیم پانے سے عقد نکاح مستحکم ہو جائے؟

الجواب ـــ

شرعاً مومن اور کافر کے درمیان نکاح منعقد نہیں ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ لاعلمی سے، یا سہواً کفر کا کلمہ اکثر صادر ہو جاتا ہے اور لوگوں کو اس امر کی خبر نہیں ہوتی، اس وجہ سے علماء متاخرین جو محتاط ہیں، احتیاطاً ایسا کرتے ہیں کہ ایمان مجمل اور مفصّل کی صفت زوجین کے سامنے کہتے ہیں اور اُن سے کہلاتے ہیں؛ تا کہ نکاح حالتِ اسلام میں منعقد ہو۔ علماء متاخرین نے جو احتیاطاً یہ امر عقد نکاح میں بڑھا دیا ہے، یہ فی الواقع برکت اسلامی سے خالی نہیں، جن لوگوں کو اسلام سے بہرہ نہیں، ان لوگوں کو اس کا کیا لطف ملے، کیا یہ معلوم نہیں کہ اموات کی تلقین اکثر فرقہ خلافیہ کے نزدیک جائز ہے۔ اس امر کا سبب ان لوگوں کے نزدیک کیا ہے؛ کیوں کہ کل فرقہ اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایمان بعد البعث درست نہیں، بعث سے مراد انتقالی روحانی ہے۔ (فتاوی عزیزی، ص: ۵۴۲)

---

(۱) صحيح لمسلم، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان، رقم الحديث: ٤٩، عن أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم، انيس

(۲) الدر المختار، كتاب الذبائح: ٦/٢٩٦، دار الفكر بيروت، انيس

لڑکی بالغ ہوگئی اور لڑکا ابھی بالغ نہیں ہوا، کیا کیا جائے:

سوال: زید نے اپنی دختر کا نکاح عمر کے لڑکے سے نابالغی میں کردیا تھا، اب دختر بالغ ہوگئی اور لڑکا دوتین برس میں بالغ ہوگا، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

یہ نکاح لڑکی فسخ نہیں کرسکتی اور کوئی صورت تفریق کی بحالت عدم بلوغ شوہر کے نہیں ہے اور جس وقت شوہر بالغ ہوجاوے، اگر وہ طلاق دے دے تو طلاق واقع ہوگئی ہے، بدون اس کے کوئی صورت علاحدگی اور جواز نکاح ثانی کی عورت کے لیے نہیں ہے۔ فقط

[لڑکے کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے اور لڑکی اتنے صبر وضبط سے کام لے، روزے رکھے۔ ظفیر]

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۱۸/۷)

بلوغ کا حکم پندرہ برس پر ہوتا ہے اور مراہق کا بارہ سال میں:

سوال: لڑکا کتنے سال کا بالغ ہوجاتا ہے، جس سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ عورت کو فتویٰ کس عمر کے لڑکے پر دیا گیا ہے اور مراہق کئے برس کا ہوجاتا ہے؟

الجواب

اگر اور کوئی علامت بلوغ کی نہ ہو تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے پر بلوغ کا حکم دیا گیا ہے اور بارہ برس کی عمر لڑکا مراہق ہوجاتا ہے اور بالغ سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۶/۸)

رتقاء عورت سے نکاح درست ہے:

سوال: ایک عورت کا ایک شخص سے نکاح ہوا، اس نے چند یوم کے بعد اس کو طلاق دے دی، دوسرے شخص سے پھر نکاح ہوا تو اس وقت یہ بات معلوم ہوئی کہ مدخل ذکر بند ہے اور وطی اس سے کرنا بالکل محال ہے اور وہ یہ کہتی ہے کہ مجھ کو مرد کی خواہش ہی نہیں ہوتی ہے، صرف یہ جی چاہتا ہے کہ مرد سامنے بیٹھا رہے، غرض یہ عورت بمنزلہ مرد کے ہے، اب یہ دوسرا شخص بھی اس کو علاحدہ کرنا چاہتا ہے تو اس میں یہ دریافت کرنا ہے کہ ایسی عورت سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ وہ بعد چھوڑ دینے کے مہر کی مستحق ہے کہ نہیں؟ نکاح کے وقت مہر کی کچھ تفصیل نہیں کی گئی کہ معجّل کس قدر ہے اور موجل کس قدر ہے، صرف مقدار معین کردی تھی، ایسی صورت میں وہ مہر کا دعویٰ کرسکتی ہے، یا نہیں؟

(۱) لابد فی کل منهما من سن المراهقة وأقله للأنثیٰ تسع وللذکر إثناعشر؛ لأن ذلک أقل مدة یمکن فیها البلوغ کما صرحوا به فی باب الغلام. (ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۲/ ۳۸۷، ظفیر)

الجواب

اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا اور بعد دخول مہر پورا واجب ہے اور مہر اگر چہ معجّل نہ ہو، طلاق سے معجّل ہوجاتا ہے؛ یعنی بعد طلاق کے فوراً مطالبہ مہر کا زوجہ کی طرف سے ہوسکتا ہے۔

(وَلَا يَتَخَيَّرُ أَحَدُهُمَا) أَيْ الزَّوْجَيْنِ (بِعَيْبِ الْآخَرِ) فَاحِشًا كَجُنُونٍ وَجُذَامٍ وَبَرَصٍ وَرَتَقٍ وَقَرْنٍ. (الدرالمختار)(۱)

(قوله: ورتق) بالتحريك انسداد مدخل الذكر. (شامی)(۲)

وَيَتَأَكَّدُ (عِنْدَ وَطْءٍ أَوْ خَلْوَةٍ صَحَّتْ) مِنْ الزَّوْجِ. (الدرالمختار)(۳)

وفی الخلاصة: وبالطلاق ويتعجل المؤجل. (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۲/۷-۱۶۳)

نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت جماع کے قابل نہیں، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں:

سوال: جناب والا سے ایک فتویٰ لیا گیا تھا۔ فتویٰ یہ تھا: زید نے ہندہ سے نکاح کیا۔ ہندہ بوقت نکاح ۱۶/سال ہے۔ بعد نکاح معلوم ہوا کہ ہندہ مرد کے بالکل قابل نہیں۔ پیشاب کا راستہ ہے۔ خول کا راستہ نہیں ہے۔ دایہ وغیرہ کو دکھایا، انہوں نے لاعلاج بتلایا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کا نکاح صحیح ہے، یا نہیں؛ یعنی زید اگر علاحدہ کرنا چاہے تو طلاق کی ضرورت ہوگی، یا نہیں؟ اور مہر لازم ہوگا، یا نہیں؟ زید نے ہندہ کے نام مہر میں کچھ جائیداد لکھی ہے۔

جناب والا نے جواب میں فرمایا کہ نکاح تو ہوگیا اور نصف مہر لازم ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ اعتراض مقصود نہیں؛ بلکہ تحقیق مقصود ہے کہ مقصد نکاح حاصل نہیں؛ یعنی جماع نہیں ہوسکتا، نہ آئندہ امید، پھر نکاح کیسا اور جب نکاح نہیں تو پھر مہر کیوں؟ (المستفتی: ۲۶۹۳، عبدالحمید صاحب، مرادآباد، ۳/محرم ۱۳۶۱ھ)

الجواب

صحت نکاح کے لیے صرف منکوحہ کا عورت ہونا کافی ہے۔ گو اصل مقصد وطی اور اولاد حاصل نہ ہو؛ مگر نکاح یعنی عقد صحیح ہوچکا ہے، (۵) لہٰذا نصف مہر لازم ہوگا۔ (۶)

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب العنين وغيره: ۸۲۲/۲، ظفير

(۲) ردالمحتار، كتاب العنين وغيره: ۸۲۲/۲، ظفير

(۳) الدرالمختار، باب المهر: ۱۰۲/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(۴) شامی: ۳۵۹/۲، باب المهر، ظفير

(۵) ويجب نصفه بطلاق وطء أو خلوة. (الدرالمختار، النكاح، باب المهر: ۱۰۴/۳، سعيد)

وفی الهندية: ومن الموانع لصحة الخلوة أن تكون المرأة رتقاء أو قرناء أو عقلاء أو شعراء. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع، الفصل الثانی: ۳۰۵/۱، ماجدية)

(۶) والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع، الفصل الثانی: ۳۰۳/۱، ماجدية)

اور اگر آپریشن، یا کسی علاج سے وہ قابل وطی ہوجائے تو پورا مہر لازم ہوگا۔ اگر عورت عقیمہ ہو اور اولاد نہ ہو، جب بھی مہر کی مستحق ہوتی ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۱۳۷/۵)

عورت شوہر کے عنین ہونے کا دعوی کرے اور مرد انکار کرے، کیا حکم ہے:

سوال: اگر کوئی عورت یہ دعویٰ کرے کہ میرا خاوند عنین ہے اور شوہر انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس سے وطی کی ہے تو ملاحظہ عورت کا کیا جائے گا، یا مرد کا اگر ملاحظہ کرنے والا غیر مسلم ہو تو اس کی شہادت معتبر ہے، یا نہ؟ اور ایک شخص کی شہادت معتبر ہے، یا نہیں؟ اگر مرد کا عنین ہونا ثابت ہوجاوے تو اس کو مہلت دی جائے گی، یا نہیں؟ اور مہلت دی جائے گی تو کس وقت سے؟

الجواب

درمختار میں ہے:

(ولوادعى الوطء وأنكرته فإن قالت إمرأة ثقة) والثنتان أحوط (هي بكر) بأن تبول على جدار أو يدخل في فرجها مخ بيضة (خيرت) في مجلسها (وإن قالت هي ثيب) أو كانت ثيباً (صدق بحلفه)،إلخ.

وفيه قبيله:ويؤجل من وقت الخصومة،إلخ.(۲)

اس عبارت سے واضح ہے کہ ملاحظہ عورت کا کیا جائے گا اور غیر مسلم کا اعتبار نہیں ہے اور ایک عورت مسلمہ ثقہ کا قول معتبر ہے اور شوہر کے عنین ہونے کے ثبوت پر شوہر کو مہلت ایک برس کی دی جائے گی اور مہلت وقت خصوصیت سے دی جائے گی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۲/۸)

بہن کی شادی کی خاطر اپنی شادی کرلی تو درست ہے:

سوال: میں غریب یتیم ہوں اور میری ہمشیرہ یتیمہ قریب البلوغ بالغہ ہے، اگر میں اپنی ہمشیرہ کے عقد نکاح کے عوض اپنا نکاح کرلوں تو جائز ہے، یا نہ؟

---

(۱) وفي السراج: ودلت المسئلة ان الملاهي كلها حرام ويدخل عليهم بلا اذنهم لانكار المنكر، قال ابن مسعود رضي الله عنه:صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات، قلت: وفي البزازية:استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام، لقوله عليه الصلاة والسلام "استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر.(الدرالمختار،كتاب الحظر والإباحة:٣٤٨/٦، سعيد)

(۲) الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار،باب العنين: ٨١٨/٢-٨١٩،ظفير

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

شریعت اس میں کسی کو مجبور نہیں کرتی، جہاں موقعہ ہو اور مناسب ہو، اپنا عقد اور اپنی ہمشیرہ کا عقد کر دیا جاوے۔ فقط
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶۵/۷)

دو بھائیوں، یا بہنوں کا ایک ساتھ نکاح کرنے کا حکم:

سوال: دو بھائیوں، یا دو بہنوں کی شادی ایک ہی دن، یا ایک ہی ساتھ کرنا کیسا ہے؟ یہاں اسے نحوست کی علامت سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ دو میں سے ایک کا مستقبل خراب ہوگا، نیز ایک ساتھ شادی دیگر کئی مفاسد کو جنم دیتی ہے۔ آپ حضرات سے یہ دریافت کرنا ہے کہ کیا شرعاً ایسا حکم ہے؟ ازراہِ کرم شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

دو بھائیوں، یا دو بہنوں کی شادی ایک ساتھ کرنا جائز ہے، اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، اسے منحوس سمجھنا جہالت ہے اور یہ کہنا کہ ایک کا مستقبل خراب ہوگا، اپنی طرف سے اٹکل اور توہم پرستی کی بنیاد پر ہے۔ شریعت میں عمل کا جواز اور عدمِ جواز برکت کا باعث ہوتا ہے نہ کہ کوئی دن، یا اور کوئی عارض۔۔۔ لہٰذا اگر نکاح سنت کے مطابق کیا جائے، اس میں بے پردگی، فوٹو گرافی، ڈھول باجے اور دیگر منکرات نہ ہوں تو شرعاً یہ شادی بابرکت اور باعثِ ثواب ہے، بصورتِ دیگر ایسے عقد کا برکت سے خالی ہونا قابلِ تامل نہیں۔

البتہ مسئلے کا ایک دوسرا پہلو ہے وہ یہ کہ بوقت عقد اگر دو دلہنیں بہنیں ہوں تو لوگ ان میں مقابلہ شروع کر دیتے ہیں اور دیگر غلط قسم کے توازن شروع کر دیتے ہیں اس سے متعلق حکیم الامت تھانوی تحریر فرماتے ہیں:

''دو لڑکوں یا دو لڑکیوں کی ایک ساتھ شادی نہ کرنی چاہیئے اپنے دو لڑکوں یا دو لڑکیوں کی شادی جہاں تک ہو سکے ایک دَم (یعنی ایک ساتھ) مت کرو کیونکہ بہوؤں میں فرق ضرور ہوگا خود لڑکوں اور لڑکیوں کی صورت میں بہت باتوں میں فرق ہو جاتا ہے اور لوگوں کی عادت ہے تذکرہ کرنے کی اور ایک کو گھٹانے اور دوسرے کو بڑھانے کی اس سے خواہ مخواہ دوسرے کا جی برا ہوتا ہے''۔ [بہشتی زیور] (اسلامی شادی، ص: ۱۱۷)

لہٰذا مذکورہ بالا وجوہات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یہ عقد نہ کئے جائیں تو درست ہے، البتہ اسے منحوس سمجھنا، یا مستقبل خراب ہونے کی پیشین گوئیاں کرنا درست نہیں۔ (نجم الفتاوی: ۳۹۵/۵، ۳۹۶)

کیا رشتہ داروں کے علاوہ غیروں میں شادی پسندیدہ نہیں ہے:

سوال: زید اپنی پھوپی زاد بہن، یا چچا زاد بہن سے نکاح کرنا پسند نہیں کرتا، بعض مصالح کی وجہ سے، کیا حدیث کی رو سے غیر خاندان میں شادی کرنا پسندیدہ ہوسکتا ہے؟

الجواب

شریعت میں اس بارے میں توسیع ہے، جہاں مناسب سمجھے شادی رشتہ کرے، خواہ غیروں میں، یا رشتہ داروں میں، شریعت میں نہ یہ ضروری ہے کہ رشتہ داروں میں نکاح شادی کرے اور نہ یہ ضروری ہے کہ غیروں میں ہی کرے، جہاں اپنی مصلحت مقتضی ہو، وہاں کرے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۱۹۶/۸)

داماد کا گھر دامادی منظور کر کے خلاف ورزی کرنے کا حکم:

سوال: اگر کسی شخص نے نکاح کے قبل عورت کے ماں باپ سے شرط کی کہ میں تمہارے گھر رہوں گا، اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کردو، پھر اس کے بعد وہ شخص اپنی عورت کے ماں باپ کے گھر نہیں رہتا تو نکاح باطل ہو گیا، یا نہیں؟

الجواب

نکاح باطل نہیں ہوا، اس واسطے کہ نکاح کا دار و مدار دو شخص پر ہے: عورت وشوہر، یہ دونوں آپس میں زن وشوہر کا تعلق حاصل کریں تو یہ صرف ضرور ہے کہ عورت شوہر کے ساتھ رہے اور ماں باپ اپنی لڑکی کا نکاح کر دینے کے بعد نکاح سے بے تعلق ہو جاتے ہیں، شوہر کا ان کے گھر رہنا کیا ضروری ہے، چناں چہ قرآن شریف میں پانچویں پارہ کے شروع میں محرمات کے بیان کے بعد ہے:

﴿اُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَالِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَ مْوَالِكُمْ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَا فِحِيْنَ﴾(سورۃالنساء: ۲٤)

(یعنی حلال کی گئیں تم لوگوں کے واسطے عورتیں جو سوا ان محرمات کے ہیں، یہ کہ ان کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش کرو، اپنا مال خرچ کرنے کے ذریعہ سے یعنی مہر اور نان اور نفقہ ہیں، اس حال میں کہ اُن کو اپنے گھر میں پابند رکھو اور محض شہوت رانی کا قصد نہ کرو، جو کہ خفیہ ہوتی ہے؛ بلکہ بالاعلان اور گواہوں کے سامنے نکاح کرو۔)

معلوم ہوا کہ دار و مدار نکاح کا انہیں چیزوں پر ہے، دوسری شرط معتبر نہیں کہ فلاں گھر میں رہنا ہوگا، یا دوسرا نکاح نہ کیا جائے گا، البتہ اگر شوہر نے عورت کے ماں باپ کے ساتھ اپنی خوشی سے شرط کی ہے کہ میں تمہاری لڑکی تمہارے گھر سے باہر نہ لے جاؤں گا اور میں بھی تمہارے ہی گھر رہوں گا تو یہ عہد ہوا اور لازم ہے کہ تا امکان عہد ضرور پورا کیا جائے۔ اگر شوہر بلا عذر عہد شکنی کرے تو عنداللہ گنہ گار ہوگا؛ لیکن نکاح میں کچھ خلل نہ ہوگا اور جو لوگ عہد کو پورا کرتے ہیں، ان کی فضیلت قرآن شریف کے دوسرے پارے میں مذکور ہے:

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فانکحوا ماطاب لکم من النساء﴾الآیة(سورۃ النساء: ۳)

الکفاءۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزومه أولصحة من جانبه أی الرجل؛لأن الشریفة تأبی أن تکون فراشاً للدنی ولذا لاتعتبرمن جانبها؛لأن الزوج مستفرش فلاتغیظه وناء ۃ الفراش وھٰذا عند الکل فی الصحیح.(الدر المحتارعلیٰ ھامش ردالمحتار،باب الکفاءۃ: ۴۳۵/۲،ظفیر)

﴿وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا﴾(سورة البقرة:١٧٧)
(ترجمہ: بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب عہد کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں۔)
قرآن شریف میں دوسرے بھی اکثر مقامات میں وفاء عہد کی تاکید آتی ہے، چناں چہ فرمایا ہے:
﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾(سورة بنی إسرائيل:٣٤)
(ترجمہ: عہد کو پورا کرو تحقیق کہ عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔)
اس آیت سے صراحتاً وفاء عہد کی تاکید ثابت ہوتی ہے۔(فتاوی عزیزی،ص:۵۴۱،۵۴۲)

نکاح کے لیے پہلی بیوی کو طلاق دے دینے کی شرط لگانا:

سوال: شادی کے بعد چند برس گزرے، اولاد نہیں ہوئی؛ اس لیے دوسری شادی کرنا ہے؛ لیکن خطبے والوں کا اصرار ہے کہ پہلی بیوی کو طلاق دو تب ہوسکتا ہے تو میں کیا کروں؟

الجواب

اولاد نہ ہونا بیوی کا قصور نہیں ہے؛ اس لیے بلا قصور عورت کو طلاق دینا ظلم ہے، خطبہ والوں کو ایسی بے جا شرط کرنا اور طلاق کے لیے مجبور کرنا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت وارد ہے:

"لا تسأل المرأة طلاق أختها لتستفرغ صحفتها ولتنكح فإن لها ما قدر لها". (متفق عليه)(مشكاة المصابيح،باب إعلان النكاح والخطبة والشرط،ص:٢٧١) واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۸/-----)

بے داڑھی قاضی کا پڑھایا ہوا نکاح:

سوال (۱) زید کا نکاح مشتری کے ساتھ منعقد کیا گیا، قاضی ایسا شخص ہے کہ جس کے پاس داڑھی نہیں ہے اور وہ نکاح پڑھا چکا ہے۔ نکاح ہوا، یا نہیں؟

غلط رسوم کے ساتھ کیا گیا نکاح کا حکم:

(۲) زید کو نکاح میں جوڑا پہنایا گیا، ہاتھوں میں مہندی لگائی گئی۔ اس کا نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

(۱) قاضی بغیر داڑھی کا ہو تو اس کا پڑھایا ہوا نکاح درست ہو جائے گا۔(۱)

(۲) نکاح کے وقت لڑکے کے ہاتھوں پر مہندی لگانا اور دیگر غلط رسوم کرنا ناجائز ہے؛(۲) مگر نکاح اس حالت

---

(۱) "النكاح ينعقد متلبسا بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدر المختار ، كتاب النكاح:٩/٣،سعيد)

(۲) "ولا ينبغي للصغير أن يخضب يده بالحناء؛ لأنه تزين، وانه يباح للنساء دون الرجال". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل السابع فى اللبس:٣٧٣/٤، امجد اكادمى لاهور) ==

میں منعقد ہو جائے گا،(۱) اور غلط کاموں پر گناہ بھی ہوگا، نکاح کو سنت طریقہ پر کرنا لازم ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۲۱-۵۲۲)

خرافات ومنکرات کا نکاح پر اثر:

سوال: جس شادی میں خرافات مثلاً رت جگا(۳) کہ جس میں مستورات تمام شب گاتی بجاتی ہیں اور غیر محرموں کو اپنی آواز سناتی ہیں، بارات کے موقعہ پر انگریزی باجہ اور دوسرے باجے، نیز دیگر سامانِ رقص وسرور بھی ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر اہل شادی محض مرتکب گناہ ہیں، یا نکاح ہی نہیں ہوتا، جیسا کہ زید نے ایک وعظ میں حکایت بیان کی کہ ایک شخص نے غصہ میں اپنی زوجہ کو طلاق دے دی۔ بعد میں علمائے کرام سے طالب ہوا کہ اس کی زوجہ بدون دوسرے کے نکاح میں جائے اور بعد طلاق اس پر حلال ہو جائے؛ مگر باریاب نہ ہوسکا۔ اگر کسی عالم نے فرمایا کہ تمہارا نکاح نہیں ہوا؛ بلکہ اس دوران میں تم نے زنا کیا ہے، پس نکاح دوبارہ پڑھو، نیز ایسی شادیوں میں شرکت کرنا اور کھانے میں شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب______________ حامداً ومصلياً

خرافات مذکورہ ممنوع اور ناجائز ہیں، ایسی شادی میں شرکت بھی درست نہیں؛ لیکن انعقاد نکاح پر اس سے اثر نہیں پڑتا، اگر شریعت کے مطابق ایجاب وقبول ہو چکا ہے تو نکاح صحیح ہوگیا۔

”**وينعقد بإيجاب وقبول**“. (تنویر)(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۲/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم ربیع الاول ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۶۶)

== ”لا يديه ولا رجليه؛ لأنه مكروه للتشبه للنساء“. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٦/٤٢، سعيد)

(۱) راجع، ص: ٥٢١، رقم الحاشية: ٤

(۲) تمام کاموں میں طریقۂ مسنون اختیار کرنا ضروری ہے اور امورِ مبتدعہ سے اجتناب ضروری ہے۔ قال الله تعالىٰ: ﴿لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة﴾ (الأحزاب: ٢١)

”وعن العرباض بن سارية رضي الله تعالىٰ عنه قال صلى بنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذات يوم ثم أقبل علينا بوجهه فوعظنا موعضة بليغة، آه“. ”فعليكم بنستي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، واياكم ومحدثات الأمور، فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة“. (مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، ص: ٣٠، قديمي)

(۳) ”رت جگا شب بیداری، خوشی، یا عبادت میں رات بھر جاگنا، ایک قسم کی خوشی کی نیاز جو عورتیں دلواتی ہیں، ہندوؤں کی ایک عبادت جو رات بھر جاگنے اور کتھا کے ذریعے سے کی جاتی ہے“۔ (فیروز اللغات، مادہ (ن)، ر، ت، ص: ۷۰۴، فیروز سنز، لاہور)

(۴) تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب النكاح: ٣/٩، سعيد

شادی میں فائرنگ کی رسم واجب الترک ہے:

سوال (۱) شادی میں لوگ فخر و اشتہار کے لیے فائرنگ کرتے ہیں، فائرنگ کی یہ رسم تبذیر ہے، یا نہیں؟

ناجائز رسومات والی شادی میں مقتداء علماء کو شرکت نہیں کرنی چاہیے:

(۲) کیا ایسی شادی بیاہ جس میں رسومات ہوں، اس میں کسی کی شرکت اور خاص کر علماء کی شرکت جائز ہے؟

الجواب ـــ

(۱) فائرنگ کی یہ رسم فضول خرچی بھی ہے اور متعدد منکرات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے واجب الترک ہے۔

(۲) جس شادی میں شرعی منکرات ہوں، اس میں مقتدا علماء کو شرکت نہ کرنی چاہیے۔ واللہ سبحانہ اعلم

۱۴۱۲/۱/۸ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۳۰۹)

غیر شرعی شادی میں عدم شرکت پر ناراضگی:

سوال: مفتی صاحب! میرے ایک دوست کی شادی میں گانا بجانا وغیرہ غیر شرعی امور کا ارتکاب تھا، میں نہیں گیا۔ اب وہ دوست ناراض ہو رہا ہے۔ کیا مجھے شادی میں جانا چاہیے تھا؟ اور کیا یہ دعوت سنت دعوت کہلائے گی اور کسی کی خوشی کے لیے ایسی تقاریب میں شرکت کی گنجائش ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ملحوظ رہے کہ ہر تقریب میں شرکت مسنون نہیں؛ بلکہ فضول تقاریب میں شرکت بھی فضول اور بے کار ہے۔ آپ کو اپنے دوست سے شادی سے قبل بات کرنی چاہیے تھی اور اسے اسلامی اور شرعی نقطہ نظر سے آگاہ کرتے ہوئے اس کے مطابق شادی کرنے کی دعوت دینی چاہیے تھی، بصورتِ دیگر عدم شرکت کی یاد دہانی کر دیتے۔ اس طرح مسئلہ سلجھ سکتا تھا؛ لیکن اب بھی آپ کے لیے شرکت جائز نہ تھی اور آپ نے شریک نہ ہو کر صحیح اقدام کیا ہے۔ کسی کو خوش کرنے کے لیے اپنے رب کو ناراض کرنا جائز نہیں۔ اپنے دوست کو اپنے موقف سے آگاہ کر دیں، اگر وہ پھر بھی ناراض ہوتا ہے تو آپ پر کوئی الزام نہیں۔ بہر حال گانے بجانے، فوٹو گرافی والی تقاریب میں (جب پہلے سے معلوم ہو کہ یہ چیزیں محفل میں ہوں گی) شرکت کی گنجائش نہیں۔ (نجم الفتاوی: ۵/۳۹۹)

جان بوجھ کر غیر مطلقہ کا نکاح پڑھانے والے کی اِمامت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مذکورہ مسجد کے امام صاحب نے ایک ایسی عورت کا نکاح پڑھایا ہے، جس کی طلاق نہیں ہوئی ہے، ایک صاحب نے ان سے کہا کہ اس کی طلاق

نہیں ہوئی ہے، آپ نکاح پڑھانے کے لیے آ گئے تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے لیے جائز ناجائز کچھ نہیں، صرف ۲۰۰/روپیہ بہت کچھ ہیں، اس حالت میں نکاح ہوگا، یا نہیں؟ نیز امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اگر واقعۃً امام نے جان بوجھ کر غیر مطلقہ کا نکاح پڑھایا ہے تو وہ سخت معصیت اور گناہ کا مرتکب ہوا اور اس کا یہ جملہ کہ ''میرے لیے جائز ناجائز کچھ نہیں، صرف دوسو روپیہ بہت کچھ ہیں'' یہ بہت خطرناک ہے، اس پر توبہ سچے دل سے کرنا لازم ہے، جب تک توبہ نہ کرے گا، اس کی امامت مکروہ تحریمی رہے گی۔

لا يجوز للرجل أن يزوج زوجة غيره. (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۲۸۰، زکریا)

ويكره إمامة فاسق وأعمیٰ. (الدر المختار مع الشامي: ۲/ ۲۹۸، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۶/۱۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/ ۵۷۶)

نکاح کے وقت کن چیزوں سے آگاہ کرنا چاہیے:

سوال: نکاح پڑھانے سے قبل امام کو کون کون شرط سے آگاہ کرنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

جس بات کی اس وقت ضرورت ہو، اس کو بتادیں، دینی اخلاقی واعمال کی تعلیم کی سب کو ہی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۵/۱۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۱۶۵)

لڑکی والے کا لڑکے والے سے تو روپیہ لینا جائز نہیں ہے:

سوال: آج کل رواج ہو گیا ہے کہ لڑکی کا والد روپیہ لے کر نکاح کرتا ہے اور مرد خوشی سے خواہ ناخوشی سے دے دیتا ہے، یہ رواج جائز ہے، یا نہیں اور ایسا نکاح صحیح ہو جاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ

روپیہ لینا درست نہیں ہے، اس کا واپس کرنا ضروری ہے، (۱) اور نکاح صحیح ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/ ۵۰۳)

---

(۱) ومن السحت ما يأخذه الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه حتیٰ لو كان بطلبه يرجع الختن به. (رد المحتار، كتاب الخطر والإباحة، فصل في البيع: ٦/ ٤٢٤، دار الفكر بيروت، ظفير)

أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده؛ لأنه شوة. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب المحر: ۲/ ٥٠٣، ظفير)

(۲) ولٰكن لا يبطل النكاح بالشرط الفاسد وإنما يبطل الشرط دونه يعني لو عقد مع شرط فاسد لم يبطل النكاح بل الشرط. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب المحرمات: ۲/ ٤٠٥، ظفير)

لڑکی کے ولی کو شوہر، یا اس کے ولی سے روپیہ لینا درست نہیں ہے:

سوال: لڑکی والوں کو شوہر کی طرف سے بوقت نکاح روپیہ لینا کیسا ہے؟

الجواب

یہ روپیہ اولیاء دختر کو لینا درست نہیں ہے، فقہاء نے اس کو رشوت قرار دیا ہے۔ درمختار میں ہے:

أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فلزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة، بزازية. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۵۰۵)

کسی عیب کی وجہ سے شادی نہ ہوتو شادی کے لیے لڑکی کے والدین کو کچھ دینا کیسا ہے:

سوال: چوں کہ میں نابینا ہوں میری شادی نہیں ہوتی، اگر لڑکی کے والدین کو کچھ روپیہ، یا زمین دے کر شادی کرالوں تو جائز ہے، یا نہ؟ یا شہوت کم کرنے کے لیے کچھ دوا استعمال کروں؟

الجواب

اگر بطور ہدیہ آپ لڑکی کے والدین کو کچھ روپیہ، یا زمین دیویں اور وہ آپ سے لڑکی کا نکاح کر دیں تو جائز ہے اور شہوت کم کرنے کے واسطے کسی دوا کا استعمال نہ کرنا چاہیے؛ بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کا نکاح نہ ہوا ہو تو روزہ رکھنا اس کے لیے شہوت کو توڑتا ہے اور کم کرتا ہے، پس تاوقتیکہ نکاح ہو، روزہ کی کثرت رکھیں؛ تاکہ برے خیال سے بچے رہیں۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۵۰۵)

شادی کے لیے قرض لینا:

سوال: لڑکی اور لڑکا بالغ ہو گئے ہوں اور شادی کے قابل ہوں؛ مگر شادی کرنے کی حیثیت باپ میں نہیں ہے تو قرض لے سکتا ہے؟ یا حیثیت ہونے تک شادی مؤخر کرے؟ جب حیثیت ہو، تب شادی کرے؟ حکم شرع کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اپنی یا بچوں کی شادی مؤخر کرنے میں ارتکاب معصیت کا اندیشہ ہو تو تاخیر نہ کی جائے، بقدر ضرورت (جو مسنون طریقہ سے شادی کرنے کے لیے کافی ہو جائے) قرض لینے کی شرعاً اجازت ہے۔ شامی میں ہے:

(قوله: والا ستدانة له) لأن ضمان ذالک علی اللّٰه تعالیٰ: فقد وری الترمذی والنسائی وابن ماجة. ثلاث حق علی اللّٰه تعالیٰ عونهم المكاتب الذی یرید الأداء، والناکح الذی یرید العفاف، والمجاهد فی سبیل اللّٰه تعالیٰ. (۳٦٠/۲، کتاب النکاح) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/-----)

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب المهر: ۵۰۳/۲، ظفیر

(۲) ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فإنه له وجاء. (متفق علیه) (مشکاة، کتاب النکاح، ص: ٢٦٧، ظفیر)

یتیم بچوں کی شادی کے لیے سود پر رقم رکھنا:

سوال: مفتی صاحب! ایک شخص کو ۳ سے ۴ یتیم بچوں کی شادیاں کرانی ہیں۔ وہ شخص اپنا پیسہ بینک میں اس نیت سے رکھتا ہے کہ سود آئے گا تو اگر چہ استعمال جائز نہ ہو؛ لیکن ان یتیموں کی شادیوں میں لگا دوں گا۔ کیا اس کا یہ طرزِ عمل درست ہے؟ کیا حرام مال سے یتیموں کی شادیاں کرانا جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت نے انسان کے لیے زندگی گزارنا انتہائی آسان بنایا ہے، خصوصاً شادی کے معاملے میں شریعت کا طریقہ کار بے انتہا سادگی اور بے تکلفی کا ہے۔ دور نبوی میں بہت سے مقربین صحابہ کی شادیاں ہوئیں؛ لیکن انتہائی خاموشی سے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کا علم نہ ہو پاتا۔ آج ہم نے شادی کو اتنا مشکل بنا دیا ہے کہ جائز ناجائز، حرام وحلال کسی بھی طریقے سے پیسے جمع کرنا اس فطری تقاضے کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہو گیا ہے۔

یتیموں کی شادیاں کرانا انتہائی ثواب اور برکت کا باعث ہے؛ لیکن صرف مقصد اور انجام کا خوشنما ہونا ہی شرعاً اس عمل کے جواز کے لیے کافی نہیں، شرعاً وہ طریقہ بھی حلال اور جائز ہونا ضروری ہے، جو مقصد تک پہنچا رہا ہے، چناں چہ اس شخص کو چاہیے کہ یتیموں کے رشتے باشرع شریف گھرانوں میں شرعی طریقے کے مطابق کر دے اور یہ مشکوک طریقے اپنانے سے پرہیز کرے، لہٰذا صورت مسئولہ میں بالقصد اسی نیت سے پیسے رکھنا اور سود کی رقم حاصل کرنا جائز نہیں اور اس رقم سے شادی کرانا درست نہیں۔ (نجم الفتاوی: ۳۹۸/۵،۳۹۹)

جو شادی قرض لے کر کی جائے، اس میں شرکت:

سوال: زید کی لڑکی جوان ہے، زید غریب آدمی ہے، جہاں سے بھی بات ہوتی ہے، سب کہتے ہیں کہ ہم گھڑی لیں گے، سائیکل لیں گے اور بہت سی چیزیں مانگتے ہیں، گھر میں کوئی مرد نہیں رہتا، اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں بدنامی نہ ہو جائے، ادھر لڑکی جوان، ادھر غربت، مجبوراً زید نے قرض لے کر شادی کر دی۔ گاؤں کے بہت سے مولوی حضرات زید کے خلاف ہو گئے اور اس شادی میں شرکت کو منع کرتے ہیں۔ اس میں زید کہاں خطا تک خطاوار ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر اس تقریب میں کوئی خلافِ شرع چیز: ناچ باجہ وغیرہ نہیں تو محض قرض لینے کی وجہ سے شرکت ممنوع نہیں، سب شریک ہو سکتے ہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷۲/۱۱)

---

(۱) عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا دعى أحدكم إلى الوليمة فليأتها، وفي رواية لمسلم: فليجب عرساً كان أو نحوه ... ومن الأعذار المستقطه للوجوب أو الندب أن يكون في الطعام شبهة ... أو هناک منهی كالخمر أو اللهو أو فرش الحرير وغيره ذلک. (مرقاة المفاتيح، باب الوليمة: ۲۱۰۱۷/۵، دار الفكر بيروت، انيس)

تبلیغی اجتماع میں نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ فی زمانہ از راہِ شوق کچھ لوگ تبلیغی اجتماع میں نکاح کی ترغیب دے کر لوگوں کو آمادہ کرتے ہیں، چناں چہ حسبِ ترغیب لوگ آمادہ ہوکر اپنی لڑکی اور لڑکے کا نکاح تو تبلیغی اجتماع میں کرتے ہیں؛ لیکن بعدۂ سب رواج علاقائی کھانا پینا، جہیز کالین دین اور بقیہ تمام رسومات وخرافات برابر ادا کرتے ہیں، تبلیغی اجتماع میں نکاح کی ترغیب سنت سمجھ کر تو دلائی جاتی ہے؛ لیکن بقیہ خرافات ورسومات کے روکنے کی کوشش نہیں کی جاتی؛ بلکہ سنت کی ترغیب دلانے والے بھی تمام خرافات ورسومات میں برابر کے شریک رہتے ہیں، بالعموم نکاح کے بعد فوراً رخصتی بھی نہیں ہوتی؛ بلکہ کسی کی رخصتی ایک ہفتہ بعد اور کسی کی ایک مہینہ بعد، یا چند مہینہ بعد کی جاتی ہے، نیز بوقتِ رخصتی رسومات وخرافات تقریباً تمام کے تمام اسی طرح ادا کی جاتی ہیں، جیسا کہ غیر تبلیغی اجتماع وغیرہ کے نکاح اور رخصتی میں ہوتا ہے، کیا یہ تمام لوگ اس سنت کی توہین میں برابر کے شریک ہیں، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اصل نکاح میں اعلان کا حکم ہے؛ تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس کا علم ہوجائے، جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا:

عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إعلنوا هٰذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف. (سنن الترمذی،أبواب النكاح،باب ما جاء فی إعلان النكاح: ۱/۲۰۷)

اور تبلیغی اجتماع میں مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے یہ مقصد پورے طور پر حاصل ہوجاتا ہے؛ لیکن وہاں نکاح کرنے کو ضروری نہ سمجھنا چاہیے اور نکاح کے بعد جو رسومات وخرافات ہوتی ہیں، جن کا ناجائز ہونا ظاہر ہے، وہ کسی کے لیے بھی درست نہیں، خواہ نکاح کسی بھی مقام پر کیا جاتا ہو، ان سے سب کو احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۲/۴۱۰، ۴۱۱، فتاویٰ رحیمیہ: ۵/۲۶۶، بہشتی زیور: ۶/۲۲-۴۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۷/۱۴۱۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۸۵، ۸۶)

تبلیغی اجتماع میں نکاح کرا کے رخصتی دھوم دھام سے کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جماعت کے جوڑ میں اکثر اجتماعی نکاح ہوتے ہیں، کیا اس کی کوئی فضیلت ہے؟ اگر نہیں تو ہمیشہ ہی ایسے مواقع پر اجتماعی نکاح دیکھنے میں آتے ہیں، جب کہ رخصتی اسی دھوم دھام سے اپنی مقررہ تاریخ میں ہوتی ہے تو پھر اس میں سادگی کہاں رہی؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

تبلیغی اجتماعات میں نکاح کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ لوگوں کو تقریباتِ نکاح کی بے جا رسومات اور فضول خرچیوں

سے بچایا جائے اور بڑے مجمع میں ان نکاحوں میں خیر وبرکت کی دعائیں مانگی جائیں، اب اگر کوئی شخص اجتماعوں میں نکاح کرا کے رخصتی اور ولیمہ میں دھوم دھام کرتا ہے اور شریعت کی حدود کی خلاف ورزی کرتا ہے تو یہ بات یقیناً قابلِ مذمت ہے، ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ جس طرح اجتماع میں سادگی کے ساتھ نکاح کرایا ہے، اسی طرح سنت کے مطابق رخصتی اور ولیمہ بھی ہونا چاہیے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ﴾ (بنی إسرائیل: ۲۷)

وقال القرطبی: من أنفق ما له فی الشهوات زائداً علی قدر الحاجات وعرّضه بذٰلک للنفاد فهو مبذر. (تفسیر القرطبی: ۲۲٤/٥، بیروت)

عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: إن أعظم النکاح برکة أیسره مؤنة. (رواه البیهقی فی شعب الإیمان: ۲٥٤/٥، رقم: ٦٥٦٦، مشکاة المصابیح، ۲٦۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۸/۱/۱۴۳۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸۶/۸، ۸۷)

گوت (۱) میں نکاح کی رسم کی اصلاح کرنا:

سوال: ہم لوگ قدیم مسلم راجپوت ہیں، راجپوتوں میں بہت سی ذاتیں ہوتی ہیں، مثلاً: چوبان، گوتم، بیس وغیرہ، ہم گوتم ہیں اور بیسوں کے یہاں ہماری نانیہال ہے۔ ہندوؤں میں یہ دستور ہے کہ جس کی لڑکیاں لاتے ہیں، اس ذات میں اپنی لڑکیوں کی شادی نہیں کرتے، ہمارے یہاں بھی یہی ذہن بنا ہوا ہے؛ مگر کچھ رشتے اس سے قبل اس کے خلاف ہو چکے ہیں۔

احقر نے بھی اپنی لڑکی کو اپنے ماموں زاد بھائی کے لڑکے کے ساتھ جو فارغ دارالعلوم بھی ہیں، منسوب کرنا چاہا، اس پر اہل خاندان کو اعتراض ہوا، کچھ کا کہنا تھا کہ یہ رشتہ الٹا ہے اور کچھ کہتے تھے: وہ ہم سے نیچے ہیں، ان کو لڑکی نہیں دی جاسکتی۔ اس بنا پر انہوں نے احقر کا مقاطعہ (سماجی بائیکاٹ) کر دیا، نکاح میں بھی شرکت نہیں کی اور جو شریک ہونا چاہتے تھے، انہیں بھی روکا، قاضی صاحب نے اس بنا پر نکاح پڑھانے سے انکار کیا اور یہ بھی کہا کہ وہ لڑکا عالم ہے، میں اس کا نکاح نہیں پڑھا سکتا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ:

(۱)　کیا یہ میرا رشتہ کرنا اسلامی نقطہ نگاہ سے غلط ہے؟

(۲)　جن لوگوں نے یہ رشتہ کرنے کی وجہ سے بائیکاٹ کر دیا ہے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ صحیح راستہ پر ہیں؟

(۳)　قاضی صاحب جنہوں نے نکاح نہیں پڑھایا ہے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

---

(۱)　گوت: خاندان، گھرانہ، حسب، نسب، قوم، قبیلہ، فرقہ''۔ (فیروز اللغات، مادہ ''گ، و''، ص: ۱۱۱۱، فیروز سنز، لاہور)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) مسلمانوں میں بہت سی غیروں کی رسمیں پھیلی ہوئی ہیں، جن کی اصلاح ضروری ہے، (۱) شادی کے سلسلہ میں ماموں زاد، خالہ زاد، چچازاد بھائی سے پرہیز کرنا غلط اور غیر اسلامی رواج ہے، شرعاً یہ رشتہ ناجائز نہیں؛ بلکہ ان سے عقد نکاح درست ہے، (۲) ان کو حرام سمجھنا اسلامی عقیدہ نہیں؛ بلکہ خطرناک عقیدہ ہے، جو شخص اس غلط رسم کو توڑ کر عقد کردے گا، وہ بہت بڑے اجر وثواب کا مستحق ہوگا، اس کی مدد کرنے والے بھی مستحق ثواب ہوں گے، (۳) اور جو شخص ضروری ہے، اس کار کاوٹ ڈالنا اور محض غلط رواج کی بنا پر نکاح پڑھانے سے انکار کردینا شریعت کی نظر میں بہت قبیح اور مذموم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۳۹۲/۲/۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۷۴)

خنزیر کے بال کے برش بنانے والے کے گھر رشتہ:

سوال: میرے ایک عزیز کی بہن کا ایک جگہ کان پور میں رشتہ طے ہوگیا ہے، لڑکے والے اور خود لڑکا کا اشیا کی درآمد برآمد کا کام کرتے ہیں۔ ابھی چند دنوں پیشتر جب شادی کا آرڈر آیا ہوا ہے اور وہ تیار کرا کر باہر بھیج رہے ہیں؛ لیکن برش خنزیر کے بالوں کے بنوائے جاتے ہیں اور بھیجے جاتے ہیں۔ یہ معلوم ہو کر لڑکی والے فکر مند ہیں کہ ایسی صورت میں ان لوگوں کا کاروبار درست ہے، یا نہیں؟ نیز طے شدہ رشتے کو باقی رکھا جائے، یا ختم کردیا جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

قولِ صحیح کے مطابق خنزیر کے بال نجس ہیں، (۴) ان کی بیع بھی ناجائز ہے، جیسا کہ کتب فقہ، درمختار، شامی، (۵) بحر

---

(۱) من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه وذلک أضعف الإيمان. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، لأمر بالمعروف ، الفصل الأول، ص: ٤٣٦، قديمی)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وأحل لک ما وراء ذالكم﴾ (النساء: ٢٤)

قال ابن كثير تحت هذه الآية: أى ماعدا من ذكرن من المحارم ؟ هن لكم حلال ". (تفسير ابن كثير: ٤٧٤/١، سهيل اكامى لاهور)

(۳) "قال الله تعالىٰ: ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ فيعم النهى كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصى، ويندرج فيه النهى عن التعاون على الاعتداد والانتقام ". (روح المعانى: ٥٧/٦، دار إحياء التراث العربى بيوت)

(۴) "وأما الخنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة". (البحر الرائق: ١٩١/١، كتاب الطهارة رشيديه)

(۵) "وشعر الخنزير لنجاسة عينه، فيبطل بيعه، ابن كمال ". (الدر المختار)

"(قوله: لنجاسة عينه): أى عين الخنزير: أى بجميع أجزائه". (ردالمحتار، باب البيع الفاسد، مطلب فى التداوىٰ بلبن البنت: ٧١/٥ـ٧٢، سعيد)

وغیرہ میں موجود ہے؛(۱) لیکن یہ چیز محتاج تحقیق ہے کہ برش خنزیر کے بال سے بنتے ہیں؛ کیوں کہ مجھ سے ایک صاحب نے کہا تھا کہ یہ تو ایک گھاس سے بنتے ہیں، برش میں بال کے علاوہ دوسری چیزیں بھی ہوتی ہیں، جومتقوم ہیں، مناسب یہ ہے کہ استخارۂ مسنونہ کرلیا جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۴۰۱/۶/۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۷۶)

تین لڑکیوں کی شادی ایک دم کرنا:

سوال: کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر تین لڑکوں کی شادی ایک ساتھ کروگے تو اچھا نہیں ہے، طلاق ہوجاتی ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ بات غلط ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۷۶)

مرحومہ بیوی کی منع کردہ جگہ پر نکاح:

سوال: میری بیوی مرحومہ مرنے سے پہلے مجھے نصیحت کرتی رہتی تھی کہ میرے مرنے کے بعد تو فلاں جگہ شادی نہ کرنا اور جہاں چاہے شادی کرلینا، اب اس کا انتقال ہوگیا ہے اور میرا رشتہ وہیں سے پکا ہورہا ہے۔اب اس بارے میں تحریر کریں کہ میں رشتہ کروں، یا نہ کروں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

بیوی کے منع کردینے سے وہ عورت آپ پر حرام نہیں ہوئی۔(۱)

---

(۱) ”وشعر الخنزير:أي لم يجز بيعه إهانة له، لكونه نجس العين كأصله، فالبيع هنا لوجاز لكان إكراماً، وفي الحنزير والخنزير كذلک لوجاز لكان إعزازاً، وقد أمرنا بالإهانة“.(البحرالرائق:۱۳۲/۶، كتاب البيوع،باب البيع الفاسد،رشيديه)

”(وشعر الخنزير ينفع به للخرز) أي لا يجوز بيع شعره“.(تبيين الحقايق: ۳۷٦/٤،باب البيع الفاسد،طبع دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) اس قسم کی باتیں جومشہور ہوتی ہیں، یہ اکثر طور پر بدشگونی، نحوست اور بدفالی کی بنیاد پر کہی جاتی ہیں اور چوں کہ تمام امور کا وقوع اور عدم وقوع اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے،لہذا نیک شگونی و بدشگونی کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔

وسئل نفع اللّٰه بعلومه : السوال عن النحس والسعد ومابعده، لا يجاب إلا بالإعراض عنه وتسفيه ما فعله ويبين له قبحه ،وأن ذلک من سنة اليهود لا من هدى المسلمين المتوكلين على خالقهم وبارئهم الذين لا يحسبون وعلى ربهم يتوكلون،وما ينقل من الأيام المنقوطة ونحوها عن علي كرم اللّٰه وجهه باطل كذب لا أصل له ، فليحذر من ذلک واللّٰه أعلم.(الفتاویٰ الحديثية لابن الحجر الهيثمي،مطلب في الجواب عن الأيام والليالي وسعيدها ونحيسها،ص:٤١، ٤٢،قديمي)

(۳) قال اللّٰه تعالىٰ:﴿وأحل لكم ما وراء ذالكم﴾(النساء: ٢٤)وقال ابن كثير تحت هذه الآية : ”أي ماعدا من ذكر ن من المحارم ، هن لكم جلال“.(تفسير ابن كثير : ٤٧٤/١،سهيل اكادمی لاهور)

شادی کریں گے تو نکاح درست ہو جائے گا، (۱) آپ کو اختیار ہے اپنی مرحومہ بیوی کا کہنا مانیں، یا اپنے دل کا۔
فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۲/۱۳۹۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۷۷)

فاسق سے نکاح کرنا:

سوال: اگر کوئی شخص معتقد تعزیوں کا ہو کہ ان سے مرادیں مانگے اور یہ بھی ظاہر کرتا ہو کہ اس میں امام حسین موجود ہوتے ہیں، یا قبروں پر چادر چڑھاتا ہو اور مدد بزرگوں سے مانگتا ہوں، یا بدعتی مثل جواز عرس وسوئم وغیرہ ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ افعال اچھے ہیں تو ایسے شخص سے عقد نکاح جائز ہے، یا نہیں؛ کیوں کہ نصاری اور یہود سے تو جائز ہے تو ان سے کیوں جائز نہ ہو، یہ بھی تو بہت سی رسمیں شرک وکفر کی کرتے ہیں، یا جس مرد وعورت نے سابق میں مراسم شرک وکفر معتقد، یا غیر معتقد ہو کر کئے ہوں اور اب تائب ہو گئے ہوں تو ان کو تجدید نکاح کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ اور ان دونوں قسموں کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اور اگر مکروہ ہے تو تنزیہی، یا تحریمی؟ بشرط مکروہ تنزیہی، یا تحریمی؟ اگر کوئی شخص اعادہ نماز کرلے تو اس نے اچھا کیا، یا برا کیا؟ اور نماز فجر وعصر کا بھی اعادہ کرے، یا نہیں؟ اور ابتدائے سلام کرے یا نہیں اور رسم ہدیہ باہمی جاری رکھے، یا نہیں؟ عیادت مریض وشرکت جنازہ کرے، یا نہیں؟ مولانا مرحوم تقویۃ الایمان (۲) میں لکھتے ہیں کہ جو شخص ستاروں وغیرہ کی نحوست وسعادت کا قائل ہو تو اس کی شرکت جنازہ و عیادت نہ کرے اور جو شخص (۳) بدعتی سے دل ملائے، اس کا ایمان نہیں ہے، لہٰذا عرض ہے کہ اگر ظاہر ان سے ملتا رہے اور اخلاق نہ رکھے اور دل سے برا جانے تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجوابــ

جو شخص ایسے افعال کرتا ہے، وہ قطعاً فاسق ہے اور احتمال کفر کا ہے، ایسے سے نکاح کرنا دختر مسلمہ کا اس واسطے ناجائز ہے کہ فساق سے ربط ضبط کرنا حرام ہے، اگرچہ نکاح اس سے درست ہو جاوے اور دختر مسلمہ کا نکاح نصرانی سے ہرگز درست نہیں اور جس عورت مسلمہ کا اگر فاسق فاجر سے نکاح ہو گیا تھا، اگر وہ تائب ہو گیا تو کوئی ضرورت تجدید نکاح کی نہیں، البتہ اگر اس کا کفر ثابت ہو جاوے تو تجدید واجب ہو گی اور جو ایسے شخص ہیں ان کا جب تک کہ کفر ثابت نہ ہو، فاسق کہلاتے ہیں اور فاسق کا امام بنانا حرام ہے اور اس کے پیچھے اگر کوئی نماز پڑھے تو بکراہت تحریم ادا ہو جاتی ہے اور اگر اس کا ثبوت کفر ہو جاوے تو ہرگز نماز نہیں ہوتی، اول تو اس کے پیچھے نہ پڑھے اور اگر پڑھ ہی لے تو اعادہ

---

(۱) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)
(۲) تذکیر الاخوان، فصل ایمان بالقدر، ص: ۱۲
(۳) تذکیر الاخوان، فصل اجتناب عن البدعۃ، ص: ۱۲

کر لینا اچھا ہے۔بعض فقہا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر اور فجر کے بعد بھی جائز ہے اور ایسے شخصوں سے ابتدائے سلام درست نہیں اور اگر فساد کا اندیشہ ہو تو کر لے اور عیادت اور جنازہ کے لیے بھی وہی حال ہے، اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو کرلے، ورنہ نہیں۔تقویۃ الایمان کا کلام صحیح ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ،ص:۳۸۳-۳۸۴)

فاسق کا نکاح فسق سے فسخ ہونے کا مسئلہ:

سوال: ایک شخص زانی اور شرابی ہے،اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہوئی، یا نہیں؟اور اولاد حرام کی ہوئی، یا حلال کی؟

الجواب ــ

یہ شخص فاسق ہے، نہ کافر اور نکاح فاسق کا فسق سے فسخ نہیں ہوتا،لہذا نکاح قائم ہے اور اولاد حلال ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ،ص:۳۸۵)

عرس میں جانے والوں کے نکاح کا مسئلہ:

سوال: عرس میں بےضرورت واسطے تماشہ کے جانا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ ایسی جگہ جانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، یہ کہنا اس کا کیسا ہے؟

الجواب ــ

بےضرورت بھی جانا حرام ہے؛ مگر نکاح نہیں ٹوٹتا کہ کفر نہیں، البتہ فسق ہے۔فقط (تالیفات رشیدیہ،ص:۳۸۵)

رشتہ فسخ ہو جانے پر بہو کے نام زمین رجسٹری کرانے کا خرچہ واپس لینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں نے لڑکی کے والدین کے مزید اصرار پر اپنے لڑکے کا رشتہ فصیح الدین صاحب کی دختر کے ساتھ طے کرکے منگنی کی تھی اور لڑکی ہی کے گھر والوں کے مزید اصرار پر منگنی کرکے پچاس گز زمین کا بیع نامہ بھی لڑکی کے نام کرایا تھا،جس میں میرا کافی روپیہ خرچ ہوا ہے،اب لڑکی کے والدین لڑکی کی غیر رضامندی ہونے پر شادی سے انکار کر رہے ہیں، میں نے جو کچھ روپیہ لڑکی کے نام زمین کی رجسٹری کرانے اور منگنی میں خرچ کیا ہے،اس کے مطالبہ کا مجھے شرعی طور سے حق ہے، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورتِ مسئولہ میں لڑکی کے باپ پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ زمین آپ کے نام دوبارہ منتقل کرائے اور اس میں جو صرفہ آئے اسے ادا کرے،اس کے علاوہ کسی اور صرفہ کا وہ ذمہ دار نہیں ہے۔

خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجها أبوها، فما بعث للمهر يسترد عينه قائماً

فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكاً؛ لأنه معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد، وكذا يسترد ما بعث هدية وهو قائم. (الدر المختار: ۱۵۳/۳، کراچی: ۳۰۴/۴، زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۸/۱۴۱۲ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۵۷۱، ۵۷۲)

ایک حریف کے شادی میں شرکت کرنے سے دوسرے حریف کا شریک نہ ہونا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید اور زبیر کے درمیان جھگڑا ہوجانے سے بول چال بند ہے، احمد نے شادی کے ولیمہ، یا کسی اور تقریب میں زید اور زبیر کو بھی مدعو کیا، مظلوم زید نے احمد کی دعوت قبول کرنے کے بجائے یہ جواب دیا کہ اگر تم زبیر کو بلاتے ہوتو میں شادی میں ہرگز شامل نہیں ہوں گا، دعوت کے جواب میں زید کا اختیار کیا ہو؟ طرز عمل کیسا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے بلا کسی شرعی عذر کے تین دنوں سے زیادہ بول چال بند رکھنا شرعاً جائز نہیں اور زید کا احمد کو یہ کہنا کہ تم زبیر کو بلاتے ہوتو میں شادی میں ہرگز شامل نہیں ہوں گا، اخلاقی اور شرعی اعتبار سے قطعاً درست نہیں۔

قال تعالیٰ: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلث ليالٍ، يلتقيان فيعرض هٰذا، ويعرض هٰذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام. (رواه مالك الموطأ: ۹۰۷/۲، صحيح البخاري رقم: ۶۲۷۳، الصحيح لمسلم رقم: ۲۵۶۰، سنن الترمذي رقم: ۱۹۳۲، سنن أبي داؤد رقم: ۴۹۱۱، الترغيب والترهيب كامل: ۵۸۴، رقم: ۴۱۸۹، بيت الأفكار الدولية) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۶/۱۴۲۹ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۵۷۲، ۵۷۳)

خودکشی کی کوشش کرنے والے مرد، یا عورت سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جو مرد، یا عورت بار بار سمجھانے کے باوجود خودکشی کرنے کی کوشش کرتے ہوں، کیا ایسی عورت، یا مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا جائز ہے؟ اسلامی شریعت کی روشنی میں جواب سے نوازیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اِسلام میں خودکشی حرام ہے، کسی بھی مسلمان کو کسی بھی حالت میں اس فعل حرام کا ارادہ نہیں کرنا چاہیے؛ تاہم جو شخص خودکشی کی دھمکی دیتا ہو، اس کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم رکھنا شرعاً منع نہیں ہے اور زوجین کو آپس میں افہام وتفہیم کرتے رہنا چاہیے اور ایک دوسرے کو غلط اقدام سے بچانے کی فکر کرتے رہنا چاہیے۔

وإن ذٰلک (أی قتل الرجل نفسه) فی التحریم کقتل سائر النفوس الحرمة. (مرقاة المفاتیح: ۵۲/۷، أشرفیة)

عن تمیم الداری رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن الدین النصیحة، إن الدین النصیحة، إن الدین النصیحة، قالوا لمن یا رسول اللّٰه! قال: للّٰه وکتابه ورسوله وأئمة المسلمین وعامتهم. (سنن أبی داؤد: ۶۷۶/۲،رقم: ۴۹۴۴)

والنصیحة لعامة المسلمین، إرشادهم إلی مصالحهم. (بذل المجهود: ۳۴۶/۱۳،دار البشائر الإسلامیة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۱۱/۱۹ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۷۳/۸-۵۷۴)

جس سے نکاح کروں، اس پر تین طلاق تعلیقاً کہا اور کام کرلیا تو پھر کیا صورت ہے:

سوال: زید نے کسی معاملہ میں یہ قسم کھائی کہ اگر میں فلاں کام کروں تو جو نکاح کروں، یا جس عورت سے نکاح کروں، اس پر طلاق مغلظہ اور پھر وہ کام کرلیا اور ایسے ہی چند قسمیں کھائیں اور توڑ دیں تو اب اس کے نکاح کی بعض تو یہ صورت بتاتے ہیں کہ بوجہ خوف زنا، یا اس کو یقین زنا ہو تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہے اور ایک یہ صورت ہے کہ زید کا نکاح بذریعہ وکیل فضول ہو اور زید اپنی زبان سے قبول کرے اور ایک یہ کہ زید قبول بالفعل کرے اور اگر زید یہ کہے کہ میں نے قبول کیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب

ایسی تعلیق میں دو صورتیں فقہاء نے عدم حنث کی لکھی ہیں، ایک یہ کہ فضولی اس کا نکاح کرے اور وہ فعل سے اجازت دے؛ یعنی ایسا فعل کرے، جس سے رضا ثابت ہو جائے، زبان سے اجازت نہ دے، مثلاً یہ کرے کہ اس کا مہر بھیج دے اور بعد مہر بھیجنے کے وطی کرے یا تقبیل کرے تو حانث نہ ہوگا؛ یعنی طلاق واقع نہ ہوگی اور دوسری صورت یہ کہ لکھ کر دے دے کہ مجھے منظور ہے۔ درمختار میں ہے:

حلف لایتزوج فزوجه فضولی فأجاز بالقول حنث وبالفعل ومنه الکتابة،إلخ، لایحنث. (۱)

پس معلوم ہوا کہ صورت اولیٰ درصورت ثانیہ عدم حنث کی نہیں ہے، پہلی صورت تو جواز کی کسی نے لکھی ہی نہیں ہے اور دوسری صورت میں چوں کہ قبول کرنا زبانی لکھا ہے اور نیز وکیل کا لفظ بھی ہے؛ اس لیے وہ بھی صورت عدم حنث کی نہیں ہوسکتی، صرف تیسری صورت عدم حنث یعنی عدم وقوع طلاق کی ہے، یا کتابت کے ذریعہ سے قبول ہو، تب جائز ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵۰۶/۷-۵۰۷)

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الیمین فی الضرب والقتل، مطلب حلف لایتزوج: ۱۸۸/۳، ظفیر

(۲) (قوله: وبالفعل) کبعث المهر أو بعضه بشرط أن یصل إلیها... (قوله: منه الکتابة) أی من الفعل ما لو أجاز بالکتابة لما فی الجامع: حلف لایکلم فلاناً أو لایقول له شیئاً فکتب إلیه کتابا لایحنث. (رد المحتار، باب الیمین فی الضرب والقتل: ۱۸۹/۳، ظفیر)

جس عورت سے جتنی دفعہ نکاح کروں، ہر دفعہ ''تین طلاق'' کسی نے کہا تو کیا تدبیر کی جائے:

سوال: ایک شخص نے کہا: جس عورت سے جتنی دفعہ نکاح کروں، ہر دفعہ اس کو تین طلاق ہے۔ اس صورت میں جواز نکاح کی کیا صورت ہے؟

الجواب

اس صورت میں جب کبھی کسی عورت سے نکاح کرے گا، اس پر تین طلاق واقع ہوجاویں گی اور حیلہ جواز کا درمختار میں یہ لکھا ہے کہ فضولی کے نکاح کی اجازت فعل سے دیوے، نہ قول سے۔ عبارت اس کی یہ ہے:

(كل إمرأة تدخل فى نكاحى) أو تصير حلالا لى (فكذا فأجاز نكاح فضولى بالفعل [كبعث المهر مثلاً] لايحنث). (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۵۰۷)

شادی پر طلاق معلق کردے تو نکاح کی کیا صورت ہے:

سوال: عمر کا ناجائز تعلق زید سے تھا، عمر نے زید سے یہ الفاظ کہلائے کہ اگر میں اس تعلق کو قطع کروں تو جب میں نکاح کروں میری بیوی پر تین طلاق، چندروز بعد زید نے یہ تعلق قطع کردیا، کوئی صورت اور گنجائش ایسی نکل سکتی ہے کہ یہ نکاح صحیح ہوجاوے؟

الجواب

فقہاء حنفیہ نے یہ حیلہ جواز نکاح وعدم وقوع طلاق کا اس صورت میں یہ لکھا ہے کہ اس کا نکاح فضولی بدون اس کے امر اور حکم کے کردیوے اور پھر یہ شخص جس کا نکاح ہوا ہے، زبان سے اس کو قبول نہ کرے؛ بلکہ مہر کل، یا بعض اس عورت کے پاس بھیج دے اور صحبت وتقبیل وغیرہ کرے، یہ نکاح صحیح ہوگا اور طلاق واقع نہ ہوگی۔

كما فى الدرالمختار: حلف لايتزوج فزوجه فضولى فأجازبالقول حنث وبالفعل لايحنث به يفتى... (قوله: وبالفعل) كبعث المهر. (شامی: ۳/۱٤۱) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۵۰۸-۵۰۹)

'جس سے نکاح کروں، اس پر تین طلاق' کہا، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے قسم کھائی کہ اگر میں یہ کام کروں تو میں جس کسی عورت سے اور جب کبھی نکاح کروں تو اس کو اسی وقت طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔ زید نے وہ کام کیا اور قاضی سے مسئلہ دریافت کیا، قاضی نے کہا: اب تیرے لیے کسی صورت میں عورت حلال نہیں ہے۔ ایک شخص نے زید سے کہا کہ مرتد ہوجا، پھر مسلمان ہوکر کسی عورت سے اگر نکاح کرے گا تو صحیح ہوگا، اس پر زید مرتد ہوگیا، پھر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا اور ایک عورت سے نکاح کیا، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

(۱) الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، باب اليمين فى الضرب والقتل، مطلب قال كل إمرأة: ۳/۱۸۸، ظفير

(۲) دیکھئے: ردالمحتار مع هامشه، باب اليمين: ۳/۱۸۹، ظفير

الجواب

اس صورت میں وہ شخص جس نے زید کو کہا کہ تو مرتد ہوجا، الخ، کافر ہوگیا، (کذا فی شرح الفقه الأكبر) (۱) اور یہ جو اس نے کہا کہ اس صورت میں حلالہ ساقط ہوجاوے گا، غلط ہے؛ بلکہ بعد اسلام لانے کے بھی ضرورت ہے کہ اس کی زوجہ مطلقہ ثلثہ دوسرے شخص سے نکاح کرے اور وہ بعد وطی کے طلاق دے، اس وقت وہ عورت اس کے حلال ہوسکتی ہے، ورنہ نہیں، پس نکاح مذکورہ جو بلا حلالہ کے ہوا، صحیح نہیں ہوا۔

کمافی الشامي: فوجه الشبه بين المسألتين أن الردة واللحاق والسبی لم تبطل حكم الظهار واللعان كمالم تبطل حكم الطلاق. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۲۰/۷-۵۲۱)

نکاح سے قبل عورت کو حرام کیا اور اس سے شادی نہ کرنے کی قسم کھائی تو کیا حکم ہے:

سوال: قبل از نکاح خود ایام مختلفہ میں مندرجہ ذیل جملے اپنے نکاح کے متعلق کہے ہیں اور اس کی ان مختلف تحریرات میں، جو اس نے آمنہ کو دی تھیں، من جملہ مختلف اقوال کے یہ اقوال بھی اپنے نکاح کے بارے میں تحریر ہیں:

(۱) عائشہ مجھ پر حرام ہے۔

(۲) عائشہ سے کبھی نکاح نہیں کروں گا۔

(۳) میں عائشہ سے کبھی شادی نہیں کروں گا۔

(۴) اگر میں نے عائشہ سے نکاح کیا تو مجھ پر حرام ہے۔

(۵) عائشہ اور باقی سب عورتیں مجھ پر حرام ہیں۔

(۶) عائشہ مجھ پر بلفظ کلی حرام ہے۔

(۷) خدا کی قسم میں عائشہ سے شادی نہیں کروں گا۔

(۸) عائشہ بنت عمرو مجھ پر بمنزلہ بھائی کے ہے، یا بہن کے ہے۔

(۹) آمنہ آپ کے سوا مجھ پر عائشہ اور باقی سب عورتیں حرام ہیں۔

جملہ نمبر ۵ اور نمبر ۶ میں زید کو شک ہے کہ یہ دو جملے اس کے منہ سے نکلے ہیں، یا نہیں؟

(۱) اب قابل استفسار یہ ہے کہ وہ عائشہ سے شادی کرسکتا ہے، یا نہیں؟

(۲) وہ عائشہ بنت عمرو سے شادی کرسکتا ہے، یا نہیں؟

(۳) کیا وہ کہیں اور شادی کرسکتا ہے؟ اگر کرسکتا ہے تو کیوں کر؟

---

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص: ۲۲۵، ظفير

(۲) ردالمحتار، مطلب في حيلة إسقاط عدة المحلل: ۴۱۲/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(۴) قسم واقع ہوئی ہے، یا نہیں؟ بصورت اثبات کون سی قسم واقع ہوئی ہے؟

(۵) کیا شرع شریف اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ چارونا چار آمنہ سے وہ تحریرات لاکر رفع شک کرتے ہوئے قاضی کے سامنے پیش کرے۔ اس صورت میں جب کہ اس کا آمنہ کے پاس جانے اور تحقیق کرنے میں ہزاروں مفاسد کا فتح یاب ہوتو اب اس صورت میں کیا یہاں زید کے لیے کوئی صورت از روئے شریعت مطہرہ نکل سکتی ہے کہ نہ تو اسے آمنہ کے پاس برائے مطالبہ تحریرات خود جانا پڑے اور نہ فتح باب مفاسد ہو اور اس کے لیے کسی طریقے سے شادی کرنا جائز ہوجائے۔ نیز اس کے لیے وہ شادی جمیع مخالفت شرعیہ حالیہ ومستقبلہ سے مبرا ہوجائے اور پھر اگر کسی وقت اس کی عائشہ سے شادی ہوجانے کے بعد اسے وہ تحریرات مل گئیں اور اس میں لفظ کلی وغیرہ لکھا تھا تو اس صورت میں اس کی شادی منسوخ وفسخ نہ ہوجائے۔ کوئی ایسی صورت نکال دیجئے؟

(المستفتی: ۱۸۴۹، محمد اسماعیل خانقاہ شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، ۲۸/رجب ۱۳۵۶ھ، مطابق ۴/اکتوبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

فقرہ نمبر: ۵ اور ۶ جن کے زبان سے نکلنے میں ہی شک ہے، اس کو نظر انداز کر دینا چاہیے؛ یعنی زید پر اس عمل میں ان کا لحاظ کرنا لازم نہیں؛(۱) لیکن اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نکل آئے، یا گواہوں سے اس کا تلفظ زید کی زبان سے ثابت ہوگیا تو پھر اس کے موافق حکم لازم ہوگا۔ (۲) فقرہ نمبر: ۱ روغیرہ ونمبر: ۹ر اس حال میں کہے گئے ہیں کہ صرف آمنہ زید کے نکاح میں ہے اور عائشہ اور کوئی عورت اس کے نکاح میں نہیں ہے، پس یہ فقرہ جملہ خبریہ صادقہ ہے، اس کا کوئی اثر اس پر نہیں پڑے گا۔ ہاں اگر زید اقرار کرے کہ اس کا مقصد اس سے یمین تھی تو اس کے اقرار سے یمین ہوجائے گی۔ (۳) فقرہ نمبر ۶ رجس میں لفظ کلما کا مدخول نہیں، وہ بھی بیکار ہے۔ فقرہ نمبر: ۷ ریمین منعقدہ ہے، اگر عائشہ سے نکاح کیا تو کفارۂ یمین دینا ہوگا، (۴) اور فقرہ نمبر ۱، ۵، ۹ کے بموجب بصورت اقرار یمین کفارہ دینا ہوگا۔ (۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۲۹۷/۵)

---

(۱) الیقین لا یزول بالشک. (الاشباہ والنظائر، القاعدۃ الثالثۃ: ۱۹۳/۱، إدارہ القرآن)

(۲) فإن وجد الشرط وھی فی ملکہ انحلف الیمین ووقع الطلاق، لأنہ وجد الشرط، والمحل قابل للجزاء فینز الجزاء ولا تبقی الیمین. (الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الطلاق: ۵۲/۲، امدادیۃ)

(۳) سئل أبوبکر عمن قال: ھذہ الخمر علی احرام ثم شربھا ... والمختار للفتوی انہ ان أراد بہ التحریم وجب الکفارۃ وإن أراد الاخبار، أو لم تکن لہ نیۃ لا تجب الکفارۃ. (الفتاویٰ الھندیۃ، باب ما یکون یینا: ۵۶/۲، ماجدیۃ)

(۴) والیمین المنعقدۃ ھی الحلف علی الأمر المستقبل ان یفعلہ أو لا یفعلہ فإذا حنث فی ذلک لزمتہ الکفارۃ. (الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الایمان: ۲۴۷/۲، امدادیۃ)

(۵) والمنعقدۃ ما یحلف علی امر المستقبل ان یفعلہ أو لا یفعلہ، وإذا حنث فی ذلک لزمتہ الکفارۃ. (الفتاویٰ الھندیۃ، باب ما یکون یمینا: ۴۷/۲، شرکۃ علمیۃ)

عورت کہے کہ میرا نکاح نہیں ہوا، اس پر قاضی اگر نکاح پڑھاوے تو مجرم نہیں:

سوال: میں ایک مسجد میں امامت کرتا ہوں، بعد نماز عشاء ایک شخص نکاح کے واسطے بلانے آیا، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ دوسرے محلّہ کی فلاں عورت ہے، مجھے شک ہوا؛ کیوں کہ میں نے پہلے یہ سنا تھا کہ اس کا نکاح دوسرے شخص سے ہو چکا ہے، میں نے اس سے دریافت کیا، اس نے حلفیہ بیان کیا کہ نہیں ہوا، چناں چہ میں نے نکاح پڑھا دیا تو مجھ پر تو کچھ مواخذہ نہیں، فریق مخالف نے شور مچا رکھا ہے کہ اس کا نکاح پہلے ہو گیا تھا، اگر ہوا ہو، یا نہ ہوا ہو، دونوں صورتوں میں مجرم ہوں، یا بری؟

الجواب

کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورت یہ کہے کہ میرا نکاح کسی سے نہیں ہوا تو اس قول کے موافق اس کا نکاح کر دینا درست ہے، پس اس صورت میں نکاح پڑھنے والے پر کچھ مواخذہ نہیں ہے، پھر اگر بعد میں تحقیق ہو جاوے اور گواہان عدول سے ثابت ہو جاے کہ اس کا نکاح پہلے نکاح کا نہ ہوتو یہ دوسرا نکاح باطل ہوگا اور وہ عورت پہلے شوہر کو ملے گی اور اگر کچھ ثبوت پہلے نکاح کا نہ ہوتو دوسرا نکاح درست رہے گا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۵۱۰-۵۱۱)

قاضی کا وقتی طور پر طلاق نامہ لکھوانے کے بعد نکاح پڑھانا کیسا ہے:

سوال: زید ایک عورت باہر سے اپنے ہمراہ اپنی جائے سکونت پر لایا اور تقریباً دو سال تک اپنے گھر میں رکھا، جس کی عمر تقریباً اس وقت گیارہ سال کی تھی، کوئی قابل وقعت شہادت اس امر کی نہیں ہے کہ اس نے اس عورت کے ساتھ باہر نکاح کیا تھا۔ بعد ازاں اس کو مطلقہ قرار دے کر دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کر دیا۔ قاضی نکاح خواں نے بوقت نکاح خوانی یہ سوال اٹھایا کہ تاوقتیکہ میرے سامنے کوئی تحریری ثبوت اس بات کا پیش نہیں کیا جائے کہ فی الواقع زید نے عورت کو طلاق دی ہے اور ایام عدت پورے ہو چکے ہیں میں نکاح نہیں پڑھاؤں گا۔

اس کے جواب میں زید نے بتایا کہ میں نے اس کو بطور لڑکی کے رکھا ہے۔ نیز یہ بھی کہا کہ میری خادمہ ہے؛ لیکن قاضی نے خوف اپنی سبک دوشی کے لیے تحریر کا ہونا ضروری سمجھا، چناں چہ اسی وقت طلاق نامہ لکھا گیا، جس میں تقریباً چھ ماہ گزشتہ کی تاریخ لکھی گئی، جب گواہوں نے دستخط کر دیئے، باوجود اس کا علم ہونے کے کہ طلاق نامہ ابھی درج وتحریر ہوا ہے، قاضی نے نکاح پڑھایا۔

(۱) کیا یہ نکاح جائز ہے؟

(۲) قاضی اور زید و گواہان کے لیے بصورت ناجائز ہونے کے کیا حکم ہے؟ اور اس کا کیا کفارہ ہو سکتا ہے؟

(المستفتی: ۱۸۵۳، بشیر احمد خاں، روہتک، ۲۹/رجب ۱۳۵۶ھ، مطابق ۵/اکتوبر ۱۹۳۶ء)

الجواب

یہ کارروائی تو غلط اور مصنوعی تھی؛ مگر قاضی نے اگر اس علم پر نکاح پڑھایا ہو کہ یہ عورت منکوحہ نہیں تھی اور تحریر طلاق نامہ محض قانون کی گرفت سے بچنے کے لیے ہو تو قاضی مجرم نہ ہوگا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی:۲۹۷/۵)

مرد نکاح کا دعویٰ کرتا ہے، عورت منکر ہے، کیا کیا جائے:

سوال: زید دعویٰ کرتا ہے کہ میرا نکاح ہندہ سے باجازت ہندہ ہو گیا تھا؛ لیکن ہندہ انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے ہرگز اجازت نہیں دی، مجھے اس نے بجبر اپنے یہاں روک رکھا ہے۔ شاہدین کا بیان ہے کہ ہم نے ہندہ سے تو اجازت کا کوئی لفظ نہیں سنا، البتہ زید کو جب کہ وہ بروقت نکاح ہندہ کے پاس سے آیا یہ کہتے سنا کہ ہندہ میری ساتھ نکاح کر لینے کے لیے راضی ہے اور اجازت دیتی ہے، چناں چہ اسی بنا پر قاضی نے نکاح پڑھا دیا تو کیا یہ نکاح درست ہے؟

الجواب

اس صورت میں جب تک دو گواہ عادل ایجاب وقبول کے سننے والے موجود نہ ہوں، نکاح ثابت نہ ہوگا اور زید کے اس کہنے سے کہ ہندہ نکاح کرنے پر راضی ہے، اجازت ورضاء ہندہ ثابت نہیں ہوتی اور نکاح صحیح نہیں ہوا اور یہ کہ نکاح کے گواہ نہیں ہیں۔ (كذا في عامة كتب الفقه)(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۸/۱۹۷-۱۹۸)

شوہر کہتا ہے: نکاح ہوا، عورت انکار کرتی ہے، گواہ فاسق ہیں، کیا حکم ہے:

سوال: زید قوم کنچن نے ثالث پر عدالت دیوانی میں دخل زوجیت کا دعویٰ دائر کیا ہے کہ میری عورت منکوحہ ہے اور ثالث نے اغوا کیا ہے اور اب وہ میرے خلاف ثالث ہی کی طرف دار ہے۔ ثالث کہتا ہے کہ یہ ایک طوائف تھی، مجھ سے ملاقات ہوئی اور میرے گھر آ گئی، عورت بھی اس کے بیان کی تائید کرتی ہے۔ عدالت نے یہ مقدمہ پنچایت میں بھیج کر دریافت کیا کہ عورت منکوحہ زید ہے، یا نہ؟ پنچایت نے زید سے گواہ طلب کئے، زید نے گواہ قوم کے کنچن پیش گئے، پنچوں نے جو فیصلہ کیا، اس کا خلاصہ یہ ہے: ''چوں کہ گواہ عادل نہیں؛ اس لیے نکاح زید کا ثابت نہیں ہے اور عورت بھی منکر ہے''۔ اس صورت میں فیصلہ پنچایت کا صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

ایسے گواہوں کی موجودگی بوقت ایجاب وقبول سے جن کا ذکر سوال میں ہے؛ یعنی کنچن وغیرہ نکاح تو منعقد ہو جاتا

---

(۱) المطلقة الثلاث إذا اتت الزوج الأول وقالت: تزوجت بزوج آخر ودخل بی وطلقنی وانقضت عدتی، إن كانت ثقة ووقع عند الأول انها صادقة ... حل للزوج الأول ان يتزوجها. (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية: ۳٦٧/۱، ماجدية)

ہے؛لیکن بصورت انکار زوجہ از نکاح مثلاً ایسے فاسق گواہوں سے عندالحاکم والقاضی نکاح ثابت نہیں ہوتا،پس فیصلہ پنچوں کا صحیح ہے،فاسق گواہوں سے نکاح کا ثبوت نہ ہوگا؛اس لیے مناسب ہے کہ بوقت انعقاد نکاح دومرد عادل پرہیز گار موجود ہوا کریں،جو ایجاب وقبول کو سنیں؛تاکہ بوقت ضرورت ان کی شہادت سے نکاح ثابت ہوجاوے،یا اگر فساق ہی موجود ہوں توان سے توبہ کرالے جاوے کہ بعد توبہ کے وہ بھی عادل وثقہ ہوجاتے ہیں،اگر چہ پہلے زنا وغیرہ افعال محرمہ کے مرتکب ہوں۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۱۹۸/۸۔۱۹۹)

عورت ومرد نکاح کا انکار کریں اور تیسرا شخص دعویٰ کرے تو کیا حکم ہے:

سوال: مسمی امان خان یہ دعوی کرتا ہے کہ مسماۃ صاحبزادی نے حکیم محمد شریف سے نکاح کیا ہے اور ہر دو یعنی مسماۃ صاحبزادی وحکیم محمد شریف اس نکاح سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے درمیان انعقاد نکاح نہیں ہوا، امان خان اثبات نکاح کے دوگواہ بھی پیش کرتا ہے۔اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ امان خان جو ایک ثالث شخص ہے، جس نے دعویٰ نکاح کا ان کے باہم ہونے کا کر رکھا ہے،باوجود مسماۃ صاحبزادی وحکیم محمد شریف کے انکار کے ثالث شخص کی شہادت پیش کرنے سے نکاح منعقد ہوجائے گا اور باوجود انکار نکاح ان ہر دو کے یہ شہادت قابل التفات ہے؟

الجواب

بدوں دعویٰ کے نکاح میں شہادت مسموع نہ ہوگی اور نکاح ثابت نہ ہوگا؛ کیوں کہ حقوق عباد میں بلا دعویٰ کے شہادت مسموع نہیں ہوتی۔

كما في الشامي في بيان شرائط الشهادة:وتقدم الدعوىٰ فيما كان من حقو ق العباد.(۳۷۰/٤)(۲)

اور وہ امور جن میں دعوی شرط نہیں ہے،ان میں نکاح داخل نہیں ہے۔(كما صرح به في الشامي) [لہٰذا نکاح ثابت نہیں ہوا۔ظفیر] فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۱۹۹/۸۔۲۰۰)

ووٹ دینے کے لیے اپنے کو دوسرے کی بیوی قرار دینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل دھوکہ دھڑی کا زور ہے، ووٹنگ کے معاملے میں بھی ایسا ہوتا ہے، جیسے عورت ہے زید کی؛ مگر ووٹ ڈالنے گئی تو بکر کی عورت بن کر، اب

(۱) وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً على الأصح ... أو فاسقين ... وإن لم يثبت النكاح بهما.(الدر المختار)

إعلم أن النكاح له حكمان حكم الانعقاد وحكم الإظهار فالأول ما ذكره والثاني إنما يكون عند التجاحد فلايقبل في الإظهار إلا شهادة من تقبل شهادته في سائر الأحكام.(ردالمحتار،كتاب النكاح:۳۷۵/۲۔۳۷٦،ظفير)

(۲) ردالمحتار،كتاب الشهادات:٥١٣/٤،ظفير

وہاں موجود دو شخصوں نے پوچھا تم بکر کی عورت ہو؟ اس عورت نے پرزور الفاظ میں کہا: جی ہاں تو اب سوال یہ ہے کہ یہ عورت زید ہی کی رہی، یا زید کے نکاح سے خارج ہوگئی؟ بینوا توجروا۔

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

زید کی بیوی کا اپنے آپ کو بکر کی بیوی ہونے کا اقرار کرنا، کھلا ہوا جھوٹ ہے؛ لیکن اِس جھوٹے اقرار سے وہ زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوگی۔ (مستفاد: کفایت المفتی: ۱۵/۵)

قال الله تعالىٰ: ﴿وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ﴾ (الحج: ۳۰)

قال ابن الفضل رحمه الله: كان لها زوج معروف، فتزوجت بآخر وقالت: تزوجت بالثاني، وأنا في عدة الأول، فالقول لها، إن كان بين النكاحين أقل من شاهدين. (الفتاوىٰ البزازية علىٰ هامش الفتاوىٰ الهندية: ٣٦٨/٥، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۹/۶/۱۱ ۱۴۲۹ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۵۶۷، ۵۶۸)

کسی مقصد کے لیے عقدِ نکاح کا جھوٹا انکار:

سوال: ہندہ نے نکاحِ ثانی زید سے پچاس ساٹھ برادری کے مسلمانوں میں کرلیا، بعد میں نکاح زوجِ سابق کے رشتہ داروں نے جائیداد کا جھگڑا کر کے مقدمہ عدالت میں دائر کر دیا، فریقین نے وکیل کر لیے۔ ہندہ کا ایک ہندو وکیل ہے، جس نے یہ رائے دی ہے کہ ہندہ نکاح ثانی سے انکار کردے تو زوجِ سابق کی جائیداد پر قبضہ رہ سکتی ہے، اس پر عمل کرتے ہوئے ہندہ اور اس کا ایک متبنیٰ لڑکا دونوں نکاح سے انکاری ہوگئے۔ عدالت میں جواب دعویٰ میں لکھا دیا کہ نکاح نہیں ہوا۔ برادری کی تھوک بندی (۱) کی وجہ سے چند اہلِ برادری نے بھی یہ کہہ دیا کہ نکاح نہیں ہوا، حالانکہ وہ پچاس ساٹھ مسلمان اب تک بھی کہتے ہیں کہ نکاح ہوا اور ہم مجلسِ نکاح میں شریک تھے۔

ایسی حالت میں صرف جائیداد کی وجہ سے زوجہ اور زوج کا نکاح سے انکار کرنا قابلِ تسلیم ہوگا، یا نہیں؟ اور جو مسلمان اس کا ساتھ دے رہے ہیں، وہ کیسے ہیں؟ اور مسلمان کے مجمع میں شرعی کو جو بوجہ مقدمہ وسخن پردری انکار کرتے ہیں، وہ از روئے شرع شریف کیسے ہیں؟ عدالت میں مقدمہ دائر ہے اور چند مسلمانوں کی گواہی بھی ہوچکی ہے کہ نکاح ہوگیا اور ایک اسٹامپ پر سرکاری فرائض نویس کا نکاح نامہ لکھا ہوا بھی ہے، جس پر برادری والوں کی شہادت ثبت ہے، باوجود ان تمام باتوں کے پھر نکاح سے انکار کرنا مقدمہ کی وجہ سے کیسا ہے اور ساتھ دینے والے کیسے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

جھوٹ بولنا شرعاً حرام اور کبیرہ گناہ ہے؛ لیکن اپنا حق وصول کرنے اور ظلم دفع کرنے کے لیے جب کوئی دوسری

(۱) ”تھوک بندی: اقرار نامہ، جو گاؤں کے برابر تقسیم کرنے پر لکھا جاتا ہے“۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۲۲، فیروز سنز، لاہور)

صورت قابو میں نہ ہو، تعریضاً کذب جائز ہے، صراحۃً اس وقت بھی جائز نہیں ہے۔(۱) اگر وہ جائیداد ہندہ کی نہیں؛ بلکہ زوجِ سابق کے دیگر ورثا کی ہے اور ہندہ اپنا مہر اور حصہ وراثت لے چکی، یا معاف کر چکی ہے، تب تو کسی طرح ہندہ کو جھوٹ بولنا جائز نہیں، قطعاً حرام ہے، جو لوگ اس کے ساتھ اس کبیرہ گناہ میں شریک ہیں، وہ بھی کبیرہ گناہ کے مرتکب ہیں، سب کو توبہ کرنا فرض ہے۔ اگر وہ جائیداد ہندہ کی ہے، خواہ بعوضِ دین مہر ہو، یا وراثت، یا کسی اور طرح وہ ہندہ کی ملک ہے اور زوجِ سابق کے ورثا ہندہ کو نہیں دیتے اور ہندہ کسی دوسری طرح اس جائیداد کو وصول نہیں کر سکتی تو ہندہ کو تعریضاً کذب جائز ہے اور اس معاملہ میں جو لوگ اس کی اعانت میں ہیں وہ بھی گنہ گار ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾(۲)

اور ہندہ کے انکار کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹا اور زوج نے اگر یہ الفاظ کہے ہیں کہ میں نے ہندہ سے نکاح نہیں کیا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

"وفی الفتاویٰ: رجل قال لامرأته: تو مرا چیزے نباشی، ھو خمسة ألفاظ: أحدھما ما ذکرنا، الثانی: إذا قال، لم یکن نکاح، الثالث: إذا قال لھا، لم أتزوجک، فلا یقع الطلاق فی ھذه الألفاظ الثلثة وإن نوی". (خلاصۃ، ص: ۹۷)(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ شعبان ۱۳۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/ شوال ۱۳۵۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۱۶۸)

تحریری طلاق کے بعد عورت دوسرے کے ساتھ رہی اور دعویٰ نکاح کیا، کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ ایک آوارہ عورت ہے، اس کا پہلا نکاح ایک معمولی شخص سے ہوا تھا، اس نے بعض وجہ سے ہندہ کو تحریری طلاق فارغ خطی لکھ کر اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی، یہ طلاق واقع ہوئی، یا نہ؟ بصورت وقوع طلاق اندرون میعاد عدت ہندہ نے زید کے ساتھ جو ایک دولت مند آدمی تھا رہنا شروع کیا، کچھ دنوں بعد زید نے لاولد انتقال کیا، زید کے انتقال کے بعد ہندہ نے بطمع جائداد متروکہ زید اپنے آپ کو زوجہ منکوحہ زید کی ہونے کی دعویٰ واعلان کیا اور بیان کیا کہ میرا نکاح زید سے بالکل خفیہ طور پر ہوا تھا، اس طرح پر کہ سوائے قاضی ناکح ووکیل ودو گواہاں خالد وبکر عام طور پر وقوع نکاح نامعلوم ہے؛ لیکن ثبوت نکاح کے لیے اول تو وکیل مطلق کو پیش نہیں کیا ہے اور دو گواہان خالد وبکر مسلمہ ہندہ وناکح کو وقوع وتسلیم نکاح سے قطعاً انکار ہے، صرف ناکح قاضی ہندہ کے موافق نکاح تسلیم کرتا

---

(۱) "الکذب مباح لإحیاء حقه، ودفع الظلم عن نفسه، والمراد التعریض؛ لأنه عین الکذب حرام، قال: وھو الحق". (ردالمحتار، فصل فی البیع: ۶/ ۴۲۷، سعید)

(۲) سورۃ المائدۃ: ۲

(۳) خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الطلاق، باب الکنایات، الجنس الأول: ۲/ ۹۷، امجد اکیڈمی لاھور

ہے۔اس صورت میں ہندہ کا نکاح زید سے شرعاً ثابت ہوگا، یا نہیں؟ اور قاضی شرعاً کیا فیصلہ کرے گا؟

الجواب

ہندہ پر شوہر اول کی طرف سے طلاق واقع ہوگئی؛ کیوں کہ تحریری طلاق اور فارغ خطی سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔(کما حققه فی الدرالمختار وردالمحتار)(۱)

باقی ہندہ کا دعویٰ زید سے نکاح کرنے کا وہ بدون دو گواہان عادل کے جن شہادت شرعاً ہو، ثابت نہ ہوگا۔

کما فی الدرالمختار: (قوله: ولو فاسقین، إلخ): إعلم أن النکاح له حکمان حکم الانعقاد وحکم الإظهار فالأول ما ذکره والثانی إنما یکو ن عند التجاحد فلایقبل فی الإظهار إلا شهادة من تقبل شهادته فی سائر الأحکام، کما فی شرح الطحاوی فلذلک انعقد بحضور الفاسقین والأعمین والمحدودین فی قذف وإن لم یتوبا وابنی العاقدین وإن لم یقبل أداؤهم عند القاضی.(۲)

اس عبارت سے اور نیز عبارت درمختار سے واضح ہوا کہ نکاح دو گواہوں کے ایجاب وقبول سننے سے منعقد ہوجاتا ہے، اگرچہ وہ گواہ فاسق اور غیر مقبول الشہادۃ ہوں؛ لیکن اگر باقی ورثا اس نکاح کا اقرار نہ کریں تو ثبوت عندالقاضی کافۃ الناس بدون دو معتبر گواہوں کی گواہی کے نہ ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۲۰۰-۲۰۱)

مرد نکاح کا دعویٰ کرے، عورت انکار تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت ایک شخص کے پاس عرصہ چھ سال سے رہتی تھی، اب وہ عورت اس کے پاس سے نکل گئی، شخص مذکور نے بذریعہ عدالت اس کو گرفتار کرادیا، عورت کا بیان ہے کہ میں اس کے پاس دوستانہ طریقہ سے رہتی تھی، اب رہنا نہیں چاہتی، شخص مذکور کا بیان ہے کہ میرا نکاح اس کے ساتھ دہلی میں ہوا ہے اور ایک فقیر نے نکاح پڑھایا تھا، اب وہ فقیر مرگیا، کسی قسم کی دستاویز وغیرہ بھی نہیں ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر مرد کے پاس دو گواہ عادل نکاح کے نہیں اور عورت نکاح سے انکار کرتی ہے تو دعویٰ مرد کا شرعاً ثابت نہ ہوگا۔(کذا فی کتب الفقه)(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۲۰۱-۲۰۲)

---

(۱) کتب الطلاق وإن مستبیناً علیٰ نحو لوح وقع إن نویٰ وقیل مطلقا ولوعلیٰ نحو الماء فلا مطلقاً ولو کتب علیٰ وجه الرسالة والخطاب کأن یکتب یا فلانة إذا أتاک کتابی هٰذا فأنت طالق طلقت بوصول الکتاب.(الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابة: ۲/۵۸۹، ظفیر)

(۲) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۲/۳۷۶، ظفیر

(۳) نصابها لغیرها من الحقوق ... کنکاح وطلاق ... رجلان أورجل وامرأتان.(الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، کتاب الشهادات: ۱/۵۱۵، ظفیر)

صورت مسئولہ میں کیا حکم ہے:

سوال: وزیر خاں کا نکاح مسماۃ نصیبہ کے ساتھ بعمر اٹھارہ سال ہوا، رخصتی نہیں ہوئی، وزیر خاں بعد نکاح بجرم اعانت قتل عمد سزایاب جس بعبور دریائے شور بمیعاد بیس سال ہوا، پہلے خطوط آتے تھے، بعد دو تین سال تک ہندہ وزیر کے چھوٹے بھائی جمّن نے یہ بات مشہور کردی کہ وزیر مرگیا اور اپنا نکاح نصیبہ سے کرلیا، وزیر خاں کے خطوط بعد میں پھر آنے لگے جمّن سے نصیبہ کے دولڑکے ہوئے پھر جمّن مرگیا، دوسال بعد جمّن کے چھوٹے بھائی ناظر خاں سے مسماۃ مذکورہ سے اپنا نکاح کیا، ناظر خاں سے بھی چار لڑکے ہوئے وزیر خاں واپس آگیا اور اپنا دوسرا نکاح کیا، وزیر خاں نے ناظر خاں سے کہا کہ میں نے ابھی طلاق نہیں دی، مجھ سے طلاق لیلے جس میں میرا نکاح ٹوٹ جاوے؛ لیکن پھر طلاق نہیں ہوا، تین چار سال بعد ناظر خاں نے مسماۃ نصیبہ کو گھر سے نکال دیا، وزیر خاں نے اس کو بلا نکاح کے رکھ لیا۔

(۱) جب کہ وزیر خاں یہ کہتا تھا کہ میں نے ابھی طلاق نہیں دی اور نکاح ثانی جمّن کے ساتھ ہوا، اس کو اطلاع بھی نہیں ہوئی، کیا وزیر خاں کا نکاح ٹوٹ گیا۔

(۲) جب کہ وزیر خاں آنکھ سے دیکھتا رہا کہ اس کی عورت دوسرے کے پاس رہتی ہے تو کیا اس کا صرف یہ کہنا کہ مجھ سے طلاق لے لو، ورنہ میرا نکاح قائم ہے، کافی ہے۔

(۳) اگر نکاح وزیر خاں کا نہیں ٹوٹا تو اولاد جمّن و ناظر کیا شرعاً ثابت النسب ہے۔

(۴) اب وزیر خاں کا مسماۃ نصیبہ کو رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۵) کیا ناظر خاں سے طلاق کی ضرورت نہیں ہے؟

الجواب

(۱) نکاح وزیر خاں کا اس صورت میں نہیں ٹوٹا۔(۱)

(۲) نکاح وزیر خاں کا اس صورت میں قائم ہے اور اس پر طلاق دینا اس صورت میں واجب نہ تھا۔(۲) گنہگار وہ شخص ہے جس نے باوجود اس علم کے کہ عورت مذکورہ کو طلاق نہیں ہوئی اور اس کا شوہر موجود ہے اس سے نکاح کیا اور اس کو اپنے گھر میں رکھا۔(۳)

---

(۱) جب طلاق نہیں دی تو نکاح نہیں ٹوٹا۔ظفیر

(۲) لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة.(الدر المختار)

والفجور یعم الزنا وغیره وقد قال صلی الله علیه وسلم لمن زوجة لاترد ید لامس وقد قال إنی احبها، استمتع بها،آه.(ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة: ٤٢٧/٦، دار الفکر بیروت، انیس)

(۳) أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لایوجب العدة إن علم أنها للغیر لأنه لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلاً، إلخ، ولهٰذا یجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لأنه زنا.(ردالمحتار، باب المهر: ٤٨٢/٢، ظفیر)

(۳)　وہ اولاد جمّن اور ناظر سے صحیح النسب نہیں ہے۔

كما ورد في الحديث: الولد للفراش وللعاهر بالحجر.(۱)

(۴)　جائز ہے۔

(۵)　طلاق کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۵۱۷-۵۱۸)

'آزاد کروں گا' کہنے سے کچھ نہیں ہوتا:

سوال: ایک آدمی نے جس کی بیوی نہیں ہے، یہ کہا کہ آزاد کروں گا تو وہ شادی کرے، یا نہیں؟

الجواب

یہ قول اس شخص کا لغو ہے، اس سے کچھ نہیں ہوتا، وہ شخص نکاح کرے، کچھ حرض نہیں ہے اور اس الفاظ سے اس کی زوجہ مطلقہ نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۵۱۸)

سرکاری عدالت نے فاسق گواہوں سے جو ثابت کیا، وہ صحیح نہیں، مرد کی بات معتبر ہے:

سوال: زید نے اپنی بیوی کو طلاق واحد دی، بعد پندرہ یوم کے رجعت کرلی، بعد سولہ سال کے دونوں میں نااتفاقی ہوئی، ایک شخص شریک زید کے بہکانے سے زید کے مکان سے فرار ہوگئی، بعد چند روز کے آکر تین طلاق کی مقرر ہوئی، پنچائت میں گواہوں نے بیان کیا کہ مجھے یاد نہیں ہے کہ زید نے طلاق واحد دی تھی یا ثلاثہ، زید سے قسم لی گئی، زید نے طلاق واحد کی قسم کھائی، پھر ہندہ نے عدالت دیوانی میں دعویٰ کر کے فاسق گواہوں کو پیش کر کے عدالت سے طلاق کی ڈگری حاصل کی۔ صورت مسئولہ میں ہندہ کے گواہ معتبر ہوں گے، یا زید کی قسم؟

الجواب

گواہان مذکورین کی گواہی شرعاً معتبر نہیں ہے؛ (۲) بلکہ زید کا قول اور حلف معتبر ہے اور اس شریک فاسق سے متارکت درست ہے اور ہندہ بدستور زید کی زوجہ ہے اور اس شریک کو ہندہ سے نکاح کرنا درست نہیں ہے۔ (كذا في كتب الفقه) (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۵۱۹-۵۲۰)

مسلمان پر کفار کی گواہی معتبر نہیں:

سوال: ایک عورت کافرہ جوگن ایمان لائی ہے اور اسلام پر آئی ہے اور پھر اس نے کسی مسلمان کے ساتھ نکاح

---

(۱)　مشكاة المصابيح، باب اللعان، ص: ۲۸۷، ظفير

(۲)　الفاسق إنما ترد شهادته بتهمة الكذب. (ردالمحتار، كتاب الشهادة: ۴/۵۲۱، ظفير)

(۳)　غیر مسلم عدالت کا فیصلہ نکاح وطلاق میں شرعاً نافذ نہیں ہے۔ (دیکھئے الحیلۃ الناجزۃ۔ ظفیر)

شرعی کرلیا ہے۔ دوسرے روز اس عورت کا بھائی آیا اور اس سے دو آدمیوں نے پوچھا کہ تو کس کام کے لیے آیا ہے؟ اس نے کہا کہ میری بہن پیر سکندر سے نکل کر موضع مسابو کا میں چلی آئی ہے۔ میں اس کو لے جانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ وہ کنواری ہے، یا شادی شدہ ہے؟ اس نے کہا کنواری ہے، شادی شدہ نہیں ہے، منگنی ہوئی بھی نہیں اور پھر تیسرے روز اس عورت کا باپ آیا، اس نے بھی اسی طرح کہا۔ جب دس دن گزرے تو ایک شخص جوگی آیا۔ اس نے کہا کہ یہ عورت میری ہے اور اس کا منڈوا میرے ساتھ پڑھا ہے اور میں بھی مسلمان ہو گیا ہوں اور اس کا بھائی بھی مسلمان ہو گیا ہے۔ یہ عورت مجھے دے دو اور اس جوگی نے منڈوے کے گواہ بھی بنالے اور اس کے کنواری ہونے کے گواہ بھی موجود ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ بٹی لال بیگ میں بصدارت پیر گلاب علی صاحب ذیلدار بٹی لال بیگ وخان محمد خان ذیلدار بٹی والا اجتماع ہوا اور مجلس عام میں اس جوگی دیندار سے جو مدعی تھا پوچھا گیا کہ تیرا منڈوا کس وقت اور کس طرح اور کس نے پڑھا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا منڈوا اور شادی پیشی کے وقت پھر کہا نہیں دیگر اور پھر کہا غروب کے وقت ہوا ہے اور جنڈی کے چو فیر ہم پھرے ہیں اور منڈوے پڑھنے والے مسمی مول چند نے کہا کہ پھیرے لے لو، جس طرح تمہارے ماں باپ نے لیے ہیں اور پیو دادا نے لیے ہیں۔ پس اس کے بعد عورت سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں کنواری ہوں، یہ میرا خاوند نہیں، مدعی کاذب ہے؛ بلکہ میری بھانجی کا خاوند ہے۔ میرا پتر ہے، میں اس کی ساس ہوں۔ پس میں نے صدق اور صفائی دل سے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔ میں اس گیڈر اور گوہ اور سانپ کھانے والوں کے ساتھ ہرگز نہیں جاتی ہوں اور یہ بناوٹی مسلمان ہوا ہے اور انہوں نے جھوٹے دعوے مسلمانی کے بعد گوہ اور نیولا وغیرہ کا شکار کیا، جس کے گواہ مجمع میں موجود تھے۔ المختصر دونوں طرف سے گواہ بھگت گئے۔ عورت کے کنواری ہونے کے تمام گواہ مسلمان ہیں اور اس مدعی کے گواہ دو مسلمان اور باقی کافر جوگی ہیں۔ ایک مسلمان نے گواہی دی کہ اس شخص کی شادی اور منڈوا دیگر کے وقت ہوا ہے۔ میں نے دیکھا لانوانی پھیرا لیتے ہیں؛ لیکن میں نے عورت کو پہچانا نہیں کہ کون سی عورت ہے اور کس نے منڈوا پڑھا ہے اور دوسرے گواہ مسلمان نے کہا کہ اس کی شادی اور منڈوا موضوع جوسران میں شام کے وقت ہوئی ہے؛ مگر میں نے عورتوں کو پہچانا نہیں کہ منہ پر نقاب تھا اور پھر باقی جو کافر گواہ تھے، انہوں نے بھی اسی طرح مختلف طور پر شہادت دی۔ کسی نے کہا کہ دیگر کے وقت اور کسی نے کہا شام کے وقت اور کسی نے عشا کے وقت۔ کیا اس شخص کا دعویٰ عند الشرع درست ہے، یا نہیں؟ اور اس کا اسلام معتبر ہے، یا نہیں؟ اور اس کے منڈوے کے گواہس کے مطابق منڈوے کو نکاح سمجھا جائے، یا نہیں؟ اور گواہی معتبر ہے، یا نہیں؟ اور عورت واپس کی جائے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۶۰۳، نور احمد صاحب ضلع منٹگمری، ۱۶/ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ)

الجواب

کافروں کی گواہی تو بالکل غیر معتبر ہے، (۱) اور مسلمانوں کی گواہی بھی اس لیے قابل قبول نہیں کہ دونوں نے یہ کہا

(۱) لا تقبل شهادة كافر على مسلم. (الدر المختار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ٤٧٥/٥، سعيد)

کہ ہم نے عورت کونہیں پہچانا اور جب عورت کے باپ اور بھائی کا بیان موجود ہے کہ عورت کنواری ہے اور منڈوے کے گواہوں کے بیان بھی مختلف ہیں، کوئی دو پہر کا وقت بتا تا ہے،کوئی شام کا اور کوئی عشا کے بعد کا تو یہ گواہیاں سب نا قابل اعتبار ہیں،(۱) اور عورت کا اس کے باپ بھائی کا بیان معتبر قرار دیا جائے گا اور عورت کنواری قرار دی جائے گی اوراس کا نکاح مسلمان کے ساتھ جو ہوا ہے، وہ قائم رکھا جائے گا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی:۲۹۶/۵)

شوہر و بیوی کے ایک پیر سے مرید ہونے میں نکاح پر اثر نہیں پڑتا:

سوال: ایک شخص شاہ صاحب کے مرید ہوئے ہیں اوران کی زوجہ بھی ان کی مرید ہوئی ہے اور بچے بھی ان کے مرید ہیں، اسی حالت میں اس عورت اور شوہر کا برتاؤ بدستور رہا، یا فرق ہوگیا اور زوجہ وشوہر پیر بھائی بہن ہوئی ، یا نہیں؟

الجواب

شوہر اور زوجہ اگر ایک پیر سے مرید ہو گئے تو اس سے نکاح میں اور کسی معاملہ میں کچھ فرق نہیں آتا؛ بلکہ چاہیے کہ تعلق زوجیت کا زیادہ قوی ہو جاوے، آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاوند بیوی صحابہ میں سے دونوں ہی بیعت ہوتے تھے اور ویسے بھی سب مسلمان مرد اور عورتیں بھائی بہن ہیں۔﴿إنما المو منون إخوة﴾ (۳) قرآن شریف میں وارد ہے، الحاصل اس میں کچھ وہم نہ کریں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۲۲/۷-۵۲۳)

سرکاری فیصلہ سے اصل نکاح میں کوئی فرق نہیں آیا:

سوال: ایک شخص کا نکاح ایک عورت کی ہمراہ ہوا،عرصہ تک زوجین رضا مندر ہے، بعد مدت ایک غیر شخص نے اس عورت کو بہکا کر شوہر کے گھر سے نکال لی اور اپنی ہمراہ لے گیا،شوہر نے دعویٰ کر دیا؛لیکن حاکم نے اس عورت کو اختیار دے دیا کہ جس کے پاس چاہے رہے اور قانوناً اس کے نکاح کا ثبوت نہیں لیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس شخص کا نکاح سرکاری قانون سے نہ ہونے سے شرعی نکاح ثابت شدہ کو صدمہ پہنچا ہے، یانہیں؟ اور وہ شخص بہکانے والا کہ جس کے پاس اب وہ عورت ہے اور نکاح کر لیا ہے، شرعاً مجرم ہے، یانہیں؟

---

(۱) وكـذا تـجب مطابقة الشهادتين لفظًا ومعنًا بطريق الوضع.(الدرالمختار،كتاب الشهادات، باب الاختلاف في الشهادة:٤٩٣/٥،سعيد)

(۲) (﴿وانكحوا الأيامى منكم﴾(النور: ۳۲) وفي الخانية:رجلان ادعيا نكاح امرأة ... وإن أقام كل واحد منهما البينة انها له وكانت في يد احدهما يقضى بها لصاحب اليد.(الخانية على هامش الهندية، كتاب النكاح، فصل في دعوى النكاح:٤٠٥/١، ماجدية)

(۳) سورةالأحزاب:١٠،انيس

الجواب

اس سے نکاح ثابت شدہ شرعی میں کچھ خلل نہیں آتا اور اغوا کنندہ کا نکاح اس عورت سے نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ منکوحۃ الغیر سے نکاح صحیح نہیں ہوسکتا۔

قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿والمحصنٰت من النساء﴾ (الآیۃ) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۵۰۰)

کلکٹر سے نکاح ثانی کی اجازت حاصل کرنے سے منکوحہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: عبدالستار کا نکاح سکینہ بی بی سے ہوا، تقریباً سات برس ہوئے سکینہ کا باپ محمد صدیق سکینہ کو عبدالستار کے گھر سے لطائف الحیل سے اپنے یہاں لے گیا، بعد چند روز کے عبدالستار نے رخصتی کو کہا؛ مگر والدین نے رخصت نہ کیا، مجبوراً عبدالستار نے دعویٰ رخصتی دائر کردیا، دوران مقدمہ میں محمد صدیق نے یہ کاروائی کی کہ ایک جھوٹا دعویٰ اس مضمون کا کلکٹر صاحب کے یہاں دائر کیا کہ عبدالستار نان ونفقہ سے خبر گیری سکینہ کی نہیں کرتا، سکینہ کو اجازت عقد ثانی کی دی جاوے۔ کلکٹر نے اجازت دے دی۔ محمد صدیق نے اس کا دوسرا نکاح کردیا۔ صورت مذکورہ میں نکاح ثانی کا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں سکینہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی اور نکاح ثانی اس کا درست نہیں ہوا اور مرتکب فعل مزکور کا عاصی وظالم وفاسق ہے، زوجین میں یہ تفریق نہیں ہوسکتی، جیسا کہ درمختار میں ہے:

(ولایفرق بینھما بعجزہ عنھا) بأنواعھا الثلاثۃ (ولابعدم إیفائہ) لو غائبا (حقھا ولو مؤسراً). (۲)

پس جب کہ واقعی نفقہ نہ دینے سے تفریق نہیں ہوسکتی تو جھوٹا دعویٰ کر کے کیسے تفریق ہوسکتی ہے؟ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۲۰۳)

خلاف شریعت انگریزی عدالت کا فیصلہ نکاح کے باب میں معتبر نہیں:

سوال: لطیف نے دعویٰ حقوق ازدواج دائر عدالت دیوانی کیا، جس کے اوپر گواہ اثبات نکاح کے دے دئے اور لطیف نے روبرو منصف صاحب کے یہ بیان کیا کہ امیر مدعا علیہ قرآن شریف پر ہاتھ رکھ کر حلفیہ بیان دے دیوے کہ اس کی بہن مسماۃ فتح خاتون کی شادی مظہر کے ساتھ نہیں ہوئی تو میرا دعویٰ خارج کیا جاوے، منصف صاحب نے اس کے خلف اٹھانے پر امیر مدعا علیہ دعویٰ مدعی لطیف کا خارج کردیا، یہ جائز ہے، یا نہ؟ اور فتح خاتون کا نکاح ثانی جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) سورۃ النساء: ۲٤، ظفیر

(۲) الدرالمختار علیٰ ھامش ردالمحتار، باب النفقۃ: ۲/۹۰۳، ظفیر

الجواب

مسئلہ شریعت کا یہ ہے:

"البينة على المدعي واليمين علىٰ من أنكر". (۱)

پس مدعی مسمی لطیف نے اگر دو گواہ عادل وثقہ ثبوت نکاح کے پیش کردئے ہیں تو حاکم کو حکم انعقاد نکاح کا دینا چاہیے تھا اور اگر وہ ہر دو گواہ عادل ثقہ نہیں ہیں، یا ان کی شہادت میں سقیم ہے تو مدعا علیہا یعنی مسماۃ فتح خاتون کے انکار حلفیہ پر مدعی کا دعویٰ خارج ہوسکتا ہے اور اگر مسماۃ نابالغہ ہے تو ولی کا حلف کافی ہے، پس بصورت بالغہ ہونے کا مسماۃ مذکورہ کے خود اس کے حلف کی ضرورت ہے، اس کے بھائی کے حلف سے مدعی کا دعویٰ شرعا خارج نہ ہوگا اور نکاح ثانی مسماۃ کا صحیح نہ ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۳/۸-۲۰۴)

شوہر کے مرنے کی اطلاع پاکر بعد عدت عورت نے نکاح کرلیا، پھر شوہر آ گیا، کیا حکم ہے:

سوال: اگر کوئی جنگ میں، یا پردیس گیا، کچھ عرصہ کے بعد اس کے مرنے کی خبر بذریعہ خط، یا بذریعہ سرکار ملی، اس کی منکوحہ نے عدت ختم کرکے نکاح ثانی کرلیا اور نکاح ہونے کے بعد وہ شخص خود آ گیا، اب وہ عورت شرعاً کس کو ملے گی، اگر شخص اول کو ملی تو تجدید نکاح کی ضرورت ہے، یا نہیں؟

الجواب

بعد واپسی کے وہ عورت شوہر اول کو ہی ملنی چاہیے اور تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰۶/۷)

کسی کی بیوی جب جھوٹا دعویٰ کرے کہ میں فلاں کی بیوی ہوں اور شوہر بھی تائید کرے تو کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ بی بی عمر کی ہے؛ مگر زید ایک جائداد والے آدمی کے مرنے پر اسی خیال سے کہ اس کی جائداد کی وارث بنے ہندہ نے اور اس کے شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں زید کی بیوی ہوں اور اس پر گواہ پیش کئے اور عمر نے بھی لالچ کی وجہ سے اقرار کریا کہ ہندہ زید کی بیوی ہے، اس صورت میں ہندہ کا نکاح عمر سے فسخ ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اس کذب بیانی سے ہندہ عمر کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی۔ (كذا في الدر المختار و الشامي) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۱۳/۷)

(۱) مشكاة المصابيح، باب الأقضية والشهادات، ص: ۳۲٦، ظفير

(۲) ولو أن إمرأة أخبرها ثقة إن زوجها الغائب مات عنها أو طلقها ثلثا أو كان غير ثقة وأتاها بكتاب من زوجها بالطلاق فلابأس بأن تعتد ثم تتزوج. (الهداية، كتاب الكراهية: ٤٥٣/٤)

غاب عن امرأة فتزوجت بآخر "لما إذا بلغها موته أو طلاقه فاعتدت وتزوجت ثم بأن خلافه شام" وولدت أولاداً ثم جاء الزوج الأول فالأولاد للثاني على المذهب الذى رجع إليه الإمام وعليه الفتوىٰ كما فى الخانية. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، فصل فى المحاد: ٨٦٨/٢، ظفير)

جانتے ہوئے جو گواہی نہ دے، اس کا کیا حکم ہے:

سوال: رحیم بی بی کا نکاح پانچ سال ہوئے غلام محمد سے ہوا تھا، مسماۃ مذکورہ نے فسخ نکاح کا دعویٰ کیا ہے، شہاب الدین کو نکاح کا پورا علم ہے؛ لیکن اس وقت وہ منکر ہے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

جب کہ نکاح مسماۃ مذکورہ بقاعدہ شرعیہ ہو چکا ہے تو شوہر کو چاہیے کہ نکاح کے گواہ عدالت میں پیش کرے اور جن لوگوں کو علم نکاح کا ہے، ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ شہادت نکاح کی دیویں، ورنہ وہ گنہ گار ہوں گے،(۱) اور شخص مذکور جو کہ باوجود علم کے نکاح مذکور سے منکر ہے، شرعاً فاسق وعاصی ہے، اس کو اس فعل سے توبہ کرنی چاہیے اور اگر توبہ نہ کرے تو اس سے متارکت کی جاوے اور اس کو برادری سے خارج کیا جاوے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۱۳/۷)

اولاد کے باب میں شوہر کے وعدہ نکاح کا پورا کرنا کیسا ہے:

سوال: زید کا نکاح خالد کی دختر سے اس شرط پر ہوا کہ وہ اپنی زوجہ کے بطن سے جو لڑکی ہوگی، خالد کے لڑکوں کی اولاد میں کسی ایک کو نکاح میں دے گا، زید وخالد دونوں فوت ہو گئے، زید کے لڑکی پیدا ہوئی، اب بالغہ ہے اور خالد کا پوتا اب تک بالغ نہیں ہوا، علاوہ ازیں زید وخالد کا کفو جدا ہے، کیا زوجہ زید کے ذمہ زید کا وعدہ کا پورا کرنا ضروری ہے، یا نہیں، یا زید کی زوجہ زید کے کفو میں لڑکی کا نکاح کر دے؟

الجواب

اس وعدہ کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے اور زید کا اس قسم کا وعدہ اس کی زوجہ کے ذمہ پورا کرنا ضروری نہیں ہے، زید کی دختر کا نکاح کفو میں جہاں مناسب ہو کر دیا جائے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۱۵/۷)

گناہ سے بچانے کے لیے طوائف سے شادی بہتر ہے، یا خاندان میں:

سوال: ایک طوائف زید سے استدعا کرتی ہے کہ زید اس پیشہ کو ترک کرنے میں اس کی امداد کرے؛ یعنی زید اس سے عقد کرے، آیا زید کو اپنے خاندان میں شادی کرنا شرعاً اچھا ہوگا، یا بنظر ثواب اس کو طوائف عقد میں لانا اچھا ہے؟

الجواب

زید کو اس سے عقد کرنا درست ہے اور اس وجہ سے کہ اس کے نکاح کرنے میں وہ عورت تائبہ ہوتی ہے، اس کو ثواب حاصل ہوگا؛ لیکن اگر زید کو اس وجہ سے عار ہو کہ غیر خاندان اور غیر کفو میں نکاح کرنے سے وہ مطعون ہوگا اور اس کا

---

(۱) (ویجب أداؤها بالطلب) ولو حكماً … (لوفي حق العبد إن لم يوجد بدله). (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، كتاب الشهادات: ٥١٣/٤، ظفير)

خاندان اس کو چھوڑ دے گا، یا مطعون کرے گا تو پھر اپنے کفو میں نکاح کرنا بہتر ہے۔غرض یہ کہ نکاح اس زانیہ سے درست ہے اور جب کہ وہ تائب ہوتی ہے اور اس کی توبہ واستقامت پر اطمینان ہے تو اس سے نکاح کرنے میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے، باقی اپنے مصالح قرابت داری اور خاندانی کو خود لحاظ کر لیوے، جیسا مصلحت ہو، ویسا کرے، شریعت اس سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں کرتی اور مانع بھی نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۱۶/۷)

سرکاری عدالت سے طلاق کی ڈگری سے طلاق نہیں ہوگی:

سوال: زید نے پیرسالگی میں ہندہ نوجوان سے نکاح کیا، بعد چندروز کے ہندہ نے زید سے طلاق مانگی کہ میں مہر معاف کردوں تم طلاق دے دو، زید نے طلاق سے انکار کیا، ہندہ کے دعویٰ کرنے پر حاکم عدالت نے ہندہ کو طلاق کی ڈگری دے دی، اب ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں ہندہ دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔

[کیوں کہ یہ ڈگری شرعاً طلاق کے حکم میں نہیں ہے۔ظفیر] (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۱۶/۷)

نکاح اور بیاہ میں کیا فرق ہے اور اولاد اکبر کسے کہتے ہیں:

سوال: نکاحتا اور بیاہتا میں کیا فرق ہے، دونوں میں کس کی اولاد اور کون سی اولاد کو اولاد اکبر کہا جاوے گا؟

الجواب

ہمارے بلاد میں بیاہ اور نکاح ایک چیز ہے اور شریعت میں بھی دونوں ایک ہیں؛ کیوں کہ جس میں ایجاب وقبول ہو، وہی نکاح ہے اور وہی بیاہ وشادی ہے، پس نکاحتا عورت اور بیاہتا عورت ہر دو منکوحہ ہیں،(۱) اور دونوں سے جو اولاد ہوا وہی شوہر کی اولاد ہے، ان میں جس کی اولاد بڑی ہے، وہی اولاد اکبر ہے اور جس عورت کو بلا ایجاب وقبول گھر میں رکھا، وہ زوجہ نہیں ہے، اس سے جو اولاد ہو، وہ اس سے ثابت النسب نہیں ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۵۱۶-۵۱۷)

نابالغ نابالغہ تجدید نکاح کرنا چاہتے ہیں، کیا حکم ہے:

سوال: زید وہندہ کا نکاح نابالغی میں ہوا تھا، بعد بلوغ وہ تجدید نکاح کرنا چاہتے ہیں؛ کیوں کہ مہر وغیرہ یاد نہیں؟

زوجہ سے لواطت کی تو کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی زوجہ سے لواطت کی تو نکاح فاسد ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) وینعقد بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر،إلخ، وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر وحضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً.(الدر المختار علی هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۶۱/۲،ظفیر)

الجواب

تجدید نکاح میں دوبارہ کچھ حرج نہیں ہے؛ لیکن شرعاً جب نکاح ہو چکا ہے تو اس کی ضرورت نہیں ہے۔[کیوں کہ نابالغہ کا نکاح بذریعہ ولی جائز ہے۔ظفیر]

(۲) نکاح میں کچھ فساد نہیں ہوا، توبہ کرے اور پھر ایسا فعل قبیح نہ کرے۔(۱)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰۱/۷)

بیوی سے خلاف فطرت فعل کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا:

(الجمعیۃ، مورخہ ۱۴/مارچ ۱۹۲۷ء)

سوال: زید اپنی منکوحہ عورت سے فعل خلاف وضع فطرت کرتا ہے۔اس سے اس کا نکاح ٹوٹتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اپنی بیوی کے ساتھ بھی فعل ناجائز (لواطت) کرنا حرام ہے،(۱) اس کا ارتکاب کرنے والا بشرط ثبوت تعزیر کا مستحق ہوگا؛(۲) مگر اس فعل کے کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی: ۳۰۹/۵)

بیوی کے پستان منہ میں لینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا:

سوال: شہوت کے غلبہ میں اگر کوئی شخص اپنی عورت کی پستانوں کا مساس کرے تو نکاح تو نہیں ٹوٹتا؟

الجواب

اگر مرد اپنی عورت کی پستان کا مساس کرے تو نکاح فاسد ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔(کفایۃ المفتی: ۳۰۸/۵)

---

(۱) بیوی سے لواطت حرام ہے اور شوہر قابل تعزیر ہے اور ''بوطئها دبراً، قال: إن فعل فی الأجانب حد وإن فی عبده أو أمته أو زوجته فلاحد إجماعاً بل يعزر بنحو الإحراق بالنار وهدم الجدار.(الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الحدود: ۲۱٤/۳، ظفیر)

(۲) عن طلق بن علی قال: أتی أعرابی ... فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إذا فسا أحدکم فليتوضأ ولا تأتوا النساء فی اعجازهن فإن الله لا يستحی من الحق.(جامع الترمذی، أبواب الرضاع: ۲۲۰/۱، سعيد)

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا ينظر الله إلی رجل أتی رجلاً أو امرأةً فی الدبر.(جامع الترمذی، ابواب الرضاع، باب ما جاء فی كراهية إتيان النساء فی أدبارهن: ۲۲۰/۱، سعيد)

(۳) من أتی امرأة فی الموضع المكروه أو عمل عمل قوم لوط فلا حد عليه عند أبی حنيفة ويعزر ويودع السجن.(الجوهرة النيرة، کتاب الحدود: ۲۰۰/۲، امدادية)

(۴) مص رجل ثدی زوجته لم تحرم.(الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ۳۳۵/۳، سعيد)

مردوں کے لیے ہاتھ سے شہوت دور کرنی اور عورتوں کے لیے باہم جسمانی تعلق، حرام ہے:

سوال: مرد بے زن را اگر در غلبہ شہوت بخوف زنا، جلق نمودہ شہوت براند جائز است، یا نہ؟ وہمچناں زن بے مرد را، مصاحقہ جائز است، یا نہ؟

الجواب

ہر دو ناجائز نیست۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (بدست خاص، علیحدہ فتویٰ) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۶۱، ۲۶۲)

شرمگاہ بنوا کر جو مرد نکاح کرے، اس کا کیا حکم ہے:

سوال: اس وقت زید کی عمر ساٹھ سال سے کچھ اوپر ہے اور تیس برس سے زیادہ سے پیروں سے اپاہج ہے اور شہوت بھی جاتی رہی؛ لیکن زید کو اپنی تندرستی کی حالت میں خوئے بدزناکاری کی بھی تھی، باوجود شہوت نہ ہونے کو اپنی عادت بد کو نہیں چھوڑا اور ایک دوسری صورت کا پیشاب گاہ بنا کر اس سے بدکاری کرتا رہا، چند سال بعد ایسی حالت بیماری میں ایک عورت سے نکاح کر لیا۔ یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح ہو جاوے گا؛ لیکن یہ حرکت زید کی حرام اور ناجائز ہے اور وہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے فاسق ومردود الشہادۃ ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۲۰۳)

شوہر کے گھر سے جانا طلاق نہیں:

سوال: عرصہ پانچ چھ سال سے حفیظ اللہ کا تعلق ایک مسماۃ صغریٰ سے ہو گیا۔ صغریٰ زوجہ ایک دوسرے شخص کی ہے۔ صغریٰ کے شوہر نے یہ کہا کہ جب صغریٰ اس کے مکان سے بلا اجازت ورضامندی چلی گئی اور حفیظ اللہ کے یہاں رہنے لگی تو صغریٰ اس کے نکاح سے باہر ہو گئی؛ لیکن صغریٰ کا شوہر صغریٰ کو فارغ کر دینے پر راضی نہیں ہے۔ حفیظ اللہ کے ایک لڑکی صغریٰ کے بطن سے پیدا ہوئی ہے، جس کی عمر چھ ماہ ہے، حفیظ اللہ صغریٰ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ امر قابل دریافت یہ ہے کہ آیا حفیظ اللہ کا نکاح از روئے شرع صغریٰ کے ساتھ ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۱۲۲، نصیر خاں (جھانسی) ۱۴/شوال ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۸/دسمبر ۱۹۳۷ء)

---

(۱) (ترجمہ سوال) مرد جس کے بیوی نہ ہو، اگر شہوت کے غلبہ میں زنا کے ڈر سے، جلق کے ذریعہ سے اپنی شہوت کو نکال لے، جائز ہے یا نہیں اور اسی طرح بلا شوہر کی عورت کو سُحَق [چپٹی] جائز ہے، یا نہیں؟ (ترجمہ جواب) دونوں کو جائز نہیں ہے۔

(۲) اگر نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں ہوا ہے اور عورت کی رضا سے تو چوں کہ ایجاب وقبول اور شرط پائی گئی؛ اس لیے نکاح ہو گیا۔

وینعقد بایجاب من أحدهما وقبول من الآخر، الخ، وشرط سماع كل واحد من العاقدين وشرط حضور شاهدين. (الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب النكاح: ۲/۳۶۱-۳۷۳، ظفير)

الجواب

صغریٰ ابھی تک اپنے شوہر کی منکوحہ ہے۔شوہر کے گھر سے چلے آنے کی وجہ سے اور حفیظ اللہ کے گھر رہنے اور لڑکی پیدا ہو جانے کی وجہ سے اس کا نکاح باطل نہیں ہوا اور جب تک کہ صغریٰ اپنے شوہر سے طلاق حاصل نہ کرے، یا کوئی مسلمان حاکم کسی شرعی وجہ پر فسخ نکاح کا فیصلہ نہ کردے، اس وقت تک حفیظ اللہ صغریٰ کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا۔(۱) اس پر لازم ہے کہ فوراً صغریٰ کو اپنے پاس سے علاحدہ کردے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۳۰۱/۵)

غیر شخص کے ساتھ جانے سے عورت کا نکاح نہیں ٹوٹتا:

سوال: زید کی زوجہ ایک غیر شخص کے ساتھ چلی گئی۔ بعد چار یوم کے اس کا پتہ لگا اور اس کو لاکر زید کے پاس بھیج دیا گیا۔آیا وہ زید کے نکاح میں رہی، یا نکاح ٹوٹ گیا؟

الجواب

عورت اپنے خاوند کے نکاح میں ہے۔ وہ چاہے تو اس کو بدستور اپنی بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے اور نہ رکھنا چاہے تو طلاق دے کر علاحدہ کرسکتا ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۳۰۷/۵)

خلوت صحیحہ بودن از فرار زوجہ از مکانِ خلوت:

سوال: ایک مرد اپنی عورت کے پاس گیا اور کواڑ بند کیا، فوراً عورت نکل کر دروازہ کھول کر باہر نکل گئی، دو ایک منٹ کا عرصہ گھر میں ہوا ہوگا، کیا یہ خلوت صحیحہ ہوگی؟ مہر پورا دینا ہوگا، یا نصف؟ فقہاء عدم مانع کے قیود لکھتے ہیں؛ مگر وقت کی مقدار نہیں بتلاتے اور یہاں ایک قصہ ایسا ہی ایک جگہ ہوا ہے، سائل کو کیا جواب دیا جاوے؟

الجواب

جزئیہ کی تحقیق تو دیوبند سے کرلیجئے، باقی قواعد سے جو مجھ کو شرح صدر ہوا، وہ یہ ہے کہ خلوت کو قائم مقام وطی کے

(۱) ﴿والمحصنٰت من النساء﴾(سورة النساء: ٢٤)

وفی الهندية: لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره.(الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: ٢٨٠/١، ماجدية)

(۲) لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة جاء رجل إلى النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فقال يا رسول اللّٰه ان عندی امرأه هی من أحب الناس إلی وهی لا تمنع يد لامس فقال عليه السلام طلقها قال لا اصبر عنها، قال استمتع بها. (سنن النسائی، كتاب النكاح، باب كراهية وتزويج العقم: ٥٩/٢، سعيد)

اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں تمکن من الوطی ہے اور جتنے موانع خلوت کے ذکر کئے ہیں، سب میں امر مشترک عدم تمکن من الوطی ہے، پس معلوم ہوا کہ اصل مانع یہی عدم تمکن ہے اور صورت مسئولہ میں یہ متحقق ہے، پس اس کا مقتضی یہ ہے کہ اس صورت میں خلوت صحیحہ نہ ہو۔ واللہ اعلم (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۴۰/۲)

نوکر کے ساتھ بھاگنے کی وجہ سے نکاح کی تجدید ضروری نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہندہ اپنے شوہر کو چھوڑ کر اپنے نوکر کے ساتھ چلی گئی، چھ مہینہ کے بعد پتہ چلا، اس کو اپنے گھر لایا گیا، اب شوہر اُس کو اپنے ساتھ رکھنے پر راضی ہے اور ہندہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے؛ لہٰذا ایسی صورت میں کیا شوہر اُس کو اپنے پاس رکھنے کے لیے نکاح کی ضرورت ہوگی، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

نوکر کے ساتھ بھاگ جانے سے شوہر کا نکاح ختم نہیں ہوا؛ لہٰذا اَب جب کہ وہ عورت واپس آ گئی ہے تو بغیر تجدید نکاح کے شوہر اسے اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے، باقی جو عورت نے گناہ کیا ہے، اُس سے توبہ واستغفار کرنا لازم اور ضروری ہے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل لامرأة تومن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفراً يكون ثلاثة أيام فصاعداً إلا ومعها أبوها أو ابنها أو زوجها أو أخوها أو ذو محرم منها. (صحيح البخاري، رقم: ۱۱۹۷، الصحيح لمسلم: ۴۳۴/۱، رقم: ۸۲۷، سنن أبي داؤد، رقم: ۱۷۲۶، سنن الترمذي، رقم: ۱۱۹۶، سنن ابن ماجة، رقم: ۲۸۹۸، الترغيب والترهيب كامل: ۶۴۵، رقم: ۴۶۷۷، بيت الأفكار الدولية)

كذا تستفاد من العبارة الآتية: لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة. (الدر المختار: ۵۰/۳، كراتشي، ۱۴۳/۴، زكريا)

الأصل فيه الحظر: معناه أن الشارع ترك هذا الأصل، فأباحه؛ بل يستحب لو موزية. (الدر المختار على هامش رد المحتار، أول كتاب الطلاق: ۴۲۸/۴، زكريا، البحر الرائق: ۲۳۶/۳، زكريا)

قال العلامة الكاساني: ومنها وجوب طاعة الزوج على الزوجة ... وعليها أن تطيعه في نفسها وتحفظ غيبته. (بدائع الصنائع، فصل في طاعة الزوج: ۶۳۱/۳، دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۴/۸/۲۱ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۷۵/۸، ۵۷۶)

شوہر کے رہتے ہوئے دوسرے مرد سے نکاح کرنے کا حکم:

سوال: ایک عورت اپنے مرد سے چھپ کر دوسرے مرد کو لے کر دوسری جگہ چلی گئی اور اس کے ساتھ نکاح کر لیا،

چندروز کے بعداس عورت کواس کے مرد نے تلاش کرنے سے پایا، اپنے مکان پر لایا، اب وہ عورت اس برے فعل سے توبہ کرتی ہے، اب وہ مرد کس طرح رکھ سکتا ہے، نکاح پھر کرنا چاہیے، یا بغیر نکاح رکھنا چاہیے اوراس کے واسطے کیا کفارہ ہے؟ جیسا شرع شریف سے حکم ہو، عمل میں لایا جاوے۔

الجواب

چوں کہ بدفعلی سے نکاح نہیں ٹوٹا اور غیر شوہر سے جو نکاح کرلیا تھا، وہ نکاح بھی صحیح نہیں ہوا؛ اس لیے شوہر اول کا نکاح باقی ہے۔ پس اب اس کو پھر نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، بغیر تجدید نکاح اپنی بی بی کو رکھ سکتا ہے اوراس کا کفارہ صرف توبہ خالصہ ہے کہ جو حق تعالیٰ کے روبرو خوب عاجزی اور پشیمانی سے عذر کرے اور آئندہ پختہ عہد کرے کہ ایسی حرکت نہ کرے، البتہ اس شوہر کے لیے مستحب ہے کہ جب سے وہ عورت اس غیر مرد کے پاس سے علاحدہ ہوئی ہے، اس وقت سے جب اس کو حیض آچکے، تب اس سے صحبت کرے؛ لیکن اگر حیض آنے کا انتظار نہ کرے، تب بھی گناہ نہیں، صرف بہتر ہے۔

فی الدرالمختار: (وكذا لا عدة لوتزوج امرأة الغير) ووطئها (عالما بذلك) وفی نسخ المتن (ودخل بها) ولابد منه وبه يفتي ولهذا يحد مع العلم بالحرمة لأنه زنا والمزنی بها لاتحرم على زوجها وفی شرح الوهبانية: لوزنت المرأة لايقربها زوجهاحتى تحيض لاحتمال علوقهامن الزنا فلايسقي ماؤه زرع غيره فليحفظ لغرابته،آه.

وفی ردالمحتار: (قوله:والمزنی بها لاتحرم على زوجها) فله وطؤها بلا استبراء عندها وقال محمد: لا أحب له أن يطأها مالم يستبرأها، كمامر فی فصل المحرمات (قوله:فليحفظ لغرابته) أمر بحفظه لاليعتمد بل ليجتنب بقرينة قوله لغرابته (إلى قوله) فقد ظهر بما قدرناه الفرق بين جواز وطء الزوجة إذا رآها تزني وبين عدم جواز وطء التي تزوجها وهي حبلى من زنا فاغتنمه،آه. (۱)

البتہ اگراس دوسرے مرد غیر کو خبر نہ ہوتی کہ یہ عورت کسی کی منکوحہ ہے اور پھر اس سے نکاح کر لیتا تو اس صورت میں گواس شوہر اول کو دوسرے نکاح کی ضرورت تو نہ ہوتی؛ لیکن اگر یہ دوسرا غیر مرد صحبت کرتا، پھر یہ عورت شوہر اول کے پاس آتی تو اس کو تین حیض آنے کے بعد صحبت درست ہوتی۔

فی الدرالمختارعقيب القول المذكور: (بخلاف ماإذا لم يعلم) حيث تحرم على الأول إلا أن تنقضي العدة. (۲)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، مطلب فی وطء المعتدة بشبهة: ۵۲۷/۳، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) الدرالمختار، مطلب فی وطء المعتدة بشبهة: ۵۲۷/۳، دارالفكر بيروت، انيس

وفيـه أيضـاً: (والـموطوء ة بشبهة) ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها كما سيجيء (إلى قوله) ولم يكتف بحيضة احتياطاً، آه.(۱)هذه العبارات كلها في باب العدة.

۱۴/ذی الحجہ۱۳۱۲ھ(امداد:۲/۵۰)(امدادالفتاویٰ جدید:۲/۲۰۶-۲۰۷)

دوشکم پیوستہ لڑکیوں کے نکاح کا حکم:

سوال: ایک مسلمان کے یہاں دولڑکیاں فم معدہ سے حد ناف تک شکم پیوستہ پیدا ہوئی ہیں اور حرکات سانس اور ہنسنے رونے کی بعض وقت جدا اور بعض وقت ساتھ کرتی ہیں، نیز خواہش شیر خوردگی بھی کبھی ساتھ اور کبھی الگ ظاہر کرتی ہیں، جس سے ان کے دو ہونے کا ثبوت ملتا ہے، بخوف اتلاف جان انہیں جدا نہیں کیا جا سکتا، اب ان کی عمر چھ سات ماہ کی ہے، جس صانع حقیقی نے انہیں اس عمر کو پہنچایا، اگر سن بلوغ کو پہنچائے تو ان کی شادی ایک مرد کے ساتھ کی جائے، یا دو مردوں کے ساتھ؟

الجواب

صورت مسئولہ میں قرائن اور دلائل سے ثابت ہے کہ وہ ایک لڑکی نہیں؛ بلکہ دو لڑکیاں ہیں، جن کے فم معدہ سے ناف تک باہم دونوں کا اتصال ہے؛ کیوں کہ تمام اعضاء وجوارح وحاجات بشری کھانا، پینا، پاخانہ، پیشاب سب جدا جدا ہیں، ایسی حالت میں ان کے نکاح کی تین صورتیں ہیں، اول یہ کہ دونوں کا ایک لڑکے کے ساتھ نکاح کیا جائے، دوسری یہ کہ دونوں میں سے ایک کا ایک لڑکے کے ساتھ اور دوسری کا دوسرے لڑکے کے ساتھ نکاح کیا جائے اور تیسری (صورت یہ کہ) ایک کا ایک لڑکے کے ساتھ نکاح کیا جائے اور دوسری لڑکی کا کسی کے ساتھ بھی نکاح نہ کیا جائے۔

صورت اول چوں کہ جمع بین الاختین کو مستلزم ہے، لہٰذا قطعاً حرام ہے، **لقول الله تعالىٰ ﴿وأن تجمعوا بين الأختين﴾** اور دوسری اور تیسری صورت میں نکاح تو جائز اور منعقد ہے؛ کیوں کہ جس قدر اسباب حرمت ہیں، ان میں سے کوئی بھی متحقق نہیں ہے؛ لیکن چوں کہ خلوت زوجہ خلوت اجنبیہ کو مستلزم ہے، لہٰذا خلوت ہر ایک کے شوہر کو اپنی زوجہ کے ساتھ حرام ہے؛ تاوقتیکہ جُدا ہو جائیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ خلیل احمد عفی عنہ، الجواب صحیح: عنایت الٰہی عفی عنہ۔ (فتاوی مظاہر علوم، ص:۱۰۸)

---

(۱) (وَالْمَوْطُوئَةِ بِشُبْهَةٍ) وَمِنْهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةَ الْغَيْرِ غَيْرَ عَالِمٍ بِحَالِهَا كَمَا سَيَجِيءُ، وَلِلْمَوْطُوءَةِ بِشُبْهَةٍ أَنْ تُقِيمَ مَعَ زَوْجِهَا الْأَوَّلِ وَتَخْرُجَ بِإِذْنِهِ فِي الْعِدَّةِ لِقِيَامِ النِّكَاحِ بَيْنَهُمَا، إِنَّمَا حَرُمَ الْوَطْءُ حَتَّى تَلْزَمَهُ نَفَقَتُهَا وَكِسْوَتُهَا بَحْرٌ، يَعْنِي إِذَا لَمْ تَكُنْ عَالِمَةً رَاضِيَةً كَمَا سَيَجِيءُ،(وَأُمِّ الْوَلَدِ) فَلَا عِدَّةَ عَلَى مُدَبَّرَةٍ وَمُعْتَقَةٍ (غَيْرَ الْآيِسَةِ وَالْحَامِلِ) فَإِنَّ عِدَّتَهُمَا بِالْأَشْهُرِ وَالْوَضْعِ (الْحَيْضُ لِلْمَوْتِ) أَيْ مَوْتِ الْوَاطِئِ (وَغَيْرِهِ) كَفُرْقَةٍ، أَوْ مُتَارَكَةٍ لِأَنَّ عِدَّةَ هَؤُلَاءِ لِتُعْرَفَ بَرَاءَةُ الرَّحِمِ وَهُوَ بِالْحَيْضِ، وَلَمْ يُكْتَفَ بِحَيْضَةٍ احْتِيَاطًا (وَلَا اعْتِدَادَ بِحَيْضٍ طَلُقَتْ فِيهِ) إِجْمَاعًا. (الدر المختار، مطلب عدة المنكوحة فاسدا والموطوءة بشبهة: ۵۱۷/۳-۵۱۸، دار الفكر بيروت، انيس)

دو چسپیدہ لڑکیاں ہیں، نکاح کیسے کیا جائے:

سوال: دو لڑکیاں یکجا پیدا ہوئیں اور ایک دوسرے سے چسپیدہ ہیں، ایک پیشاب پاخانہ کو جاوے تو دوسرے کو بھی اس کے ساتھ جانا لازم ہے، اب وہ لڑکیاں بڑی عمر کی ہیں اور شادی کرنا چاہتی ہیں اور ایک شخص ان سے شادی کرنے پر رضامند ہوا، لہٰذا اگر اس شخص کے ساتھ شادی کردی جاوے تو آیۃ کریمہ ﴿وان تجمعوا بين الاختين﴾ کے خلاف ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ وہ دونوں لڑکیاں باہم چسپیدہ ہیں اور ایک دوسرے سے منفک نہیں ہوسکتیں تو جب تک ان کو آپریشن وغیرہ کے ذریعہ سے علاحدہ نہ کیا جاوے، اس وقت تک ان کا نکاح کسی مرد سے جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اگر دونوں لڑکیوں سے ایک مرد کا نکاح ہو تو اس سے جمع بین الاختین لازم آتا ہے، جو آیۃ ﴿وأن تجمعوا بين الأختين﴾ سے حرام ہے اور اگر ایک سے کیا جاوے تو وہ علاحدہ نہیں ہوسکتی اور شوہر کو اس سے استمتاع حلال نہیں اور استمتاع مقصود ہے۔

درمختار، کتاب النکاح میں ہے:

هو عقد يفيد ملك المتعه أى حل استمتاع الرجل من امراة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي. (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰۱/۷)

جو ہمشیرہ سے زنا کا مرتکب ہو، اس کی سزا:

سوال: ایک شخص کو اپنی ہمشیرہ حقیقی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے عبدالغنی بچشم خود دیکھا اور اس کو جھڑکا، جس کو دو تین آدمیوں نے سنا، صبح کو لڑکی سے پوچھا، اس نے مجھ سے اقرار کیا کہ یہ اڑھائی ماہ سے ایسا کرتا ہے، ان کے ساتھ برادری کو کیا سلوک کرنا چاہیے۔

الجواب

ایک آدمی کی گواہی سے شرعاً زنا ثابت نہیں ہوتا اور عورت کا اقرار مرد کے حق میں معتبر نہیں ہے؛ اس لیے شرعی کوئی حد اور سزا نہیں لگ سکتی، البتہ جب کہ شبہ ہوگیا اور تہمت لگ گئی تو ان دونوں کو علاحدہ رکھا جاوے اور ایک جگہ نہ رہنے دیا جاوے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۱۹/۷)

ربیبہ سے زنا کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص مسمیٰ عمرو نے اپنی بیوی کی بیٹی ربیبہ سے جو دوسرے

(۱) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳۵۵/۲، ظفیر

شخص کے نطفہ سے تھی زنا کیا، آیا مذہب شافعیہ اور مالکیہ کی رو سے یہ شخص مسلمانان متنفران کے ساتھ جو حنفی مذہب ہیں پاک ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ گو اس نے اس حرکت سے سخت توبہ کی اور نادم ہوا؛ لیکن حنفی لوگ اب اس کو بلا قطع تعلق بیوی کے مسلمان نہیں سمجھتے ہیں، اگر اس مسئلہ میں مالکیہ وشافعیہ کی تقلید کی جاوے تو اس کی بیوی جس کو وہ چھوڑنا نہیں چاہتا ہے، اس پر حلال ہوگی، یا حرام ہی مطابق مذہب حنفیہ کے رہے گی؟ قطع تعلق جو سخت مشکل ہے بیوی سے اور غیر ممکن ہے؛ کیوں کر درست ہوگی اور کوئی صورت اس کی بیوی کے حلال ہونے کی شریعت میں ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قولہ: پاک ہوسکتا ہے؟ جواب: توبہ گناہ سے پاک کر دیتی ہے۔ قولہ: مسلمان نہیں سمجھتے، جواب: حرام کو حرام سمجھے، تب تک کافر نہیں ہوا، کافر سمجھنا گناہ ہے۔ قولہ: تقلید کی جاوے، جواب: ضرورت تقلید کی کیا ہے، بجز نفس پرستی کے، سو شرعاً یہ ضرورت نہیں۔ قولہ: چھوڑنا نہیں چاہتا، جواب: وجہ۔

ربیع الاول ۱۳۳۹ھ (تتمہ: ۱۸۵/۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۳۰/۲)

باندی کسے کہتے ہیں اور س کے ساتھ وطی بلا نکاح جائز ہے یا نہیں:

سوال: باندی کس کو کہتے ہیں، باندی کے ساتھ بدون نکاح کے وطی درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

باندی مملوکہ کو کہتے ہیں، یہاں ہندوستان میں وہ نہیں ہے۔ فقط (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۶۰/۷)

لونڈی سے کراہت نکاح کی وجہ:

سوال: لونڈی سے کراہت نکاح کی من جملہ وجوہ کراہت سے ایک یہ بھی مرقوم ہے کہ لونڈی غیر مملوک ہے، اگر کسی وقت شوہر اس کو اپنے پاس رکھنا چاہے اور اس وقت مالک اس سے خدمت لینا چاہے تو ضرور بے لطفی ہوگی، اس خدمت سے صحبت کرنا مراد ہے، یا اور کچھ؟

الجواب

خدمت سے مراد علاوہ استمتاع کے ہے۔

فی الدر: (ومن عرسه وأمته الحلال) له وطؤها فخرج المجوسية والمكاتبة والمشتركة ومنكوحة الغير. (شامی: ۳۰۲/۵) (۲)

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ (امداد الاحکام: ۲۳۸/۳)

---

(۱) جہاں شرعی باندی ہو، اس کے ساتھ وطی بلا نکاح جائز ہے۔ [ظفیر]

(۲) ردالمحتار، فصل فی النظر واللمس: ۳۶۶/۶، دار الفکر بیروت، انیس

حضرت امام حسینؓ اور حضرت شہر بانو کے نکاح کی تحقیق:

سوال: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جو مال غنیمت میں آیا تھا، اس میں حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہ آئیں تھی اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے صاحبزادہ بڑے صاحب کو بغیر نکاح کئے ہوئے دی گئی، چوں کہ اتنا تو مجھے معلوم ہے کہ مال غنیمت میں اس زمانہ میں آیا کرتا اور اس میں عورتیں، یا لڑکے آتے تھے، وہ ویسی ہی تقسیم کر دیا جایا کرتا تھا، یا آزاد کر دیا جاتا تھا، ان سے نکاح اللہ تعالی نے جائز نہیں رکھا تھا اور یہ شیعہ لوگ جو ہیں، وہ کہتے ہیں کہ نکاح ہوا ہے۔ ہمارے بھوپال میں ایک شخص سید صاحب مشہور ہیں، وہ تو سنت جماعت ہیں، انہوں نے اپنے مکان میں ایک شیعہ صاحب؛ یعنی میر صاحب کو مہمان ٹھہرالیا ہے، وہ شخص رات دن ہر شخص سے مناظرہ کیا کرتا ہے، چوں کہ میں بھی ان کے مکان میں رہتا تھا، ایک روز مجھ سے میر صاحب نے گفتگو کری، میں نے ان سے سوال کیا کہ ایک بات تم بتاؤ، انہوں نے حامی بھری اور فرمایا کہ کہئے، میں نے ان سے سوال کیا کہ میر صاحب آپ ہر شخص سے مناظرہ کرتے ہیں، ایک بات کا ہماری جواب دے دو، حالانکہ میں نے ان سے صرف پہلے اتنا دریافت کیا کہ تم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو حق مانتے ہو تو پھر نکاح تم حضرت شہر بانو کا کہاں سے ثابت کرتے ہو، چونکہ ہم نے سنا ہے کہ نکاح ثابت نہیں ہے اور نہ نکاح ہوتا ہے، جب مال خلافت میں آتا ہے تو ان کا نکاح رب العالمین نے جائز نہیں رکھا ہے، لہذا میر صاحب غلطی مال پر ہو اور نیز میں نے ان کو یہ کہا کہ جو لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو حق مانتے ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح جائز نہیں رکھا ہے، وہ سید تو حلالی اور جو اس کو نہیں مانتے ہیں، وہ حرامی ہیں۔

الجواب

غنیمت میں جو باندیاں آتی ہیں، ان کے ساتھ باندی رکھ کر تو بیشک نکاح جائز ہیں؛ لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ جس شخص کو باندی دی جائے، وہ اس باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو ممکن ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہما ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا ہو، بدون تحقیق کے اس احتمال کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ نیز سائل کا یہ قول بھی غلط ہے کہ سید لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نہیں مانتے، وہ حرامی ہیں۔ حرامی، یا حلالی ہونے میں خلافت کے ماننے، نہ ماننے کو کیا دخل؟ فقط

۲۶/ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۳/۳۷۸)

عورت کو اغوا کر کے لونڈی بنانا:

سوال: ایک مرد مسلمان نے ایک ہندہ عورت کو اس کے مرد سے چھڑا کر اپنے گھر میں لونڈی بنا کر رکھ لیا ہے اور اس سے ہم بستر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ باندی کے ساتھ صحبت جائز ہے اور نکاح کرنے سے انکار کرتا ہے، لہذا ایسے

شخص کے پیشوائے امت کا کیا حکم ہے؟ اور باندی کس عورت کو کہیں گے اور کتنی حیثیت کے لیے باندی جائز ہوسکتی ہے اور کہاں کے لیے اور کس ملک کے لیے باندی کا حکم ہے۔ اگر کوئی ناجائز فعل کرے اور کہے کہ یہ جائز ہے تو ایسے شخص کو کیا کیا جاوے؟ (المستفتی: ۱۵۳۴، حافظ محمد اسماعیل صاحب، گنجام، ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ)

الجواب

ہندوستان میں صحیح شرعی طریق پر باندی نہیں مل سکتی۔ کسی ہندو کی بیوی کو اس کے شوہر سے چھڑا کر رکھ لینا اور اس کو باندی سمجھنا جائز نہیں۔ اگر وہ عورت مسلمان ہوگئی ہو اور اس کے خاوند نے مسلمان ہونا قبول نہ کیا ہو اور عدت گزر گئی تو پھر کوئی مسلمان اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے۔(۱) بغیر نکاح اس سے صحبت کرنا حرام ہے اور جو شخص ایسی عورت رکھے اور اس کو حلال سمجھے وہ سخت فاسق اور گناہگار ہے؛(۲) بلکہ ایمان جاتے رہنے کا قوی خطرہ ہے۔(۳) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۲۹۴/۵)

مغویہ کا نکاح نہ مسلم ہو، نہ مبرہن تو دوسری جگہ نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک لڑکی اغوا کی، جس کی رپورٹ تھانہ اسلام آباد میں درج ہے، بڑی جدوجہد کے بعد ہم نے مغویہ کو دو ماہ بعد برآمد کیا، لڑکی کا اقرار یہ ہے کہ اس شخص نے نکاح نہیں کیا تھا، ملزم کے رشتہ دار بھی یہی اقرار کرتے ہیں، جب کہ ملزم خود روپوش ہے، کیا ہم اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرسکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: محمد اصبر کوہستانی، اسلام آباد، ۱۹۷۸/۸/۹ء)

الجواب

اگر اس اغوا کنندہ سے باقاعدہ نکاح کرنا،(۴) نہ مسلم ہو اور نہ مبرہن ہو تو یہ مغویہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔(۵) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۴/۴)

اَجنبی عورتوں کو فروخت کرکے اُن کا نکاح کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے یہاں بہت سی

(۱) ﴿وانکحوا الأيامى منكم﴾ (النور: ۳۲)

(۲) ﴿ومن يتعد حدود الله فأولئک هم الظالمون﴾ (البقرة: ۲۲۹)

(۳) ومنها أن استحلال المعصية صغيرة كانت أو كبيرة كفر إذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية. (شرح الفقه الأكبر لعلى القارى: ۲۲۵/۱، بيروت)

(۴) قال العلامة الحصكفى: النكاح هو عقد يفيد ملک المتعة أى حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعى فخرج الذكر... والمحارم. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار: ۲۸۱/۲، كتاب النكاح)

(۵) وفى الهندية: لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلک المعتدة. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۸۰/۱، القسم السادس المحرمات التى يتعلق بها حق الغير)

عورتیں حیدرآباد، کلکتہ وغیرہ سے ایسی لائی جاتی ہیں، جن کے ساتھ کوئی اُن کا محرم تو نہیں ہوتا، دوسرے اَجنبی لوگ ہوتے ہیں اور وہ ان عورتوں کو غیر منکوحہ، مطلقہ، یا بیوہ بتا کر یہاں فروخت کر دیتے ہیں، امام مسجد کو اُن کا نکاح پڑھانا پڑتا ہے۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ امام کس طرح ان کی تسلی کرے، جو لوگ ان عورتوں کے ساتھ آئے ہیں، ان کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اب لوگ عورتوں کی تجارت بھی کرتے ہیں، اگر عورت خود کوئی تسلی دلائے تو اسے مانا جائے گا، یا نہیں؟ اگر شہادت کا معاملہ ہو تو وہ لوگ باشرع بھی نہیں ہوتے، برائے کرم اس مسئلہ کا شرعی حل تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر عورت خود اس طرح کا دعویٰ کرے اور سننے والوں کو اس کی سچائی کا یقین، یا غالب گمان ہو جائے، یا کوئی ثقہ اور بااعتماد شخص اس طرح کی خبر دے تو اس پر بھروسہ کرتے ہوئے ان عورتوں سے نکاح کی گنجائش ہے اور نکاح پڑھانے والے پر بھی گناہ نہیں ہے۔

وكذا لو قالت لرجل: طلقني زوجي وانقضت عدتي فلا بأس أن يتزوجها، وكذا إذا قالت المطلقة الثلاث انقضت عدتي وتزوجت بزوج اٰخر ودخل بي ثم طلقني وانقضت عدتي، فلا بأس بأن يتزوجها الزوج الأول. وفي الحاشية: أي إذا كانت ثقة أو وقع في قلبه أنها صادقة. (كذا في الهداية: ٤/٤٥٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۶/۳/۱۴۱۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۴۷۴، ۴۷۵)

اس دور کی زرخرید عورت سے بلا نکاح وطی درست نہیں، نکاح ضروری ہے:

سوال: فی زمانہ عورتیں بہت مشکل سے دستیاب ہوتی ہیں اور اگر ہوتی بھی ہیں تو اس طرح سے کہ لوگ دور دراز سے جا کر خرید لاتے ہیں، ایسی عورت سے بلا نکاح صحبت جائز ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ یہ زرخرید ہو گئی اور اگر نابالغ عورت اس طرح دستیاب ہو تو کیا حکم ہے؟

(۲) فی زمانا جو امراء اور روساء کے مکان میں جو لونڈیاں رہتی ہیں، ان سے بھی پردہ ہے، یا نہیں؟ اور بلا نکاح صحبت جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ

(۱) وہ عورتیں باندی نہیں ہیں، ان سے بلا نکاح صحبت وخلوت حرام ہے اور نکاح ان سے بعد بلوغ کے ان کی اجازت سے ہو سکتا ہے۔

(۲) وہ لونڈیاں نہیں ہیں، ان سے بلا نکاح کے صحبت درست نہیں ہے اور پردہ بھی ہے۔ (آزاد عورتوں کی خرید وفروخت باطل ہے اور خلاف شرع خرید وفروخت سے وہ لونڈی کے حکم میں نہیں ہوتیں۔ ظفیر) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۵۰۲)

زنا کرنے سے نکاح ٹوٹتا ہے، یا نہیں:

سوال: عورت زانیہ جو کھلم کھلا زنا کرتی ہے، کیا ایسی عورت کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

الجواب

نکاح باقی ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۵۲۴)

ایسے مرد عورت سے کیا سلوک کیا جائے:

سوال: ایسے ڈیوٹ مرد عورت سے کیا سلوک کیا جائے؟

الجواب

ان کو کہا جاوے کہ توبہ کریں۔[اور ایسی صورت اختیار کی جاوے کہ اس حرام کاری سے میاں بیوی دونوں توبہ کریں اور آئندہ بچنے پر مجبور ہوں۔ظفیر] (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۵۲۵)

زنا چاہے محصنہ کرے، یا غیر محصنہ، اس پر حد بھی ہے، گناہ بھی:

سوال: تحفۃ العجم ترجمہ کنز میں لکھا ہے کہ اگر اجرت دے کر زنا کیا تو حد نہیں،(۲) تو یہ حکم رنڈی کسبی کا ہے، یا محصنہ کا بھی اور جس گناہ کے کرنے سے حد نہ آتی ہو تو اس میں خدا کا گنہگار بھی ہوتا ہے، یا نہیں، مثلاً اگر کوئی کسی کی زوجہ سے حرام کا مرتکب ہو اور زنا کرے تو اس پر حد تو نہیں؛ مگر وہ شخص گنہگار بھی ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ روایت مفتیٰ بہا نہیں، حد آتی ہے اور حد اگرچہ نہ ہو؛ مگر گناہ ہوتا ہے۔گناہ ہونا دوسری بات ہے اور حد کا آنا دوسرا امر ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص:۲۵) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۹۰، ۲۹۱)

بیوی سے زنا کا جو پیشہ کروائے، اس کا نکاح رہا، یا ختم ہوگیا:

سوال(۱) جو شخص اپنی زوجہ سے زنا کرا کر کمائی اس کی خوشی سے کھاوے تو کیا اس کا نکاح فسخ ہوگیا، یا نہیں؟

---

(۱) بدليل الحديث أن رجلاً أتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله إن إمرأتى لا تدفع يد لامس فقال عليه السلام طلقهافقال إنى أحبها وهى جميلة فقال عليه الصلاة والسلام استمتع بها.(ردالمحتار،فصل فى المحرمات: ۲/ ۴۰۲)

لوزنت إمرأة رجل لم تحرم عليه وجازله وطؤهاعقب الزنا.(ردالمحتار،فصل فى المحرمات: ۲/۳۸۶،ظفير)

(۲) تحفۃ العجم ترجمہ اردو کنز الدقائق مترجم، مولانا محمد سلطان خان شاہجہاں پوری [مؤلف تحذیر الاخوان، ضمیمہ تقویۃ الایمان] كتـــاب الحدود، باب الوطء الذى يوجب الحد أولا، ص:۱۷۵[مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء]

(۲) جو شخص اپنی منکوحہ کے اولاد کو تخم حرام قرار دے، اس کے نکاح کی کیا صورت ہے اور کیا بذریعہ لعان مرد وعورت کا تعلق زوجیت ٹوٹ جاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) وہ شخص بڑا گنہ گار اور بے حیا ہے، اس کو توبہ کرنا لازم ہے۔ حدیث میں وارد ہے:

إن لكل دين خلقاً وخلق الإسلام الحياء. (۱)

اور اس کی آمدنی بھی حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

ومهر البغي خبيث. (۲)

اور اس کا استعمال کرنا بھی حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: لايدخل الجنة جسد غدى بالحرام. (۳)

اور زنا کرنے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ (۴)

(۲) اس کہنے سے نفی ولد کی نہیں ہوئی، اس کا نسب ثابت ہے۔ عالمگیری میں ہے:

ولا ينتقي بمجرد النفي وإنما ينقي باللعان. (۵)

اور لعان کرنے کے بعد تفریق کردینے سے حاکم کے طلاق بائن عورت پر واقع ہوتی ہے۔

كما في الدر المختار: (فإن التعنا) ولو أكثره (بانت بتفريق الحاكم). (۶)

لیکن لعان کے لیے چوں کہ دار السلام کا ہونا شرط ہے اور وہ اس زمانہ میں مفقود ہے، اس واسطے بدون طلاق دینے کے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵۲۵/۷-۵۲۶)

زنا کے بعد باقی رہتا ہے اور ایسی بیوی کوئی رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے:

سوال: زید وعمر دونوں ہم زلف ہیں، عمر زید کی بیوی؛ یعنی اپنی سالی کو لے کر مفرور ہوگیا، کچھ عرصہ تک اپنی سالی

(۱) مشكاة المصابيح، باب الحياء وحسن الخلق، ص: ٤٣٢، ظفير

(۲) مشكاة المصابيح، باب الكسب وطلب الحلال، ص: ٢٤١، ظفير

(۳) مشكاة المصابيح، باب أيضاً، ص: ٢٤٣، ظفير

(۴) (قَوْلُهُ لَا يَجِبُ عَلَى الزَّوْجِ تَطْلِيقُ الْفَاجِرَةِ) وَلَا عَلَيْهَا تَسْرِيحُ الْفَاجِرِ إلَّا إذَا خَافَا أَنْ لَا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَتَفَرَّقَا، آه، مُجْتَبًى، وَالْفُجُورُ يَعُمُّ الزِّنَا وَغَيْرَهُ وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ زَوْجَتُهُ لَا تَرُدُّ يَدَ لَامِسٍ وَقَدْ قَالَ إنِّي أُحِبُّهَا: اسْتَمْتِعْ بِهَا، آه ط. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ٤٢٧/٦، دار الفكر بيروت، انيس)

(۵) عالمگیری مصطفائی، باب ثبوت النسب: ١٦٣/٢، ظفير

(۶) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب اللعان: ٨١٠/٢، ظفير

سے حرام کرتا رہا، اس کے بعد باہمی نزاع ہو کر مسمی عمر اس کو چھوڑ کر علاحدہ ہو گیا، اس عورت مذکورہ نے بلا طلاق کے نکاح کر لیا تو اس صورت میں اس کا اصلی شوہر مسمی زید اس کو اگر وہ رضا مند ہو، اپنے یہاں رکھ سکتا ہے، یا نہیں؟ آیا وہ عورت زید کے نکاح میں رہی، یا نکاح سے باہر ہو گئی؟ دوسرے یہ امر کہ آیا عمر کی بیوی کا نکاح قائم رہا، یا نہیں؟ کیوں کہ اس کے شوہر عمرو نے اپنی سالی سے زنا کیا ہے؟

الجواب

زید کے نکاح میں اس کی زوجہ داخل ہے، مفرور ہو جانے اور زنا کاری سے وہ عورت زید کی نکاح سے خارج نہیں ہوئی۔(۱) زید اس کو رکھے اور توبہ کرالے اور عمر کا نکاح اپنی زوجہ سے قائم ہے، سالی سے زنا کرنے سے اس کا نکاح باطل نہیں ہوا، (۲) البتہ عمر و معصیت کا مرتکب ہوا، توبہ کرے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۲۶/۷-۵۲۷)

عورت زنا کا تقاضا کرے تو اس کو پورا کرنا حرام ہے:

سوال: ایک عورت بالکل جوان ہے۔ خاوند اس کا نہایت کمزور ہے۔ اب یہ عورت کسی ہم عمر شخص سے صحبت کرنا چاہتی ہے اور نہایت عاجزی سے سوال کرتی ہے اور اپنی زبان سے اپنا نفس بھی اس شخص کو بخشتی ہے۔ اس عورت کا سوال پورا کرنا چاہیے، یا رد کرنا چاہیے۔ ایک عالم فرماتے ہیں کہ جب انسان کو سوال پورا کرنے کی توفیق ہے تو سوال پورا کر دے۔
(المستفتی: ۱۴۳۶، چودھری خیر الدین صاحب، ضلع انبالہ، ۷/ربیع الاول ۱۳۵۶ء)

الجواب

جو عورت کسی کی منکوحہ ہے اور اپنے خاوند کے سوا کسی دوسرے شخص سے خواہش نفسانی پورا کرنے کا سوال کرتی ہے تو یہ سوال بھی حرام اور اس کو پورا کرنا بھی حرام ہے۔ (۳) سوال وہی پورا کرنا جائز ہے، جو سوال جائز ہے اور اس کو پورا کرنے میں کوئی گناہ نہ ہوتا ہو۔ (۴) فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۲۹۴/۵)

---

(۱) والمزنی بها لا تحرم علىٰ زوجها. (ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۴۰۳/۲، ظفیر)

(۲) وفی الخلاصة: وطء أخت إمرأة لاتحرم عليه إمرة. (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۸۶/۲، ظفیر)

(۳) عن ابن عمر قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما أحب وکره ما لم یؤمر بمعصیة، فإن أمر بمعصیة فلا سمع علیه ولا طاعة. (جامع الترمذی، ابواب الجهاد، باب ما جاء، لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق: ۳۰۰/۱، سعید)

قال تعالیٰ: ﴿ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة وساء سبيلاً﴾ (سورة بنی اسرائیل: ۳۲)

(۴) ما حرم فعله حرم طلبه. (قواعد الفقه، ص: ۱۱۵، (رقم القاعدة: ۲۹۲، الصدف پبلشرز)

بھائی اگر چھوٹے بھائی کی بیوی سے زنا کرے تو نکاح رہتا ہے، یا نہیں:

سوال: بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کی زوجہ سے تعلق ناجائز کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو عورت مذکورہ شوہر کے نکاح میں رہی، یا نہ؟

الجواب

اس صورت میں نکاح اس عورت کا فسخ نہیں ہوا، وہ عورت اپنے شوہر کے نکاح میں ہے،(۱) وہ چاہے اپنے نکاح میں رکھے، یا طلاق دے دے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۹۹/۷)

بیوی کی بہن سے زنا کرنا موجب حرمت، یا فسخ نکاح نہیں:

سوال: رابعہ کا نکاح زید سے ہوا، ہندہ رابعہ کی بہن ہے اور زید سے زنا سرزد ہوا تو رابعہ کا نکاح ساقط ہوا، یا نہ؟

الجواب

رابعہ کا نکاح زید سے فسخ نہیں ہوا؛ مگر ہندہ سے اس کا نہیں ہوسکتا اور جو فعل حرام سرزد ہوا، اس سے توبہ کرے اور ہمیشہ کو ہندہ سے علاحدہ رہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰۲/۷-۵۰۳)

زانیہ کا معاون گنہ گار ہے:

سوال: ایک بیوہ عورت بعد مرنے اپنے شوہ کے آوارہ اور بدچلن ہوگئی، چند مرتبہ مسلمانون نے اس کو سمجھایا؛ مگر وہ باز نہیں آتی، ایک حمل ضائع ہوا، اس کے بعد لڑکا پیدا ہوا، جو زندہ ہے اور وہ عورت نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے، بعض لوگ عورت کے معین اور مددگار ہیں اور نکاح ہونے سے مانع ہیں، ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

اس عورت کا جس طرح ہو نکاح کر دینا چاہیے اور جو لوگ اس کے مددگار ہیں اور نکاح نہیں ہونے دیتے، وہ گنہ گار ہیں، توبہ کریں۔(۴) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۹۹/۷)

---

(۱) لوزنت امرأةرجل لم تحرم عليه وجازله وطؤها عقب الزنا.(ردالمحتار،فصل فی المحرمات: ۳۸۶/۲، ظفیر)

(۲) لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرةولاعلیهاتسریح الفاجرإلا إذاخافا أن لایقیماحدود الله فلابأس أن یتفرقا .(الدرالمختارعلیٰ هامش ردالمحتار،فصل فی المحرمات: ۴۰۲/۲،ظفیر)

(۳) وفی الخلاصة:وطء أخت إمرأته لاتحرم علیه إمرأته.(الدرالمختارعلیٰ هامش ردالمحتار،فصل فی المحرمات: ۳۸۶/۲،ظفیر)

(۴) قال الله تعالیٰ:﴿ولاتعاونواعلی الإثم والعدوان﴾(المائدة: ۲)

شوہر نے عورت سے کہا کہ تیرا فلاں سے تعلق ہے، اب اسے رکھ سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے اپنی عورت سے کہا کہ تیرا تعلق ناجائز عمر کے ساتھ ہے؛ لیکن یہ جھوٹ تھا، کوئی تعلق نہ تھا؛ لیکن زید کے اس کہنے سے زید کی عورت کو غصہ اور ضد ہوئی اور عمر کے ساتھ مذاق کرنے لگی، آیا اپنی عورت کو رکھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

زید کی زوجہ زید کے نکاح میں ہے اور زید کو یہ ضروری ہے کہ وہ اس کو طلاق دے؛ لیکن اس کی زوجہ پر یہ لازم ہے کہ اجنبی مرد سے مذاق نہ کرے اور بے حجاب اس کے سامنے نہ آوے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے، اگر وہ ایسا نہ کرے گی تو عنداللہ اس پر سخت مواخذہ ہے اس کو چاہیے کہ گزشتہ سب افعال ناشائشہ سے توبہ کرے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰۳/۷)

حاملہ عن الزنا سے نکاح پر برادری سے خارج کرنا کیسا ہے:

سوال: زید نے حاملہ عن الزنا سے نکاح کیا؛ مگر زید کو برادری سے خارج کردیا، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

حاملہ عن الزنا سے نکاح درست نہیں ہے؛ لیکن اگر نکاح غیر زانی سے ہو تو اس کو تو وضع حمل وطی کرنا درست نہیں ہے، پس اگر اس نے قبل وضع حمل صحبت نہیں کی تو اس نے کوئی کام خلاف شریعت نہیں کی، اس کو برادری سے خارج نہ کرنا چاہیے؛ لیکن اس کو خوب تنبیہ کردینی چاہیے کہ قبل وضع حمل صحبت نہ کرے، اگر اس نے صحبت کرلی تو پھر واقعی لائق متارکت ہے اور اسی وجہ سے حالت حمل میں نکاح کرنے میں احتیاط مناسب ہے؛ تاکہ وطی نہ ہوجائے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم یوبند: ۵۰۴/۷)

بھتیجے کی مطلقہ سے نکاح کی وجہ سے ترکِ تعلق:

سوال: ایک شخص مرگیا ہے، اس نے ایک بھائی اور ایک لڑکا چھوڑا، یہ لڑکا شادی شدہ ہے، اس نے کسی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، بعد عدت اس کے چچا نے خود اس سے نکاح کرلیا ہے، پس یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟ اگر درست ہے تو پھر گاؤں والوں کا اس بنا پر اس سے ترکِ تعلق درست ہے، یا کہ نہیں؟ اور ترکِ تعلق بھی ایسا کہ اگر اس کے خاندان میں کوئی مرگیا ہے تو نماز جنازہ کوئی نہیں پڑھے گا اور نہ اس کا کھانا مہیا کریں گے۔ پس اس مسئلہ کا تشفی بخش جواب دیا جائے؟

---

(۱) وصح نكاح حبلٰى من زنا... وإن حرم وطؤها ودواعيه حتٰى تضع. (الدرالمختار علٰى هامش رد المحتار، فصل في المحرمات: ۴۰۱/۲، ظفير)

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بھتیجے کی بیوی سے اگر کوئی دوسرا رشتہ حرمت کا نہ ہو تو اس سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے، جب طلاق کے بعد عدت گزار کر نکاح کیا ہے تو اس پر اعتراض کرنا غلط ہے،(۱) اور اس کی وجہ سے ترکِ تعلق کر دینا ظلم ہے،(۲) اور نماز جنازہ میں شرکت نہ کرنا گناہ ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۸/۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۸۱/۱۱)

بلا نکاح کے عورت کو اپنے پاس رکھنا:

سوال: ایک صاحب نے ایک عورت کو اپنی زوجیت میں بلا نکاح عرصہ تک رکھا، جس سے لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ اس کی بیوی ہے؛ لیکن حال ہی میں اس عورت نے کسی دوسرے سے زنا کیا، جب اس کے موجودہ شوہر کا پتہ چلا تو اس نے زدوکوب کیا۔ بعد میں اس عورت نے کہا کہ میں ان کے پاس نہیں رہوں گی؛ بلکہ اس کے ساتھ رہوں گی، جس سے برا چرچا ہوا، موجودہ شوہر نے اس کو اجازت دے دی کہ تمہاری جہاں مرضی ہو رہو۔ کچھ دیر کے بعد لوگوں نے نکاح پڑھوانے کے لیے امام صاحب کو بلایا؛ لیکن امام صاحب نے کہا کہ جب تک عورت عدت نہ گزارے گی، نکاح درست نہیں ہوگا۔ شوہر نے کہا: میں نے اس کو بلا نکاح اپنی زوجیت میں اب تک رکھا تھا، پھر امام صاحب نے نکاح پڑھا دیا تو اب اس کا نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ اگر عدت ضروری تھی تو پھر نکاح درست نہ ہوا، اب کیا کریں؟ بتلایا جائے؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بلا نکاح کئے یہ کہنا کہ اپنی زوجیت میں رکھا مفہوم زوجیت کا استہزا ہے، جو کہ خطرناک ہے، ایسی باتوں سے کلی پرہیز کیا جاوے، یہ زوجیت نہیں؛ بلکہ زناکاری ہے، جو کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، زوجیت کی ترغیب اور بعض صورتوں میں وجوب ہے، سنتِ متواترہ سے ثابت ہے،(۴) ہر دو کو توبہ استغفار لازم ہے کہ کبھی ایسی حرکت نہ کریں۔(۵) جب وہ

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾(الآية)(سورة النساء: ٢٤)قال العلامة عماد الدين في تفسير هذه الآية:"أي ماعدا من ذكر ن من المحارم ، هن لكم حلال".(تفسير ابن كثير: ٤٧٤/١،سهيل اكادمى لاهور)

(۲) عن أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال.(الحديث)(مشكاة المصابيح،كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر،ص:٤٢٧،قديمى)

(۳) عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:حق المسلم على المسلم خمس: رد السلام،وعيادة المريض،واتباع الجنائز.(مشكاة المصابيح،كتاب الجنائز، الفصل الأول،ص:١٣٣،قديمى)

(۴) "وهو سنة،وعند التوقان واجب بيان لصفته،أما الأول، فالمراد به السنة المؤكدة على الأصح".(البحر الرائق،كتاب النكاح:١٤٢/٣،رشيديه)

(۵) "اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة.(روح المعاني،سورة التحريم:١٥٩/٢٨،دارإحياء التراث العربي بيروت/والصحيح لمسلم، كتاب التوبة:٣٥٤/٢،قديمى)

عورت کسی کے نکاح یا عدت میں نہیں ہے تو اس کا نکاح درست ہے۔عدت زنا سے لازم نہیں ہوتی؛ بلکہ نکاح کے بعد خاص اسباب کے تحت لازم ہوتی ہے۔(۱)

اگر عورت زنا سے حاملہ ہو تو اس کا نکاح اس حالت میں بھی درست ہے، پھر اگر اس شخص سے نکاح ہو، جس کا وہ حمل ہے تو اس کو صحبت بھی درست ہے، اگر دوسرے سے ہو تو وضع حمل سے پہلے صحبت وغیرہ درست نہیں ہے، جو بچہ نکاح سے چھ ماہ گزرنے پر پیدا ہوا، وہ شوہر سے ثابت النسب ہوگا، اگر چھ ماہ گزرنے سے پہلے پیدا ہوا تو وہ اپنی ماں کا ہوگا، اس شوہر سے نسب ثابت نہ ہوگا۔

”وصح نكاح حبلٰى من زنا،وإن حرم وطؤها حتى تضع، ولو نكحها الزاني،حل له وطؤها اتفاقاً، والولد له،آه“.(الدر المختار)

”(قوله:والولد له):أي إن جاء ت بعد النكاح لستة أشهر،فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النكاح، لا يثبت النسب،ولا إرث منه،آه“.(ردالمحتار: ۲/ ۲۲)ن فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۴/ ۱۳۹۰ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۱۸۳)

بے نکاحی عورت رکھنے والے سے میل جول اور اس کی اولاد سے صحیح النسب کا نکاح کیسا ہے:

سوال: زید نے ایک عورت بغیر نکاح کے اپنے گھر میں رکھی ہے۔اس سے عام مسلمانوں کو میل جول رکھنا کیسا ہے؟ نیز اس کی اولاد کا نکاح صحیح النسب مسلمان سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

بے نکاحی عورت کو گھر میں ڈال رکھنا حرام ہے۔اس فعل کا مرتکب فاسق ہے۔اس سے میل جول اور معاشرتی اسلامی تعلقات قطع کر لینا بغرض زجر وتوبیخ جائز ہے۔(۳) بے نکاحی عورت سے جو اولاد ہو، وہ اگر چہ ولد الزنا ہے؛ مگر اس کا نکاح صحیح النسب مسلمان کے ساتھ ناجائز نہیں۔اگر کر دیا جائے تو صحیح ہو جائے گا۔فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔(کفایۃ المفتی: ۵/ ۲۱۴)

شوہر کے انتقال کے بعد بغیر نکاح کے غیر مرد کے ساتھ رہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ آسیہ کا نکاح عبداللہ سے ہوا

---

(۱) ”(قوله:لتمحضه زنا) لأنه لا شبهة ملك فيه ، بل سقط الحد لظنه فضلاً من اللّٰه تعالٰى، وهو راجع إليه:أي إلى الواطي، لا إلى المحل ، فكان المحل ليس فيه شبهة حل، فلا يثبت النسب بهذا الوطؤ ، ولذا لا ثبت به عدة لأنه لا عدة من الزنا“.(رد المحتار،كتاب الحدود،مطلب:الحكم المذكور فى بابه أولى،الخ:٤/ ٢٣،سعيد)

(۲) ردالمحتار للعلامة ابن عابدين،كتاب النكاح،باب المحرمات،مطلب مهم في وطء السرارى:٣/ ٤٩،سعيد

(۳) ﴿فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين﴾(الأنعام:٦٨)

اور چند اولاد بھی ہیں، آسیہ عبداللہ کی منکوحہ بیوی ہوتے ہوئے ایک شادی شدہ مرد یعنی زید سے نکاح کر کے ایک ساتھ رہ رہی ہیں اور اس سے ایک لڑکی بھی ہوگئی ہے، اس کے بعد آسیہ کے شوہر اول یعنی عبداللہ کا انتقال ہوگیا ہے۔

اب دریافت یہ ہے کہ آسیہ اور زید ان دونوں کیا حکم ہیں، اب یہ دونوں زید اور آسیہ ایک ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہیں، کچھ علماء کہتے ہیں کہ زید اور آسیہ کے درمیان تجدید نکاح کی کوئی ضرورت نہیں؛ کیوں کہ آسیہ کے شوہر اول عبداللہ کا انتقال ہوگیا ہے، نیز شوہر ثانی زید سے جو ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے، اس کا نسب کس سے ہوگا، فی الحال آپ حضرات کے جواب کے انتظار میں ہیں، لہٰذا برائے کرم مع تفصیل ودلیل مذکورہ مسئلہ کا صاف صاف جواب تحریر کیجئے؛ تاکہ ہر ایک بآسانی معلوم ہوجائے؟ عین نوازش ہوگی۔

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

عبداللہ کے نکاح میں رہتے ہوئے آسیہ کا زید سے جسمانی تعلق قائم کرنا سخت ترین گناہ اور انتہائی قابلِ مذمت فعل ہے اور ان دونوں میں فوری طور پر تفریق اور ندامت کے ساتھ توبہ اور استغفار لازم ہے، اب حسبِ تحریر سوال چوں کہ شوہر عبداللہ کا انتقال ہوچکا ہے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد آسیہ اور زید آپس میں نکاح کر کے باعفت زندگی گزار سکتے ہیں، جو پہلے نکاح کیا تھا، اُس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں اور رہ گئی اس دوران پیدا شدہ بچی کے نسب کی بات تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر زید کو آسیہ سے تعلق کرتے وقت یہ بات معلوم تھی کہ وہ عبداللہ کی منکوحہ ہے تو اس بچی کا نسب زید سے ثابت نہیں؛ بلکہ شوہر اَول عبداللہ ہی سے ثابت ہوگا اور اگر زید کو عبداللہ کے مرنے کی خبر نہیں تھی، گویا اس کو دھوکہ دے کر نکاح کیا گیا تو اس صورت میں یہ وطی بالشبہ کے درجہ میں ہوگی اور بچی کا نسب زید سے ثابت ہوگا۔

ولو تزوج بمنكوحة الغير وهو لايعلم أنها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة، وإن كان يعلم أنها منكوحة الغير لا تجب حتىٰ لا يحرم على الزوج وطؤها. (الفتاویٰ الهندية: ۲۸۰/۱، زکریا)

الأصل فى هٰذا أن كل امرأة لم تجب عليها العدة؛ فإن نسب ولدها لا يثبت من الزوج إلا إذا علم يقينا أنه منه وهو أن يجيء لأقل من ستة أشهر، وكل امرأة وجبت عليها العدة، فإن نسب ولدها يثبت من الزوج. (الفتاویٰ الهندية: ۵۳۷/۱، زکریا)

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (شامی: ۲۷۴/۴، ۱۹۷/۵، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۳/۹ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۷۰/۸، ۵۷۱)

رشتہ خراب ہونے پر بچولیے کو برا بھلا کہنا:

سوال: عرض یہ ہے کہ لڑکی کا رشتہ ہو، یا لڑکے کا رشتہ ہو اور وہ رشتہ دار غلط ہو جائیں، لڑکی کی طرف سے، یا

لڑکے کی طرف سے بات خراب ہو جائے تو وہ بچولیوں کو برا کہتے ہیں،(۱) اور اس کے بچوں کو بد دعا دیتے ہیں، لہذا ادو چار رشتہ جو کئے، وہ مناسب نہیں ہوئے، بگاڑ کی صورت آ گئی۔ اب بچولیا کہتا ہے: اللہ کی طرف سے جوڑی کا سنجوگ ہے۔(۲) لڑکی کے والد اور لڑکے کے والد یہ کہتے ہیں کہ دیوبند سے فتویٰ منگا دو تو مجھ کو صبر آئے گا کہ خطا بچولیے کی ہے، یا دوسرے کی؟ لڑکے کے مقدر پھوٹے ہیں، یا اللہ کی طرف سے جوڑی سنجوگ ہے؟ اس فتوے کا جواب بھیج دیں؛ تاکہ لڑکی والے کو تسلی اور سکونہ ہو جائے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جوڑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ ہوتا ہے، دنیا میں اس کا ظہور ہوتا ہے، جو شخص نیک نیتی کے ساتھ خیر خواہی کے لیے درمیان میں واسطہ بن جاتا ہے اور کوشش کرتا ہے، وہ مستحق اجر و ثواب ہے۔ اگر بعد میں موافقت نہ ہو تو بچولیے کو برا بھلا کہنا غلط ہے۔ ہاں! اگر بچولیا خود ہی بدخواہی کرے اور جان بوجھ کر غلط جگہ پھنسانے کے لیے رشتہ کرادے تو وہ گنہ گار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۳۹۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۸۴)

مغل بادشاہ کا غیر مسلمہ سے نکاح اور اولاد کا حکم:

سوال: مغل بادشاہوں نے جو ہندو عورتوں سے نکاح کیا اور ان سے جو اولاد ہوئی، وہ حلالی ہوئی، یا حرامی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

مسلمان کا ظاہر حال یہ ہے کہ وہ کسی ہندو لڑکی سے نکاح نہیں کرسکتا، جب تک وہ اسلام قبول نہ کرے، بغیر قبولِ اسلام سے نکاح کرنا حرام ہے،(۳) اب یہ سوال اس طرز پر بے محل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۶۲)

انگریزی پڑھے ہوئے کا نکاح مسلمان لڑکی سے:

سوال: لڑکا انگریزی پڑھا ہوا ہے، مسلمانوں کا لڑکا ہے۔ اس لڑکے کا نکاح جو کہ انگریزی پڑھا ہوا ہے، مسلمان لڑکی سے جائز ہے، یا نہیں؟ ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

---

(۱) بچولیا: دلال، ضامن، فیصلہ کرنے والا، نزاع دور کرنے والا''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۸۳، فیروز سنز، لاہور)

(۲) سنجوگ: دوستی، ملاقات، میل ملاپ''۔ (نور اللغات: ۳/۳۶۸، سنگ میل لاہور)

سنجوگ: میل ملاپ، اتفاقی ملاقات، موقع، اتفاق، نصیب، قسمت''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۷، فیروز سنز، لاہور)

(۳) ﴿ولا تنكحوا المشركات﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱) / ومنها: ألا تكون المرأة مشركة إذا كان الرجل مسلماً، فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة، لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن﴾ (بدائع الصنائع، فصل فی نکاح المشركة: ۳/۴۵۸، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

انگریزی پڑھنے والے لڑکے کے اگر اعتقاد درست اور شریعت کے مطابق ہیں تو اس کا نکاح مسلمان لڑکی سے درست ہے، اگر اس کے عقائد درست نہیں؛ بلکہ دہریہ ہے، دوسرے عقائد اسلام کے خلاف رکھتا ہے تو مسلمان لڑکی سے اس کا نکاح جائز نہیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۱/۱۳۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۶۲)

باپ نے نابالغہ قریشیہ کا نکاح ایک لڑکے سے کر دیا، بعد میں پتہ چلا کہ شوہر قریشی نہیں، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا ایک دوسرے گاؤں کے باشندے عمرو کے نابالغ لڑکے سے بولایت عمرو نکاح کر دیا۔ زید کا نسبی تعلق قریشی خاندان سے ہے۔ بعد میں زید کو جب یقینی طور پر ثابت ہوا کہ عمرو قوم میراسی سے ہے تو اس نے لڑکی دینے سے انکار کر دیا۔ اب لڑکی اور لڑکا دونوں بالغ ہیں۔ لڑکے اور لڑکے کے باپ کی طرف سے اصرار ہے اور لڑکی اور اس کے والدین کی طرف سے برابر انکار ہے۔

(المستفتی: ۲۰۴۴، عبد اللطیف صاحب، چکوال، جہلم، ۱۳/رمضان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۱۸/نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر لڑکے والوں نے اپنا نسب قریشی بتایا تھا اور بعد میں ظاہر ہو کہ وہ قریشی نہیں ہیں؛ یعنی ان کا سلسلہ نسب قبیلہ قریش کے کسی خاندان تک نہیں پہنچتا تو اس صورت میں لڑکی اور اس کے اولیاء کو حق ہے کہ اس نکاح کو فسخ کرالیں؛ کیوں کہ لڑکے والوں کی طرف سے دھوکہ دیا گیا ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۵/۲۰۰)

ایک مجلس میں متعدد نکاح ہوں تو ان میں افضل کون ہے:

سوال: تبلیغی اجتماع میں تیس آدمیوں کی شادیاں ہوئیں، اس میں بکر نے اپنا نکاح سب سے پہلے پڑھوایا، زید نے بکر سے کہا کہ تم نے غلطی کی، اپنا نکاح سب سے بعد میں پڑھواتے: "**سید القوم خادمهم**". (بکر نے جواب

---

(۱) "وحرم نكاح الوثنية بالإجماع". (الدر المختار) / "ويدخل فيه عبدة الأوثان عبدة الشمس والنجوم ... وفي شرح الوجيز: وكل مذهب يكفر به معتقده،آه". (رد المحتار، فصل في المحرمات، مطلب مهم في وطء السراري اللاتي يؤخذن غنيمة في زماننا: ۳/ ٤٥، سعيد)

(۲) وانتسب الزوج لها نسبا غير نسبه، فإن ظهر دونه وهو ليس بكفو فحق الفسخ ثابت للكل. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس: ۱/ ۲۹۳، ماجدية)

دیا: دعویٰ ایران کا، دلیل توران کی، جو کچھ کیا بالکل ٹھیک کیا: ﴿فاستبقوا الخیرات﴾ (۱) زید کا کہنا کہ "غلطی کی" درست ہے، یا نہیں؟ نیز ان کی دلیل دعویٰ کے مطابق ہے، یا نہیں؟ ایک تو ہے جواز، ایک ہے افضلیت تو اس میں افضل بات کیا ہے، نکاح پہلے پڑھوانا، یا بعد میں؟

الجواب ـــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ضرورت و مصلحت تقدیم میں ہو تو افضل ہے، تاخیر میں ہو تو تاخیر افضل ہے۔ "**سید القوم خادمهم**" یہاں چسپاں نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۹/۱۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۶۸)

بیس بچوں کے بعد کیا تجدیدِ نکاح ضروری ہے:

سوال: یہ جو مشہور ہے کہ جس عورت کو ایک شوہر سے بیس بچے ہوں، اس کو دوبارہ نکاح کرنا چاہیے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ بے اصل اور غلط ہے، اس سے نکاح ختم نہیں ہوتا، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۲/۱۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۶۹)

تجدیدِ نکاح کی ضرورت کب ہوتی ہے:

سوال: اس بارے میں حکمِ شرع سے مطلع فرمائیں جس کا حوالہ: ب، نمبر: ۹۲۱، مؤرخہ ۸۸/۹/۱۷ھ ہے، اس میں مزید یہ پوچھنا ہے کہ جن صاحب اور جماعت نے عمداً یہ نکاح کیا اور کرایا، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ کیا وہ صرف توبہ و استغفار کے مستحق ہیں، یا تجدیدِ نکاح بھی کرنا ہے؟ علانیہ توبہ و استغفار کے علاوہ تجدیدِ نکاح کا بھی حکم دیا جائے؟ اس کے بارے میں تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

کسی کی عدت میں نکاح ثانی جائز نہیں ہے۔

"لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، و کذلک المعتدة، کذا فی السراج الوهاج". (فتاویٰ عالمگیری) (۲)

---

(۱) سورة البقرة: ۱٤۸

(۲) "عن سهل بن سعد رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "سید القوم فی السفر خادمهم، فمن سبقهم بخدمة لم یسبقوه بعمل إلا الشهادة". (مشکاة المصابیح، کتاب الجهاد، باب آداب السفر، الفصل الثالث، ص: ۳٤۰، قدیمی)

(۳) الفتاویٰ الهندیة، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیه

لہٰذا جو نکاح اس طرح کر دیا گیا، وہ شرعاً معتبر نہیں ہوا؛ بلکہ گنا ہوا، مرد وعورت میں علاحدگی کرادی جائے، عدت ختم ہونے پر دوبارہ نکاح کیا جائے، جن لوگوں نے یہ نکاح کرایا ہے، وہ گنہگار ہوئے، ان کو توبہ واستغفار لازم ہے اور اس بات کو پورے طور پر ظاہر کر دیا جائے کہ یہ نکاح غلط ہوا، اس کے باوجود ان لوگوں پر اپنے نکاح کی تجدید لازم نہیں، گناہ اگر چہ کبیرہ ہوا، اس سے تجدید نکاح لازم نہیں ہوتی، البتہ اگر خدانخواستہ کفر کا صدور ہو جائے تو ایمان کے ساتھ نکاح ختم ہو جاتا ہے، پھر تجدید ایمان وتجدید نکاح لازم لازم ہوتی ہے۔(۱)

کبیرہ گناہ کی وجہ سے اہل سنت والجماعت کے نزدیک نہ کفر ہوتا ہے، نہ ایمان سے خارج ہوتا ہے۔ (کذا فی شرح الفقه الأكبر)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۷۰)

کیا ہر ماہ تجدیدِ نکاح کی جائے:

سوال: میں نے سنا ہے کتاب ''شامی'' میں لکھا ہے کہ ہر ماہ تجدیدِ نکاح احتیاطاً کر لیا جائے۔ (واللہ اعلم) تو ایسی صورت میں دو گواہوں کے موجود ہونے کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ جو صورت ہو، بیان فرمایا جائے۔ تجدید نہ کرنے میں کوئی خلاف تو نہیں؟ جیسا کہ اکثر لوگ اس کے متعلق گوش آشنا بھی نہیں چہ جائیکہ عمل کریں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جن سے آپ نے سنا ہے، ان سے ''شامی'' کی اصل عبارت مع حوالہ جلد وباب لکھوا کر بھیجیں، اس کو دیکھ کر ان شاء اللہ تعالیٰ جواب پیش کیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۷۱)

ہر سال، یا ہر مہینے تجدید نکاح کرنے کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! ہر ماہ یا ہر سال نکاح جدید پڑھنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ کیا نکاح جدید میں مہر لازم ہے؟ برائے مہربانی مدلل ومفصل جواب سے نوازیں بہت مشکور ہوں گا، نیز ہر شخص نکاح جدید کر سکتا ہے، یا نہیں؟ میں نے کسی سے سنا ہے کہ جاہل کو ہر سال یا مہینے میں اپنے نکاح کی تجدید کر لینی چاہیے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب

---

(۱) ''ما كان في كونه كفراً اختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح، وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحياط ... ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته''. (الفتاوى الهندية، كتاب السير، الباب التاسع، قبيل باب العاشر في البغاة: ۲۸۳/۲، رشديه)

(۲) ''ولا نكفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرةً إذا لم يستحلها، ولا نزيل عنه اسم الإيمان''.

عنایت فرمائیں اور نکاح جدید سے پہلے شوہر نے بیوی کو ایک طلاق دی تھی تو نکاح جدید کے بعد شوہر کتنی طلاق کا مالک ہوگا؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ہر مہینے، یا ہر سال نکاح کی تجدید کرنا شرعاً واجب، یا مسنون نہیں ہے اور نہ ہی ہر شخص کے لیے ایسا کرنا ضروری ہے، البتہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں لکھا ہے کہ جاہل شخص کے لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ مہینہ میں ایک، یا دو مرتبہ اپنے نکاح کی تجدید کرلیا کرے؛ کیوں کہ جاہل مردوں سے تو اگرچہ کفریات کم صادر ہوتے ہوں؛ لیکن جاہل عورتوں سے کفریات بہت زیادہ صادر ہوتے ہیں۔ تجدید نکاح کرنے کی صورت میں نیا مہر مقرر کرنا لازم ہے۔ تجدید نکاح سے پہلے شوہر جتنی طلاقوں کا مالک تھا، تجدید نکاح کے بعد بھی اتنی ہی طلاقوں کا مالک ہوگا، تجدید نکاح کی وجہ سے پہلی دی ہوئی طلاقیں کالعدم نہیں ہوتیں۔

لمافي الشامية (٤٢/١): ولعمري هذا من أهم المهمات في هذا الزمان؛ لأنك تسمع كثيرا من العوام يتكلمون بما يكفر وهم عنها غافلون، والاحتياط أن يجدد الجاهل إيمانه كل يوم ويجدد نكاح امرأته عند شاهدين في كل شهر مرة أومرتين، إذ الخطأ وإن لم يصدر من الرجل فهو من النساء كثير. (نجم الفتاوی:۳۶۶/۵)

نکاح کے ساڑھے چھ ماہ بعد بچی پیدا ہوئی تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں:

(الجمعیۃ، مورخہ ۱۰ رمئی ۱۹۲۷ء)

سوال: ہندہ کے ساتھ زید نے نکاح کیا۔ نکاح کے ساڑھے چھ ماہ بعد لڑکی پیدا ہوئی تو اب زید کو تجدید نکاح کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ یا نکاح سابق کافی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

نکاح سابق کافی ہے، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی:۳۰۹/۵)

آٹھ بچوں والے کے لیے دوسری شادی کرنے کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! مجھے ایک مسئلہ کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ ایک شخص جو کہ شادی شدہ ہے اور آٹھ بچوں کا باپ ہے، جن میں چار بچے شادی شدہ ہیں اور چار بھی جوان ہیں۔ مکان، دکان، کاروبار بھی ذاتی ہے۔ اب وہ

(۱) کیوں کہ پہلے نکاح کے ٹوٹنے کی کوئی وجہ نہیں پائی گئی اور بچی بھی ثابت النسب ہے۔

وأكثر مدة الحمل سنتان واقله ستة أشهر، لقوله تعالى: وحمله وفصاله ثلاثون شهراً ثم قال: وفصاله في عامين، فبقي للحمل ستة أشهر. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ٤٣٣/٢، شركة علمية)

شخص دوسری شادی کرنے کا خواہشمند ہے، جب کہ پہلی بیوی حقوق زوجیت اور گھر کے کام کاج کرنے کے بھی قابل ہے اور بھی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ بیوی، بچے راضی نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں دوسری شادی کا کیا حکم ہے؟ اگر دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے تو ایسے شخص کو شرعی طور پر کیا کرنا چاہیے اور اگر وہ دوسری شادی سے باز نہ آئے تو بیوی بچوں کو شرعی طور پر ایسے شخص کے متعلق کیا کرنا چاہیے، جب کہ وہ شخص دین سے بھی مکمل تعلق نہ رکھتا ہو؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلے کا واضح حل تفصیل سے بتائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت مطہرہ نے مرد کو چار شادیاں کرنے کا حق دیا ہے، بشرطیکہ تمام بیویوں کے مابین عدل وانصاف کے ساتھ پیش آئے، لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کے لیے دوسری شادی کرنا جائز ہے، بشرطیکہ عدل وانصاف قائم کرنے پر قادر ہو اور آج کل چوں کہ عدل وانصاف قائم کرنا بہت مشکل ہے، چناں چہ ایک شادی پر اکتفا کرنا چاہیے اور اسی طرح اس آدمی کے چار جوان بچے بھی موجود ہیں، لہٰذا اپنی دوسری شادی کرنے سے پہلے اُن کی شادی کی فکر کرے۔

لمافي القرآن الكريم (النساء: ٣)﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾

وفي الدرالمختار (باب القسم: ٢٠١/٣):(يجب) وظاهر الآية أنه فرض نهر (أن يعدل) أي أن لا يجور (فيه) أي في القسم بالتسوية في البيتوتة (وفي الملبوس والمأكول) والصحبة (لا في المجامعة) كالمحبة بل يستحب.

وفي الرد تحته:(قوله وفي الملبوس والمأكول) أي والسكنى... قال في البدائع يجب عليه التسوية بين الحرتين والأمتين في المأكول والمشروب والملبوس والسكنى والبيتوتة وهكذا ذكر الولوالجي. (نجم الفتاویٰ: ۳۸۰/۵)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تجدید نکاح ہوا تھا، یا نہیں:

سوال: حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا تجدید نکاح ہوا تھا، آخر میں ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ، یا پہلے والا نکاح قائم تھا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

پہلے والا نکاح قائم تھا۔(كذا في للمعات شرح المشكاة)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷۱/۱۱)

(۱) عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما قال:رد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابنته زينب على أبي العاص بالنكاح الأول ولم يحدث نكاحاً.(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،باب المحرمات،الفصل الثاني:٣٣٦/٦،رشيديه)

شادی میں چھوارے کون لائے:

سوال: شادی میں جو چھوارے لٹائے جاتے ہیں، وہ لڑکی والا لائے یا لڑکے والا؟ کون سی صورت افضل ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جواس فضیلت کو حاصل کرنا چاہے، لے آئے۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۱۲/۲۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۱۷۲)

وقت زفاف کی دعائیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کہ جب دلہن کو اپنے گھر لاوے تو بوقت صحبت وخلوت صحیحہ کون کون امر زوج پر سنت ہے اور کون کون دعا پڑھنا احادیث سے ثابت ہے اور کوئی نماز بھی پڑھنا چاہیے اور کیا کیا برکت ورحمت نازل ہوتی ہے، ایسے حامل سنت پر؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

سنت یہ ہے کہ اول اس کے موئے پیشانی پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا کرے اور بسم اللہ کہہ کر یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰھُمَ اِنِّی اَسْئَلُکَ خَیْرَھاَ وَخَیْرَ مَاجُبِلَتْ عَلَیْهِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا جُبِلَتْ عَلَیْهِ".

اور جس وقت ارادہ صحت کا کرے یہ کہے:

"بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ ماَ رَزَقْتَناَ".

پہلی دعا کی برکت یہ ہے کہ زوجہ ہمیشہ تابع رہے گی، دوسری دعا کی یہ برکت ہے کہ اگر اولاد ہوگی، صالح ہوگی اور ضرر شیطان سے محفوظ رہے گی۔ (زادالمعاد) اور نماز پڑھنا کسی حدیث میں تو دیکھا نہیں؛ مگر بعض علماء (پس سنت سمجھ کر نہ پڑھے محض شکر کے طور پر مضائقہ نہیں۔) سے سنا ہے کہ اول دو رکعت شکر یہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ تو نے مجھ کو حرام سے بچایا اور حلال عنایت فرمایا، پھر بعد اس کے ادعیہ مذکورہ پڑھے۔

(امداد:۲/۱۰) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۱۹۰)

نکاح کے بعد مذکورہ دعا نہ پڑھنے پر فسخ نکاح کا حکم لگانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایجاب وقبول کے بعد طرفین کی رضامندی سے ولی وکیل مع دو گواہوں اور حاضرین مجلس کی گواہی سے سوا پانچ ہزار روپیہ مہر معجّل (نقد مہر) کے ساتھ اللہ اور رسول کی شریعت کے مطابق مع نکاح خطبہ مسنونہ کے ایک عقد نکاح عمل میں آیا، یہاں تک متفقہ صورت

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فاستبقوا الخیرات﴾ (سورۃ البقرۃ:۱٤٨)

مسئلہ ہے، نکاح کے بعد دولہا دولہن کے لیے جو دعا کی جاتی ہے، اس میں اختلاف شروع ہوا، قاری نکاح نے درود شریف کے بعد قرآنِ کریم کی چند آیات جو''رَبَّنَا'' سے متعلق ہیں، نیز ''**بارک اللّٰہ لکما وجمع بینکما بالخیر**'' اور ''**اللّٰھم**'' سے متعلق چند دعاؤں کے بعد اردو سے دولہا اور دولہن کی فلاح و بہبود اور دونوں کے لیے تاحیات زندگی جوڑے کی سلامتی کے لیے دعا کی اور اخیر میں درود شریف کے بعد دعا ختم کردی۔

اختلاف یوں ہوگیا کہ زید نے کہا کہ نکاح کے بعد ایک مخصوص دعا ہے، جو نہیں پڑھی گئی؛ اس لیے نکاح نہیں ہوا، زید کی مخصوص دعا یہ ہے:

''**اللّٰھم ألّف بینھما کما ألفت بین آدم وحوا، اللّٰھم ألف بینھما کما ألفت بین إبراھیم وسارة وھاجرة، اللّٰھم ألف بینھما کما ألفت بین موسیٰ وصفوراً، اللّٰھم ألّف بینھما کما ألفت بین یوسف وزلیخا، اللّٰھم ألّف بینھما کما ألفت بین محمد رسول اللّٰہ وخدیجة الکبریٰ وعائشة الصدیقة، اللّٰھم ألّف بینھما کما ألفت بین علی المرتضی وفاطمة الزھراء وصلی اللّٰہ علیه وعلیٰ اٰله وأصحابه أجمعین برحمتک یا أرحم الراحمین**''.

کیا نکاح کے لیے یہ مخصوص دعا ضروری ہے، اس مخصوص دعا کے بغیر نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اس مخصوص دعا کی اصلیت کیا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالٰی، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نکاح ایجاب وقبول سے منعقد ہوجاتا ہے، نکاح کے بعد کوئی دعا پڑھنا لازم نہیں ہے اور نہ کسی دعا پر نکاح کی صحت کا مدار ہے، لہٰذا زید کا یہ کہنا کہ فلاں خاص دعا نہیں پڑھی؛ اس لیے نکاح ہی نہیں ہوا، یہ محض غلط ہے اور جہالت کی بات ہے۔

وینعقد بإیجاب من أحدھما وقبول من الأخر، وشرط حضور شاھدین حرین أو حر وحرتین سامعین قولھما معًا. (الدرالمختار: ۹/۳، کراچی: ٦٨/٤، زکریا، کذا فی البحر الرائق: ۸۱/۳-۸۷، زکریا، الفتاویٰ الھندیة: ٢٦٧/١، کراچی، الھدایة: ٣٠٥/٢، دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۳/۱۲/۱۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۶۲/۸،۵۶۳)

تعویذ کے ذریعہ نکاح وطلاق پر آمادہ کرنا:

سوال: بیوہ عورت سے جو نکاح کرنا چاہتا ہے؛ لیکن وہ بیوہ اس سے نکاح کرنے پر آمادہ نہیں ہے، پھر وظیفہ کے ذریعہ، یا تعویذ کے ذریعہ اس کا رجحان ہوجاتا ہے، وہ نکاح کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہے، بعد ازاں نکاح ہوجاتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد عمل کا اثر جاتا رہتا ہے، یا کہنے والے کہتے ہیں کہ تو تو انکاری تھی اور نکاح کیوں کیا؟ اب وہ جواب دیتی ہے کہ خود میں حیران ہوں کہ پہلے تو مجھ کو انکار تھا، ایک دم میں نے دل سے اقرار کرتے ہوئے نکاح کرلیا۔ اب

اسے معلوم ہوتا ہے کہ میرے اوپر کسی قسم کا عمل تعویذ وغیرہ کیا گیا ہے اور مرد بھی اقراری ہوتا ہے کہ ہاں میں نے ایسا کیا۔ یہ عورت فوراً بدظن ہو جاتی ہے۔ آیا یہ نکاح جائز رہا، یا نہیں؟ اسی طریقے سے باکرہ بالغہ کے ساتھ مذکورۂ بالا عمل ہوتا ہے، پھر بھی وہ اس سے بدظن ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی دیکھا گیا کہ خاوند طلاق دینے کو آمادہ نہیں ہے اور اس کو تعویذ وغیرہ کے ذریعہ آمادہ طلاق کیا گیا اور اس نے طلاق دے دی۔ ایسے حالات میں طلاق صحیح پڑی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

نکاح (۱) سب صحیح اور واقع ہو جاتی ہے، جب کہ اختیار اور خوشی سے واقع ہوں۔ یہ وہم کہ عمل، یا تعویذ کے ذریعے سے ایسا ہوا، معتبر نہیں ہے۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۲۹۲/۵)

عورت کی طرف مصیبت منسوب کرنا غلط ہے:

سوال: کیا شرع میں اس کی کوئی اصل ہے کہ مرد کی تقدیر کی اولاد اور عورت کی تقدیر کا رزق ہوتا ہے اور جب کسی عورت سے نکاح کرنے کے بعد کوئی ترقی، یا تنزلی یک لخت ہوتا ہے تو کس کی تقدیر پر محمول ہوگا۔ عوام عورت کی تقدیر کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

یہ بات جو مشہور ہے کہ مرد کی تقدیر کی اولاد اور عورت کی تقدیر کا رزق ہوتا ہے، یہ بے اصل اور غلط ہے۔ ہر جاندار کا رزق جو انسان ہو یا جانور، مذکر ہو یا مؤنث مقدر ہے اور ہر عورت یا مرد کی اولاد مقدر ہے۔ (۲) شادی کے بعد کوئی مصیبت، یا تکلیف پیش آجائے تو اس کو عورت کی طرف منسوب کرنا بھی نہایت مذموم ہے۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۳۱۰/۵)

بہن کے بارے میں یہ کہنا کہ ''تمام شہر میں چکر لگاؤ، رشتہ نہ ملے گا'':

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک بھائی اپنی بہن کے بارے میں اپنی ماں اور اور بڑی بہن سے یہ کہہ سکتا ہے کہ ''تمام شہر کا چکر لگاؤ، کہیں رشتہ نہیں ملے گا''؟

---

(۱) النكاح ينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر. (الدر المختار: ۹/۳، سعيد)

(۲) ﴿وما من دابة فى الأرض إلا على الله رزقها ويعلم مستقرها ومستودعها كل فى كتب مبين﴾ (سورة الهود: ٦)

(۳) ﴿وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم﴾ (الشورىٰ: ۳۰)

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا عدوى ولا طيرة. (الصحيح لمسلم، باب لا عدوى ولا طيرة: ۲۳۰/۲، قديمى)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اچھے بھائی ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ بہنوں کا ہمدرد اور خیر خواہ ہو اور بہنوں کے ساتھ خیر خواہی اسی میں ہے کہ ان کے لیے بہتر رشتہ تلاش کیا جائے، پس اگر کوئی بھائی اس کے برخلاف بہن کے بارے میں رشتہ نہ ملنے کے طعنے دے، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو اس بھائی کا یہ عمل قابل مذمت ہے، اسے ایسی باتوں سے توبہ کرنی چاہیے۔

فقال عبد الرحمن: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: قال الله تعالىٰ: أنا الله وأنا الرحمٰن خلقت الرحم وشققت لها من اسمي، فمن وصلها وصلته ومن قطعها قطعته. (سنن الترمذي، كتاب البر والصلة: ١٢/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۴/۱/۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۶۴/۸، ۵۶۵)

خسر کا اپنی بہو کو بعد نکاح کر دینے پسر کے بیٹی کہنا:

سوال: میرے والد نے میری والدہ کے مرنے کے بعد دوسرا نکاح کیا، اس عورت کے ساتھ ایک لڑکی تھی، جس وقت وہ لڑکی جوان ہوگئی تو میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا، بروقت نکاح قاضی وکیل تو گواہان کے سامنے میرے والد نے بیان کیا کہ یہ لڑکی دوسرے خاوند سے ہے، اس کا نکاح میں اپنے لڑکے سے کرتا ہوں، قاضی جی نے جائز کر دیا تو میرا نکاح پڑھایا گیا، چند مدت کے بعد مجھ سے ایک لڑکی پیدا ہوگئی اور میرے نکاح کو ایک سال کا عرصہ ہو گیا ہے اور بعد ایک سال کے میرے ماں باپ مجھ سے برخلاف ہو گئے اور تجویز کرتے ہیں کہ کوئی صورت ایسی ہو کہ لڑکی کو علاحدہ کر لیں، یہ کہتے ہیں کہ یہ لڑکی مجھ سے پیدا ہوئی ہے، جب یہ جانتے تھے تو مجھ سے نکاح کیوں کیا ہے؟ مجھ کو فتویٰ عنایت کرو۔

الجواب ـــــــــــــــــــ

آپ کے والد کی یہ دوسری بات کہ یہ لڑکی میرے نطفہ سے ہے، آپ کے حق میں معتبر و قابل التفات نہ ہوگی، آپ کا نکاح بدستور باقی ہے، بے فکر رہیں۔

في الدرالمختار: (وشرط العدالة في الديانات).

في ردالمحتار: أي المحضة، درر، احتراز عما إذا تضمنت زوال ملك كما إذا أخبر عدل أن الزوجين ارتضعا من امرأة واحدة لاتثبت الحرمة لأنه يتضمن زوال ملك المتعة فيشترط العدد والعدالة جميعاً، اتقاني. (۱)

أقول: فإذا كان هذا حال خبر العدل في ذلك فكيف بخبر غير العدل.

۲/ربیع الاول ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ، ص: ۸۹) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۱۸/۲-۳۱۹)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ٣٤٦/٦، دارالفكر بيروت، انيس

بیوی کو نیند میں بیٹا بیٹی کہنا:

سوال: ایک شخص نے نیند میں اپنی بیوی کو بیٹا، یا بیٹی کہا اور اس کو بیٹوں کی طرح پیار کیا، اس کا نکاح بھی رہا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

نکاح باقی ہے۔

۳۰ / رمضان ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ، ص: ۹۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۱۹/۲)

بیوی کو بیٹی کہہ کر پکارنے کا حکم:

سوال: میں ایک کام سے اپنے دوست کے شہر میں گیا اور اس کے بھائی کے گھر قیام کیا، میرے ساتھ میرا دوست بھی تھا۔ اس کے بھائی نے اپنے سے ۱۵ سالہ چھوٹی لڑکی سے شادی کی تھی اور شادی ابھی چند دن پہلے ہوئی تھی۔ وہ اپنی بیوی کو ''بیٹی'' کہا کرتا ہے، مثلاً ''بیٹی آؤ، بیٹی کھانا لگاؤ، بیٹی چائے لے آؤ'' میں نے پوچھا کہ آپ اس کو بیٹی کیوں کہتے ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے گھر میں لاڈلی ہے اور سب سے چھوٹی بھی۔ اس کے گھر والے اس کو نام سے نہیں؛ بلکہ بیٹی ہی پکارتے ہیں۔ پڑوس کے لوگ بھی اس کو بیٹی ہی کے نام سے جانتے ہیں اور یہ مجھ سے بہت چھوٹی ہے؛ اس لیے میں اس کو بیٹی کہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ بھائی بیوی کو بیٹی کہنا درست نہیں۔ آپ مفتی صاحب سے رجوع کرلیں، لہٰذا مفتی صاحب آپ بتائیے کہ ان کا اپنی بیوی کو بیٹی کہنے سے نکاح پر کوئی اثر پڑا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو بیٹی کہے تو اس سے اس کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا؛ لیکن اپنی بیوی کو بیٹی کہنا مکروہ ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص جو اپنی بیوی کو بیٹی کہہ کر بلاتا ہے، اس سے اس کے نکاح پر تو کوئی اثر نہیں پڑا، البتہ اس طرح اپنی بیوی کو کہنا مکروہ ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے اور گزشتہ پر توبہ کی جائے۔

لمافي الهندية (۵۰۷/۱): لو قال لها أنت أمي لا يكون مظاهرا وينبغي أن يكون مكروها ومثله أن يقول يا ابنتي ويا أختي ونحوه.

وفي الدر المختار (۴۷۰/۳): ويكره قوله أنت أمي ويا ابنتي ويا أختي ونحوه.

وفي الشامية تحته: (قوله: ويكره إلخ) جزم بالكراهة تبعا للبحر والنهر والذى فى الفتح: وفي أنت أمي لا يكون مظاهرا، وينبغي أن يكون مكروها، فقد صرحوا بأن قوله لزوجته يا أخية مكروه. وفيه حديث رواه أبوداؤد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سمع رجلا يقول لامرأته يا أخية، فكره ذلك ونهى عنه، ومعنى النهى قربه من لفظ التشبيه، ولولا هذا الحديث لأمكن أن يقال هو ظهار لأن التشبيه في أنت أمي أقوى منه مع ذكر الأداة، ولفظ "يا أخية" استعارة

بلاشک، وهي مبنية على التشبيه، لكن الحديث أفاد كونه ليس ظهارا حيث لم يبين فيه حكما سوى الكراهة والنهي، فعلم أنه لا بد في كونه ظهارا من التصريح بأداة التشبيه شرعا، ومثله أن يقول لها يا بنتي، أو يا أختي ونحوه، آه. (نجم الفتاوی:۵/۳۶۰،۳۶۱)

بیوی کا اپنے شوہر کو ''بھیا'' کہنے سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اشتیاق کی شادی ہوئی، اشتیاق کی بیوی نے مذاق میں اپنے شوہر کو کسی بات پر''بھیا'' کہہ دیا تو کیا ایسی صورت میں بیوی شوہر پر حرام ہوگئی، یا تجدید نکاح کی ضرورت پڑے گی؟ جب کہ حدیث میں ہے:

''ثلاثة جدّهن جد وهزلهن جدّ''.

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ——— وبالله التوفيق

بیوی کی طرف سے شوہر کو بھائی کہنے سے رشتہ زوجیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

المستفاد: وظهارها منه لغو، فلا حرمة عليها ولا كفارة به يفتى، جوهرة، قوله: وظهارها منه لغو أى إذا قالت أنت علي كظهر أمي أو أنا عليک كظهر أمک فهو لغو؛ أن التحريم ليس إليها. (الدرالمختار مع الشامي: ٤/١٢٧، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴۲۴/۲/۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل:۸/۵۶۴)

شادی سے پہلے تمام لڑکیوں کو بہن کہہ دینے کا حکم:

سوال: دودوست جو کہ غیر شادی شدہ ہیں، ایک نے دوسرے سے کہا کہ شادی کے بعد اگر میری بیٹی ہوئی تو آپ سے اُس کا نکاح کراؤں گا۔ دوسرے دوست نے جواب میں کہا کہ آپ کی بیٹی کے علاوہ جتنی بھی عورتیں ہیں، وہ میرے اوپر ایسی ہیں جیسے میری بہن۔ اب پوچھنا یہ چاہ رہا ہوں کہ یہ شخص اپنے دوست کی بیٹی کے علاوہ کسی اور عورت سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر کیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب ——— بعون الملك الوهاب

مذکورہ الفاظ (آپ کی بیٹی کے علاوہ جتنی بھی عورتیں ہیں، وہ میرے اوپر ایسی ہیں جیسے میری بہن) کہہ دینے کے باوجود یہ شخص جہاں چاہے نکاح کرسکتا ہے؛ کیوں کہ یہ الفاظ کسی بھی عورت سے نکاح میں مانع نہیں ہیں، البتہ اس طرح کے الفاظ کہنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

لما في القرآن الكريم (المجادلة:٣): ﴿وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِن نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ﴾ (الآية)

وفي الجامع لاحكام القرآن (١٧/٢٨٠): قال مالک في قول الله عزوجل ﴿والذين يظهرون

من نسائهم ثم يعودون لما قالوا﴾ قال سمعت إن تفسير ذلك أن يظاهر الرجل من امرأته ثم يجمع على اصابتها وامساكها.

وفي الهندية(۱/۵۰۷):لو قال لها أنت أمي لا يكون مظاهرأوينبغي أن يكون مكروها ومثله أن يقول يا ابنتي ويا أختي ونحوه. (نجم الفتاوی:۵/۳۶۰)

شوہر کو بھائی، یاباپ کہنے سے نکاح پراثر نہیں پڑتا:

سوال: شوہراور بیوی کے جھگڑے میں بیوی نے اپنے شوہر کو بھائی، باپ کہا اور بعد میں افسوس کرنے لگی؛ کیوں کہ وہ غصے میں بولی تھی، اب شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب

بیوی کو ہرگز نہ چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کو بھائی، یاباپ کہے؛ لیکن اس طرح کہنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا،(۱) وہ بدستور میاں بیوی کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم

۱۰/۱۰/۱۳۹۷ھ (فتاویٰ عثمانی:۲/۳۰۸)

بیوی کی طرف سے شوہر کو کافر کہنے پر نکاح نہیں ٹوٹا:

سوال: ایک شخص اپنی بیوی سے ناراض ہوکر اپنے اوزار وغیرہ لے کر چلا گیا، بیوی کو غصہ آیا تو گھر کے کپڑے جلادیئے اور کہنے لگی: ”کافر چلا گیا“ اور کئی دفعہ ایسا کہا، عورت کو اپنے خاوند کے متعلق کسی دوسری عورت سے تعلق کا شبہ ہے، کیا عورت کا اپنے شوہر کو کافر کہنے سے نکاح ٹوٹا، یا نہیں؟

الجواب

بیوی نے اپنے شوہر کا کافر کہہ کر سخت گناہ کا ارتکاب کیا،(۲) اسے چاہیے کہ اس پر توبہ واستغفار کرے اور شوہر سے بھی معافی مانگے؛ لیکن اس سے نکاح نہیں ٹوٹا، نکاح برقرار ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

۷/۶/۱۳۹۷ھ (فتاویٰ عثمانی:۲/۳۰۹)

ماں کو ناراض کرکے بھاوج کی بہن سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک بیوہ نے بڑی کوشش

---

(۱) دیکھئے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، باب الظہار:۱۰/۲۱۱

(۲) وفي مشكاة المصابيح:۲/۴۱۱(طبع قديمي كتب خانة) عن أبي هريرة عن ابن عمررضي الله عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:أيما رجل قال لأخيه كافر،فقد باء بها أحدهما.(متفق عليه) وفيه أيضاً بعده،رقم الحديث:۴۱۴۸:”سباب المسلم فسوق وقتاله كفر“.

سے اپنے بچہ کو تعلیم دینا چاہا، اس کی خواہش تھی کہ اس کا بچہ پڑھ لکھ کر اپنے باپ کا نام روشن کرے؛ لیکن اس کی بڑی بھاوج نے اپنی بہن کے چکر میں پھنسا دیا، گھر پر لڑکی کا حد سے زیادہ آنا جانا فون پر لڑکے سے بات چیت اور ملنا جلنا شروع ہوگیا، پڑھائی بھی مکمل نہیں ہو پائی، اس کا علم بھاوج اور اس کے میکہ والوں کو بھی تھا؛ لیکن وہ انجان بنے ہوئے ہیں، ماں کو یہ رشتہ قطعی پسند نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس کی بڑی بہو حد سے زیادہ چالاک اور بدتمیز ہے، اس کی نظر میں ساس، نندوں اور گھر والوں کی کوئی عزت نہیں ہے، اس کا بڑا بیٹا بھی بیوی کے کہنے میں آ کر ماں کو حد سے زیادہ ذلیل کرتا رہتا ہے، وہ جانتی ہے کہ خدانہ کرے دوسری بہن آ گئی تو گھر کا ناس ہوجائے گا، بیٹے نے بہو کے کہنے میں آ کر چارسوبیس سے باپ کا مکان بھی اپنے نام کرالیا، اس وجہ سے زیادہ پریشان کرتی ہے، باپ نے بچوں سے منع کردیا ہے، بچے دادی سے یا گھر میں اور کسی سے بات نہیں کرتے، کیا ماں کی موجودگی میں بھاوج کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی مرضی سے یہ رشتہ کرے، جب کہ ماں اور گھر کے سب لوگ اس بات کے خلاف ہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیق

ماں کی ناراضگی بڑے خطرہ کی چیز ہے؛ اس لیے مذکورہ بیٹے کو چاہیے کہ وہ ماں کی مرضی کے خلاف رشتہ نہ کرے اور کسی بیٹے کو ماں کی نافرمانی پر ابھارنا بڑا گناہ ہے؛ اس لیے مذکورہ بھاوج کو اپنے فعل سے باز آنا چاہیے اور حکمتِ عملی کے ساتھ آپسی رضامندی سے رشتہ کرنا چاہیے، اسی میں خیر ہوگی۔

أن رجلاً أتى أبا الدرداء، فقال: إن أبی لم یزل بی حتی زوجنی وأنه الآن یأمر بطلاقها، قال: ما أنا بالذی آمرک أن تعق والدک ولا بالذی آمرک أن تطلق امرأتک غیر أنک إن شئت حدثتک ما سمعت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم سمعته یقول: الوالد أوسط أبواب الجنة فحافظ ذٰلک إن شئت أو دع. (مرقاۃ المفاتیح: ۹/۲۰۰-۲۰۱، أشرفیة)

إن اللّٰہ حرم علیکم عقوق الأمهات أی مخالفتهن وهو القطع والشق المراد صدور ما یتأذی به أحد الوالدین من ولده عرفًا بقول: أو فعل. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب البر والصلة، الفصل الأول: ۶۶۵/۴، ممبئی)

عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قال: قلت یا رسول اللّٰہ! أی الناس أعظم حقًا علی المرأۃ، قال: زوجها، قلت: فأی الناس أعظم حقًا علی الرجل؟ قال: أمه. (رواہ الحاکم فی المستدرک: ۱۵۰/۴، بحواله: الأحادیث المنتخبة فی الصفات الست، إکرام المسلم: ۲۸۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۶/۴/۱۴۲۷ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۶۵/۸، ۵۶۶)

شوہر کے انتقال کے بعد دیور سے شادی کرنا ضروری نہیں:

سوال: ایک عورت کا خاوند مر گیا اور اس شخص کا بھائی مرحوم کی بیوی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، حالاں کہ عورت

اس کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی نہیں ہے۔گاؤں کے بڑے بڑے لوگ (جن کو عرف میں حاکمین کہتے ہیں) نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر اس عورت نے نکاح کرنا ہے تو اس شخص (مرحوم کے بھائی) سے نکاح کرے گی، ورنہ یہ عورت گھر ہی پر رہے گی۔اب عورت نکاح کی بھی خواہش رکھتی ہے؛ لیکن اس فیصلے کی وجہ سے نکاح نہیں کر سکتی، لہذا اس فیصلے اور فیصلہ کرنے والوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

یہ فیصلہ کرنا درست نہیں؛ اس لیے کہ عاقلہ بالغہ عورت نکاح میں خود مختار ہے، لہٰذا گاؤں کے بڑے لوگ، یا دیگر حضرات حتیٰ کہ ولی بھی عورت کی رضا کے بغیر زبردستی نکاح نہیں کر سکتے، لہٰذا اس طرح فیصلہ کرنا شریعت کے احکامات کو پامال کرنے کے مترادف ہے اور یہ فیصلہ کرنے والے عنداللہ مجرم اور گناہ گار ہوں گے، یہ عورت جہاں چاہے اپنی مرضی سے شرعاً نکاح کر سکتی ہے۔

لمافی القرآن الكريم (البقرة:۲۳۲): ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَن يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

وفی الهداية (ص:۳۱۳): ولا يجوز للولی اجبار البكر البالغة علی النكاح... ولنا أنها حرة فلا يكون للغير عليها ولاية الاجبار.

وفی الدرالمختار (۵۸/۳):(ولا تجبر البالغة البكر علی النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ.

(نجم الفتاویٰ:۵/۵۵)

حضرت خدیجہ سے نکاح اور اس کے گواہ:

سوال: مفتی صاحب! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجۃ الکبری سے نکاح ہوا تھا، یا نہیں؟ اگر ہوا تھا تو خطبہ کس نے پڑھا تھا اور نکاح کے گواہ کون تھے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے ہوا تھا۔اس وقت آپ کی عمر پچیس اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس برس تھی۔خطبہ نکاح آپ کے چچا ابوطالب نے پڑھایا تھا اور حاضرین مجلس گواہ تھے۔

لمافی الطبری (۳٤/۲): قال هشام بن محمد نكح رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم خديجة رضی اللّٰه عنهاوهوا بن خمس وعشرين سنة وخديجة يومئذ ابنة أربعين سنة.

حدثنا ابن حميد قال حدثنا سلمة عن ابن اسحاق قال كانت خديجة بنت خويلد بن أسد بن عبدالعزی بن قصی امرأة ذات شرف ومال تستأجر الرجال فی مالها وتضاربهم إياه بشیء.

(بعد صفحة) فلما أخبرها ميسرة بما أخبرها بعثت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت له فيما يزعمون يا ابن عم إني قد رغبت فيك لقرابتك وسطتك في قومك وأمانتك وحسن خلقك وصدق حديثك ثم عرضت عليه نفسها وكانت خديجة يومئذ أوسط نساء قريش نسباً و أعظمهن شرفاو أكثرهن مالا، كل قومها كان حريصا على ذلك منها لو يقدر عليها فلما قالت ذلك لرسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم ذكر ذلك لأعمامه فخرج معه حمزة بن عبدالمطلب عمه حتى دخل على خويلد بن أسد فخطبها إليه فتزوجها فولدت ولده كلهم إلا إبراهيم.

وفي البداية والنهائية (۲۷۲/۲): قال ابن اسحاق وكانت خديجة بنت خويلد امرأة تاجرة ذات شرف ومال تستأجر الرجال على مالها مضاربة ... فلما أخبرهاميسرة ما أخبرهابعثت إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقالت له فيما يزعمون يا ابن عم إني قد رغبت فيك لقرابتك وسطتك في قومك وأمانتك وحسن خلقك وصدق حديثك، ثم عرضت نفسها عليه وكانت أوسط نساء قريش نسبا و أعظمهن شرفا و أكثرهن مالا كل قومها كان حريصا على ذلك لو يقدر عليه فلما قالت ذلك لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ذكر ذلك لأعمامه فخرج معه عمه حمزة حتى دخل على خويلد بن أسد فخطبها إليه فتزوجها عليه الصلاة والسلام.

وفي المنتظم(۸۵/۲): كانت خديجة امرأة جاذمة جلدة شريفة مع ما أراد الله بها من الكراهية. والخيروهي يومئذ أوسط قريش نسبا و أعظمهم شرفا و أكثرهم مالا.

(و بعد أسطر) فأرسلت إلى عمها عمرو ابن اسد ليزوجها فحضر و دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم في عمومته فتزوجها وهو ابن خمس وعشرين سنة وخديجة يومئذ بنت أربعين سنة... وذكر ابن فارس أن أبا طالب خطب يومئذ فقال الحمد اللّٰه الذي جعلنا من ذرية إبراهيم و زرع اسماعيل وضئضئي معد، وعنصر مضر وجعلنا خضنة بيته و سواس حرمه وجعل لنا بيتا محجوجاً وحرما آمنا وجعلنا الحكام على الناس ثم إن ابن اخي هذا محمد بن عبدالله لايوزن به رجل الا رجح به وإن كان في المال قل فان المال ظل زائل وأمر حائل ومحمد من قدعرفتم قرابتة. (نجم الفتاوی:۳۵۷/۵،۳۵۸)

کسی عورت کا جن مرد سے شادی کرنا:

سوال: اگرکوئی عورت کسی جن مرد سے اپنا نکاح کرالے تو کیا یہ نکاح شرعا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

شریعت مقدسہ میں نکاح کرنے کے لیے دونوں کا ایک جنس ہونا ضروری ہے،مختلف الاجناس میں نکاح جائز نہیں؛اس لیے جن مرد سے اس عورت کا نکاح شرعا جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدين: وفي الأشباه عن السراجية: لاتجوز المناكحة بين بني آدم والجنّ الإنسان أي لاختلاف الجنس ومفاد المفاعلة أنهٗ لايجوز للجنّي أن يتزوّج انسية أيضًا ... عن شرح الملتقى عن زواهر الجواهر الأصح أنهٗ لايصح نكاح آدمي جنّية كعكسه لاختلاف الجنس فكانوا كبقية الحيوانات. (ردالمحتار: ۲۸۱/۲، أوائل كتاب النكاح)

قال العلامة علي بن عثمان سراج الدين رحمه اللّٰه: لايجوز المناكحة بين بني اٰدم والجنّ الإنسان المائي لاختلاف الجنس إذا مسّ بشهوة تثبت حرمة المصاهرة. (الفتاویٰ السراجية، ص: ۳۷، كتاب النكاح باب نكاح المحارم) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۴۵/۴)

کسی عورت کا جن مرد سے نکاح کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت یہ دعویٰ کرے کہ میں نے جن سے نکاح کیا ہے کیا یہ شرعا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتي: سیدرازق کوہالہ مری)

الجواب

فقہاء نے انس [انسان] کے لیے جن [جنات] سے نکاح ناجائز کہا ہے، اس سے زنا کا دروازہ کھل جائے گا، **والتفصيل في رد المحتار فليراجع.** (۱) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۰/۴)

حلالہ کا صحیح طریقہ:

سوال: مسئلہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق ایک مجلس میں دے دی تھیں؛ مگر باوجود اس کے اپنے گھر سے علاحدہ نہیں کیا اور اس کے ساتھ خفت وخیز ترک نہیں کی اور جب لوگوں نے اس کو اس حرکت پر ملامت شروع کی تو اس نے اس عورت کا نکاح ایک اور شخص سے اس شرط سے کرادیا کہ صبح کو طلاق دے دے، چناں چہ ایسا ہوا اور بدوں اس کے کہ وہ شوہر ثانی اس عورت کے پاس شب باش ہو، صبح کو طلاق دے دی گئی اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس نکاح ثانی کے وقت وہ عورت حاملہ تھی اور ابھی تک وضع حمل نہیں ہوا۔ آیا اس عورت کا نکاح شوہر اول سے جس سے طلاق پا چکی ہے جائز ہے، یا نہیں؟ اور کسی طریقہ سے جائز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور نیز یہ بھی عرض ہے کہ شوہر اول نے طلاق اس طور سے دی تھی کہ عورت سے دو گواہوں کے روبرو مہر بخشوالیا تھا اور خود ایک جلسہ میں تین بار طلاق کے لفظ کہہ چکا تھا، اس کا مفصل حکم شریعت محمدیہ کی رو سے فرمایا جاوے؟

---

(۱) **قال العلامة ابن عابدين: في الاشباه عن السراجية لا تجوز المناكحة بين بني آدم والجن وإنسان الماء لاختلاف الجنس ومفادالمفاعلة أنه لا يجوز للجني أن يتزوج أنسية أيضاً... الأصح أنه لا يصح نكاح آدمي جنية كعكسه لاختلاف الجنس فكانوا كبقية الحيوانات.** (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۲۸۲/۲، كتاب النكاح)

الجواب

اس صورت میں اس عورت پر تین طلاق واقع ہوگئیں اور اس کا نکاح شوہر اول سے جائز نہیں اور اپنے زوج اول پر حرام ہوگئی اور اگر اس کو حلال کرنا چاہے تو یہ طریقہ ہے کہ جب اس کا وضع حمل ہو جاوے، پھر کسی دوسرے سے نکاح پڑھاوے، اس طرح کہ کوئی شرط اس میں وقت اور چھوڑنے وغیرہ کی نہ ہو۔ اگر کوئی قید ہوگی تو نکاح درست نہ ہوگا اور پھر دوسرا خاوند اس سے قربت کرے اور بعد قربت کے اپنے ہی نکاح میں رکھے، جب اس کو تین حیض آجاویں تو اس وقت طلاق دے اور بعد طلاق کے اس کی عدت پوری ہو اور اگر اس عرصہ میں حمل ہو گیا تو وضع ہو، ورنہ جب تک تین حیض آجاویں، اس وقت شوہر اول سے نکاح ہوسکتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی کم ہو جاوے گی تو ہرگز نکاح نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۸۵، ۳۸۶)

مجمع میں ایجاب وقبول بہ لفظ ''ناتہ'' ہو تو نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: لوگوں کا مجمع ہوا اور اس میں ایجاب وقبول بلفظ ناطہ ہوا، نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے: **هل اعطيتنيها إن كان المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد، الخ، (قوله: إن المجلس للنكاح) أى لانشاء عقده لأنه يفهم منه التحقيق فى الحال فإذاقال الآخر: اعطيتكها أوفعلت لزم وليس للأول أن لايقبل.** (۱)

حاصل یہ ہے کہ ایسی صورت میں دلالت حال کا اور مجلس کا اعتبار ہوتا ہے، اگر اس وقت اجتماع لوگوں کا بغرض خطبہ وپختگی منگنی کے تھا تو الفاظ مذکورہ سے منگنی ہوتی ہے، نکاح نہیں ہوتا اور چوں کہ لفظ ناطہ کے ساتھ ایجاب وقبول ہوا ہے، یہ قرینہ ہے کہ خطبہ کے لیے اجتماع ہوا تھا؛ اس لیے اس صورت میں خطبہ ''منگنی'' ہوا ہے، نکاح نہیں ہوا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۹/۷)

چھوٹے آلہ تناسل والے کے لیے نکاح کا حکم:

سوال: گاؤں سے ایک آدمی نے مجھ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر ایک آدمی کا آلہ تناسل صرف تین انچ ہو تو اس کو شادی کرنا چاہیے، یا نہیں؟ اس کو انزال بھی ہوتا ہے۔ شریعت کا اس کے لیے کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب بعون الملك الوهاب

مذکورہ شخص کو شرعاً نکاح کرنے کی اجازت ہے، بشرطیکہ وہ داخل فرج یعنی (عورت کی شرمگاہ کے اندرونی حصہ) تک آلہ تناسل پہنچانے پر قادر ہو۔

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳۰٤/۲، ظفیر

لمافی الهندية (۵۲۵/۱،الباب الثانی عشر فی العنين) : ويلحق بالمجبوب من كان ذكره صغيرا جدا كالزر لامن كانت آلته قصيرة لايمكن ادخالها داخل الفرج كذا فی البحر الرائق.

وفی الدرالمختار (۴۹۴/۳،باب العنين) :(إذا وجدت) المرأة (زوجها مجبوبا) أو مقطوع الذكر فقط أوصغيره جداكالزرولو قصيرا لا يمكنه إدخاله داخل الفرج فليس لها الفرقة بحر وفيه نظر.

وفی الشامية تحته (قوله:وفيه نظر) أشار إلى ما قاله الشرنبلالی فی شرحه على الوهبانية،أقول: إن هذا حاله دون حال العنين لإمكان زوال عنته فيصل إليها،وهو مستحيل هنا، فحكمه حكم المجبوب بجامع أنه لا يمكنه إدخال آلته القصيرة داخل الفرج، فالضرر الحاصل للمرأة به مساو لضرر المجبوب فلها طلب التفريق؛وبهذا ظهر أن انتفاء التفريق لا وجه له وهو من القنية فلا يسلم،آه، قلت: لكن لم ينفرد به صاحب القنية، بل نقله فی الفتح والبحر عن المحيط،والأحسن الجواب بأن المراد بداخل الفرج نهايته المعتاد الوصول إليها، ولذا قال فی البحر: وظاهره أنه إذا كان لا يمكنه إدخاله أصلا فإنه كالمجبوب لتقييده بالداخل اه وقدمنا ما هو صريح فی اشتراط إدخال الحشفة. (نجم الفتاوی:۳۶۱/۵)

ہندومردہ کے جلنے کا منظر دیکھنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا:

سوال: ایک روز دل میں خیال آیا کہ ہندواپنا مردہ کس طرح جلاتے ہیں، دیکھنا چاہیے،ایک بڑے زمین دار ہندو کا انتقال ہوگیا، زید یہ دیکھنے کے لیے مسان گھاٹ چلا گیا، دورچھپ کر دیکھتا رہا، چندسال گزرجانے کے بعد زید نے اپنے دوستوں سے اس کا ذکرکیا، ایک دوست نے کہا کہ تمہارا نکاح فسخ ہوگیا، لہٰذا آپ دوسرا نکاح کریں۔ شرعاً یہ درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

غیر مسلموں کی مذہبی اور معاشرتی رسموں میں دیکھنے کے لیے بھی شرکت نہیں کرنی چاہیے؛ لیکن ایسا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا، لہٰذا صورت مسئولہ میں زید کا نکاح فسخ نہیں ہوا۔ واللہ سبحانہ اعلم

۱۳۹۶/۱۰/۲۱ھ (فتویٰ نمبر:۲۴۲۶/۲۷ھ) (فتاویٰ عثمانی:۳۰۷/۲-۳۰۸)

شادی میں تاخیر کی وجہ سے روزہ رکھنے کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے دل میں نکاح کی خواہش نہ ہونے کی وجہ سے نکاح نہیں کرتیں اور بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے رشتے نہ آنے کی وجہ سے نکاح نہیں کرتیں تو ان دونوں قسموں کی عورتوں کے لیے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

علماء احناف کے نزدیک نکاح کرنا اس مرد وعورت پر واجب ہے، جن کا نکاح کے بغیر گناہ میں پڑ جانے کا قوی

اندیشہ ہو، البتہ وہ مرد و عورت جو اعتدال کی حالت میں ہوں ؛ یعنی اگر شادی نہ کریں تو گناہ میں واقع ہونے کا اندیشہ نہ ہو (اگر مرد ہو تو نان ونفقہ اور مہر دینے پر بھی قادر ہو) تو ان کے لیے نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ شادی نہ کرنے کی صورت میں پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑنے کا گناہ ہوگا، خصوصاً اس پُرفتن زمانے میں شادی سے اعراض کرنا خطرے سے خالی نہیں۔

جو مرد و عورت کسی مجبوری کی وجہ سے شادی نہیں کر سکتے، مثلاً رشتہ وغیرہ نہیں ملتا تو ان کو چاہیے کہ کثرت سے نفلی روزے رکھا کریں اور ذکر وعبادت کیا کریں؛ تا کہ اس کے ذریعے وہ خواہش نفسانی پر قابو پاسکیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے بہتر رشتے کا انتظام فرمادے۔

لمافی البخاری (۷۵۷/۲): عن عبادة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، فلما أخبروا کأنهم تقالوها، فقالوا: وأین نحن من النبی صلی اللّٰه علیه وسلم؟ قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر، قال أحدهم: أما أنا فإنی أصلی اللیل أبدا، وقال آخر: أنا أصوم الدهر ولا أفطر، وقال آخر: أنا أعتزل النساء فلا أتزوج أبدا، فجاء رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إلیهم، فقال: أنتم الذین قلتم کذا وکذا، أما واللّٰه إنی لأخشاکم لله وأتقاکم له، لکنی أصوم وأفطر، وأصلی وأرقد، وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی.

وفی الدر المختار (۶/۳): (ویکون واجبا عند التوقان) فإن تیقن الزنا إلا به فرض نهایة وهذا إن ملک المهر والنفقة وإلا فلا إثم بترکه بدائع(و) یکون (سنة) مؤکدة فی الأصح فیأثم بترکه ویثاب إن نوی تحصینا وولدا (حال الاعتدال).

وفی الرد تحته: (قوله:عند التوقان)...قلت وکذا فیما یظهر لو کان لا یمکنه منع نفسه عن النظر المحرم أوعن الاستمناء بالکف فیجب التزوج وإن لم یخف الوقوع فی الزنا... (قوله: فیأثم بترکه) لأن الصحیح أن ترک المؤکدة مؤثم کما علم فی الصلاة بحر وقدمنا فی سنن الصلاة أن اللاحق بترکها إثم یسیر وأن المراد الترک مع الإصرار... (قوله:أی القدرة علی وطء)... وزاد المهر والنفقة لأن العجز عنهما یسقط الفرض فیسقط السنیة بالأولی ... وقد صرح فی الأشباہ بأن النکاح سنة مؤکدة فیحتاج إلی النیة. (نجم الفتاوی:۳۶۴،۳۶۳/۵)

عورت جنت میں کون سے شوہر کے ساتھ ہوگی:

سوال: مفتی صاحب! حدیث میں آتا ہے کہ خاوند اور بیوی دونوں جنت میں اکٹھے رہیں گے اور اس کی بیوی حوروں کی سردار ہوگی؛ لیکن اگر خاوند فوت ہوجائے اور اس کی بیوی کسی دوسرے مرد سے شادی کرلے تو آیا یہ عورت جنت میں پہلے خاوند کے ساتھ ہوگی، یا دوسرے خاوند کے ساتھ؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

روایات احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خاوند اور بیوی دونوں جنت میں بھی ایک ساتھ اکٹھے رہیں گے، البتہ کسی عورت نے طلاق کے بعد یکے بعد دیگرے کئی جگہ نکاح کیا اور آخری مرتبہ طلاق کے بعد کسی اور جگہ نکاح نہیں کیا تو آخرت میں اس کو اختیار حاصل ہوگا کہ جس نیک وصالح مرد کے ساتھ رہنا چاہے تو اس کے ساتھ عقد نکاح کر دیا جائے گا۔ اگر شوہر یکے بعد دیگرے فوت ہوئے ہوں، یا طلاق دی ہو؛ لیکن آخری شوہر نے طلاق نہ دی، یا عورت آخری شوہر کے عقد نکاح میں فوت ہوگئی، یا خاوند فوت ہوگیا اور اس عورت نے کسی اور جگہ نکاح نہ کیا تو قرین قیاس یہی ہے کہ یہ عورت جنت میں آخری خاوند کے ساتھ رہے گی۔

لما فی كنز العمال (٤٥٥٨١/١٦): تخير فتختار أحسنهما خلقا كان معها فى الدنيا فيكون زوجها فى الجنة يا أم حبيبه ذهب حسن الخلق بخير الدنيا والآخرة. (طب)

وفی الفتاویٰ الحديثية (ص: ٤٩): وسئل رضى الله عنه: عمن تزوجت أزواجا لمن تكون له منهم فى الآخرة؟ فأجاب بقوله: أخرج الطبرانى عن أم سلمة رضى الله عنها فى صفة أهل الجنة حديثا طويلا وفيه "قلت يا رسول الله المرأة تتزوج الزوجين والثلاثة والأربعة فى الدنيا ثم تموت فتدخل الجنة ويدخلون معها من يكون زوجها منهم؟ قال صلى الله عليه وسلم إنها تخير فتختار أحسنهم خلقا، فتقول يارب إن هذا كان أحسنهم خلقا فى دار الدنيا فزوجنيه، يا أم سلمة ذهب حسن الخلق بخير الدنيا والآخرة وأخرج الخرائطى فى مكارم الأخلاق والبزار والطبرانى عن أنس أن أم حبيبة رضى الله عنهاقالت يارسول الله المرأة يكون لها الزوجان فى الدنيا تموت ويموتان فيجتمعون فى الجنة لأيهما تكون؟ فقال صلى الله عليه وسلم لأحسنهما خلقا كان عندها فى الدنيا ذهب حسن الخلق بخير الدنيا والآخرة ولا يعارض ذلک ما أخرجه ابن سعد عن أبى الدرداء رضى الله عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول المرأة لآخر أزواجها فى الآخرة لإمكان الجمع بأن الأول فيمن طلقوها ولم تمت فى عصمة أحدمنهم والثانى فيمن ماتت فى عصمته أومات عنها ولم تتزوج بعده، ثم رأيت ما يؤيده وهو ما أخرجه ابن سعدفى طبقاته عن أسماء بنت أبى بكر كانت تحت الزبير بن العوام و كان شديدا عليها فأتت أباها فشكت ذلک إليه فقال لها يا بنية اصبرى فإن المرأة إذا كان لها زوج صالح ثم مات عنها ولم تتزوج بعده جمع بينهما فى الجنة ولا ينافيه ما أخرجه ابن وهب عن أبى بكر رضى الله عنه أيضاً قال بلغنى أن الرجل إذا ابتكر بالمرأة تزوجها فى الآخرة لإمكان حمله على ما إذا ماتت معه أو مات ولم تتزوج بعده. (نجم الفتاوی: ۳۶۵/۵، ۳۶۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ جس عورت پر پڑ جائے، اس کے شوہر پر اُسے طلاق دینا واجب ہوجاتا تھا، کیا یہ درست ہے:

سوال: میں ایک مسجد میں عصر کے بعد ایک بزرگ کا بیان سن رہا تھا۔ درمیان میں یہ حدیث آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راستے میں ایک عورت پر نظر پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے تعجب میں ڈالا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر آکر سودہ رضی اللہ عنہا سے مقاربت کی، الخ۔۔۔ میں نے اپنے علاقے کے مولوی صاحب (امام) سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا، انہوں نے تائید کی؛ لیکن مجھے تردد یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اجنبیہ کی طرف کیسے دیکھا؟ اس کا وہ کوئی شافی جواب تو نہ دے سکے؛ لیکن انہوں نے یہ انکشاف کر کے مجھے حیران و ششدر کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کو دیکھ لیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند آجائے تو اس عورت کے شوہر پر اسے طلاق دینا واجب ہوجاتی تھی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ میں بڑا متردد ہوا؛ لیکن کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ الجھن ذہن میں تھی۔ آپ حضرات تحریری جواب دے دیں۔ یہ بھی بتادیں کہ حدیث کا کیا مطلب ہے؟ نیز کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی کوئی خصوصیت ہے، میں نے کبھی نہیں سنی کسی سے، یا ایسا کوئی واقعہ ہوا ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مذکورہ واقعہ کتب حدیث میں موجود ہے، واقعہ یہ تھا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک اجنبیہ عورت پر پڑی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عورت اچھی لگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش کو گھر آکر اپنی زوجہ مطہرہ حضرت سودہ سے پورا فرمایا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل ایک حکم شرعی کا سبب تھا۔ امت کو معلوم ہوجائے کہ اگر کسی کے ساتھ اس طرح کی صورتحال پیش آجائے تو کیا کرے؟ جیسا کہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھول جانا ایک حکم شرعی کا سبب ہوا۔

قرآن کریم کی آیت ﴿ولا تخفی فی نفسک﴾ اور ﴿وامرأة مؤمنة وهبت نفسها للنبی﴾ کی تفسیر میں بعض مفسرین نے اور حدیث مذکورہ کی تشریح میں بعض شارحین نے کمزور روایات کی بنا پر مذکورہ خصوصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے شمار کی ہے؛ لیکن دوسرے محققین اور محتاط مفسرین اور شراح نے اُن روایات اور اس خصوصیت کی سخت تردید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور نہ کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے۔

لما فی التعلیق الصبیح (٤/١١، کتاب النكاح باب النظر فی المخطوبة الفصل الثانی، ط: دار الفکر): (قوله: فأعجبته) بمقتضى الطبيعة كالنظرة الأولى التي لا بأس بها وقد صار ذلک سبباً لحكم شرعي كالسهو في الصلاة وإنما فعله صلى الله عليه وسلم وآكده بالقول تعليماً وتشريعاً فافهم، وقد يعد من خصائصه صلى الله عليه وسلم وجوب طلاق مرغوبته على الزوج فله صلى الله عليه وسلم شأن ليس لغيره من الأمة، الخ.

وفی أحکام القرآن لابن العربی (۵۹۹/۳،تفسیر سورۃ الاحزاب،ط:دارالکتب العلمیة) :العاشر اذا وقع بصرہ علی امرأۃ وجب علی زوجھا طلاقھا وحل له نکاحھا قال القاضی ھٰکذا قال إمام الحرمین وقد بینا الأمر فی قصة زید بن حارثه کیف وقع،الخ.

وفیه أیضاً:قال القاضی وما وراء ھذہ الروایة غیرمعتبر فأما قولھم إن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم رآھا فوقعت فی قلبه فباطل،الخ.

وفی التفسیر المنیر (جزء۲۲/۷۳،تفسیر سورۃ الاحزاب،ط:دارالفکر):العاشر إذا وقع بصرہ علی امرأۃ وجب علی زوجھا طلاقھا، وحلّ له نکاحھا، ھذا ما قاله إمام الحرمین .وقد بیّنا فی قصة زید بن حارثة أن ھٰذا لا یلیق بمنصب النبوۃ، وکل ما روی مما فیه مساس بذلک ھو ساقط غیر معتبر ولا دلیل علیه.

وفیه أیضاً(جز۲۲/۷۷):ظاھر قوله تعالی: وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ ناسخ لما کان قد ثبت له صلی اللّٰه علیه وسلّم من أنه إذا رأی واحدۃ، فوقعت فی قلبه موقعا کانت تحرم علی الزوج، ویجب علیه طلاقھاوھو دلیل علی منع تبدیل زوجات النبی صلی اللّٰه علیه وسلّم اللاتی اخترنه وھن تسع.

وفی التفسیر الکبیر (۲۲۳/۱۳،جزء۲۵،تفسیر سورۃ الاحزاب،ط:دارالفکر) : ظاھر ھذا ناسخ لما کان قد ثبت له صلی اللّٰه علیه وسلم من أنه اذا رأی واحدۃ فوقعت فی قلبه موقعاً کانت تحرم علی الزوج ویجب علیه طلاقھا،الخ. (نجم الفتاوی:۳۶۹/۵،۳۷۰)

یوسف علیہ السلام کا بی بی زلیخا سے نکاح:

سوال: مفتی صاحب! انتقال سے قبل بی بی زلیخا مومنہ تھیں، یا کافرہ؟ بی بی زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوھاب

مفسرین کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی زلیخا بت پرست تھیں اوران کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے ثابت ہے، لہٰذا بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعد میں مسلمان ہوگئی تھیں۔

لما فی أحکام القرآن للقرطبی جزء التاسع (۲۶۵/۵،۲۷۰) وولد لیوسف علیه السلام من امرأۃ العزیز افراثیم ومنشا ورحمة امرأۃ أیوب علیه السلام.

وفی التفسیر روح المعانی (۶۳/۵):وقد ولد له من امرأۃ العزیز أفراثیم وھو جد یوشع علیه السلام ومیشا ورحمة زوجة أیوب علیه السلام ولقد توارثت الفراعنة من العمالقة بعدہ مصر

ولم يزل بنو إسرائيل تحت أيديهم على بقايا دين يوسف و آبائه عليهم السلام إلى أن بعث الله تعالى موسى عليه السلام فكان ما كان. (نجم الفتاوی:۵/۳۷۱،۳۷۲)

نکاح کے لیے کنواری لڑکی کوترجیح دی جائے، یا بیوہ کو:

سوال: مفتی صاحب! شادی کے معاملے میں کنواری لڑکی کوترجیح دی جائے، یا شادی شدہ مطلقہ، یا متوفی عنہا زوجہا کوترجیح دی جائے؟ میں نے کسی سے سنا تھا کہ کنواری سے نکاح افضل ہے؛ لیکن دوسری طرف ہمارے ہاں معاشرے میں بہت سی لڑکیاں چھوٹی عمر میں ہی شوہر کے انتقال کا غم سہتی ہیں اور پھران کا نکاح ایک مسئلہ بن جاتا ہے۔ ہر مرد کنواری لڑکی سے نکاح کرنا چاہ رہا ہوتا ہے۔ ازراہ کرم مسئلے کے تمام پہلوؤں کی مفصل وضاحت فرمادیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

"**عليكم بالأبكار فإنهن أعذب أفواها وأنتق أرحاما وأرضى باليسير**". (مشكاة، ص:٢٦٨)

(کنواری لڑکیوں سے نکاح کرو کیوں کہ کنواری لڑکی شیریں دہن والی، زیادہ بچے جننے اور کم پر راضی ہوجانے والی ہوتی ہیں۔)

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ثیبہ عورت سے نکاح کا ذکر ہے۔ آپ کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا:

"**بكر أم ثيب؟ قلت: ثيب، قال: فهلا جارية تلاعبها وتلا عبك**". (البخاري: ٢/٧٦٠)

(کنواری سے نکاح کیا ہے، یا ثیبہ سے؟ میں نے جواب دیا کہ ثیبہ سے۔ فرمایا: کنواری سے کیوں نہ کیا؛ تاکہ وہ تمہارے ساتھ اور تم اس کے ساتھ دل بہلاتے۔)

ان احادیث سے کنواری لڑکی سے نکاح کی ترجیح معلوم ہوتی ہے؛ لیکن دوسری طرف جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ سوائے اماں عائشہ کے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ثیبہ تھیں۔ ظاہر ہے کوئی مصلحت تھی، تب ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی کثرت سے ثیبات سے نکاح فرمائے۔ اسی طرح دیگر روایات میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ جواب بھی ملتا ہے کہ میری بہنیں وغیرہ ہیں؛ اس لیے میں نے ثیبہ سے نکاح کیا (کہ وہ تجربہ کار ہوگی، ان کی تربیت بھی کرلے گی)۔

لہٰذا مسئلہ کے دو پہلو ہیں: ایک یہ کہ عام اوقات میں تو کنواری لڑکی کو ہی ترجیح دینا چاہیے؛ کیوں کہ ثیبہ میں بہت سے عوارض ہوتے ہیں، جیسا کہ مرقاۃ (۲۴۸/۶، ط: رشیدیہ) پر ملّا علی قاری نے احیاء کے حوالے سے لکھا ہے کہ ثیبہ عورت شوہر کے ان اوصاف کو برداشت نہیں کرپاتی، جو پہلے شوہر سے مختلف ہوں، اسی طرح کم پر راضی نہیں ہو پاتیں، نیز مرد بھی ایسی عورت سے جس کو پہلے بھی کسی نے چھوا ہو، طبعاً کھچاؤ محسوس کرتا ہے؛ لیکن مسئلہ کا دوسرا پہلو وہی ہے کہ

مصالح کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اور دیگر بزرگانِ دین نے ایسے نکاح فرمائے ہیں، لہٰذا اگر مصلحت اس کی متقاضی ہو کہ ثیبہ سے نکاح کیا جائے تو پھر یہ افضل ہوگا۔

بالخصوص ایسی لڑکیاں جو جوانی میں ہی ثیبہ ہو جائیں، ان سے نکاح کو رواج دینا شرعاً ضروری ہے؛ کیوں کہ ان کا تا حیات بے نکاحی کی حالت میں رہنا خطرناک ہے، چنانچہ کسی خاندان یا علاقے میں ایسی صورتحال ہو تو سرپرستوں کو اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے، ان شاء اللہ دنیا و آخرت میں سرخروئی کا باعث بنے گا۔ (نجم الفتاوی: ۵/۳۹۴، ۳۹۵)

☆ ☆ ☆

میاں، بیوی اور اولاد کے حقوق

میاں بیوی کے حقوق:

سوال: مفتی صاحب! میاں اور بیوی کے ایک دوسرے پر کیا کیا حقوق ہیں، ذرا تفصیل سے بیان فرمادیں اور کیا ان حقوق پر لڑنا، جھگڑنا جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

میاں، بیوی کا تعلق انتہائی اہم اور نازک نوعیت کا حامل ہے، یہ ایک دیرپا اور تحمل و برداشت کا متقاضی عقد ہے۔ ایک شخص جب عورت کو اپنے نکاح میں لیتا ہے تو وہ تاحیات اس کے ساتھ رہنے کا عزم کرتا ہے؛ اسی لیے شریعت میں ایسا نکاح جو ہمیشگی کے لیے نہ ہو؛ بلکہ ایک مخصوص مدت تک کے لیے عقد کیا جائے تو یہ نکاح ہی نہیں؛ بلکہ حرام کاری اور زنا کے حکم میں ہے۔ ہر مسلمان کے کچھ حقوق ہوتے ہیں، لہذا جب نکاح کا معاملہ اتنی اہمیت اور توجہ کا حامل ہے تو اس کے حقوق بھی اتنے ہی اہم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

"خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي وإذا مات صاحبكم فدعوه". (مشكاة: ٢٨١/٢)

(تم میں بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے اہل کے لیے سب سے بہتر ہوں اور جب تم میں سے ایک مرجائے تو اس کو چھوڑ دو [اور اس کا صرف ذکر خیر کرو]۔)

اسی طرح بے شمار احادیث میں پیغمبر دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق بیان فرمائے ہیں۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن أبي هريرة قال: قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم: أي النساء خير؟ قال: التي تسره إذا نظر وتطيعه إذا أمر ولا تخالفه في نفسها ولا مالها بما يكره. (مشكاة: ٢٨٣/٢)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بہترین عورت کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے اس کا شوہر دیکھے تو خوش ہو جائے اور جب وہ اسے کسی چیز کا حکم دے تو اسے بجالائے اور اس کے مال اور اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی ایسا فعل نہ کرے، جو اسے [شوہر کو] ناپسند گزرے۔)

ایک اور حدیث میں ہے:

وعن حكيم بن معاوية القشيري عن أبيه قال: قلت: يا رسول الله ما حق زوجة أحدنا عليه؟

قال:أن تطعمها إذا طعمت وتكسوها إذا اكتسيت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر إلا في البيت.[رواه أحمد وأبو داود وابن ماجه](مشكاة:۲/۲۸۱)

(حکیم بن معاویہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہماری بیویوں کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا کہ جب تم کھاؤ تو انہیں کھلاؤ، جب تم پہنو تو انہیں پہناؤ اور چہرے پر نہ مارو، لعن طعن یا گالیاں نہ دو اور ان سے علاحدہ رہائش اختیار نہ کرو [اور اگر کسی وجہ سے علیحدہ رہنا ضروری ہو تو] گھر میں ہی علیحدہ رہ لو۔)

الغرض اس طرح کی بے شمار احادیث کتب حدیث میں بکھری پڑی ہیں۔ محدثین نے صفحات کے صفحات اور زندگیاں ان کے جمع کرنے میں گزار دیں۔ یہ تمام احادیث ہمارے لیے نمونہ ہیں۔ان کے مطابق اگر ہم ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی فکر کریں گے تو ان شاء اللہ تعالی دنیا وآخرت کی کامیابی نصیب ہوگی۔ اگر اپنی نفسانیت، یا ہٹ دھرمی کو ہی زندگی گزارنے کے لیے طے کرلیا جائے اور صرف اپنے حقوق لینا یاد رہے اور خود پر جو حقوق لازم ہیں، ان کی طرف بالکل التفات ہی نہ کیا جائے تو اس کا نتیجہ بربادی ہے۔ دنیا کی زندگی بھی اجیرن اور آخرت کا گھر بھی دہکتا انگارا۔لہٰذا ذیل میں قرآن کریم کی آیات اور پیغمبر دو جہاں کے فرامین سے مستفاد فقہاء کرام کے طے کردہ میاں بیوی کے ایک دوسرے پر موٹے موٹے حقوق تحریر کئے جا رہے ہیں:

مرد پر بیوی کے حقوق:

(۱) مرد پر بیوی کا پہلا حق جماع کرنا ہے؛ یعنی چار ماہ سے زائد تک ہمبستری نہ کرنا جائز نہیں، اگر کسی وجہ سے ہمبستری میں چار ماہ سے زائد وقفہ آرہا ہو تو بیوی کی اجازت ضروری ہے اور چار ماہ سے کم میں بھی بیوی جیسے جیسے مطالبہ کرے تو اس کا حق زوجیت ادا کرنا چاہیے۔

(۲) مرد پر بیوی کے لیے کھانے پینے اور کپڑوں کا انتظام کرنا ضروری ہے، سال میں دومرتبہ کپڑے بنانے کا حق بیوی کو حاصل ہے۔ نیز اس انتظام کرنے میں میاں اور بیوی دونوں کی مالداری اور غربت کا اعتبار کیا جائے گا۔اگر دونوں امیر ہیں تو اعلی، غریب ہیں تو ادنی، ایک امیر ایک غریب ہے تو متوسط نفقہ [کھانا، پینا، کپڑے وغیرہ ضروریات] واجب ہے۔

(۳) مرد پر بیوی کے لیے رہائش کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔ ہر بیوی کو الگ گھر دلانا ضروری نہیں، البتہ ایسا کمرہ جس کے ساتھ کچن اور باتھ روم علاحدہ سے ہو اور وہ صرف بیوی کے استعمال میں ہوں، کسی غیر کا اس میں دخل نہ ہو، ایسی رہائش دینا مرد پر لازم ہے۔

(۴) عورت اگر نافرمان یا بدتمیز نہ ہو تو اسے اپنے ساتھ بسانا اور آباد کرنا ضروری ہے۔خدائے بزرگ وبرتر کا ارشاد ہے:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾(النساء:۱۹)

(اوران عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزارہ کرو۔)

لہٰذا مرد کا بیوی سے بلا وجہ علاحدہ رہنا درست نہیں۔

(۵) مرد پر ضروری ہے کہ ہفتے میں ایک مرتبہ بیوی کو اس کے والدین سے ملائے۔ چاہے اس کی کوئی بھی صورت ہو اور اگر مرد نہیں ملاتا تو عورت کو ہفتے میں ایک بار اپنے والدین سے ملنے کا حق حاصل ہے۔

(۶) شوہر پر ضروری ہے کہ بدگمانی اور حد سے تجاوز کرنے سے گریز کرے۔ ڈیوٹی پر جاتے ہوئے باہر سے تالا لگا دینا وغیرہ امور سے اجتناب کرے۔ اگر عورت کی کوئی غیر شرعی بات سامنے آئے تو اولاً اسے پیار سے سمجھائے، پھر ڈانٹ کر سمجھائے، پھر بھی بات نہ بنے تو بستر علاحدہ کرے اور پھر بھی بات نہ بنے تو خاندان والوں کے ذریعے معاملے کو سلجھانے کی کوشش کرے اور آخری حل شریعت میں طلاق رکھا گیا ہے، احسن طریقے سے طلاق دے دے؛ لیکن مرد کو چاہیے کہ اپنے اندر بردباری اور تحمل کا مادہ پیدا کرے۔ مرد کی یہ شان نہیں کہ بات بات پر مار دھاڑ کرنا، نیز طلاق پر طلاق دیتے جانا، یہ غلط اقدام ہیں۔ اس سلسلے میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق افہام وتفہیم، کچھ سننا کچھ سنانا کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے معاملے کو حل کرنا شرعاً ممدوح ہے۔ خاندان کا ٹوٹ جانا، یا فتنہ فساد برپا کرنا نہ مسئلے کا حل ہے اور نہ شرعاً قابل تعریف۔

اس تشریح کا یہ مطلب نہیں کہ مرد اور عورت ازدواجی معاملات میں یکساں اور ایک ہی درجے میں ہیں؛ بلکہ مرد شرعاً قوام اور گھر کا سربراہ ہے۔ اس کا حکم مقدم ہے۔ گھر کی تمام پالیسیاں بنانا مرد کا کام ہے۔ طلاق دینا مرد کا حق ہے۔ اس کی رضامندی کے بغیر چاہے بڑے سے بڑا کورٹ ہو، یہ عقد تحلیل نہیں کرسکتا؛ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرد ڈکٹیٹر بن جائے اور ہر مسئلے کو کوڑے سے حل کرنے کی کوشش کرے۔ اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی حیات کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اپنی کثیر التعداد ''ازواج مطہرات'' کے ساتھ زندگی بسر فرماتے تھے۔ سوائے ایک آدھ تلخ واقعات کے (جسے بھی حل کرلیا گیا) پوری حیات مبارکہ میں کوئی ناخوشگوار کیفیات، یا روز روز کے جھگڑے نظر نہیں آتے۔ الغرض مرد کی حاکمیت کو بھی شریعت نے ایک حد دی ہے اور اسی حد میں وہ درست ہے۔

(۷) ایک اور حق مرد پر بیوی کا یہ ہے کہ اس کے علاج معالجہ کا بندوبست کرے۔

(۸) بچے کو دودھ پلانا عورت پر ضروری نہیں۔ اگر عورت دودھ نہیں پلاتی تو بچے کے لیے دایہ کا انتظام کرنا مرد پر ضروری ہے؛ لیکن عورت اگر دودھ پلاسکتی ہے اور کوئی ضرر نہ ہو تو اسے بچے کو خود دودھ پلانا چاہیے۔ یہ بچے کے لیے بھی مفید اور ازدواجی معاملات میں معاون بھی ہوگا۔

(۹) شوہر پر ضروری ہے چار ماہ سے زائد بیوی کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ رہے، البتہ بیوی کی اجازت کے ساتھ رہ سکتا ہے؛ لیکن یہ تفصیل اس وقت ہے، جب کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر اندیشہ ہو تو مرد کا گھر سے باہر رہنا بیوی کی اجازت سے بھی درست نہیں۔

عورت پر شوہر کے حقوق:

(۱) عورت پر مرد کا سب سے پہلا حق تو یہ ہے کہ مرد کو جب بھی خواہش ہو تو وہ ہمبستری سے (بلا عذر شرعی) منع نہ کرے۔ دراصل نکاح کا اصل مقصد عفت کا حصول اور پاکدامنی اختیار کرنا ہے اور اس کے لیے میاں بیوی کا ایک دوسرے کی خواہش کا احترام کرنا ضروری ہے۔ایک حدیث میں یہاں تک ارشاد ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا الرجل دعا زوجتہ لحاجتہ فلتأتہ وإن کانت علی التنور. [رواہ الترمذی] (مشکاۃ: ۱۸۲/۲)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مرد بیوی کو اپنی ضرورت کے لیے بلائے تو اسے چاہیے کہ فوراً چلی آئے، اگرچہ تنور پر بیٹھی ہو [اور تنور میں لگی روٹی جل جائے]۔)

اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مرد کا ہمبستری کا حق کتنا ضروری ہے۔ چاہے روٹی ضائع ہو رہی ہو تو ہو جائے؛ لیکن اس حق میں تاخیر نہ ہو۔ایک اور حدیث میں ہے:

عن أبی ھریرۃ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا دعا الرجل امرأتہ إلی فراشہ فأبت فبات غضبان لعنتھا الملائکۃ حتی تصبح. (مشکاۃ: ۲۸۱/۲)

(حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد بیوی کو بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کر دے اور مرد غصے کی حالت میں رات گزار دے [اور یہ عورت اس سے معافی مانگ کر اس کا حق ادا نہ کرے] تو فرشتے ایسی عورت پر صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔)

(۲) عورت پر مرد کا دوسرا حق یہ ہے کہ وہ اپنی عزت و عصمت اور شوہر کی عدم موجودگی میں اس کے مال کی حفاظت کرے اور ہر ایسے شخص سے جس سے ملنا شوہر کو پسند نہ ہو، ملنے سے اجتناب کرے۔اگر وہ نامحرم ہو تو ملنا کسی صورت میں درست نہیں۔

(۳) شوہر کے والدین کی خدمت، شوہر کے چھوٹے بھائی بہنوں کی خدمت یہ حکم کے درجے میں بیوی پر ضروری نہیں۔اگر وہ نہیں کرتی تو اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا؛ لیکن دیانۃً واخلاقاً بیوی کو شوہر کے والدین اور چھوٹے بھائی بہنوں کی خدمت کرنا چاہیے۔ بیوی اگر گھر کو ہنستا بستا دیکھنا چاہتی ہے تو اسے اپنے اوپر لازم حکم سے آگے چل کر اخلاقی آداب کو بھی بجالانا ہوگا اور فیما بینھا وبین اللہ اسے یہ امور انجام دینے چاہئیں۔

(۴) شوہر کے گھر کا کام کاج، کپڑے دھونا، جھاڑو لگانا، ہانڈی پکانا بیوی پر دیانۃً ضروری ہیں؛ لیکن یہ سب حکم کے درجے میں لازم نہیں۔اس میں بھی نمبر:۳ والی تفصیل ہے۔ یہ معاملات افہام وتفہیم سے حل کرنے والے ہیں۔اگر بیوی کو کوئی عذر ہے تو شوہر کو چاہیے ان کاموں کے لیے انتظام کرے۔اگر عذر نہ ہو تو بیوی کو چاہیے کہ امور خانہ داری کو بطریق احسن ادا کرے؛ کیوں کہ یہ سب شرعاً اگرچہ حکم کے درجے میں نہیں اور نہ جبراً ان کی انجام دہی کرائی جا سکتی

ہے؛ لیکن دونوں جہانوں کے پیغمبر کی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہراء کی سنت ضرور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمے باہر کے امور اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذمے گھر کے امور لگائے تھے، جو کہ حضرت فاطمہ انجام دیتی تھیں حتی کہ ایک مرتبہ آٹا گوندھنا اور اس جیسے پر مشقت امور سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھک گئیں، ان دنوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند غلام آئے ہوئے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا غلام لینے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی درخواست سن کر جو جواب دیا، وہ یہ ہے: "سَبَقَکُنَّ یَتَامٰی بَدْرٍ" [بدر کے یتیم تم سے سبقت لے گئے] یعنی بدر کے یتیم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔

لہٰذا عورت کو چاہیے بقدر استطاعت یہ تمام امور انجام دے۔

(۵) بیوی پر شوہر کی اطاعت بھی لازم ہے۔ اس کے حکم کو بجالانا، اسے گھر کا سربراہ سمجھنا ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

وعن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو كنت آمر أحدا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها. [رواه الترمذی] (مشكاة: ۲۸۱/۲)

(اگر میں کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو ضرور بیوی کو شوہر کے سامنے سجدہ کا حکم دیتا۔)

ایک اور حدیث میں ہے:

المرأة إذا صلت خمسها، وصامت شهرها، وأحصنت فرجها، وأطاعت بعلها، فلتدخل من أی أبواب الجنة شائت. (مشكاة: ۲۸۱/۲)

(ایک عورت اگر پنج وقتہ نماز پڑھے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے، اپنی عصمت کی حفاظت کرے، اپنے شوہر کی اطاعت کرے [اگر دنیا میں یہ کام کرے تو آخرت میں] اسے اختیار ہوگا، جس دروازے سے جنت میں داخل ہونا چاہے، ہو جائے۔)

اس سے بڑی بشارت اور کیا ہو سکتی ہے، لہذا عورت پر مرد سے بدزبانی کرنا، یا تکرار کرتے ہوئے روبرو جواب دینا قطعاً درست نہیں۔ تحمل اگرچہ مرد کے لیے بھی ضروری ہے؛ لیکن عورت کے لیے گھر کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے تحمل و برداشت مرد سے زیادہ ضروری ہے۔

(۶) مرد اگر بیوی کا پورا مہر ادا کر چکا ہے تو اب اگر وہ بیرون ملک بھی عورت کو سفر پر لے جانا چاہ رہا ہے تو لے جا سکتا ہے۔ شرعاً اس میں بیوی کو منع کرنے کا حق نہیں۔

(۷) بیوی کو چاہیے کہ شوہر کے سامنے زیب و زینت اختیار کرے اور ایسی کیفیت میں رہے، جس سے مرد کے دل کو فرحت ملے۔ پراگندہ بال میلے کپڑے اور بدبودار پیراہن مرد کے لیے تنفر کا باعث ہوگا اور یہ تکدر آئندہ رفتہ رفتہ برے نتائج دے گا۔

الغرض میاں کے بیوی پر اور بیوی کے میاں پر حقوق کی فہرست (چاہے وہ شرعاً حکم کے درجے میں ہوں، یا اخلاقی

فرائض میں سے ہوں) یہ فہرست بہت طویل ہے۔ زندگی تب ہی بہتر ہوسکتی ہے، جب بات حقوق سے آگے نکل کر کی جائے۔ ایثار و ہمدردی اور دوسرا اگر آپ کا حق ادا نہیں کر رہا تو اسے اچھے طریقے سے برداشت کرنا ہی وہ امور ہیں جو زندگیوں میں خوشیاں لا سکتے ہیں۔ حقوق لینے سے زیادہ حقوق ادا کرنے کی فکر بہت سے مسائل کو خود ہی حل کر سکتی ہے، لہٰذا میاں بیوں کو اتفاق و یگانگت سے رہنا چاہیے۔ ایسا گھر جہاں جھگڑے فساد نہ ہوں اور زوجین خوشی سے زندگی گزار رہے ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کو بھی پسند ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی، لہٰذا معاملات کو افہام وتفہیم سے سلجھایا جائے۔ ایک دوسرے پر طعن وتشنیع، یا مار دھاڑ سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک، دوسرے کو شرعی امور کی انجام دہی میں کمزور دیکھے تو اسے طریقے سے سمجھائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے شریعت کے مطابق چلنے کی توفیق دی ہے اور اپنے ساتھی کے لیے دعا کرتا رہے۔

الغرض اسی طرح مسائل حل ہوسکتے ہیں اور میاں بیوی کی زندگی دنیا میں جنت بن سکتی ہے، آپس میں شک وشبہات، بے اعتمادی، لعن طعن، غیبت یہ سب وہ امور ہیں، جو اس رشتے کو دیمک کی طرح چاٹ جاتے ہیں، البتہ اگر افہام وتفہیم سے معاملہ حل نہ ہوسکے تو جو تفصیل مرد کے طلاق کے حق میں گزری، اس کے مطابق آخری درجے میں مرد کے لیے اس سفر کو ایک طلاق (ایسے طہر میں جس میں ہمبستری نہ کی ہو) دے کر منقطع کر دینا جائز ہے۔ اس پر گناہ نہ ہوگا؛ لیکن ایک ساتھ تین طلاقیں دینا، یا بغیر عذر کے صرف نفسانیت، یا ہٹ دھرمی کی وجہ سے طلاق دینا یہ جائز نہیں۔ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے (چاہے عذر ہو، یا بلا عذر دی جائے ہر صورت میں) مرد گنہگار ہوگا؛ لیکن بالاجماع ان طلاقوں کا وقوع ہو جائے گا۔ عورت حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو جائے گی۔ اب رجوع کی کوئی صورت نہیں۔ یہ فعل سخت گناہ اور خلاف شرع ہے؛ کیوں کہ اس میں واپسی کے تمام دروازے خود بند کر دیئے جاتے ہیں۔ نیز بغیر وجہ کے، یا ظلم مرد کی طرف سے ہو تو احسن طریقے سے ایک طلاق دینے کی صورت میں بھی مرد گنہگار اور عنداللہ ماخوذ ہوگا۔ الغرض صرف ایک طلاق احسن وہ بھی بوقت ضرورت [یعنی جب عورت کی غلطی ہو] اباحت کے درجے میں جائز ہے۔

لہٰذا ان ذکر کردہ تفصیلات کو ذہن نشین رکھا جائے، نیز اس ذیل میں علاقے کے علماء سے استفادہ کیا جاتا رہے اور اکابر کی زیر بحث مسئلے سے متعلق کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ اگر کوئی خاص صورت درپیش ہو تو تحریری شکل میں فتوی بھی لیا جا سکتا ہے۔ اپنی زندگی کو دین کے مطابق گزارا جائے، نہ یہ کہ دین کو اپنی زندگی کے مطابق کیا جائے۔ امید ہے کہ اگر ان باتوں پر عمل کیا جائے گا تو زندگی جنت کا نمونہ بن جائے گی، جس کے اثرات بچوں کی زندگیوں پر بھی اچھے پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو اور ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین (نجم الفتاوی: ۳۰۹/۵، ۳۱۴)

حقوقِ زوجین:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیوی پر شوہر کے حقوق زیادہ

ہیں یا شوہر پر بیوی کے؟ شادی کے بعد بیوی پر شوہر کے حقوق زیادہ ہیں، یا لڑکی کے والدین اور بھائی بہنوں کے؟ اُن لوگوں کے سامنے شوہر کی کوئی حیثیت نہیں، کوئی حق نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شریعت میں شوہر اور بیوی دونوں پر کچھ حقوق ہیں اور کچھ واجبات ہیں، بیوی کے بارے میں ارشاد نبوی ہے کہ: ''اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو بیوی سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے''۔

عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال:قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: لو كنت آمر أحدًا أن يسجد لأحد،لأمرت المرأة أن يسجد لزوجها. (مشكاة المصابيح،كتاب النكاح،باب عشرة النساء وما لكل واحد من الحقوق،الفصل الثاني،ص: ۲۸۱)

یعنی بیوی پر شوہر کی اِطاعت لازم ہے، دوسری طرف شوہر کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اہل کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرے، اُن کا نان نفقہ کا انتظام کرے اور اُنہیں اذیت نہ دے۔

عن حكيم بن معاوية القشيری عن أبيه رضی الله عنه قال:قلت يا رسول الله! ما حق زوجة أحدنا عليه، قال:أن تطعمها إذا طعمت وتكسوها إذا اكتسبت ولاتضرب الوجه ولا تُقبّح ولا تهجر إلا فی البيت. (مشكاة المصابيح: ۲/۲۸۱)

لہٰذا دونوں کو اَپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہیے اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے اور دیگر رشتہ داریوں کی وجہ سے حقوق میں کوتاہی نہ ہونی چاہیے اور اَحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی پر اپنے بھائی بہن و دیگر رشتہ داروں سے بڑھ کر شوہر کی اِطاعت اور اُس کی عزت کرنا لازم ہے؛ اس لیے اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت:سألت رسول الله صلی الله عليه وسلم أی الناس أعظم حقًّا علی المرأة؟ قال:زوجها.قلت:فأی الناس أعظم حقًّا علی الرجل؟قال:أمه.رواه البزار والحاكم، وإسناد البزار حسن. (الترغيب والترهيب: ۳/۳٤،رقم: ۱٦،دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۲/۱۴۱۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۵۲۷، ۵۲۸)

مسائل نفقہ:

سوال: اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف اپنے شوہر کے گھر سے باہر نکلے اور شوہر کی ممانعت کا کچھ خیال نہ کرے اور اس نافرمانی سے اس کو اذیت پہنچائے تو اس عورت کا مہر اور نفقہ اور کپڑا اور بعضے کے لیے مکان ملنے کا حق باطل ہوجاتا ہے۔

كما فی تحفة الفقهاء:المرأة اذا خرجت عن البيت بغيرإذن زوجها يبطل مهرها ونفقتها وكسوتها، وفی الذخيرة:إذا خرجت المرأة مع المحارم ونفقتها وكسوتها وسكناها، وعن

الطحاوی قی قول محمد بن الحسن الشیبانی: الفتویٰ علیه، کذا فی فتاویٰ الصدر الشهید، وفی النهایه شرح الهدایة: إذا خرجت المرأة من بیت زوجها باغیة بلا إذن زوجها وصاحبها وذهب من قریة الی قریة اُخری سقطت نفقتها ومهرها من ذمة زوجها، هٰذا النقل من التجنیس فی شرح الهدایة، من الذخیرة: المرأة إذا خرجت من بیت زوجها مع غیر المحرم وبغیر إذن الزوج و دخلت بیت الوالدین وغیرهما بطل مهرُها ونفقتها وکسوتها وسُکناها، فی المحیط: وعلیه الفتویٰ، کذا فی المضمرات.

(ترجمہ: یعنی تحفۃ الفقہاء میں لکھا ہے کہ جب عورت بلا اجازت شوہر کے گھر سے نکلے تو اس کا مہر اور نان ونفقہ اور کپڑا پانے کا حق باطل ہوگیا اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ جب عورت بغیر محرم کے بلا اجازت شوہر کے باہر نکلی اور اپنے والدین کے، یا کسی دوسرے کے گھر میں گئی تو اس کا مہر اور نفقہ اور کپڑا اور رہنے کے لیے مکان پانے کا حق باطل ہوگیا۔ حسامیہ میں لکھا ہے کہ جب عورت گھر بغیر محرم کے بلا اجازت شوہر کے باہر نکلی تو اس کا مہر اور نفقہ اور کپڑا اور رہنے کا لیے مکان پانے کا حق باطل ہوگیا اور طحاوی سے روایت ہے کہ محمد بن شیبانی کے قول سے کہ اسی پر فتویٰ ہے، ایسا ہی فتاویٰ صدر الشہید میں ہے، اور نہایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ جب عورت بغاوت سے بلا اجازت اپنے شوہر اور اپنے مالک کے باہر نکلی اور ایک موضع سے دوسرے موضع میں گئی تو اس کا نفقہ اور مہر اس کے شوہر سے ساقط ہوگیا۔ یہ نقل تجنیس سے ہے۔ شرح ہدایہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جب عورت بغیر محرم کے شوہر کے گھر سے بلا اجازت شوہر کے نکلی اور اپنے والدین یا کسی دوسرے کے گھر میں گئی اس عورت کا مہر اور نفقہ اور کپڑا اور رہنے کے لیے مکان پانے کا حق باطل ہوگیا۔ محیط میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے، ایسا ہی مضمرات میں ہے۔)

الجواب

فقہ کی روایتیں ملاحظہ سے گزریں، جو اس بارے میں ہیں کہ جب عورت شوہر کے گھر سے بلا اجازت باہر نکلی تو اس کا مہر ساقط ہوگیا۔

میرے مہربان ان سب روایتوں پر فتویٰ نہیں، یہ روایتیں قواعد شرع ومتون کے خلاف ہیں۔ اس واسطے کہ عورت کے مہر فقہانے دین صحیح لکھا ہے اور فقہا کرام کا یہ قول۔

"کَسَائِرِ الدُّیُون لَا یَسْقُطُ إلا بالأداء أو بالإبراء". (۱)

(ترجمہ: یعنی دین مَہر بھی اور سب دیون کے مانند ہے اور وہ ساقط نہیں ہوسکتا، سوا اس کے کہ شوہر ادا کردے، یا عورت معاف کردے۔)

اور اس امر کا سبب فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ کل مہر پہلی مرتبہ کے جماع کے وقت ہوتا ہے، جب ایک مرتبہ شوہر نے

---

(۱) لِأَنَّ الْمَهْرَ دَیْنٌ. (البحر الرائق، باب نکاح الرقیق: ۲۰۵/۳، دار الکتاب الاسلامی بیروت، انیس)

وَالدَّیْنُ الصَّحِیحُ مَا لَا یَسْقُطُ إِلَّا بِالْأَدَاءِ أَوْ الْإِبْرَاءِ. (البحر الرائق، الکفالة بالمال: ۲۳۵/۶، دار الکتاب الاسلامی بیروت، انیس)

جماع کیا تو عورت سے اس کو کامل فائدہ حاصل ہوگیا اور مہر کہ بمنزلہ قیمت کے ہے، وہ واجب الادا ہوگیا۔ پھر اگر دوسری مرتبہ جماع کا اتفاق نہ ہو، یا دوسری خدمتیں عورت سے نہ لی جائیں، یا عورت شوہر کے گھر میں نہ رہے تو ان وجوہ سے شوہر پر لازم ہوتا ہے۔ عورت شوہر کے گھر میں پابند رہتی ہے تو اگر عورت گھر سے بلا اجازت شوہر کے نکلے تو نفقہ اور کپڑا پانے کا اس کا حق شوہر پر واجب نہیں رہتا۔ فقہ کا قاعدہ ہے کہ نفقہ پابندی کے عوض میں لازم ہوتا ہے، اگر کسی شخص کو کسی کام میں مشغول کریں تو اس شخص کو اس کام سے، یا اس کام کے مالک سے نفقہ ملنا چاہیے۔ چناں چہ جو شخص زکوٰۃ تحصیل کرنے پر مقرر ہوتا ہے، اس کو نفقہ زکوٰۃ سے دیا جاتا ہے اور قاضی اور مفتی اور محتسب کو مسلمانوں کے بیت المال سے نفقہ ملتا ہے۔ علیٰ ھٰذا القیاس اور بھی لوگوں کے نفقہ کا یہی حکم ہے۔ فقط (فتاوی عزیزی، ص۵۴۲، ۵۴۴)

مرد پر بیوی اور نابالغ اولاد کا نفقہ واجب ہے:

سوال: مفتی صاحب! میری شادی کو تقریباً ساڑھے سات سال کا عرصہ ہوگیا، جس میں ساڑھے پانچ سال تک میں اپنے شوہر کے ساتھ رہی، اس عرصہ کے دوران وہ مجھے خرچہ وغیرہ نہیں دیتے تھے۔ مجھے اور بچوں کو چھوڑ کر چلے جاتے تھے، لہٰذا دو سال پہلے میں بچوں کو لے کر اپنی امی کے گھر آ گئی ہوں۔ ان دو سالوں میں بھی انہوں نے میری خبر نہیں لی اور نہ ہی بچوں کی، نہ ہی ملنے آئے، البتہ مجھے واپس لے جانا چاہتے ہیں؛ لیکن میں نے انکار کر دیا؛ کیوں کہ میرے تین بچے ہیں اور وہ کسی قسم کا خیال نہیں رکھتے، ہمیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

(۱) کیا ایسی صورت میں، میں دوسری شادی کر سکتی ہوں؟

(۲) اگر شادی کروں تو کتنی عدت گزارنی پڑے گی؟

برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں میری رہنمائی فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

آپ کے شوہر کا اس طرح رویہ اختیار کرنا انتہائی برا ہے، ان پر بیوی اور بچوں کا نفقہ واجب ہے، آپ کے خاندان کے بڑوں کو چاہیے کہ ان کے بڑوں کے ذریعے ان کو سمجھائیں کہ وہ بیوی بچوں کا نفقہ دینے کے لیے تیار ہو جائیں، جب وہ تیار ہو جائیں تو آپ کے لیے مناسب یہی ہے کہ ان کے ساتھ گھر بسالیں اور اگر وہ کسی بھی طریقہ سے اس کے لیے تیار نہیں ہوتے ہیں تو آپ کوشش کر کے ان سے خلع لے لیں اور پھر تین حیض عدت گزرنے کے بعد دوسری شادی کر سکتی ہیں، البتہ بغیر خلع، یا طلاق کے آپ ہرگز دوسری شادی نہیں کر سکتیں۔

لمافی البخاری (۸۰۸/۲، باب إذا لم ینفق الرجل فللمرأة أن تأخذ بغیر علمه ما یکفیها وولدها بالمعروف): عن عائشة رضی الله عنها أن هند بنت عتبة، قالت یا رسول الله إن أبا سفیان رجل شحیح ولیس یعطینی مایکفینی وولدی، إلا ما أخذت منه وهو لا یعلم، فقال: خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف.

وفی الدر المختار (۵۷۲/۳،باب النفقة) :(ونفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة زوجية وقرابة وملك)... (فتجب للزوجة) بنكاح صحيح...(على زوجها).

وفی (۵۸۰/۳):(وللزوج الإنفاق عليها بنفسه) ولو بعد فرض القاضی خلاصة (إلا أن يظهر للقاضی عدم إنفاقه فيفرض) أی يقدر (لها) بطلبها مع حضرته ويأمره إن شكت مطله ولم يكن صاحب مائدة لأن لها أن تأكل من طعامه وتتخذ ثوبا من كرباسه بلا إذنه فإن لم يعط حبسه ولا تسقط عنه النفقة خلاصة وغيرها وقوله (فی كل شهر) أی كل مدة تناسبه كيوم للمحترف وسنة للدهقان وله الدفع كل يوم كما لها الطلب كل يوم عند المساء لليوم الآتی.

وفی الرد تحته:(قوله:فإن لم يعط،الخ) تفريع على قوله ليعطيها وفی الفتح امتنع عن الإنفاق عليها مع اليسر لم يفرق بينهما ويبيع الحاكم ماله عليه ويصرفه فی نفقتها فإن لم يجد ماله يحبسه حتى ينفق عليها ولا يفسخ ولا يباع مسكنه وخادمه لأنه من أصول حوائجه وهی مقدمة على ديونه... وأن بعض المتأخرين اعتبر ما مر من التفصيل فی حال الزوج. (نجم الفتاوی:۲۵۵/۵،۲۵۶)

مالدار بیوی کو کیسا نفقہ دینا واجب ہے:

سوال: مفتی صاحب! میری بیوی اتفاق سے اونچے خاندان سے آ گئی ہے۔ ہوا کچھ یوں کہ میں تبلیغ میں تھا اور کراچی کے ہی مہنگے علاقے ڈیفنس کی ایک لڑکی کا باپ اور بھائی میرے ساتھ تشکیل میں تھے۔ انہیں میں شاید اچھا لگا اور انہوں نے بعد میں مجھ سے اپنی بیٹی کے رشتے کی بات کی۔ میں متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ بہرحال سرپرستوں میں بات ہوگئی اور یہ شادی انجام پا گئی۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ وہ لڑکی تو بہت اعلیٰ خاندان کی ہے۔ اس کا کھانا، پینا، پہننا ہمارے گھر والوں سے بہت اونچا ہے۔ نیز ویسے کپڑے وغیرہ تو میں کبھی نہیں خرید سکتا۔ اب میں کیا کروں، کافی مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ ایک صاحب تو کہہ رہے تھے، جب اونچے خاندان میں شادی کی ہے تو اونچا کھلانا، پلانا فرض ہے، اب کھلاؤ۔ میں کافی پریشان ہوں۔ مفتی صاحب مجھے میرے مسئلے کا شرعی حل تحریر فرما دیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شادی کے بعد شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہوتا ہے، جس میں تین چیزیں شامل ہیں:

(۱) کھانا، (۲) کپڑے، (۳) رہائش

یہ تینوں چیزیں دینا مرد کی ذمہ داری ہے؛ لیکن مالداری اور وسعت کے اعتبار سے شوہر کو معیار بنایا جائے گا، یا بیوی کو تو اس بارے میں فتویٰ اس پر ہے کہ دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا؛ یعنی اگر دونوں امیر ہیں تو امیروں والا کھانا، کپڑے اور رہائش فراہم کرنا ہوں گی اور اگر دونوں غریب ہیں تو غریبوں والی؛ لیکن اگر ایک امیر اور ایک غریب ہو تو دونوں

کھلانا واجب نہ ہوگا؛ بلکہ متوسط کھانا عورت کو کھلائے گا، نہ امیروں والا، نہ غریبوں والا، البتہ بہتر اس صورت میں یہ ہے کہ جو خود کھا رہا ہے، پہن رہا ہے، ویسا ہی انتظام بیوی کے لیے بھی کر دے اور اسی طرح اگر مرد غریب اور عورت امیر ہو تو مرد پر متوسط قسم کا کھانا، کپڑے اور رہائش فراہم کرنا ضروری ہوگا، جو اگر چہ شوہر کی وسعت سے زیادہ ہوگا؛ لیکن کشادگی آنے تک زائد پیسے شوہر کے ذمے قرض ہوتے رہیں گے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کی اہلیہ چوں کہ اعلیٰ اور امیر خاندان سے ہیں اور آپ مالداری میں ان سے کم ہیں، لہٰذا آپ پر متوسط (یعنی آپ کی حیثیت سے اوپر اور بیوی کی حیثیت سے کم) قسم کا نفقہ واجب ہے، آپ کی بیوی کو چاہیے کہ اپنے معیار سے کچھ نیچے اتریں اور آپ کو بھی چاہیے کہ کہیں سے قرض لے کر، یا بیوی خود اپنے پیسوں سے خرچ کرے اور آپ وسعت کے بعد اسے ادا کر دیں، شرعی لحاظ سے یہی آپ کے مسئلے کا حل ہے۔

لمافي الدرالمختار (۵۷٤/۳):فتستحق النفقة (بقدر حالهما) به يفتي يخاطب بقدر وسعه والباقي دين إلى الميسرة ولو موسرا وهي فقيرة لا يلزمه أن يطعمها مما يأكل بل يندب.

وفي الشامية تحته: (قوله:به يفتي) كذا في الهداية،وهو قول الخصاف، وفي الولوالجية وهو الصحيح وعليه الفتوى، وظاهر الرواية اعتبار حاله فقط وبه قال جمع كثير من المشايخ ونص عليه محمد،وفي التحفة والبدائع: أنه الصحيح، بحر ،لكن المتون والشروح على الأول وفي الخانية وقال بعض الناس:يعتبر حال المرأة، قال في البحر:واتفقوا على وجوب نفقة الموسرين إذا كانا موسرين وعلى نفقة المعسرين إذا كانا معسرين و إنما الاختلاف فيما إذا كان أحدهما موسرا والآخر معسرا، فعلى ظاهر الرواية الاعتبار لحال الرجل، فإن كان موسرا وهي معسرة فعليه نفقة الموسرين، وفي عكسه نفقة المعسرين، وأما على المفتي به فتجب نفقة الوسط في المسألتين وهوفوق نفقة المعسرة ودون نفقة الموسرة،آه.

[تنبيه]صرحوا ببيان اليسار والإعسار في نفقة الأقارب ولم أرمن عرفهما في نفقة الزوجة ولعلهم وكلوا ذلك إلى العرف والنظر إلى الحال من التوسع في الإنفاق وعدمه ويؤيده قول البدائع حتى لو كان الرجل مفرطا في اليسار يأكل خبز الحوارى ولحم الدجاج والمرأة مفرطة في الفقر تأكل في بيت أهلها خبز الشعير يطعمها خبز الحنطة ولحم الشاة قوله (ويخاطب الخ) صرح به في الهداية وقد غفل عنه في غاية البيان فقال إذا كان معسرا وهي موسرة وأوجبنا الوسط فقط كلفناه بما ليس في وسعه قوله (والباقي)أي ما يكمل نفقة الوسط. (نجم الفتاوی:۲۵۶/۵،۲۵۷)

عدم ادائیگی حقوق سے بیوی حرام نہیں ہوتی:

سوال: میری شادی کو تقریباً بتیس سال ہو چکے ہیں اور میں نے تین سال سے اپنی بیوی کو ہاتھ نہیں لگایا اور نہ ہی

اس کے قریب گیا۔اب میں اپنی بیوی کے قریب جانا چاہتا ہوں، یا ہاتھ لگانا چاہتا ہوں تو وہ کہتی ہے کہ میں تم پر حرام ہوگئی ہوں؛ کیوں کہ تم نے تین سال سے نہ مجھ کو ہاتھ لگایا اور نہ میرے قریب آئے۔اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا بیوی اس طرح حرام ہوجاتی ہے؟ حالانکہ میں نے بیوی کو کوئی طلاق نہیں دی اور نہ ہی بیوی نے مجھ سے مانگی ہے۔قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دے کر احسان مند فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے حقوق پورے نہیں کرتا تو عدم ادائیگی حقوق کی وجہ سے بیوی اس پر حرام نہیں ہوتی، لہٰذا صورت مذکورہ میں عورت خاوند پر حرام نہیں ہے۔

لما في البحر الرائق (٣١٢/٤):(قوله:ولا يفرق بعجزه عن النفقة وتؤمر بالاستدانة عليه) لأنه لو فرق بينهما لبطل حقه ولو لم يفرق لتأخر حقها والأول أقوى في الضرر لأن النفقة تصير دينا بفرض القاضي فيستوفي في الثاني وفوت المال وهو تابع في النكاح فلا يلحق بما هو المقصود وهو التوالد فلا يقاس العجز عن الإنفاق على العجز عن الجماع في المجبوب والعنين.

وفي الهندية (٥٥٠/١): ولا يفرق بعجزه عن النفقة وتؤمر بالاستدانة عليه كذا في الكنز.

وفي الدر المختار (٣٩٠/٣): (ولا يفرق بينهما بعجزه عنها)... (ولا بعدم إيفائه) لو غائبا (حقها ولو موسرا) وجوزه الشافعي بإعسار الزوج وبتضررها بغيبته ولو قضى به حنفي لم ينفذ نعم وأمر شافعيا فقضى به نفذ.

وفي الرد تحته: مطلب في فسخ النكاح بالعجز عن النفقة وبالغيبة:(قوله:ولا يفرق بينهما بعجزه عنها) أي غائبا كان أوحاضراً ... (قوله:بإعسار الزوج) مقابل قوله ولا يفرق بينهما بعجزه ط (قوله:وبتضررها بغيبته) أي تضرر المرأة بعدم وصول النفقة بسبب غيبته وفي بعض النسخ وبتعذرها بغيبته أي تعذر النفقة وهي أظهر وهٰذا مقابل قوله ولا بعدم إيفائه حقها. (نجم الفتاوی:۳۵۱/۵)

شوہر اور بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق:

سوال: مفتی صاحب! شوہر کے بیوی پر اور بیوی کے شوہر پر کیا حقوق ہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شوہر پر عورت کے حقوق یہ ہیں کہ شوہر بیوی کو کھانا کپڑا بقدر وسعت دے، رہنے کے لیے مکان دے، علم دین؛ یعنی نماز و روزہ و غسلِ جنابت کے مسئلے بتلائے، گناہ کبیرہ مثل بے پردگی، چغل خوری، غیبت، گالی گلوچ سے روکے۔شوہر کے ذمے بیوی کے ان تمام حقوق کی ادائیگی واجب ہے، اگر عورت بدزبانی کرے تو صبر کرنا بہتر ومناسب ہے۔

شوہر کے حقوق بیوی پر یہ ہیں کہ وہ ہر اس کام میں جس سے خدا کی نافرمانی نہ ہو شوہر کی تابعداری کرے۔ شوہر کے حکم کے بغیر نفل نماز، نفل روزہ نہ رکھے۔ اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کرے۔ نیز شوہر کے مال کی محافظ بنے، بغیر اس کے حکم کے اس کا مال خرچ نہ کرے، اس کو اپنا حاکم مانے۔ الغرض شوہر کے حقوق بیوی پر بہت ہیں یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔

لما فی التفسیر المظهری (۲۹۹/۱): ﴿وَلَهُنَّ﴾ أی للنساء علی الأزواج حقوق ﴿مِثْلُ الَّذِی عَلَیْهِنَّ﴾ للأزواج فی الوجوب واستحقاق المطالبة لا فی الجنس ﴿بِالْمَعْرُوفِ﴾ بکل ما یعرف فی الشرع من أداء حقوق النکاح وحسن الصحبة فلا یجوز لأحد أن یقصد ضرار الآخر بل ینبغی أن یریدوا إصلاحا، قال ابن عباس إنی أحب أن أتزیّن لامرأتی کما تحب امرأتی أن تتزین لی لأن اللّٰه تعالی قال ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِی عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ عن معاویة القشیری قال: قلت یا رسول اللّٰه ما حق زوجة أحدنا علیه؟ قال: أن تطعمها إذا طعمت وأن تکسوها إذا اکتسیت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر إلا فی البیت، رواه أحمد وأبو داؤد وابن ماجة وعن جعفر بن محمد عن أبیه عن جابر فی قصة حجة الوداع قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی خطبته یوم عرفة: فاتقوا اللّٰه فی النساء فانکم أخذتموهن بأمان اللّٰه واستحللتم فروجهن بکلمة اللّٰه ولکم علیهن أن لا یؤطین فرشکم أحدا تکرهونه فان فعلن ذلک فاضربوهن ضربا غیر مبرح ولهن علیکم رزقهن وکسوتهن بالمعروف، رواه مسلم ... وعن عائشة قالت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خیرکم خیرکم لاهله وانا خیرکم لاهلی. (رواه الترمذی)

وفی الصحیح لمسلم (۴۶۴/۱): عن أبی هریرة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: إذا باتت المرأة هاجرة فراش زوجها لعنتها الملائکة حتی تصبح.

وفی سنن ابن ماجة (ص: ۱۳۳): عن حکیم بن معاویة، عن أبیه أن رجلا سأل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: ما حق المرأة علی الزوج؟ قال: أن یطعمها إذا طعم، وأن یکسوها إذا اکتسی، ولا یضرب الوجه، ولا یقبح، ولا یهجر إلا فی البیت.

وفیه أیضاً: عن سلیمان بن عمرو بن الأحوص، حدثنی أبی أنه شهد حجة الوداع مع رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم، فحمد الله، وأثنی علیه، وذکر ووعظ، ثم قال: استوصوا بالنساء خیرا، فإنهن عندکم عوان، لیس تملکون منهن شیئا غیر ذلک، إلا أن یأتین بفاحشة مبینة، فإن فعلن، فاهجروهن فی المضاجع، واضربوهن ضربا غیر مبرح، فإن أطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا، إن لکم من نسائکم حقا، ولنسائکم علیکم حقا، فأما حقکم علی نسائکم، فلا یوطئن فرشکم من تکرهون، ولا یأذن فی بیوتکم لمن تکرهون، ألا وحقهن علیکم أن تحسنوا إلیهن فی کسوتهن وطعامهن.

وفيه أيضاً: عن سعيد بن المسيب، عن عائشة رضى الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال:لو أمرت أحدا أن يسجد لأحد،لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها،ولو أن رجلا أمر امرأته أن تنقل من جبل أحمر إلى جبل أسود، ومن جبل أسود إلى جبل أحمر، لكان نولها أن تفعل.

وفى الدرالمختار (۵۷۲/۳):وشرعا (هى الطعام والكسوة والسكنى) وعرفا هى الطعام (ونفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة زوجية وقرابة وملك) بدأ بالأول لمناسبة ما مر أو لأنها أصل الولد (فتجب للزوجة) بنكاح صحيح... (على زوجها) لأنها جزاء الاحتباس وكل محبوس لمنفعة غيره يلزمه نفقته.

وفه (۵۷۹/۳):(ويجب عليه آلة الطحن وخبز وآنية شراب وطبخ ككوز وجرة وقدر و مغرفة) وكذا سائر أدوات البيت كحصر ولبد وطنفسة وما تنظف به وتزيل الوسخ كمشط و أشنان... (وتفرض لها الكسوة فى كل نصف حول مرة) لتجدد الحاجة حرا وبردا (وللزوج الإنفاق عليها بنفسه). (نجم الفتاویٰ:۵/۳۰۷،۳۰۸)

عورت پر خاوند کی اطاعت ضروری ہے:

سوال: مفتی صاحب! کچھ والدین، یا لڑکی کے سر پرست بیٹی بیاہ دینے کے باوجود اس پر اور اس کے اہل سسرال پر مسلط رہنا چاہتے ہیں اور بیٹی کو اس کے شوہر و سسرالی بزرگوں کے منشاء کے خلاف اپنے ساتھ لے جا کر میکہ میں رکھنا چاہتے ہیں، جس سے دیگر معاشرتی خرابیوں کے احتمال کے علاوہ حقوق زوجیت کی ادائیگی میں بھی یقینی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، لہٰذا اس مسئلہ سے متعلق احکامِ شریعت کیا ہیں، تحریر فرمادیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ازدواجی زندگی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، لہٰذا اس کو اچھے طریقے سے گزارا جائے اور میاں بیوی کو ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا چاہیے اور عورت کو اپنے خاوند کی اطاعت کرنا چاہیے۔ خاوند کی اجازت کے بغیر اور خاوند کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہیے، لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت کو خاوند کی اجازت کے بغیر اور اس کو میکے والوں کے پاس رکھنا صحیح نہیں ہے اور جو عورت بغیر کسی شرعی مانع اور عذر کے حقوقِ زوجیت میں خاوند کے لیے رکاوٹ بنے تو احادیث میں ایسی عورت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

نیز وہ سر پرست جو بیٹی بیاہ دینے کے باوجود اس پر اور اس کے اہل سسرال پر مسلط رہتے ہیں اور بیٹی کو ان کے خلاف بڑھکاتے ہیں، ان کا یہ فعل درست نہیں؛ بلکہ خود ان کیلئے اور آئندہ چل کر ان کی بیٹی کے لیے مضر ہے۔ نیز شرعاً بھی اس کی گنجائش نہیں، لہذا انہیں چاہیے کہ لڑکی کو اس کے سسرال والوں کے ساتھ نباہ کی ترغیب دیں۔

لمافى فتح البارى (۲٤۱/۹):وقد وقع فى رواية يزيد بن كيسان عن أبى حازم عند مسلم بلفظ

والذی نفسی بیده ما من رجل یدعو امرأته إلی فراشها فتأبی علیه الا کان الذی فی السماء ساخطا علیها حتی یرضی عنها،الخ..(قوله:فأبت أن تجیء) زاد أبو عوانة عن الأعمش کما تقدم فی بدء الخلق فبات غضبان علیها وبهذه الزیادة یتجه وقوع اللعن لأنها حینئذ یتحقق ثبوت معصیتها بخلاف ما إذا لم یغضب من ذلک فإنه یکون إما لأنه عذرها وإما لأنه ترک حقه من ذلک.

وفی الشامیة (۳/۳):(قوله:أی حل استمتاع الرجل) أی المراد أنه عقد یفید حکمه بحسب الوضع الشرعی وفی البدائع أن من أحکامه ملک المتعة وهو اختصاص الزوج بمنافع بضعها وسائر أعضائها استمتاعا أو ملک الذات والنفس فی حق التمتع علی اختلاف مشایخنا فی ذلک، آه، بحر. (نجم الفتاوی:۵/۳۱۴،۳۱۵)

شہری اور دیہاتی بیوی میں عدل کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! زید نے عرصہ ۱۴، ۱۵/سال قبل اپنی ماموں زاد بہن سے شادی کی اور اس بیوی سے زید کی اولاد بھی ہے۔اس بیوی سے تعلقات ناخوشگوار ہونے کی وجہ سے اپنے گاؤں سے دور دوسرے شہر (جہاں پر اس کا کاروبار ہے) میں دوسری شادی کی اور وہاں کرائے کے مکان میں مقیم ہے۔نہ تو زید پہلی بیوی کو دوسرے شہر لے جاسکتا ہے؛اس لیے کہ یہاں گاؤں میں اس کے بچے تعلیم حاصل کررہے ہیں اور پہلی بیوی زید کے والدین (جو کہ بوڑھے ہیں) کی خدمت کرتی ہے اور نہ وہ کاروبار چھوڑ کر اپنے گاؤں میں اقامت اختیار کرسکتا ہے؛ کیوں کہ وہ اس کاروبار میں مقروض ہوا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ زید اپنے گاؤں کو کبھی ایک مہینہ بعد آتا ہے،کبھی دو تین مہینے بھی گزر جاتے ہیں۔اب آپ حضرات سے یہ بات دریافت کرنی ہے کہ زید کے لیے شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے کہ کس طرح یہ دونوں بیویوں کے درمیان عدل کرے؛یعنی زوجیت کے حقوق ادا کرے گا؟

الجواب ______________ بعون الملك الوهاب

شریعت مطہرہ میں ایک سے زائد بیویوں کے درمیان رہائش،خوراک،لباس اور رات بسر کرنے میں عدل واجب ہے اور عدل نہ کرنے والے کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن ایک جانب مفلوج ہو کر حاضر ہونے کی وعید ارشاد فرمائی ہے۔

صورت مذکورہ میں جب زید بھی گاؤں میں مستقل قیام نہیں کرسکتا اور نہ ہی پہلی بیوی کو شہر میں بلوا سکتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ رہائش،خوراک،لباس میں عدل کا خوب اہتمام کرے،البتہ رات بسر کرنے کے بارے میں اپنی پہلی بیوی سے اتنی مدت کی اجازت لے سکتا ہے،جتنی مدت پر وہ راضی ہوجائے اور اگر وہ اجازت نہ دے؛ بلکہ عدل کا مطالبہ کرے تو پھر دونوں بیویوں کو اکٹھا رکھنا ضروری ہوگا۔

لمافی مرقاة المفاتیح (۶/۳۵۲):وعن أبی هریرة عن النبی قال:[إذا کانت] وفی نسخة إذا

كان [عند الرجل] وفي نسخة عند رجل [امرأتان] أي مثلا [فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه] أي أحد جنبيه وطرفه [ساقط] قال الطيبي: أي نصفه مائل قيل بحيث يراه أهل العرصات ليكون هذا زيادة له في التعذيب وهذا الحكم غير مقصور على امرأتين فإنه لو كانت ثلاث أو أربع كان السقوط ثابتا.

وفي الدر المختار (۲۰۱/۳): (يجب)... (أن يعدل) أي أن لا يجور (فيه) أي في القسم بالتسوية في البيتوتة(وفي الملبوس والمأكول) والصحبة (لا في المجامعة) كالمحبة بل يستحب.

وفي (۲۰۲/۳): (قوله: وفي الملبوس والمأكول) أي والسكنى، ولو عبر بالنفقة لشمل الكل.

وفيه أيضاً (۲۰۷/۳): وفي التنوير: ولا يقيم عندإحداهما أكثر إلا بإذن الأخرى.

وفي الشامية تحته: (قوله: ولا يقيم عند إحداهما أكثر، الخ) لم يبين ما لو أقام أكثر من ثلاثة أيام هل يهدر الزائد أو يقيم عند الأخرى بقدر ما أقام عند الأولى ثم يقسم بينهما ثلاثة وثلاثة أويوما ويوما والظاهر الثاني لأن هدر ما مضى فيما إذا أقام عند إحداهما لا على سبيل القسم كما تقدم. (نجم الفتاوی: ۳۴۶/۵، ۳۴۷)

دو بیویوں میں سے ایک کے حقوق کی پامالی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص کی شادی ہوئی، بیوی رخصت ہوکر آئی کچھ عرصہ زندگی گزری، شوہر کی مالی حالت بہتر نہیں تھی مقروض تھا، بیوی نے اپنے والد سے روپیہ لے کر قرض کی ادائیگی کی اور کئی بار ایسے حالات آئے تو بیوی نے اپنے زیورات دے دے کر شوہر کی مدد کی اور ہر طرح سے ہر مصیبت و پریشانی میں کام آتی رہی؛ لیکن ایک مرتبہ شوہر بہار سے ایک عورت لایا اور اسے محلّہ کرولہ میں شادی کرکے رکھا، جب گھر خاندان کے لوگوں نے کہا کہ پہلی بیوی جو نیک عورت ہے، دوسری سے شادی کیوں کی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ عورت ایک باندی کی حیثیت سے رہے گی، خرچ وغیرہ کے اعتبار سے کوئی مقابلہ نہیں ہوگا اور نہ کوئی تکلیف ہوگی، پہلی بیوی سے اولادیں بھی ہیں؛ لیکن اس کے باوجود دوسری شادی کرلی اور اب حالات یہ ہیں کہ ایک مکان جو ہمارے نام ہے، اس کا کچھ حصہ کرایہ پر ہے، جس کا کرایہ پہلی بیوی کو ملتا ہے، اب شوہر دس ہزار روپیہ جو کرایہ کی رقم ہے، وہ مانگتے ہیں، دن رات لڑائی جھگڑے مار پیٹ اخراجات میں کمی کرتے ہیں، پریشان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب کچھ میرا ہی ہے، ورنہ باہر بھاگ جاؤ، ایک بیمار دیوانی بچی ہے، جس کی ماہوار دوا 500 روپیہ کی ہوتی ہے، اس روپیہ سے دوا علاج کراتی ہوں تو کیا شرعاً شوہر پہلی بیوی کو نظر انداز کرسکتا ہے اور اس کے حقوق میں کمی کرسکتا ہے، یا دونوں کے ساتھ شریعت یکساں برتاؤ کرنے کا حکم کرتی ہے، کیا نئی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور پرانی کے ساتھ نفرت مار پیٹ اور طرح طرح سے پریشان کرنا جائز ہے؟ پہلی بیوی تبلیغی کام بھی کرتی ہے اور شاہی

مسجد میں ترجمہ بھی سننے آتی ہے، ان تمام حالات کی وجہ سے ان دینی کاموں میں بھی خلل واقع ہورہا ہے، خدا کے واسطے قرآن وحدیث کی تعلیمات شوہر وبیوی کی زندگی گزارنے سے متعلق کیا ہیں، تحریر فرمائیں؟ تاکہ ہمارے شوہر کا نفاق ونفرت ختم ہو اور ہماری ازدواجی زندگی خوش گوار ہوسکے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر سوال میں ذکر کردہ واقعات صحیح ہیں تو شوہر پر واجب اور لازم ہے کہ وہ اپنی نئی اور پرانی دونوں بیویوں کے حقوق کی پوری طرح ادائیگی کرے اور اُن کے ساتھ نان ونفقہ اور مکان وغیرہ میں برابری کا برتاؤ کرے، اگر ایسا نہ کرے گا تو سخت گنہگار ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی متعدد بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کا برتاؤ نہ کرے، وہ قیامت کے دن اس حال میں اللہ کے دربار میں آئے گا کہ اس کے بدن کا ایک حصہ گرا ہوا ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف:۲۷۹/۲) اور جو مکان عورت کی ملکیت ہے اس کی آمدنی شوہر کو عورت کی رضامندی کے بغیر لینے کا حق نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (سنن الترمذی، سنن أبی داؤد، سنن النسائی، سنن ابن ماجة، بحواله: مشكاة المصابيح،ص:۲۹۷)

ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح:۲۵٦/۲)

ويجب أن يعدل فيه: أي في القسم بالتسوية في البيتوتة وفي الملبوس والمأكول والصحبة لا في المجامعة كالمحبة؛ بل يستحب. (الدر المختار)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: قوله: بل يستحب: أي ما ذكر من المجامعة، أما المحبة فهي ميل القلب، وهو لا يملك. (رد المحتار، كتاب النكاح،باب القسم: ۲۰۱/۳-۲۰۲،کراچی، البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم:۳۷۹/۳،۳۸۱، زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب النكاح ،باب القسم: ۲۲٦/۳،کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/۲/۱۰ا۱۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل:۵۴۲/۸،۵۴۳)

شوہر کے انصاف کرنے کے باوجود دوسری بیوی کا ناراض رہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی نے دوشادی کی اور پہلی بیوی دوسری شادی کرنے کی وجہ سے ناراض ہوکر شوہر سے الگ رہنے لگی اور شوہر دونوں بیویوں کو اپنے پاس رکھ کر ان دونوں کے درمیان انصاف کرنا چاہتا ہے، باوجود کہ پہلی بیوی اپنے آپ کو اس انصاف سے محروم کئے ہوئے ہے تو شوہر خدا کے حضور قصوروار ہوگا، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شوہر کو ضرورت کے وقت دوسری شادی کرنے کا اختیار ہے؛ لیکن دونوں بیویوں کے ساتھ انصاف اور برابری کرنا

لازم ہے، ورنہ گنہگار ہوگا اور اگر شوہر برابری کرنا چاہیے؛ لیکن بیوی خود ہی روٹھ جائے اور شوہر کی اِطاعت نہ کرے تو اب شوہر پر کوئی قصور نہ ہوگا؛ بلکہ بیوی ہی قصوروار قرار دی جائے گی۔

عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ امْرُأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ سَاقِطٌ. (سنن الترمذی، رقم: ۱۱۴۱، الترغيب والترهيب كامل، ص: ۴۳۸، رقم: ۳۰۲۷، بيت الأفكار الدولية)

وحقه عليها أن تطيعه فی كل مباح يأمرها به. (الدرالمختار: ۳۸۸/۴، زكريا)

والمذهب عندنا هو التسوية بين الحقوق الواجبة والنافلة من المأكول والملبوس. (كما فی الدرالمختار: ۶۵۲/۲، إعلاء السنن: ۱۳۵/۱۱، دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۷/۶/۵ھ۔ (کتاب النوازل: ۵۴۱/۸)

دو بیویاں ہونے کی صورت میں ان کے بنیادی حقوق:

سوال: مفتی صاحب! ایک آدمی کی دو بیویاں ہیں، ان کے بنیادی حقوق کیا کیا ہیں؟ قرآن وحدیث کی رو سے واضح کریں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ایک آدمی جس کی دو بیویاں ہوں، ان کے بنیادی حقوق مختصراً درج ذیل ہیں: شوہر کو ان بیویوں کے درمیان عدل وانصاف سے پیش آنا واجب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ (الآية)

(اگر تمہیں خوف ہو تو ایک [پر اکتفاء کرو]۔)

چناں چہ عدم مساوات کی صورت میں دوسری شادی کرنا ناجائز ہے، لہٰذا ان کے کپڑوں، رہن سہن، کھانے پینے کی اشیاء اور شب گزاری میں برابری کرنا ضروری ہے، البتہ طبعی محبت اور جماع میں مساوات شرط نہیں، جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں صراحۃً یہ مضمون مذکور ہے، البتہ دیانۃً مساوات کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح سفر میں جاتے ہوئے بھی مساوات ساقط ہو جاتی ہے، چناں چہ شوہر اپنی مرضی کے مطابق جس بیوی کو چاہے لے جا سکتا ہے، البتہ ان کی تطییب قلب کی خاطر قرعہ ڈالنا زیادہ مناسب ہے۔

لما فی القرآن الحكيم (النساء: ۳): **﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوا﴾**

(النساء: ۱۲۹): **﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾**

وفی التفسیر القرطبی (۲۰/۵):الحادیة عشر: قوله تعالیٰ فإن خفتم الا تعدلوا فواحدة قال الضحاک وغیره فی المیل والمحبة والجماع والعشرة والقسم بین الزوجات الأربع والثلاث والإثنین "فواحدة" فمنع من الزیادة التی تؤدی إلی ترک العدل فی القسم وحسن العشرة وذلک دلیل علی وجوب ذلک والله اعلم

وفی الترمذی (۲۱۷/۱):عن أبی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: إذا کان عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامة وشقه ساقط.

وفی الدرالمختار (۲۰۱/۳-۲۰۶): (یجب)... (أن یعدل)... (فیه) أی فی القسم بالتسویة فی البیتوتة (وفی الملبوس والمأکول) والصحبة (لا فی المجامعة) کالمحبة بل یستحب... (بلا فرق بین فحل وخصی وعنین ومجبوب ومریض وصحیح)... (والبکر والثیب والجدیدة والقدیمة والمسلمة و الکتابیة سواء) لإطلاق الآیة (وللأمة والمکاتبة وأم الولد والمدبرة) والمبعضة (نصف ما للحرة) أی من البیتوتة والسکنی معها أما النفقة فبحالهما (ولا قسم فی السفر) دفعا للحرج (فله السفر بمن شاء منهن والقرعة أحب) تطییبا لقلوبهن (ولو ترکت قسمها) بالکسر أی نوبتها (لضرتها صح ولها الرجوع فی ذلک) فی المستقبل. (نجم الفتاوی:۳۴۵/۵، ۳۴۶)

متعدد بیویوں کے درمیان مساوات قرآن وحدیث سے ثابت ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو فقہاء کے مفتی بہ قول کے مطابق شوہر پر اپنی بیویوں کے فقر اور غنی کے مطابق نفقہ لازم آتا ہے، حالانکہ بیوی ہونے کے اعتبار سے تو سب برابر ہیں اور سب سے ایک قسم کا استمتاع حاصل کرتا ہے تو نفقہ بھی ایک ہونا چاہیے؟ اور بیویوں کے حال کے اعتبار سے نفقہ دیں گے تو میاں بیوی اور بیویوں کے آپس میں بھی جھگڑے اور فسادات شروع ہوں گے کہ ایک بیوی جو کہ غنی ہے، جس کو عمدہ کھانے اور قیمتی لباس وغیرہ مہیا کیا جاتا ہے، وہ دوسری فقیر بیوی کو دکھائے گی اور اس کو طعنہ دے گی اور چھیڑے گی، جس کی وجہ سے آپس میں لڑیں گی اور فقیر بیوی شوہر سے بھی لڑے گی کہ فلاں بیوی کے لیے قیمتی کپڑے خریدے اور میرے لیے بے قیمت وغیرہ وغیرہ۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو بیوی غنی ہے، ظاہر ہے اس کے پاس مال بھی ہوگا، خود اپنے لیے عمدہ اور قیمتی سامان خرید سکتی ہے اور گھر والوں کی طرف سے بھی ان کو عمدہ سامان ملتا ہے، بخلاف فقیر بیوی کہ نہ تو خود اس کے پاس کچھ مال ہوتا ہے اور نہ گھر والوں کی طرف سے کچھ زیادہ ملتا ہے، جس کا تقاضہ یہ ہے کہ فقیر بیوی کو زیادہ اور عمدہ دینا چاہیے، بخلاف غنی بیوی کے۔

ان مذکورہ باتوں کے باوجود فقہاء نے جو یہ فیصلہ کیا ہے کہ نفقہ میں بیوی کی حالت کا اعتبار ہوگا، اس کی کیا وجہ ہے اور کس نص کی بنیاد پر فقہاء نے یہ فتوی دیا ہے؟ اور مذکورہ خرابیاں اور فسادات جو اس فیصلہ کی وجہ سے وجود میں آتے

ہیں، ان کا جواب کیا ہوگا اور ان جھگڑوں، نفرتوں اور فسادات کو ختم کرنے کا شرعی حل کیا ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بیویوں کے مابین عدل وبرابری قرآن وحدیث کے صریح نصوص سے ثابت ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہاء کی عبارات تساوی بین الزوجات کی طرف مشیر ہیں اور انہوں نے باب النفقہ کے تحت مذکور خصاف کے قول کو قسم کے باب میں ذکر نہیں کیا؛ بلکہ قسم کا معاملہ مطلقا عدل کا ذکر کیا ہے، البتہ بعض فقہاء متاخرین نے باب النفقۃ کے تحت مذکور خصاف کے قول پر قسم کے معاملہ کو بھی قیاس کیا ہے اور اسی کو مفتی بہ بتایا ہے، جو کہ قیاس در قیاس ہے اور صریح نصوص کی موجودگی میں بے وزن معلوم ہوتا ہے، جب کہ اس قول پر سائل کے ذکر کردہ اشکالات بھی واقع ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت تھانوی نے امداد الفتاوی میں اس قول پر عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے، لہٰذا سائل کا بعض فقہاء کے قول کو لے کر احناف کے مذہب پر اشکالات وارد کرنا صحیح نہیں۔

لمافي الجوهرة النيرة (٩٤/٢،كتاب النكاح) :(قوله:وإذا كان للرجل امرأتان حرتان فعليه أن يعدل بينهما في القسم بكرين كانتا أو ثيّبين أو إحداهما بكرا والأخرى ثيبا)أو كانت إحداهما حديثة والأخرى قديمة وسواء كن مسلمات أو كتابيات أو إحداهما مسلمة والأخرى كتابية فإنه ينبغي أن يعدل بينهما في المأكول والمشروب والملبوس.

وفي التاتارخانية (٣٩٥/٤،المتفرقات في القسم) :في الهداية: (قوله وإذا كان للرجل امرأتان حرتان فعليه أن يعدل بينهما في القسم:وفي السراجية: وفي الماكول والملبوس بكرين كانتا أو ثيبين أو احداهما بكرا والأخرى ثيبا.

وفي الهندية(٣٤٠/١،الباب الحادي عشر في القسم) :ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه والبيتوتة عندها للصحبة والمؤانسة لا فيما لا يملك وهو الحب والجماع. (نجم الفتاوی:۲۶۵/۵،۲۶۶)

مذکورہ فتوے پر ایک استدراک اور بیویوں کے نفقہ میں تساوی سے متعلق تفصیلی فتوی:

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیۃ　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے پاس آپ کے محترم وموقر دار الافتاء کا ملفوفہ مسئلہ تھا، مجھے اس مسئلے پر کچھ تحفظات ہیں؛ کیوں کہ میں نے بھی اس سلسلے میں کچھ مراجعت کی تھی، لہٰذا آپ کی خدمت میں وہ لکھ رہا ہوں، از راہ کرم جواب عنایت فرمائیں۔

سب سے پہلی بات ”اکثر فقہاء کی عبارات تساوی بین الزوجات کی طرف مشیر ہیں اور انہوں نے باب النفقۃ کے تحت مذکور خصاف کے قول کو قسم کے باب میں ذکر نہیں کیا“ مفتی صاحب یہ بات جواب میں کیوں لکھی گئی؟ بندہ سمجھ نہیں پایا؛ کیوں کہ البحر الرائق، طحطاوی علی الدر المختار، شامیہ، ہدایہ ان سب میں دونوں جگہ خصاف کے قول کو مفتی بہ قرار دیا گیا ہے،

پھر یہ کہنا کہ قسم کے باب میں اکثر فقہاء نے اس قول کو ذکر نہیں کیا، یہ اکثر فقہاء کون ہیں؟ جنہوں نے تفریق کی ہو۔

دوسری بات ''بعض فقہاء کے قیاس اور پھر اسے قیاس در قیاس'' قرار دینے کی ہے یہ بھی کچھ عجیب سی معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ اوّلاً خصاف کا قول قیاس نہیں، صاحب ہدایہ نے اسے مفتی بہ قرار دے کر حضرت ہند کی حدیث نفقہ سے ثابت کیا ہے، قیاس ثانوی درجے میں ہے، لہٰذا قول خصاف کو مطلقا قیاس کہنا درست نہیں اور پھر قسم کے باب میں اسے قیاس در قیاس کہنا محلِ نظر ہے؛ بلکہ قسم کے باب میں خصاف کے قول کو لینا اس کے مفتی بہ ہونے کی وجہ سے ہے، نہ کہ قسم کو نفقہ پر قیاس کرنے کی وجہ سے۔ نیز ابن الہمام کو بھی اس سلسلہ میں دیکھ لیا جائے، انہوں نے اس اشکال کا بھی جواب دیا ہے کہ خصاف کی دلیل خبر واحد اور ظاہر الروایۃ کی دلیل آیت قرانیہ ہے۔

تیسری بات یہ کہ ''صریح نصوص کی موجودگی میں بے وزن معلوم ہوتا ہے'' یہ صریح نصوص کون سے ہیں؟ ایک آیت ﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ﴾ کے علاوہ کون سا نص ظاہر الروایۃ کی دلیل ہے؟ اور اس نص کا بھی صاحب ہدایہ نے جواب دیا ہے کہ یہ مووّل ہے، اسے بھی دیکھ لیا جائے۔

چوتھی بات یہ کہ ''حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے امداد الفتاوی میں اس قول پر عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے، لہٰذا سائل کا بعض فقہاء کے قول کو لے کر احناف کے مذہب پر اشکالات وارد کرنا صحیح نہیں'' اس عبارت میں حکیم الامت تھانویؒ کی بات کو تو لے لیا گیا، دوسری طرف ''مرغینانی، ابن الہمام، ابن نجیم، طحطاوی، شامی'' سب کے سب معتمد علیہم فی الفتوی حضرات کو بعض فقہاء بنا دیا گیا اور پھر ان بعض کے مذہب کو اس طرح لکھا گیا ہے، جس سے احساس کمتری کا شبہ ہو رہا ہے، جب کہ بات واضح ہے بیوی کے مرغی، یا دال کھانے سے فتوی تبدیل نہیں ہوتا۔ ملفوفہ مسئلہ میں سائل نے عقلی اشکالات کئے ہیں؛ لیکن جب دوسری طرف اتنے بڑے بڑے حضرات ایک بات کہہ رہے ہیں، ان کے پاس نقلی و عقلی دلائل ہیں اور وہ مخالف کے دلائل کا جواب بھی لکھ رہے ہیں اور پھر بحر، بدائع، ہدایہ، شامیۃ میں اسے مفتی بہ قرار دیا گیا ہے، اس پر ایسے الفاظ لکھ دینا مجیب کی طرف سے تسامح معلوم ہوتا ہے۔

مفتی صاحب میرے سوال میں اگر کوئی سخت لفظ آ گیا ہو تو معذرت خواہ ہوں، مجھے ایسے سوال لکھنے کا طریقہ نہیں آتا۔ ازراہ کرم شفقت فرماتے ہوئے میرے چاروں اشکالات کے جواب دے دیں اور ان میں پوچھی گئی باتوں کی تعیین کر دیں اور آخر میں بتا دیں کہ وہ کون سے بعض، یا اکثر فقہاء ہیں جنہوں نے ظاہر الروایۃ پر فتوی دیا ہے؛ کیوں کہ دوسری روایت کو مفتی بہ قرار دینے والوں کے نام میں نے لکھ دیئے ہیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اوّلاً تنقیح مسئلہ ضروری ہے، ورنہ مسئلہ میں موجود اغلاق مزید پیچیدگی کا سبب بنے گا، دراصل حقوق الزوجین میں شوہر پر بیوی کو جو نفقہ دینا ہوتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

نفقہ کی دو صورتوں کا بیان:

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ ایک بیوی ہو اور اسے نفقہ دینا ہو، اس میں میاں، بیوی دونوں کی مالداری اور فقر کے اعتبار سے حالت کو مدنظر رکھا جائے گا، یا صرف شوہر کی حالت کا لحاظ ہوگا، الخ۔ اس صورت سے فقہاء ''باب النفقۃ'' میں بحث کرتے ہیں اور اس میں مجتہدین حنفیہ کے اقوال اور مفتی بہ کا تعین یہیں باب النفقۃ میں ہوتا ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کو نفقہ کس طرح دینا ہوگا، سب بیویوں میں عدل کرنا ہوگا، یا ہر بیوی کی حالت غنی اور فقر کو مدنظر رکھ کر ہر بیوی کا الگ الگ تعین ہوگا (جو کہ لازماً تمام بیویوں میں تفریق کا سبب ہوگا) اس مسئلہ سے فقہاء ''باب القسم''یعنی متعدد بیویوں میں حقوق کی تقسیم کے باب میں بحث کرتے ہیں اور اس سلسلے میں راجح یا مرجوح کا ذکر ''باب القسم'' میں ہی ہوتا ہے۔

ہم دونوں صورتوں اور اس سے متعلق تفصیلات کا الگ الگ ذکر کریں گے پہلے ہم باب النفقۃ میں موجود ایک بیوی کی صورت میں موجود تفصیلات ذکر کرتے ہیں:

باب النفقۃ:

اگر کسی شخص کی ایک بیوی ہو تو اسے نفقہ دینے میں میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار ہوگا، یا صرف میاں کی حالت کا اعتبار ہوگا، یا صرف بیوی کی حالت کو مدنظر رکھا جائے گا، اس سلسلے میں ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ صرف شوہر کی حالت کا اعتبار ہوگا، جب کہ خصاف کے قول کے مطابق میاں بیوی دونوں کی حالت کو مدنظر رکھا جائے گا اور بعض حضرات نے اس قول کو بھی لیا ہے کہ صرف بیوی کی حالت کا اعتبار ہوگا۔ میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کرنے کے اعتبار سے مسئلے کی چار صورتیں بنیں گی:

(۱) دونوں مالدار ہوں۔

(۲) دونوں غریب ہوں۔

(۳) شوہر مالدار، بیوی غریب ہو۔

(۴) بیوی مالدار، شوہر غریب ہو۔

ان چار میں سے پہلی دو صورتوں میں تو ظاہر الروایۃ اور قول خصاف کے مطابق کوئی فرق نہ ہوگا۔ پہلی صورت میں مالداروں والا نفقہ دینا ہوگا، ظاہر الروایۃ کے مطابق تو اس لیے کیوں کہ شوہر مالدار ہے اور قول خصاف کے مطابق اس لیے کیوں کہ دونوں مالدار ہیں۔ دوسری صورت میں غریبوں والا نفقہ دینا ہوگا، ظاہر الروایۃ کے مطابق شوہر غریب ہے اور قول خصاف کے مطابق دونوں غریب ہیں۔

ثمرہ اختلاف:

اختلاف کا ثمرہ تیسری اور چوتھی صورت میں ظاہر ہوگا، ظاہر الروایۃ کے مطابق تو جواب واضح ہے کہ صرف شوہر کی

حالت کا اعتبار ہے، لہٰذا تیسری صورت میں شوہر کے مالدار ہونے کی وجہ سے مالداروں والا نفقہ اور چوتھی صورت میں شوہر کے غریب ہونے کی وجہ سے غریبوں والا نفقہ دینا ہوگا (نفقہ سے مراد کھانا، رہائش اور کپڑے وغیرہ ہیں)۔

البتہ اس تیسری اور چوتھی صورت میں قول خصاف کے مطابق کیا کیا جائے گا؟ تو تیسری صورت میں جب کہ شوہر مالدار اور بیوی غریب ہو، اس صورت میں اگر چہ شوہر امیر ہے؛ لیکن دونوں کی حالت کا اعتبار ہے، لہٰذا شوہر پر متوسط قسم کا نفقہ دینا ضروری ہوگا؛ یعنی اپنی حیثیت سے کم اور بیوی کی حیثیت سے زیادہ درمیانی نفقہ دینا ہوگا۔ فقہاء نے اس کی بہت سے مثالیں دی ہیں۔ ہم ایک مثال صرف سمجھانے کے لیے ذکر کرتے ہیں۔ بالفرض امیر لوگوں کے ایک کپڑے کی قیمت دس ہزار ہے اور غریب عورتوں کی ایک ہزار، جب کہ متوسط عورتیں پانچ ہزار کا کپڑا پہنتی ہیں۔ اب اگر شوہر امیر ہے بیوی غریب ہے تو شوہر نہ بیوی کو دس ہزار والا کپڑا دلائے گا اور نہ ایک ہزار والا؛ بلکہ پانچ ہزار والا متوسط کپڑا دلائے گا۔ نیز چوتھی صورت میں جب کہ شوہر غریب ہو اور بیوی امیر ہو، اس صورت میں بھی شوہر پر متوسط قسم کا نفقہ بیوی کو دینا ہوگا، یہاں یہ اشکال ذہن میں آسکتا ہے کہ شوہر تو غریب ہے، ایک ہزار کے جوڑے کی حیثیت والا ہے اور بیوی امیر ہے دس ہزار والا جوڑا پہنتی ہے تو متوسط؛ یعنی پانچ ہزار والے جوڑے کے پیسے یہ غریب شوہر کیسے لائے گا، اس کے پاس تو ایک ہزار ہی ہیں یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر قرض لے گا، یا بیوی اپنے پیسوں سے متوسط نفقہ کی مقدار خرچ کرے گی اور شوہر بعد از وسعت یہ قرض ادا کرے گا، اس طرح یہ شوہر پر تکلیف مالا یطاق نہیں؛ بلکہ شوہر قرض لے کر بیوی کو متوسط نفقہ دینے پر قادر ہے۔

(نوٹ: کپڑے کی مثال صرف بات سمجھانے کے لیے دی گئی ہے، قیمت کا فرق عرف وغیرہ کے اعتبار سے ملحوظ رکھنا ہوگا، اپنے عرف کے اعتبار سے امیر، متوسط اور غریب کے نفقہ کا فرق پہچانا جاسکتا ہے۔)

ظاہر الروایۃ اور قول خصاف کے مطابق مسئلے کی چار صورتیں:

لہٰذا اس تفصیل کی روشنی میں ظاہر الروایۃ کے مطابق چاروں صورتوں کا خلاصہ یہ ہوگا۔

(۱) شوہر اور بیوی دونوں مالدار ہوں۔ (مالداروں والا نفقہ دینا ہوگا)

(۲) شوہر اور بیوی دونوں غریب ہوں۔ (غریبوں والا نفقہ دینا ہوگا)

(۳) شوہر امیر اور بیوی غریب ہو۔ (امیروں والا نفقہ دینا ہوگا)

(۴) شوہر غریب اور بیوی امیر ہو۔ (غریبوں والا نفقہ دینا ہوگا)

قول خصاف کے مطابق جواب کا خلاصہ یہ ہوگا۔

(۱) شوہر اور بیوی دونوں مالدار ہوں۔ (مالداروں والا نفقہ)

(۲) شوہر اور بیوی دونوں غریب ہوں۔ (غریبوں والا نفقہ)

(۳) شوہر امیر اور بیوی غریب ہو۔ (متوسط نفقہ دینا ہوگا)

(۴) شوہر غریب اور بیوی امیر ہو۔ (متوسط نفقہ دینا ہوگا)

ظاہر الروایۃ کے دلائل کا بیان:

ظاہر الروایۃ اور قول خصاف کے دلائل پر بھی ایک نظر کر لی جائے:

ظاہر الروایۃ کے مطابق صرف شوہر کی حالت کا اعتبار ہے۔ دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ﴾ (الطلاق: ۷)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ﴾ (البقرة: ۲۳٦)

(۳) ظاہر الروایۃ کے مطابق صرف شوہر کی حالت کا اعتبار ہے، اس کی عقلی وجہ بھی ہے اور وہ یہ کہ بیوی جب اس شخص سے شادی پر راضی ہوگئی تو اب وہ امیر ہے، یا غریب؟ اپنے اعتبار سے خرچ کرے گا، قران پاک کے بہت سے صریح نصوص اسی پر دال ہیں، ایک مقام پر ہے:

﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُّجْدِكُمْ﴾ (الطلاق: ٦)

لہٰذا اب اگر شوہر غریب اور بیوی مالدار ہے تو یہ کہنا کہ شوہر پر بیوی کو غریبوں والا نفقہ دینا ہوگا؛ کیوں کہ وہ خود شادی پر راضی ہوئی ہے، یہ اس سے زیادہ آسان ہے کہ ہم شوہر پر متوسط نفقہ واجب کر دیں، جس کے لیے اس غریب کو قرض لینا پڑے۔

قول خصاف کے دلائل کا بیان:

قول خصاف کے مطابق میاں، بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار ہے، ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ہند کی حدیث ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے نفقہ نہ دینے پر ان سے فرمایا تھا:

''خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف''. (البخاری: ۸۰۸/۲، باب إذا لم ينفق الرجل فللمرأة أن تأخذ بغير علمه ما يكفيها وولدها بالمعروف)

(اپنے شوہر کے مال سے معروف طریقے پر اتنا لے لے، جو تجھے اور تیرے بچوں کو کافی ہو جائے۔)

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معروف طریقے سے (عورت کی کفایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے) شوہر کے مال سے لے لینے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، جو کہ اس بات پر دال ہے کہ میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار ہے اور حدیث میں معروف کے لفظ سے وسط مراد ہے۔

(۲) قول خصاف کی عقلی دلیل بھی ہے اور وہ یہ کہ اگر بیوی فقیرہ ہے تو وہ شوہر کی طرف سے مالداروں والے نفقے کی ضرورت مند نہیں؛ بلکہ متوسط بھی اس کی کفایت سے زیادہ ہے، پھر مالداروں والا نفقہ دینا کوئی معنی نہیں رکھتا، لہٰذا متوسط نفقہ دیا جائے گا۔

(۳) قول خصاف پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ نص ﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ﴾ میں صرف شوہر کی حالت کا اعتبار ہے اور وہ بھی بقدر وسعت، لہٰذا اگر شوہر غریب اور بیوی مالدار ہے تو شوہر کو متوسط نفقہ دینے پر مجبور کرنا نص کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر جتنا دے سکتا ہے، وہ ابھی دے گا، باقی شوہر کے ذمے قرض ہے، جو بعد از وسعت ادا کرے گا، لہٰذا نص کے موجب پر عمل ہو رہا ہے، فی الحال شوہر کو اتنا ہی دینے کا کہا جا رہا ہے، جو اس کے پاس ہے، باقی اس کے ذمے قرض ہے۔

یہاں تک تو ہم نے ایک بیوی کو نفقہ دینے سے متعلق ظاہر الروایۃ اور قول خصاف کا اختلاف، ثمرہ اختلاف، دلائل، اشکال اور ان کے جوابات ذکر کر دیئے آخری اور اہم مرحلہ ان میں سے مفتی بہ کون سا قول ہے؟ اس کا ہے۔

مسئلہ ہذا میں مفتی بہ قول کا بیان:

مسئلہ زیر بحث میں قول خصاف مفتی بہ ہے۔ اعلام فقہاء احناف رحمہم اللہ نے اسی پر فتویٰ نقل کیا ہے، لہٰذا ایک بیوی کو نفقہ دینے میں شوہر اور بیوی دونوں کے غناء اور فقر کو دیکھا جائے گا۔ ہماری تحقیق کے مطابق سب سے پہلے صاحب ہدایہ نے قول خصاف پر فتویٰ نقل کیا ہے، جس کے بعد تمام متاخرین اسی پر فتویٰ نقل کرتے آئے ہیں، سوائے بعض فقہاء کے جن کا ذکر ہم اگلی سطور میں کریں گے، البتہ صاحب ہدایہ سے قبل ان دونوں اقوال کا ذکر ملتا ہے؛ لیکن مفتی بہ ہونے کی صراحت کہیں نہیں۔

قول خصاف کو مفتی بہ قرار دینے والے فقہاء:

مسئلہ ہذا میں درج ذیل حضرات نے قول خصاف کو مفتی بہ قرار دیا ہے:

(۱) ہدایہ (۲) تبیین الحقائق (۳) فتح القدیر (۴) عنایہ (۵) النہر الفائق (۶) البحر الرائق (۷) الجوہرۃ النیرۃ (۸) مجمع الانہر (۹) ہندیہ (۱۰) طحطاوی علی الدر (۱۱) شامیہ۔

ان حضرات نے مسئلہ ہذا میں قول خصاف کے مفتی بہ ہونے کی صراحت فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ محیط برھانی، خانیہ اور تاتارخانیہ میں بھی مسئلہ ہذا میں اختلاف ذکر ہے؛ لیکن کسی قول پر فتوے کی صراحت نہیں، البتہ سراجیہ اور البنایۃ علی الہدایۃ میں بظاہر ظاہر الروایۃ کو ترجیح دی گئی ہے، نیز بدائع الصنائع میں ظاہر الروایۃ کی تصحیح قول خصاف کے مقابلے میں نقل ہے۔ محیط اور تاتارخانیہ میں کسی قول پر فتویٰ تو نقل نہیں، البتہ مسئلہ ہذا سے متعلق ایک اہم بات یہ نقل ہے کہ خصاف کے قول کو ان کی کتاب ''ادب القاضی'' سے لیا گیا ہے اور ادب القاضی میں خصاف کے اشارات متعارض ہیں؛ یعنی امام خصاف کے قول میں خود تعارض ہے، ایک جگہ وہ صرف شوہر کی حالت کے اعتبار کا قول کرتے ہیں تو ایک جگہ انہوں نے میاں، بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کیا ہے۔

محیط اور تاتارخانیہ میں مذکور یہ بات ''باب النفقہ'' میں بھی خصاف کے قول کو مشتبہ کر دیتی ہے۔ ہم یہاں تک بحث کو روک

دیتے ہیں۔ایک بیوی سے نفقہ سے متعلق ''باب النفقۃ'' کی ابحاث کا خلاصہ اور حاصل ہم نے یہاں تک ذکر کر دیا۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ چند کتب کے باب النفقۃ سے حوالہ جات یہاں نقل کر دیئے جائیں؛ تا کہ بات سمجھنا آسان ہو جائے۔ ہم محیط برھانی، ہدایہ، بدائع الصنائع اور بنایہ کی باب النفقۃ میں ذکر عبارات من وعن نقل کر رہے ہیں۔ محیط میں ہے:

''ثم فی ظاهر رواية الأصل المعتبر فی فرض النفقة حال الزوج فی اليسار والإعسار، وهٰكذا ذكر فی شرح القدوری وهذا لقوله تعالى: ﴿على الموسع قدره وعلى المقتر قدره﴾ (البقرة: ٢٣٦) وقال الله تعالى: ﴿فلينفق مما أتاه الله لا يكلف الله نفسا إلا ما آتاها﴾ (الطلاق: ٧) وذكر الخصاف فی النفقات أنه يعتبر حالهما فی اليسار والإعسار حتى لو كانا موسرين كان لها نفقة الموسرين، ولو كانا معسرين فلها نفقة المعسرين، وإن كانت موسرة والزوج معسر يفرض لها فوق ما يفرض لو كانت معسرة فيقال له: لا تكلف لان تطعمها خبز البر وباجة أوباجتين فهذا هو معنى اعتبار حالهما، واشارات الخصاف... قال فی الكتاب: وكل جواب عرفته فی فرض النفقة من اعتبار حال الزوج أواعتبار حالها فهو الجواب فی الكسوة إذ المعنى لا يختلف''. (المحيط البرهانی: ٢٨٧/٤)

ہدایہ میں ہے:

''(ويعتبر فی ذلک حالهما) جميعا قال العبد الضعيف وهذا اختيار الخصاف وعليه الفتوى وتفسيره أنهما إذا كانا موسرين... وقال الكرخی رحمه الله يعتبر حال الزوج وهو قول الشافعی رحمه الله لقوله تعالى ﴿لينفق ذو سعة من سعته﴾ وجه الأول قوله عليه الصلاة والسلام لهند امرأة أبی سفيان خذی من مال زوجک ما يكفيک وولدک بالمعروف اعتبر حالها وهو الفقه فإن النفقة تجب بطريق الكفاية والفقيرة لا تفتقر إلى كفاية الموسرات فلا معنى للزيادة وأما النص فنحن نقول بموجبه أنه يخاطب بقدر وسعه والباقی دين فی ذمته ومعنى قوله بالمعروف الوسط وهو الواجب وبه يتبين أنه لا معنى للتقدير كما ذهب إليه الشافعی رحمه الله''. (الهداية المطبوع مع فتح القدير: ٤٣٣/٣)

بدائع میں ہے:

''وأما الثانی وهو بيان من يقدر به هذه النفقة فقد اختلف فيه أيضا ذكر الكرخی أن قدر النفقة والكسوة يعتبر بحال الزوج فی يساره وإعساره لا بحالها وهو قول الشافعی أيضا وذكر الخصاف أنه يعتبر بحالهما جميعا حتى لو كانا موسرين فعليه نفقة اليسار وإن كانا معسرين فعليه نفقة الإعسار وكذلک إذا كان الزوج معسرا والمرأة موسرة ولا خلاف فی هذه الجملة فأما إذا كان الزوج موسرا والمرأة معسرة فعليه نفقة اليسار على ما ذكره الكرخی وعلى قول الخصاف عليه أدنى من نفقة الموسرات وأوسع من نفقة المعسرين... وجه قول الخصاف إن فی فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا إلا ما آتاها﴾ وهذا نص فی الباب''. (بدائع الصنائع: ١٥٢/٥)

البنایۃ میں ہے:

”(وهذا اختيار الخصاف وعليه الفتوى)أي على اختيار الخصاف الفتوى وظاهر الرواية عن أصحابنا اعتبار حال الرجل في اليسار والإعسار دون حال المرأة،وبه صرح محمد في الأصل والحاكم في الكافي وصاحب الشامل في قسم المبسوط، والإمام الإسبيجابي في شرح الطحاوي وإليه ذهب الكرخي وكثير من مشايخنا المتأخرين، كصاحب التحفة وصاحب النافع وغيرهم، وهو قول الشافعي“. (البناية شرح الهداية: ٨٥٦/٤)

یہ تھیں مسئلہ ہذا میں بعض کتب کی عبارات جو آپ نے مطالعہ فرمائیں۔ بہر حال ہدایہ میں جو بحث مسئلہ ہذا میں نقل کی گئی ہے، اسے تقریباً اکثر متاخرین احناف نے لیا ہے۔ فتح القدیر، البحر الرائق، تبیین الحقائق، ہندیہ، طحطاوی اور شامیہ میں قول خصاف پر ہی فتوی نقل کیا گیا ہے، لہٰذا ایک بیوی کو نفقہ دینے سے متعلق اسی پر فتوی ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار ہے۔ باقی کتب کے حوالہ جات مسئلے کے آخر میں نقل کر دیئے گئے ہیں، وہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔

مطلقہ عورت کو متعہ دینے سے متعلق بھی مذکورہ اختلاف اور قولِ خصاف کی ترجیح، نیز مطلقہ عورت کو متعہ دینے کے مسئلے میں بھی فقہاء نے قولِ خصاف کے مطابق میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کیا ہے، جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

”(قوله:وتعتبر المتعة بحالهما) أي فإن كانا غنيين فلها الأعلى من الثياب أو فقيرين فالأدنى أو مختلفين فالوسط وما ذكره قول الخصاف وفي الفتح إنه الأشبه بالفقه والكرخي اعتبر حالها واختاره القدوري والإمام السرخسي اعتبر حاله وصححه في الهداية قال في البحر فقد اختلف الترجيح والأرجح قول الخصاف لأن الولوالجي صححه وقال وعليه الفتوى كما أفتوا به في النفقة“. (شامية: ١١١/٣)

مسئلہ سے متعلق تفصیلات اور مفتی بہ کا تعین یہاں تک ختم ہوا۔ مسئلے میں جو مالہ اور ماعلیہ تھے، مختصراً ذکر کر دیئے گئے، اب ہم ایک سے زائد بیویوں سے متعلق باب القسم پر بحث و تنقیح پیش کریں گے، اس کے بعد باب النفقۃ اور باب القسم سے متعلق چند باتیں مشترکہ طور پر احقر پر بعد از تحقیق و تفحص واضح ہوئی ہیں، انہیں سپرد قرطاس کر دیا جائے گا اور آپ کے استفتاء میں ذکر کردہ اشکالات اور خلط مبحث کا بھی تفصیلی جائزہ لیا جائیگا۔

باب القسم:

حقوق الزوجین میں بیوی کے نفقے سے متعلق یہ دوسری صورت ہے، اگر کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اب انہیں نفقہ دینے میں میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا، یا صرف شوہر کی حالت کا اعتبار ہوگا؟ اگر دونوں کی حالت کا اعتبار ہو تو ہر بیوی اور شوہر کی حالت کا الگ الگ جائزہ لیا جائے گا اور ہر بیوی کا نفقہ الگ متعین ہوگا، اس صورت میں تمام بیویوں میں نفقہ میں مساوات نہ ہوگی، مثلاً ایک امیر شخص ہے، اس کی دو بیویاں ہیں، ایک

امیر اور ایک غریب تو امیر کو امیروں والا نفقہ دے گا اور غریب کو متوسط قسم کا نفقہ دینا ہوگا، لہٰذا دونوں بیویوں کے درمیان نفقہ، طعام، رہائش اور کپڑے وغیرہ میں تفاوت ہوگا۔

اور اگر صرف شوہر کی حالت کا اعتبار ہو تو پھر تمام بیویوں میں ہر چیز میں مساوات ہوگی پس شوہر اگر امیر ہے تو تمام بیویوں کو امیروں والا نفقہ دے گا اور اگر شوہر غریب ہے تو غریبوں والا نفقہ دینا ہوگا۔

اس پورے مسئلے کو فقہاء ''باب القسم'' میں ذکر کرتے ہیں، یہ بہت اہم نکتہ ہے۔ کسی بھی فقیہ نے باب النفقہ میں (ایک بیوی کو نفقہ دینے میں ظاہر الروایۃ اور قول خصاف کے اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد) ''باب النفقہ'' میں ہی اسے ذکر نہیں کیا؛ بلکہ ''باب القسم'' میں بعض فقہاء نے اس اختلاف کو ذکر کر دیا ہے، جب کہ بعض فقہاء نے باب القسم میں بھی اس اختلاف کو ذکر نہیں کیا اور بعض فقہاء نے مطلقا دو بیویوں میں نفقہ وغیرہ میں عدل کا قول کیا ہے۔

متعدد بیویوں سے متعلق باب القسم میں مذکور اختلاف سے متعلق اصحاب کتب کے تین گروہ، گویا کہ اس باب میں فقہاء کے تین گروہ ہیں:

(۱) وہ فقہاء جنہوں نے ''باب القسم'' میں قول خصاف اور ظاہر الروایۃ کے اس اختلاف کو ذکر کیا ہے اور قول خصاف کو ترجیح دی ہے۔

(۲) وہ فقہاء جنہوں نے باب القسم میں اس اختلاف کو ذکر نہیں کیا۔

(۳) وہ فقہاء جنہوں نے ''باب القسم'' میں مطلقا دو بیویوں میں نفقہ وغیرہ میں عدل کا قول کیا ہے۔

یہاں تک ذکر کردہ تنقیح مسئلہ اگر ملحوظ رہے تو آگے بات سمجھنا آسان ہوگی۔ یہ بات تو سامنے آ گئی کہ گزشتہ صفحات میں ذکر ''باب النفقۃ'' کے حوالوں میں کسی بھی کتاب میں ''باب النفقہ'' میں دو بیویوں کے نفقہ میں قول خصاف یا ظاہر الروایۃ کا کچھ ذکر نہیں۔ یہ بحث اگر ہے تو بعض کتب میں ''باب القسم'' میں اسے لیا گیا ہے۔

پہلے ہم ان حضرات کا نام ذکر کر دیں جنہوں نے ''باب القسم'' میں بھی یہ اختلاف ذکر کر کے قول خصاف کے مفتی بہ ہونے کو ذکر کیا ہے:

(۱) تبیین الحقائق (۲) النہر الفائق (۳) البحر الرائق (۴) طحطاوی علی الدر (۵) شامیہ

ان حضرات نے ''باب القسم'' میں بھی ''باب النفقہ'' والا اختلاف نقل کر کے قول خصاف کو مفتی بہ قرار دیا ہے اور عدل بین الزوجات فی النفقہ کی نفی کی ہے۔ اس کے علاوہ درج ذیل حضرات وہ ہیں، جنہوں نے ''باب القسم'' میں نفقہ میں عدل، یا غیر عدل کی بحث کو چھیڑا ہی نہیں؛ بلکہ باب القسم میں فقط رات گزارنے میں مساوات کا ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے:

(۱) محیط برھانی (۲) خانیہ (۳) ہدایہ (۴) فتح القدیر (۵) ملتقی الابحر (۶) عنایۃ (۷) بنایہ (۸) ہندیہ

درج بالا کتب میں دو بیویوں کے نفقہ سے متعلق کسی قسم کا ذکر نہیں۔

اس کے علاوہ اب ہم ان حضرات فقہاء کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے ''باب القسم'' میں عدل بین الزوجات کے قول کو لیا ہے اور خصاف کے قول کو ترک کر دیا ہے۔

(۱) تاتارخانیہ (۲) بدائع الصنائع (۳) ولوالجیہ (۴) سراجیہ (۵) مجمع الانہر (٦) الجوہرۃ النیرۃ (۷) الدرالمختار

یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے قسم کے باب میں نفقہ میں دو بیویوں کے درمیان مطلقا عدل کے قول کو لیا ہے اور ظاہر الروایۃ کے مطابق شوہر کی حالت کا اعتبار کیا ہے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بدائع الصنائع اور پھر شامیہ سے در مختار اور علامہ شامی دونوں کی عبارات نقل کر دی جائیں، مسئلے پر مزید بحث اس کے بعد کی جائے گی۔

بدائع ''باب القسم'' میں ہے:

''ومنها وجوب العدل بين النساء فى حقوقهن وجملة الكلام فيه أن الرجل لا يخلو إما أن يكون له أكثر من امرأة واحدة واماان كانت له امرأة واحدة فإن كان له أكثر من امرأة فعليه العدل بينهن فى حقوقهن من القسم والنفقة والكسوة وهو التسوية بينهن فى ذلک حتى لو كانت تحته امرأتان حرتان أو أمتان يجب عليه أن يعدل بينهما فى المأكول والمشروب والملبوس والسكنى والبيتوتة والأصل فيه قوله تعالى﴿فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة﴾''. (بدائع الصنائع:۶۰۸/۳)

در مختار میں ہے:

''(يجب) وظاهر الآية أنه فرض نهر (أن يعدل) أى أن لا يجور (فيه) أى فى القسم بالتسوية فى البيتوتة (وفى الملبوس والمأكول) والصحبة''.

اس کے تحت ردالمختار میں ہے:

''(قوله:وفى الملبوس والمأكول) أى والسكنى، ولو عبر بالنفقة لشمل الكل... قال فى البحر قال فى البدائع يجب عليه التسوية بين الحرتين والأمتين فى المأكول والمشروب والملبوس والسكنى والبيتوتة وهكذا ذكر الولوالجى والحق أنه على قول من اعتبر حال الرجل وحده فى النفقة وأما على القول المفتى به من اعتبار حالهما فلا فإنه إحداهما قد تكون غنية والأخرىٰ فقيرة فلا يلزم التسوية بينهما مطلقا فى النفقة''. (شامية:۲۰۳/۳)

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے ''اعلاء السنن'' اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ''بذل المجہود'' باب القسم میں تسویہ اور عدل فی النفقہ کے قول کو ہی اختیار فرمایا ہے۔

[تنبیہ] باب القسم میں نقلاً وعقلاً ظاہر الروایہ کی ترجیح یہاں راقم الحروف یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ نقلاً وعقلاً ہر اعتبار سے قسم کے باب میں ظاہر الروایۃ کو ہی لینا راجح اور صواب معلوم ہوتا ہے۔ بے شمار آیاتِ قرآنیہ اور احادیث مبارکہ عدل بین الزوجات پر صریح دال ہیں۔ قسم کے باب میں قول خصاف کو لینا جو کہ عدل بین الزوجات کے منافی ہے درست معلوم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ أَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ (النساء:۳)

(عورتوں سے جوتم کو پسند ہوں نکاح کرلو، دو، دو عورتوں سے اور تین، تین عورتوں سے اور چار، چار عورتوں سے، پس اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ تم عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو۔) [ترجمہ از بیان القرآن]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''اللّٰهم هٰذه قسمتي فيما أملك فلا تلمني فيما تملك ولا أملك''. (سنن الترمذی: ۲۱۷/۱)

(اے اللہ یہ میری تقسیم ہے، اس میں جس کا میں مالک ہوں، پس میرا مواخذہ نہ کرنا اس پر جس کا تو مالک ہے اور میں اس کا مالک نہیں۔)

ایک اور حدیث میں ہے:

''من كانت له امرأتان فمال إلى إحداهما جاء يوم القيامة وشقه مائل''. (أبوداؤد)

(جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف مائل ہو جائے تو وہ قیامت کے دن آئے گا اور اس کی ایک جانب جھکی ہوگی۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابرین امت متعدد بیویوں میں از حد استطاعت مساوات فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت میں کچھ زیادتی ہونے پر بھی اللہ تعالیٰ سے عدم مؤاخذہ کی دعا مانگی، جب کہ محبت استطاعت سے خارج شیٔ ہے، پھر نان نفقہ جو کہ عدل میں بنیادی حیثیت کی حامل شیٔ ہے، اس میں قول خصاف کو لے کر مساوات کو ضروری قرار نہ دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔ صرف رات گزارنے میں قسم کا اعتبار کرنے سے قرآن پاک کی آیت:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوْا أَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾

اور ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا﴾ کا مطلب مشکل ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ صرف رات گزارنے میں مساوات تو کوئی اتنا مشکل کام نہیں کہ اس پر یہ آیات نازل ہوں۔ نیز تاتارخانیہ، بدائع، فتاوی ولوالجیہ، سراجیہ، مجمع الانہر، الجوہرۃ النیرۃ اور الدر المختار میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے کہ صرف شوہر کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے ایک سے زائد بیویوں میں مساوات ضروری ہوگی۔

امام خصافؒ کا قول خود متعارض ہے، نیز محیط اور تاتارخانیہ کے حوالے سے گزر چکا کہ خصاف کا قول خود متعارض ہے، وہ اپنی کتاب ''ادب القاضی'' میں کہیں میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کرنا ذکر کرتے ہیں تو کہیں ظاہر الروایۃ کی طرح صرف شوہر کی حالت کا اعتبار کرتے ہیں، لہٰذا ان کے اپنے اقوال میں تعارض نفقہ میں ہی ان کے قول کو مشتبہ کر دیتا ہے، چہ جائیکہ قسم میں بھی اسے لے لیا جائے۔

لہٰذا احقر کی ناقص رائے میں قسم کے باب میں اسی قول کو لینا مناسب ہے کہ تمام بیویوں میں مساوات کی جائے، چاہے ایک امیر اور ایک غریب ہو، دونوں کو رہائش، طعام اور کپڑے وغیرہ میں ایک ہی طرح کا انتظام کیا جائے، یہی شرعی نصوص اور فقہی عبارات سے قریب تر ہے۔ یہی علماء پاک و ہند کی رائے ہے۔

متعدد بیویوں سے متعلق اردو فتاوی میں اختیار کردہ رائے کا بیان:

فتاوی دارالعلوم دیوبند [۲۸۹/۸] پر باب: بیویوں میں عدل ومساوات پر حقوق الزوجین کے تحت بہت سے فتاوی میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے یہی رائے اختیار فرمائی ہے، نیز فتاوی محمودیہ [۴۳۵/۱۳] پر بھی تسویہ بین الزوجین فی النفقہ کا فتوی موجود ہے اور امداد الفتاوی [۵۲۹/۲] پر ''نفقۃ الزوجین میں تسویہ کی تحقیق'' کے عنوان سے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی کے امداد الفتاوی میں موجود اس فتوے کا چوں کہ مستدرکہ فتوے میں بھی ذکر تھا، لہٰذا احقر یہاں حضرت حکیم الامت کا مکمل فتوی نقل کر رہا ہے۔

عنوان: نفقہ زوجین میں تسویہ کی تحقیق:

سوال: فقہ کی اکثر کتابوں میں یہ دیکھا ہے اور غالبا جناب کی بھی زبان سے سنا ہے کہ نفقہ میں دونوں بیویوں کو برابر رکھنا چاہیے؛ لیکن شامی میں اس قول کو نقل کر کے لکھا ہے:

"والحق انه على قول من اعتبر حال الرجل وحده فى النفقة واما على القول المفتى به من اعتبار حالهما فلا،فإن إحداهما قد تكون غنية والاخرىٰ فقيرة فلا يلزم التسوية بينهما مطلقا فى النفقة".

اور یہی عبارت البحر الرائق میں بھی ہے اس کا مفہوم تو میں یہ سمجھا کہ قول مفتی بہ یہ ہے کہ نفقہ کے بارے میں دونوں بیویوں کی حیثیت دیکھی جائے گی اور مطلق مساوات ضروری نہ رہے گی اور اگر میں مفہوم سمجھا نہیں ہوں تو اس کی تصحیح فرمائی دی جائے؟

الجواب: میں نے یہ روایت آج ہی دیکھی مگر دیکھنے کے بعد بھی رائے سابق نہیں بدلی، وجہ خدشہ یہ ہے کہ اول تو یہ مسئلہ اپنے اصل سے باب القسم یعنی العدل کا نہیں، باب النفقہ کا ہے، جس میں زوجہ کے یسار اور اعسار کی بحث بمقابلہ زوج کے ہے، جس میں نفقہ کی مؤنت ہے، زوجہ کا حق اور زوج کی مونت دونوں پر نظر کر کے بحث پیدا ہوگی، اس پر باب القسم کے جزئیہ کو قیاس کر لیا گیا اور قیاس کرنے والے بھی نہ مجتہدین ہیں نہ مرجحین تو اول تو خود اصل مسئلہ قیاسی جو کہ ظنی تھا، پھر اس قیاسی پر قیاس کرنے سے جو حاصل ہوگا، وہ اصل سے بھی ضعیف ہو کر اضعف ہو جائے گا۔ خصوصاً جب قائس بھی ضعیف ہو پھر خود صحت قیاس کی ایک فارق کی وجہ سے متکلم فیہ بھی ہے، وہ فارق یہ ہے کہ اصل میں مقابلہ ہے من علیہ الحق و من لہ الحق کا اور ان دونوں کی بناؤں میں تساوی نہیں؛ اس لیے وجہ تعدیل میں اختلاف ہوسکتا ہے، ہر قائل نے دونوں بناؤں کی رعایت کا طریق تجویز کرنے میں مختلف رائے قائم کی، جس میں اہل

معاملہ میں سے کسی کی ترجیح کسی پر لازم نہیں آتی اور یہاں مقابلہ ہے ایک من لہ الحق کا دوسری من لہ الحق سے جو بناء استحقاق میں متساوی ہیں، پھر باوجود تساوی فی بناء الاستحقاق محض ایک وصف خارج؛ یعنی یسار کی وجہ سے جس کا بناء استحقاق پر کوئی اثر نہیں، ایک کو دوسری پر ترجیح دینا ابطال ہے، بناء استحقاق کا ایک وصف خارج کے سبب جو ترجیح بلا مرجح ہے۔ غرض قیاس کی صحت بھی ضعیف پھر قائس بھی ضعیف اور قیاس در قیاس کی وجہ سے بھی ضعف مسئلے میں اتنے ضعف پھر وجوب عدل سے تعارض؛ کیوں کہ وہ نصوص اپنے اطلاق سے اس صورت کو بھی شامل ہیں کہ ایک موسرہ ہو اور ایک فقیرہ اور تخصیص وتقیید کی کوئی دلیل نہیں؛ اس لیے یہ حکم سخت مخدوش ہے، پھر دوسرے قواعد اس کو مقتضی ہیں کہ اگر اس حکم پر عمل بھی کیا جاوئے تو زوج کی رائے پر اس کا مدار نہ رکھا جاوے گا؛ بلکہ قضاء قاضی کی حاجت ہوگی؛ کیوں کہ اس صورت میں جو فقیرہ کی طرف سے نزاع ہوگا کہ وہ دوسرے قول کو لینا چاہے گی، اس کا قاطع صرف قضاء قاضی ہوسکتا ہے اور عجب نہیں کہ اسی احتمال نزاع کی بنا پر اصل مسئلہ میں بھی قضاء قاضی شرط ہو گو میں نے منقول نہیں دیکھا، شاید تلاش سے مل جاوے؛ لیکن باوجود اس کے اگر کسی مفتی کو اس قول میں شرح صدر پیدا ہو جاوے اور عامی کو اس کے فتوے میں شرح صدر ہو جاوے تو افتاء اور اخذ جائز ہے۔ (امداد الفتاوی:۲/۵۲۹)

حضرت مولانا حکیم الامت تھانوی کا فتوی آپ نے مطالعہ کیا، اس میں حضرت نے نفقے کے باب میں بھی قول خصاف کو ظنی قیاسی اور ضعیف تک تحریر فرما دیا ہے۔ نیز قسم کے باب میں تو اس پر عمل کو اضعف قرار دیا ہے۔ حضرت کے فتوی کے مطابق نفقے میں ہی یہ قول قیاس ہے اور قسم میں اسے لینا قیاس در قیاس ہے۔

ایک وضاحت اور بعض اشکالات کا بیان:

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ فی الوقت ہم نفقہ میں قول خصاف کو مفتی بہ قرار دینے پر بحث نہیں کرتے؛ کیوں کہ صاحب ھدایہ سے لے کر اکثر متاخرین حنفیہ نے اسے مفتی بہ قرار دیا ہے، اگرچہ اس پر اشکالات وارد ہوتے ہیں، مثلاً ایک اشکال یہ ہے کہ اس میں آیت: ﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ﴾ پر حدیث ہند خبر واحد کے ذریعے اضافہ کیا گیا ہے، خبر واحد کے ذریعے مجمل کی وضاحت تو ہوسکتی ہے؛ لیکن صریح نص پر زیادتی درست نہیں۔

اس اشکال کے جوابات دینے کی کوشش کی گئی ہیں؛ لیکن جواب کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ آیت سے شوہر کی حالت کا اعتبار معلوم ہوتا ہے اور حدیث سے بیوی کی حالت کا اعتبار معلوم ہو گیا، لہٰذا دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔ باقی اس جواب میں جو تفصیلات ہیں، انہیں حوالہ جات میں ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے۔

بندہ ناچیز کی رائے میں یہ جواب وزنی نہیں ہے؛ کیوں کہ یہی تو زیادتی ہے جو خبرِ واحد کے ذریعے کی جارہی ہے، ظاہر الروایۃ کے مطابق صرف شوہر کی حالت کا اعتبار آیات قرآنیہ کے مطابق اور اصول استدلال حنفیہ سے قریب تر ہے۔

ایک اور اشکال قول خصاف پر یہ بھی ہوتا ہے کہ ﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ﴾ میں تو آپ نے حدیث ہند سے اضافہ

کردیا؛ لیکن آیت ﴿عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ﴾ تو اس سے زیادہ صریح ہے، اس کا کیا جواب ہوگا؟

علامہ ابن الھمام نے اس کے دو جواب دیئے ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے بعد ﴿متاعا بالمعروف﴾ کے الفاظ ہیں اور معروف یہ ہے کہ شوہر پر بیوی کی حالت اور اپنی حالت دونوں کا اعتبار کرتے ہوئے نفقہ لازم ہو؛ کیوں کہ معروف یہ ہے کہ مالدار کو وہ نہ دیا جائے، جو فقیرہ کو دیا جارہا ہے۔ اس جواب پر بھی غور کیا جاسکتا ہے۔

الغرض باب النفقہ میں بھی قول خصاف کو لینے پر بہت سے اشکالات وارد ہوتے ہیں، جنہیں حضرات فقہاء نے ذکر کرکے ان کے جوابات دیئے ہیں، جن پر بحث ومباحثہ کی گنجائش موجود ہے، جب کہ ظاہر الروایۃ بے غبار ہے، اس پر نصوص قرآنیہ کے مطابق کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ بیوی جب شادی پر راضی ہوگئی تو شوہر کی جتنی وسعت ہوگی اتنا کھلائے گا۔ جو خود کھائے گا، وہی بیوی کو کھلائے گا؛ لیکن چوں کہ تقریباً تمام متاخرین نے قول خصاف کو باب النفقہ میں مفتی بہ قرار دیا ہے، لہٰذا احقر کے نزدیک نفقات کے باب میں اسی پر فتوی ہے کہ میاں بیوی دونوں کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے نفقہ دینا ہوگا۔ شوہر امیر اور بیوی غریب ہو تو متوسط نفقہ ہوگا، نیز شوہر غریب اور بیوی امیر ہو، تب بھی متوسط نفقہ دینا ہوگا، جس کے لیے شوہر قرض لے گا۔

باب القسم میں ظاہر الروایۃ کی ترجیح کی وجوہ:

لیکن قسم کے باب میں ظاہر الروایۃ کو ہی لیا جائے گا اور دو بیویوں میں ان کی حالت کو مدنظر رکھنے کے بجائے شوہر حسب استطاعت دونوں کو برابر اشیاء فراہم کرے گا۔ اس کی وجوہات مختصراً درج ذیل ہیں:

(۱) قسم میں عدل کا قول آیت قرآنیہ میں موجود وجوب عدل کے موافق ہے۔

(۲) احادیث کثیرہ سے ثابت دو بیویوں میں مساوات تب ہی ممکن ہے، جب ظاہر الروایۃ کو لیا جائے۔

(۳) تاتارخانیہ، بدائع، ولوالجیہ، سراجیہ، مجمع الانہر، الجوہرۃ النیرۃ اور درمختار میں عدل کے قول کو ہی لیا گیا ہے۔

(۴) اس کے علاوہ بہت سے مصنفین نے تو قسم کے باب میں اس مسئلہ کو ذکر ہی نہیں کیا۔

(۵) جن حضرات نے ذکر کیا ہے اور قول خصاف کو مفتی بہ قرار دیا ہے، انہوں نے قسم کو نفقہ پر ہی قیاس کیا ہے، جب کہ قسم میں عدل کا وجوب، یا فرضیت تو نص قرآنی سے ثابت ہے۔

(۶) وجہ استحقاق (یعنی زوجیت) نفقہ میں دونوں بیویاں برابر ہیں، پھر ایک خارجی وصف مالداری کی بنا پر ایک کو زیادہ دینا اور دوسرے کو کم دینا درست معلوم نہیں ہوتا، جب کہ وجہ استحقاق نفقہ یعنی زوجیت میں دونوں مساوی ہیں۔

ان مختلف وجوہ اور تصریحات فقہاء کی بنا پر احقر کی ناقص رائے میں قسم کے باب میں قول خصاف کو نہیں لیا جائے گا، نیز اردو فتاوی میں سے بھی کوئی فتوی احقر کی نظر سے ایسا نہیں گزرا، جس میں قسم کے باب میں بھی قول خصاف کو لیا گیا ہو۔ یہ وہ کچھ تھا جو احقر پر بعد از تحقیق وتفحص ظاہر ہوا، حسب استطاعت تحریر کردیا گیا ہے، جن حضرات اعلام کا ذکر

آیا، یا جن کی رائے سے اختلاف کیا گیا ہے، ظاہر ہے دلیل کی بنا پر کیا گیا ہے، یہ سب بہت ذیشان اور علم وعمل میں بلند مقام کے حامل تھے؛ لیکن دلیل کی بنیاد پر اختلاف دورِ صحابہ کرام سے چلتا آ رہا ہے اور مسئلہ زیر بحث میں بھی خود کتب حنفیہ میں دو طرح کے اقوال ہیں، لہٰذا ترجیح وشواہد کا پیش کرنا ضروری امر ہے۔ راقم الحروف نے کتب فقہ سے جو اخذ کیا سامنے تحریر کر دیا۔ احقر ان مشایخ کو اپنے سر کا تاج اور ان کی شفاعت کا حصول بھی اپنے لیے بہت بڑا سرمایہ سمجھتا ہے۔ اس ساری بحث کو فقہی نظر سے مطالعہ کیا جائے، یہی ہمارے اکابر کا شیوہ اور طرز عمل رہا ہے۔

سائل کے اشکالات کے جوابات:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں آپ کے ذکر کردہ اشکالات کے جوابات بھی مختصراً لکھ دیئے جائیں، اگرچہ پوری تحقیق کے درمیان خود ہی آپ کو اپنے سوالوں کے جوابات مل چکے ہوں گے۔

(۱)　پہلی بات آپ نے یہ ذکر کی کہ اکثر فقہاء کی عبارات تساوی بین الزوجات کی طرف مشیر ہیں، یہ بات گزشتہ فتوے میں درست نہیں۔ اس کا جواب واضح ہوگیا کہ قسم کے باب میں خصاف کا قول تمام فقہاء نے ذکر نہیں کیا۔ تبیین، نہر، بحر، طحطاوی اور شامیہ میں قسم کے باب میں بھی قول خصاف کو لیا گیا ہے، جب کہ تاتارخانیہ، بدائع، ولوالجیہ، سراجیہ، مجمع الانہر، جوہرۃ اور درمختار میں عدل اور تساوی بین الزوجات کا قول لیا گیا ہے۔ نیز اس کے علاوہ کتب میں ہماری معلومات کے مطابق قسم کے باب میں اس سے بحث ہی نہیں کی گئی، لہٰذا آپ کا یہ کہنا کہ ہدایۃ میں بھی قسم کے باب میں خصاف کا قول لیا گیا ہے، یہ بات درست نہیں۔ قول خصاف کو قسم کے باب میں ہدایہ، فتح القدیر وغیرہ میں ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ نیز اس تفصیل سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اکثر فقہاء نے قسم کے باب میں قول خصاف کو لیا ہے، یا تساوی بین الزوجات کے قول کو۔

(۲)　دوسرا اشکال قول خصاف کو قیاس اور پھر قسم میں بھی اسے لینے کو قیاس در قیاس کہنے کا ہے، جب کہ قول خصاف حدیث ہند سے ثابت ہے۔ اس اشکال کا جواب واضح ہے کہ اسے قیاس ہم نے نہیں؛ بلکہ حضرت مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے قرار دیا ہے اور یہ تمام الفاظ حضرت نے استعمال فرمائے ہیں۔ حضرت کا فتوی آ چکا ہے، اس کے یہ الفاظ دوبارہ پڑھے جائیں:

”یہ مسئلہ اپنی اصل سے باب القسم یعنی العدل کا نہیں باب النفقہ کا ہے۔۔۔ اس پر باب القسم کے جزئیہ کو قیاس کر لیا گیا اور قیاس کرنے والے بھی نہ مجتہدین ہیں نہ مرجحین تو اول تو خود اصل مسئلہ قیاسی جو کہ ظنی تھا، پھر اس قیاس پر قیاس کرنے سے جو حاصل ہوگا، وہ اصل سے بھی اضعف ہو جائے گا۔ خصوصاً جب قائس بھی ضعیف ہو، پھر خود صحت قیاس کی ایک فارق کی وجہ سے متکلم فیہ بھی ہے وہ فارق یہ ہے کہ۔۔۔ الخ۔ (امداد الفتاوی: ۲/۵۲۹)

راقم عرض کرتا ہے کہ حقیقتاً دیکھا جائے تو قول خصاف باب النفقہ میں بھی اصلاً قیاس اور عقلی بنیاد پر ہے۔ حدیث ہند

سے استدلال اور نص قرآنی پر اضافہ اتنی قوت نہیں رکھتا۔ نیز باب القسم میں بھی اس قول کولا نا قسم کو نفقہ پر ہی قیاس کرنا ہے۔

(۳) تیسرا اشکال ظاہر الروایۃ کے نصوص سے متعلق ہے، اس کا جواب بھی آ گیا۔ راقم نے گزشتہ صفحات میں ظاہر الروایۃ کے مستدل نصوص اور مرجحات ذکر کر دیئے ہیں۔

(۴) چوتھا اشکال آپ نے یہ کیا کہ حضرت تھانوی کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے آپ نے دوسری جانب موجود اتنے بڑے بڑے فقہاء کے مذہب کو ترک کر دیا۔ گویا ایک جانب حضرت تھانوی اور دوسری جانب تمام فقہاء جنہیں فتوی میں بعض فقہاء لکھ دیا گیا ہے۔ اس اشکال کا جواب دینا بظاہر ضروری نہیں رہا؛ لیکن راقم الحروف سائل کی تشفی کے لیے مختصراً ذکر کر رہا ہے۔

باب النفقۃ میں راقم کے نزدیک بھی قول خصاف ہی مفتی بہ ہے۔ گزشتہ متصلہ فتوی میں بھی احقر نے نفقہ کے باب میں قول خصاف کو ترک نہیں کیا؛ بلکہ قسم کے باب میں ظاہر الروایۃ کو لیا ہے، آپ کا اشکال بظاہر باب القسم پر ہی ہے۔ راقم الحروف اوّلاً ان حضرات کا ذکر کر دے، جنہوں نے نفقہ میں بھی ظاہر الروایۃ کو لیا ہے۔

بنایہ میں ہے:

"وظاهر الرواية عن أصحابنا اعتبار حال الرجل فى اليسار والإعسار دون حال المرأة، وبه صرح محمد فى الأصل والحاكم فى الكافى وصاحب الشامل فى قسم المبسوط، و الإمام الإسبيجابى فى شرح الطحاوى، وإليه ذهب الكرخى و كثير من مشايخنا المتأخرين، كصاحب التحفة وصاحب النافع وغيرهم، وهو قول الشافعى". (البناية: ٥٦/٤٨٥)

(ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ صرف مرد کا اعتبار ہوگا مالداری اور تنگ دستی میں عورت کا نہیں۔ امام محمد نے اصل میں یہی تصریح فرمائی ہے اور حاکم نے کافی میں، صاحب شامل نے قسم مبسوط میں اور امام اسبیجابی نے شرح الطحاوی میں یہی تصریح فرمائی ہے، کرخی کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے بہت سے مشائخ متاخرین مثلاً صاحب تحفہ اور صاحب نافع وغیرہ نے بھی یہی مذہب اختیار کیا ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔)

نیز فتح القدیر میں علامہ ابن الہمام نے قول خصاف کو نفقات میں مفتی بہ قرار دیا ہے؛ لیکن ظاہر الروایۃ سے متعلق فرماتے ہیں:

"وقول الكرخى هو ظاهر الرواية وقال به جمع كثير من المشايخ ونص عليه محمد وقال فى التحفة أنه الصحيح". (فتح القدير: ٣٨٠/٤)

(کرخی کا قول ظاہر الروایۃ ہے مشائخ کی ایک بڑی تعداد نے اسے اختیار کیا ہے، امام محمد نے اسی قول کی تصریح فرمائی ہے اور تحفہ میں ہے: بے شک یہی قول صحیح ہے۔)

یہ تو نفقات کے باب میں تصریحات تھیں، البتہ قسم کے باب میں ذکر کر دیا گیا کہ قول خصاف کو چند حضرات فقہاء

نے لیا ہے۔ نیز آپ کا یہ کہنا کہ صاحب ہدایہ اور صاحب بدائع نے بھی قسم کے باب میں قول خصاف کو لیا ہے، یہ درست نہیں۔ صاحب ہدایہ نے تو باب القسم میں مسئلہ ہذا سے بحث ہی نہیں فرمائی اور صاحب بدائع نے عدل بین الزوجات کے قول کو لیا ہے۔ بندہ نے گزشتہ فتوے میں صرف حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی پر اعتماد کر کے ظاہر الروایۃ پر فتوی نہیں دیا تھا؛ بلکہ اولا نصوص قرآن وحدیث، ثانیا تاتارخانیہ، بدائع ولوالجیہ، سراجیہ، مجمع الانہر، الجوہرۃ النیرۃ اور درمختار کے قول عدل بین الزوجات کو اختیار فرمانے پر فتوی دیا تھا۔

(خلاصہ کلام) مسئلہ ھذا میں راجح کا بیان:

مسئلہ ہذا میں بعد از تحقیق جو کچھ ظاہر ہوا بندے نے تحریر کر دیا ہے۔ آخر میں راقم کے نزدیک راجح یہی ہے کہ باب النفقۃ میں تو قول خصاف پر فتوی ہو اور ایک بیوی کو نفقہ دینے میں میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے شوہر پر نفقہ فرض ہو؛ لیکن باب القسم میں ظاہر الروایۃ کے مطابق فتوی دینا چاہیے۔ دو، یا دو سے زائد بیویوں کو شوہر فقط اپنی حالت کے اعتبار سے مساوی نفقہ دے گا اور عدل بین الزوجات ضروری ہوگا۔ یہی نصوص اور درایت کے قریب تر ہے۔

لما فی القرآن الکریم (النساء:۳): ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُوْلُوا﴾

وفی التفسیر القرطبی(۲۰/۵): الحادية عشر: قوله تعالىٰ فإن خفتم الا تعدلوا فواحدة قال الضحاك وغيره فى الميل والمحبة والجماع والعشرة والقسم بين الزوجات الأربع والثلاث والإثنين "فواحدة" فمنع من الزيادة التى تؤدى إلى ترك العدل فى القسم وحسن العشرة وذلك دليل على وجوب ذلك والله أعلم.

وفی الهندية (۳٤۰/۱،باب القسم): ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه والبيتوتة عندها للصحبة والمؤانسة لا فيما لا يملك وهو الحب والجماع، كذا فى فتاوى قاضى خان.

وفيه أيضاً: وإذا أراد الفرض والزوج موسر يأكل الخبز الحوارى واللحم المشوى والمرأة معسرة أوعلى العكس اختلفوا فيه والصحيح أنه يعتبر حالهما كذلك فى الفتاوى الغياثية و عليه الفتوى حتى كان لها نفقة اليسار إن كانا موسرين ونفقة العسار إن كانا معسرين وإن كانت موسرة وهو معسر لها فوق ما يفرض لو كانت معسرة فيقال له أطعمها خبز البر وباجة أو باجتين وإن كان الزوج موسرا مفرط اليسار نحو أن يأكل الحلواء واللحم المشوى والباجات وهى فقيرة كانت تأكل فى بيتها خبز الشعير لا يجب عليه أن يطعمها ما يأكل بنفسه ولا ما كانت تأكل فى بيتها ولكن يطعمها خبز البر وباجة أو باجتين وفى ظاهر الرواية يعتبر حال الزوج فى اليسار والإعسار كذا فى الكافى وبه قال جمع كثير من المشايخ رحمهم الله تعالى

للزوج إذا كان موسرا مفرط اليسار والمرأة فقيرة أن يأكل معها ما يأكل بنفسه قال فى الكتاب وكل جواب عرفته فى فرض النفقة من اعتبار حال الزوج أواعتبار حالهما فهو الجواب فى الكسوة كذا فى الذخيرة إذا كان معسرا وهى موسرة سلم لها قدر نفقة المعسرات فى الحال والزائد يبقى دينا فى ذمته كذا فى التبيين.

وفى الدرالمختار (۲۰۲/۳،باب القسم) :(يجب) وظاهر الآية أنه فرض،نهر (أن يعدل)أى أن لا يجور (فيه) أى فى القسم بالتسوية فى البيتوتة (وفى الملبوس والمأكول) والصحبة.

وفى الشامية(۲۰۲/۳،باب القسم) :وقد علمت أن العدل فى كلامه بمعنى عدم الجور لا بمعنى التسوية فإنها لا تلزم فى النفقة مطلقا قال فى البحر: قال فى البدائع: يجب عليه التسوية بين الحرتين والأمتين فى المأكول والمشروب والملبوس والسكنى والبيتوتة، وهكذا ذكر الولوالجى والحق أنه على قول من اعتبر حال الرجل وحده فى النفقة وأما على القول المفتى به من اعتبار حالهما فلا فإن إحداهما قد تكون غنية والأخرى فقيرة، فلا يلزم التسوية بينهما مطلقا فى النفقة وبه ظهر أنه لا حاجة إلى ما ذكره المصنف فى المنح من جعله ما فى المتن مبنيا على اعتبار حاله.

وفى الدرالمختار (۵۷۳/۳،باب النفقة) :(بقدر حالهما) به يفتى يخاطب بقدر وسعه والباقى دين إلى الميسرة ولو موسرا وهى فقيرة لا يلزمه أن يطعمها مما يأكل بل يندب.

وتحته فى الشامية:(قوله:به يفتى) كذا فى الهداية وهو قول الخصاف وفى الولوالجية:وهو الصحيح وعليه الفتوى وظاهر الرواية اعتبار حاله فقط،وبه قال جمع كثير من المشايخ، ونص عليه محمد وفى التحفة والبدائع: أنه الصحيح بحر،لكن المتون والشروح على الأول وفى الخانية: وقال بعض الناس يعتبر حال المرأة قال فى البحر:واتفقوا على وجوب نفقة الموسرين إذا كانا موسرين، وعلى نفقة المعسرين إذا كانا معسرين، وإنما الاختلاف فيما إذا كان أحدهما موسرا والآخر معسرا،فعلى ظاهر الرواية الاعتبار لحال الرجل، فإن كان موسرا وهى معسرة فعليه نفقة الموسرين،وفى عكسه نفقة المعسرين وأما على المفتى به فتجب نفقة الوسط فى المسألتين. (نجم الفتاوی:۲۶۶/۵،۲۸۱)

نامرد پر بھی بیوی کا نفقہ واجب ہے:

سوال: ایک آدمی نامرد ہے جماع نہیں کرسکتا،اس کی شادی ہوئی اور بیوی صحت مند جماع کے قابل لڑکی ہے۔ اس صورت میں نامرد پر بیوی کا نفقہ واجب ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عنین (نامرد) پر اس کی بیوی کا خرچہ واجب ہے، اگر چہ جماع پر قدرت نہ ہو؛ کیوں کہ بیوی کا یہ خرچہ جماع کا

عوض نہیں؛ بلکہ خاوند کے گھر میں رہنے کا بدلہ ہے۔

لمافی الهندية (۵٤٦/۱): وإن كان الزوج صغيرا والمرأة كبيرة فلها النفقة لوجود التسليم كذلك إذا كان الزوج مجبوبا أو عنينا أو مريضا لا يقدر على الجماع أوخارجا للحج فلها النفقة لوجود التسليم، كذا في البدائع.

وفي الدرالمختار(۵۷۲/۳):(فتجب للزوجة)... (علىٰ زوجها) لأنها جزاء الاحتباس وكل محبوس لمنفعة غيره يلزمه نفقته.

وفي الشامية(۵۷۸/۳):لأن الاحتباس جاء لمعنى من جهته لا من جهتها كما لو كان مريضا أو صغيرا أو مجبوبا أو عنينا. (نجم الفتاوی:۲۹۷/۵)

کیا بیوی کو جیب خرچ دینا ضروری ہے:

سوال (۱) مفتی صاحب! ایک شخص اپنی بیوی کو نان، نفقہ، سکنی اور ضروریات کی تمام اشیاء میسر کرتا ہے؛ لیکن ان کو جیب خرچ کے لیے نقد کوئی رقم نہیں دیتا تو کیا خاوند پر نان نفقہ وغیرہ کے علاوہ اپنی اہلیہ کو جیب خرچ دینا شرعا، یا قانوناً، یا اخلاقاً فرض، واجب ہے، یا نہیں؟ بالخصوص جب بیوی اپنے بہن، بھائیوں کو عطیہ، یا غربا کو صدقہ وخیرات کرنے کے جذبہ سے سرشار ہو؟

(۲)　جب بیوی اپنے والدین کے گھر شوہر کی اجازت سے آئے تو کیا وہ اپنی بہن کے گھر شوہر کی اجازت سے جائے گی، جب کہ اس کو اس کے محارم اپنے ساتھ لے کر جاتے ہیں اور کیا شوہر کا ان (اپنی بیوی) کو بہن کے ہاں جانے سے روکنا شرعاً واخلاقاً درست ہے، یا نہیں؟ برائے مہربانی شریعت محمدی کی روشنی میں تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱)　شادی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے زوجین اور ان کے خاندانوں کے درمیان محبت، دلجوئی اور راحت کا ذریعہ بنایا ہے؛ لیکن یہ رشتہ باعث مسرت وخوشی اسی وقت بن سکتا ہے، جب جانبین سے ان سب حقوق کی رعایت رکھی جائے، جو شرعاً مقرر ہیں، یا جو دیانۃً واخلاقاً زوجین کے لیے لازم ہیں، اگر اس میں صرف قضاءً امقرر شدہ حقوق کو دیکھا جائے اور دیانۃً واخلاقاً جو حقوق ہیں، ان کا بالکل خیال نہ رکھا جائے تو یہ رشتہ محبت ودلجوئی سے تبدیل ہو کر مختلف قسم کی ناچاقیوں کا ذریعہ بن جاتا ہے، جیسے بیوی کے ذمہ شوہر کا کھانا پکانا اور کپڑے دھونا وغیرہ قضاءً لازم نہیں؛ لیکن شوہر کی رعایت رکھتے ہوئے دیانۃً اس کو اس کا حکم دیا جاتا ہے، اسی طرح اگر چہ بیوی کے لیے والدین کی زیارت کے لیے جانے کی مدت شرعاً ایک ہفتہ ہے اور دیگر رشتہ داروں کے لیے ایک سال ہے؛ لیکن دیانۃً واخلاقاً شوہر کا یہ فریضہ بنتا ہے کہ اس عرصہ سے پہلے بھی اس کو اس کی بہن اور دیگر رشتہ داروں سے ملا لیا کرے، بشرطیکہ اس میں فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۲)　شوہر کے ذمہ بیوی کے لیے بقدر کفایت معروف طریقے سے کھانے پینے، رہائش اور دیگر ضروریات اصلیہ

کا خرچہ شرعاً واجب ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر شوہر اپنی بیوی کو نان ونفقہ، سکنی اور ضروریات کی تمام اشیا میسر کر دیتا ہے تو مزید اس کے ذمہ بیوی کو جیب خرچ دینا واجب نہیں، البتہ اگر گنجائش کے مطابق تبرعاً دے دیتا ہے تو ثواب کا مستحق ہوگا۔

لمافی البحر الرائق (باب النفقة: ۲۹٦/٤): ولم يذكر المصنف تقديرا للنفقة لما فى الذخيرة وغيرها من أنه ليس فى النفقة عندنا تقدير لازم لأن المقصود من النفقة الكفاية وذلك مما يختلف فيه طباع الناس وأحوالهم ويختلف باختلاف الأوقات أيضا ففى التقدير بمقدار إضرار بأحدهما والذى قال فى الكتاب إن كان الزوج معسرا فرض القاضى لها النفقة أربعة دراهم فهذا ليس بتقدير لازم بل إنما قدره محمد لما شاهد فى زمانه فالذى يحق على القاضى فى زماننا اعتبار الكفاية بالمعروف وأصله حديث هند حيث اعتبر الكفاية وفى البدائع وإذا كان وجوبها على الكفاية فيجب على الزوج ما يكفيها من الطعام والإدام والدهن لأن الخبز لا يؤكل عادة إلا مادوما وأما الدهن فلا بد منه للنساء.

وفى الشامية (۵۷٤/۳): قال فى البحر واتفقوا على وجوب نفقة الموسرين إذا كانا موسرين وعلى نفقة المعسرين إذا كانا معسرين وإنما الاختلاف فيما إذا كان أحدهما موسرا والآخر معسرا فعلى ظاهر الرواية الاعتبار لحال الرجل فإن كان موسرا وهى معسرة فعليه نفقة الموسرين وفى عكسه نفقة المعسرين وأما على المفتى به فتجب نفقة الوسط فى المسألتين وهو فوق نفقة المعسرة ودون نفقة الموسرة، آه.

(۵۸۰/۳): فإن المفروضة أو المدفوعة لها ملك لها فلها الإطعام منها والتصدق.

(٦۹۲/۳، مطلب فى الكلام على المؤنسة): قيل لا يمنعها من الخروج إلى الوالدين وقيل يمنع ولا يمنعهما من الدخول إليها فى كل جمعة وغيرهم من الأقارب فى كل سنة هو المختار، آه. (نجم الفتاوی: ۲۸۲/۵، ۲۸۳)

بیوی کا بلا اجازت شوہر کی رقم استعمال کرنا:

سوال: مفتی صاحب! زید اپنی بیوی زینب کو پورا خرچہ نہیں دیتا، جس کی وجہ سے زید کی بیوی، بچوں کی صحیح پرورش نہیں کرسکتی۔ اب زید کی بیوی اس کی عدم موجودگی میں اس کی جیب سے کچھ پیسے وغیرہ نکال لیتی ہے۔ زید کی بیوی کا یہ فعل شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اور بعد میں اسے بتانا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر واقعہ یہی ہو تو زینب اپنے شوہر کی جیب سے بقدر ضرورت پیسے لے سکتی ہے اور شوہر کو بتانا بھی ضروری نہیں۔

لمافی البخاری (۸۰۷/۲): حدثنا ابن مقاتل، أخبرنا عبد الله، أخبرنا يونس، عن ابن شهاب، أخبرنى عروة، أن عائشة رضى الله عنها، قالت: جائت هند بنت عتبة، فقالت: يا رسول الله، إن

أبا سفيان رجل مسيک، فهل علی حرج إن أطعم من الذی له عيالنا؟ قال: لا، إلا بالمعروف.

وفی عمدة القاری شرح صحيح البخاری(۲۱/۲۱): (باب إذا لم ينفق الرجل فللمرأة أن تأخذ بغير علمه ما يكفيها وولدها بالمعروف)أی هذا باب يذكر فيه إذا لم ينفق الرجل فللمرأة أن تأخذ بغير علمه ما يكفيها وولدها (قوله بالمعروف) أی باعتبار عرف الناس فی نفقة مثلها ونفقة ولدها. (نجم الفتاوی:۲۸۸/۵)

شوہر کا بیوی کی خدمت کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ درمختار، باب المہر کے حوالہ سے زید کہتا ہے کہ شوہر کا بیوی کی خدمت کرنا حرام ہے۔

"أما الحر فخدمته لها حرام؛ لما فيه من الإهانة والاذلال".

معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ حکم عام ہے، بعض مرتبہ گھر میں کوئی نہیں ہوتا، بیوی بیمار ہے، اُس کا سر دبانا، پاؤں دبانا، دوائی پلانا، جسم پر دوائی، یا تیل کی مالش کرنا، یہ کام شوہر کو کرنے پڑتے ہیں، کیا اس طرح کا شرعاً کوئی استثناء ہے؟ واضح فرمادیں۔

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شوہر کے لیے اپنی بیوی کی خدمت صرف اس صورت میں ممنوع ہے، جب کہ تذلیل وتحقیر کے طور پر شوہر سے بیوی خدمت لے؛ لہٰذا اگر بیوی کی بیماری کی وجہ سے، یا کسی اور بنا پر شوہر اپنی خوشی سے بیوی کی دل جوئی کے طور پر خدمت اور خبر گیری کرے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے؛ بلکہ یہ عمل پسندیدہ ہے اور حسنِ معاشرت میں داخل ہے۔

قال الشامی: فليس كل خدمة لا تجوز،وإنما يمتنع لو كانت الخدمة للترذيل. (شامی: ۱۷٦/٤، بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۱۱/۱۴۲۹ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۳٦/۸، ۵۳۷)

بیوی کے لیے چپل اور کپڑے بنانے کا حکم:

سوال: کیا خواتین اپنے شوہروں سے جیب خرچ کا مطالبہ کرسکتی ہیں؟ نیز میں اپنے شوہر سے کہتی ہوں کہ مہینہ دو مہینہ میں مجھے اور بچوں کو کسی تفریحی جگہ پر لے کر چلا کریں تو ٹال جاتے ہیں۔ کیا اس طرح کا مطالبہ شرعاً میرا حق نہیں؟ اور مرد پر سال میں کتنی دفعہ اپنی بیوی کے کپڑے بنانا اور چپل وغیرہ دلانا لازم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت نے ذمہ دارانہ طور پر عورت کے تین حقوق مرد پر لازم کئے ہیں۔

(۱) نان ونفقہ یعنی کھانے پینے کا خرچ۔

(۲) لباس یعنی بیوی کے کپڑے اور چپل وغیرہ کا خرچ۔

(۳) سکنی یعنی رہائش کا بندوبست۔

شوہر کو اپنی حیثیت کے مطابق انتظام کرنا ضروری ہے۔عورت کے کھانے پینے اور کپڑے کی پوری ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے، وہ خود بھی کھائے گا اور بیوی کو بھی کھلائے گا، وہ خود بھی پہنے گا اور بیوی کو بھی پہنائے گا، البتہ سال بھر میں کم ازکم دو مرتبہ کپڑے بنانے کا حق بیوی کو حاصل ہے۔ نیز بیوی بچوں کو تفریح پر لے جانا جائز ہے، بشرطیکہ شریعت کے منافی جگہ نہ ہوں اور وہاں منکرات (بے پردگی وغیرہ) کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

لمافی الشامية (۵۸٤/۳): وتقدم أنه يجب لها مداس رجلهاوالظاهر أنه لا خلاف فيه إذا كان المراد به ما تلبسه فى البيت و كذا الخف أوالجوارب فى الشتاء لدفع البرد الشديد.

وفى الفقه الاسلامى (۷۳۹۰/۱): وأقل ما يجب من الكسوة قميص (ثوب مخيط يستر جميع البدن) وسراويل (وهو ثوب مخيط يستر أسفل البدن ويصون العورة) وخمار أومقنعة (وهو ما يغطى به الرأس) ومداس أو مِكْعَب (وهو مداس الرجل من نعل أو غيره). (نجم الفتاوی: ۳۱۵/۵)

بیوی کا علاج معالجہ اور تجہیز وتکفین شوہر پر لازم ہے:

سوال: مفتی صاحب! جس طرح بیوی کا نان نفقہ اور مہر شوہر پر فرض ہے، کیا اسی طرح بیوی کا علاج معالجہ اور تجہیز وتکفین کا خرچہ بھی بیوی کے چھوڑے ہوئے مال کے باوجود اس کے شوہر پر فرض ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ سے پہلے ایک بات جاننا ضروری ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں جن نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں سے ایک نعمت نیک اور خوش اخلاق بیوی بھی ہے۔شریعت مطہرہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ تم اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت، محبت اور الفت سے زندگی گزارو۔ایک حدیث شریف میں ہے کہ شوہر اگر ایک لقمہ بھی محبت کے ساتھ اپنی بیوی کے منہ میں دیتا ہے تو اس پر بھی ثواب ملتا ہے۔اسی طرح ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے پاس ایک دینار ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو تو اپنی ذات پر خرچ کر، پھر اس نے پوچھا: ایک اور بھی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اپنی بیوی پر خرچ کردے، الخ۔

ظاہر ہے کہ اگر اپنی رفیقۂ حیات کے ساتھ خوشیوں بھری زندگی گزارنی ہو تو اس کے لیے زندگی کے نشیب وفراز، دکھ سکھ میں بھی ایثار اور چشم پوشی سے کام لینا ہوگا، جو کہ شریعت میں عین مطلوب ہے۔اس کے برخلاف اگر ایک آدمی اپنی زوجہ کو صحت کی حالت میں تو اپنے پاس رکھے اور اس سے نفع اٹھائے اور مرض کی حالت میں بیوی کے مال سے

علاج معالجہ کرے، یا اس کے والدین کے ہاں پہنچا دے تو اس سے خصوصاً اس دور میں جب کہ مزاج میں تنگی اور تلخی پیدا ہو چکی ہے، باہمی رنجشیں، عداوت اور امور خانہ داری کے درہم برہم ہونے کے سوا اور کچھ جنم نہیں لے گا۔

جب آپ نے یہ سمجھ لیا تو اب صورت مسئولہ میں شریعت مطہرہ کی رُو سے اگر چہ قانوناً بیوی کے علاج معالجہ کا خرچہ شوہر پر لازم نہیں ہے؛ لیکن فقہاء نے اس سے پیدا ہونے والے کثیر مفاسد کو اور کثرت امراض کی وجہ سے علاج کے اخراجات زیادہ ہونے کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ اب دیانۃً یہ اخراجات شوہر ہی کو برداشت کرنے ہوں گے اور نفقہ میں داخل ہوں گے۔ اسی طرح بیوی اگر فوت ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کے اخراجات بھی شوہر پر لازم ہوں گے۔

لمافي نيل الاوطار (۷/۱۲۰): ۲۹٦٤ـ وعن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تصدقوا، قال رجل: عندى دينار، قال: تصدق به على نفسک، قال: عندى دينار آخر، قال: تصدق به على زوجتک.

وفى الطحطاوى (۱/۳۷۱): (قوله واختلف فى الزوج) أى هل يجب كفن زوجته عليه (قوله والفتوىٰ على وجوب كفنها عليه) غنية كانت أوفقيرة، غنيا كان أو فقيرا وصححه الولوالجى فى فتاواه من النفقات.

وفى الشامية (۳/۵۷۵): (قوله: كما لا يلزمه مداواتها) أى إتيانه لها بدواء المرض ولا أجرة الطبيب ولا الفصد ولا الحجامة، هندية عن السراج.

وفى الفقه الاسلامى (۱۰/۷۳۸۰): نفقات العلاج: قرر فقهاء المذاهب الأربعة أن الزوج لا يجب عليه أجور التداوى للمرأة المريضة من أجرة طبيب وحاجم وفاصد وثمن دواء، وإنما تكون النفقة فى مالها إن كان لها مال، وإن لم يكن لها مال، وجبت النفقة على من تلزمه نفقتها؛ لأن التداوى لحفظ أصل الجسم، فلا يجب على مستحق المنفعة، كعمارة الدار المستأجرة، تجب على المالک لا على المستأجر، وكما لا تجب الفاكهة لغير أدم.

ويظهر لدى أن المداواة لم تكن فى الماضى حاجة أساسية، فلا يحتاج الإنسان غالباً إلى العلاج؛ لأنه يلتزم قواعد الصحة والوقاية، فاجتهاد الفقهاء مبنى على عرف قائم فى عصرهم، أما الآن فقد أصبحت الحاجة إلى العلاج كالحاجة إلى الطعام والغذاء، بل أهم؛ لأن المريض يفضل غالباً ما يتداوى به على كل شىء، وهل يمكنه تناول الطعام وهو يشكو ويتوجع من الآلام والأوجاع التى تبرح به وتجهده وتهدده بالموت؟ لذا فإنى أرى وجوب نفقة الدواء على الزوج كغيرها من النفقات الضرورية، ومثل وجوب نفقة الدواء اللازم للولد على الوالد بالإجماع، وهل من حسن العشرة أن يستمتع الزوج بزوجته حال الصحة، ثم يردها إلى أهلها لمعالجتها حال المرض؟ (نجم الفتاوی: ۵/۲۸۴، ۲۸۵)

بیوی کی تجہیز و تکفین اور دیگر رسوم کا خرچہ:

مفتی صاحب! درج ذیل باتوں سے متعلق استفسار کرنا ہے:

سوال (۱) اگر بیوی کا انتقال ہو جائے تو اس کے کفن اور قبر کا خرچہ اور قبرستان سے مرد آتے ہیں مرنے والے کے گھر تو جو کھانا بنتا ہے، وہ کھانا چاہیے، یا نہیں؟ اس کو ہمارے معاشرے میں کڑوی روٹی کہتے ہیں۔ کفن، قبر کا خرچ اور کڑوی روٹی کا خرچہ کس کی ذمہ داری ہے، شوہر کی، یا مرنے والی کے باپ کی؟ ہماری کچھ رسم یہ ہے کہ اگر بیوی مر جائے تو سارا خرچ اس کے باپ، یا بھائی پر ڈالتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) لڑکی والے ذات کے اعتبار سے سید ہیں اور مذہب قادیانی ہے، قادیانی کی لڑکی کو مسلمان کر کے اس سے شادی کر لی ہے۔ اب اس لڑکی کے ماں باپ اپنے نواسہ نواسیوں کو کپڑوں کی صورت میں کسی کے ہاتھ تحفہ بھیجیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) باپ اپنی جائیداد جیتے جی اولاد میں تقسیم کر سکتا ہے، اگر کر سکتا ہے تو کس طرح کر سکتا ہے؟ اس کا کیا حکم ہے؟

(۴) رسم سوئم، دسواں اور چالیسواں وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

(۵) فقیر کو چالیس روز تک دو روٹی دینا لازم سمجھا جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱) بیوی کی شرعی تجہیز و تکفین یعنی مسنون کفن، خوشبو کا خرچہ اور غسل، دفن اور قبرستان اُٹھا کر لے جانے کی اجرت و مزدوری شوہر پر لازم ہے اور اہل میت کی طرف سے لوگوں کے لیے کھانا تیار کرنا مکروہ اور قبیح بدعت ہے اور اسی طرح رسم سوئم: دسواں اور چالیسواں وغیرہ بھی بدعت ہیں۔ نیز چالیس روز تک فقیر کو دو روٹیاں دینے کو لازم سمجھنا بھی درست نہیں، البتہ حسب استطاعت صدقہ وخیرات کرنا میت کے لیے باعثِ اجر وثواب ہوگا لہٰذا شرعی کفن دفن کے اخراجات شوہر پر لازم ہیں، نہ کہ مرحومہ کے والد اور بھائی پر اور کفن دفن کی فضول خرچیاں مثلاً قبر کو پختہ کرنا اور ماربل وغیرہ لگانا اور اسی طرح قبرستان سے واپس آنے والے لوگوں کو کھانا کھلانا، تیجے، دسویں اور چالیسویں وغیرہ کے اخراجات اور فقیر کو چالیس روز تک دو روٹیاں دینے کا خرچہ نہ شوہر پر لازم ہے، نہ مرحومہ بیوی کے والد، یا بھائی پر، لہٰذا ان امور سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۲) قادیانی کا حکم مرتد کا ہے، اُن کے گھر جانا ہی درست نہیں، نہ کسی قسم کا تعلق رکھنا درست ہے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۱/۹۸)

قادیانی وغیرہ کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنا درست نہیں، لہٰذا نواسہ اور نواسیوں کے لیے جو وہ تحائف کپڑوں وغیرہ کی صورت میں بھیجتے ہیں، اُن کا قبول کرنا درست نہیں۔

(۳) باپ اپنی جائیداد زندگی میں اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کرسکتا ہے اور یہ تقسیم بطورِ میراث کے نہیں ہوگی؛ بلکہ یہ والد کی طرف سے اولاد کو تحفہ وہدیہ ہوگا اور اس میں بیٹوں اور بیٹیوں کو برابر سرابر دینا مستحب ہے۔

(۴،۵) دونوں بدعت ہیں۔

لما فی الشامیة(۲۰۶/۲، کتاب الصلاة، مطلب فی کفن الزوجة) :(قوله:وإن ترکت مالا،الخ) اعلم أنه اختلفت العبارات فی تحریر قول أبی یوسف ففی الخانیة و الخلاصة و الظهیریة أنه یلزمه کفنها وإن ترکت مالا وعلیه الفتوی وفی المحیط و التجنیس و الواقعات و شرح المجمع لمصنفه إذا لم یکن لها مال فکفنها علی الزوج وعلیه الفتوی... و الذی اختاره فی البحر لزومه علیه موسرا أو لا، لها مال أو لا، لأنه ککسوتها وهی واجبة علیها مطلقا، قال: وصححه فی نفقات الولوالجیة،آه... [تنبیه]... ثم اعلم أن الواجب علیه تکفینها وتجهیزها الشرعیان من کفن السنة أو الکفایة وحنوط وأجرة غسل وحمل ودفن دون ما ابتدع فی زماننا من مهللین وقراء ومغنین وطعام ثلاثة أیام ونحو ذلک ومن فعل ذلک بدون رضا بقیة الورثة البالغین یضمنه فی ماله.

وفی الشامیة (۲۴۰/۲،مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت) :وقال أیضاً:ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة وروی الإمام أحمد وابن ماجه بإسناد صحیح عن جریر بن عبد اللّٰه قال:کنا نعد الاجتماع إلی أهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة،آه،وفی البزازیة:ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراء ة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراء ة سورة الأنعام أوالإخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لأجل الأکل یکره وفیها من کتاب الاستحسان وإن اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا،آه،وأطال فی ذلک المعراج وقال وهذه الأفعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لأنهم لا یریدون بها وجه اللّٰه تعالیٰ،آه.

وفی الدر المختار(۶۹۶/۵):وفی الخانیة لابأس بتفضیل بعض الأولاد فی المحبة لأنها عمل القلب وکذا فی العطایا إن لم یقصد به الإضرار وإن قصده فسوی بینهم یعطی البنت کالإبن عند الثانی وعلیه الفتوی ولو وهب فی صحته کل المال للولد جاز وإثم.(نجم الفتاوی:۲۸۵/۵،۲۸۷)

میاں بیوی کے باہمی نزاع کو سلجھانے کا طریقہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے شوہر نے مجھے بیس سال پہلے گھر سے نکال دیا تھا، جب سے آج تک مجھے نان نفقہ کے لیے کوئی خرچ وغیرہ انہوں نے نہیں دیا اور مزید شادیاں انہوں نے کرلی ہیں، جس سے مجھے کوئی اختلاف نہیں، میرے ساتھ جو بچے ہیں، وہ میرے ہی ساتھ رہتے ہیں، ان بچوں کی دیکھ بھال بھی وہ نہیں کرتے، دولڑکیوں کی شادی بھی میں نے ہی کی، بچیوں کی شادی میں بھی انہوں

نے کسی بھی قسم کا کوئی تعاون نہیں کیا، جب کہ میرے شوہر اہل ثروت ہیں، اب اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

اپنی برادری کے معزز افراد کو بیچ میں ڈال کر اپنا معاملہ سلجھانے کی کوشش کریں، اِس نزاعی معاملہ میں محض یک طرفہ فتویٰ سے مسئلہ حل نہ ہوگا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا اِنْ يُرِيْدَا اِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا﴾ (النساء: ٣٥)

السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلهما ليصلحوا بينهما؛ فإن لم يصطلحا جاز الطلاق والخلع. (شامي، باب الخلع: ٤٤١/٣، دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر: ١٠٢/٢، دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۱/۴/۱ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۴۵/۸، ۵۴۶)

کیا بیوی پر شوہر کے گھر والوں کے لیے کھانا بنانا اور کپڑے دھونا ضروری ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا کسی کی بیوی کے ذمہ ضروری ہے، اپنا کھانا بنانا، بچوں کا کھانا بنانا، شوہر کے بھائیوں اُن کے ماں باپ کا کھانا بنانا، یا مذکورہ تمام لوگوں کا کپڑا دھونا اور دوسری ضروریات جھاڑو دینا وغیرہ، کیا ان مذکورہ کاموں کے نہ کرنے پر شوہر کو یہ حق پہنچتا ہے کہ عورتوں پر تعزیر کرے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

عورت پر تمام گھر والوں کی خدمت کرنا قضاءً، یا شرعاً لازم نہیں ہے؛ بلکہ وہ صرف اپنے شوہر اور بچوں کی ذمہ دار ہے؛ تاہم عرفاً واخلاقاً اگر کوئی یہ کام کرے، جیسا کہ ہمارے علاقہ میں معمول ہے تو یہ اس کی طرف سے گھر والوں پر احسان ہے؛ لیکن اسے بہر حال مجبور نہیں کیا جا سکتا، اور اگر وہ یہ خدمت نہ کرے تو اس پر لعن طعن، یا سختی کی اجازت نہیں۔

ولا يجوز لها أخذ الأجرة على ذٰلک لوجوبه عليها ديانة، ولو شريفة، وفي الشامي: ولكنها لا تجبر عليه إن أبت. (شامي، الطلاق، باب النفقة: ٢٩١/٥، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۹/۶/۱۱ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۴۷/۸)

شوہر کے چھوٹے بھائی بہنوں کی خدمت:

سوال: میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہوں۔ گزشتہ دسمبر کے مہینے میں میری شادی ایک اچھے گھرانے میں ہوگئی۔ میں اپنے سسرال میں ہر طرح سے خوش ہوں، البتہ ایک بات آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں، وہ یہ ہے کہ میرے شوہر کے دو بھائی اور تین بہنیں ہیں اور یہ سب چھوٹے ہیں۔ میرے شوہر ان کے سارے کام بھی مجھ سے کراتے ہیں

اور کہتے ہیں کہ یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔ مفتی صاحب! میں یہ سب کام کرتی ہوں؛ لیکن ان سے کہتی ہوں کہ یہ خدا کی طرف سے مجھ پر لازم امور نہیں۔ اس پر بھی وہ جھگڑتے ہیں۔ مجھے امید ہے آپ کی تحریر دیکھ کر وہ مجھ سے الجھنا ختم کر دیں گے۔ ازراہ کرم جلد از جلد جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

میاں بیوی کو ایک دوسرے کی باتوں پر تحمل کرنا از حد ضروری ہے۔ معمولی اختلاف پر آپس میں جھگڑنا مناسب نہیں۔ شریعت نے میاں بیوی پر بعض امور بطورِ حکم لازم فرمائے ہیں، جن کی بجا آوری سے چارہ نہیں اور انہیں نہ کرنے کی صورت میں گرفت موجود ہے، البتہ شریعت نے بعض امور حسن اخلاق اور احسان میں سے بھی رکھے ہیں اور شریعت کی نظر میں ان پر عمل ممدوح ہی نہیں؛ بلکہ زندگی کی گاڑی کے چلنے کے لیے از حد ضروری بھی ہے؛ لیکن یہ دوسری قسم کے امور جبری نہیں، اگر کوئی نہیں کرتا تو اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

شوہر کے بھائی بہنوں کی خدمت چاہے وہ چھوٹے ہوں، یا بڑے حکم کے درجے میں بیوی پر نہیں؛ لیکن حسن معاشرت اور اخلاق و کردار کا تقاضہ ہے کہ بیوی شوہر کے چھوٹے بھائی بہنوں کی ضروریات کی دیکھ بھال کرے، اس سے شوہر کا دل بھی خوش ہوگا اور معصوم بچوں پر شفقت کا ثواب بھی ملے گا، لہٰذا آپ دونوں کو چاہیے کہ ان لفظی جھگڑوں میں نہ پڑیں۔ آپ خوشدلی سے ثواب کی نیت کے ساتھ اسے اپنا کام سمجھ کر بچوں کی دیکھ بھال کریں اور شوہر بھی ایک غیر لازمی حکم کو ذمہ داری اور فرض کا درجہ دینے سے اجتناب کریں، یہی دونوں کے لیے بہتر ہے اور اسی میں آپ کے گھر کے لیے بہتری ہے۔

لما في الشامية (٦٠٣/٣): (قوله: ويمنعها، الخ) ولا تتطوع للصلاة والصوم بغير إذن الزوج بحر عن الظهيرية قلت ينبغي تقييد الصلاة بصلاة التهجد في الليل لأن في ذلک منعا لحقه وتنقيصا لجمالها بالسهر والتعب وجمالها حقه أيضا كما مر أما غيره ولا سيما السنن الرواتب فلا وجه لمنعها كما لا يخفى... والذي ينبغي تحريره أن يكون له منعها عن كل عمل يؤدي إلى تنقيص حقه أو ضرره أو إلى خروجها من بيته. (نجم الفتاویٰ: ۳۱۶/۵، ۳۱۷)

بہو پر ساس سسر کی خدمت کرنا:

سوال: میری شادی کو تقریباً ۵؍سال ہو گئے ہیں، ویسے تو میری بیوی بہت اچھی ہے، بس اس میں ایک خرابی ہے کہ وہ میرے والدین کے ساتھ بدزبانی سے پیش آتی ہے؛ لیکن بدزبانی اس وقت کرتی ہے، جب وہ اس سے اپنا کام کروائیں، کبھی تو کر دیتی ہے اور کبھی بداخلاقی سے پیش آتی ہے۔ میرے والد اکثر کہتے رہتے ہیں کہ تم طلاق دے دو؛ لیکن میں نے ان کو سمجھایا تو وہ پتہ نہیں، کس عالم سے یہ لکھوا کر لے آئے کہ اگر بیٹا باپ کے کہنے پر طلاق نہ دے تو اس کا نکاح ختم ہو جاتا ہے۔

اب مفتی صاحب میں کافی پریشان ہوں، دو مہینے سے میری بیوی اپنے میکے میں ہے اور کہتی ہے کہ مجھ کو الگ گھر لے کر

دو، جب میں واپس آؤں گی، وگرنہ نہیں۔اب آپ بتائیں میرا نکاح ختم ہوا، یا نہیں؟ اور مجھ کو موجودہ صورت حال میں کیا کرنا چاہیے؟ کس طرح سے میں اپنی بیوی کو حاصل کرسکتا ہوں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ساس وسسر بہو کے لیے والدین کا درجہ رکھتے ہیں اور اس پر اخلاقاً یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ان کی خدمت کرے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک والا معاملہ کرے اور بیٹے پر والدین کی اطاعت ضروری ہے جب تک کہ وہ خلافِ شرع کام کا حکم نہ کریں، البتہ طلاق دینے کا اختیار شریعت نے صرف خاوند کو دیا ہے، اگر خاوند کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا آدمی اس کی بیوی کو طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کے والد کے کہنے سے (کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو) طلاق واقع نہیں ہوئی۔نیز اگر آپ نے اپنی بیوی کو ایک ایسا کمرہ مہیا کیا ہو، جہاں آپ کی بیوی کے علاوہ کسی اور کا آنا جانا نہ ہو اور بیت الخلاء، باورچی خانہ بھی موجود ہو تو آپ پر علاحدہ گھر بنا کر دینا ضروری نہیں ہے اور آپ کی بیوی کے لیے بھی دوسرے گھر کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہوگا۔دونوں خاندانوں کے بڑوں کو چاہیے کہ مل بیٹھ کر معاملہ حل کریں۔

لمافي القرآن الكريم (العنكبوت:٨): ﴿وَوَصَّيۡنَا ٱلۡإِنسَٰنَ بِوَٰلِدَيۡهِ حُسۡنًا﴾

(الاسرآء:٢٣): ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنًا﴾

(الطلاق:٦): ﴿أَسۡكِنُوهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنتُم مِّن وُجۡدِكُمۡ وَلَا تُضَآرُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُواْ عَلَيۡهِنَّ﴾

وفی مجمع الانهر (١٨٥/٢): [و يجب على الزوج أن يسكنها]أى الزوجة لقوله تعالى﴿أسكنوهن من حيث سكنتم﴾ [فى بيت] أى فى مكان يصلح ماوى للإنسان حيث أحب لكن بين جيران صالحين سيما إذا كان ممن يتهم بالإيذاء[خال عن أهله]أى الزوج[وأهلها]أى محرم الزوجة لأنهما يتضرران بالسكنى مع الناس إذ لا يأمنان على متاعهما ويمنعهما من الاستمتاع والمعاشرة إلا أن ترضى هى بأهله أويرضى هو بأهلها... [ويكفيها بيت]أى كامل المرافق مفرد من دار[إذا كان له] أى للبيت[غلق]بالتحريك ما يغلق ويفتح بالمفتاح لحصول المقصود وهو الأمن والمعاشرة.

وفی الشامية (٥٩٩/٣،مطلب فى مسكن الزوجة): (قوله:وكذا تجب لها) أى للزوجة السكنى... (قوله:خال عن أهله،الخ) لأنها تتضرر بمشاركة غيرها فيه لأنها لا تأمن على متاعها ويمنعهاذلك من المعاشرة مع زوجها ومن الاستمتاع ... إذا كان له غلق يخصه، وكان الخلاء مشتركا ليس لها أن تطالبه بمسكن آخر (قوله:ومفاده لزوم كنيف ومطبخ) أى بيت الخلاء وموضع الطبخ بأن يكونا داخل البيت أو فى الدار لا يشاركها فيهما أحد من أهل الدار... فإن كانت دار فيها بيوت وأعطى لها بيتا يغلق ويفتح لم يكن لها أن تطلب بيتا آخر إذا لم يكن ثمة أحد من أحماء الزوج يؤذيها،آه.

وفی الفتاوی اللجنة (۲٦٥/۱۹):لیس فی الشرع ما یدل علی إلزام الزوجة أن تساعد أم الزوج إلا فی حدود المعروف وقدر الطاقة؛ إحسانا لعشرة زوجها، وبرا بما یجب علیه بره.

وفیه أیضا (۲٦٦/۱۹):حسن المعاملة مطلوب من المسلمة مع والدی زوجها ومع غیرهما، ولکنها مع والدی زوجها آکد؛ لما فی ذلک من حسن العشرة وإعانة الزوج علی بر والدیه وباللّٰه التوفیق، وصلی اللّٰه علی نبینا محمد وآله وصحبه وسلم(نجم الفتاوی:۳۱۷/۵،۳۱۸)

شوہر کے گھر کے کام کاج کا حکم:

سوال: میری شادی کو پانچ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اچھی زندگی بسر ہورہی ہے۔میری بیوی بڑے سادے ذہن کی عورت ہے، گزشتہ ہفتے محلے کے کسی گھر میں ایک دینی مجلس میں گئی، جب واپس آئی تو کہنے لگی کہ عورتوں پر لازم نہیں کہ وہ مردوں کے کپڑے دھوئیں اور انہیں کھانا پکا کردیں۔ میں نے اسے بہت سمجھایا؛ لیکن وہ بس یہ رٹ لگاتی رہی کہ تم مرد ہم عورتوں پر ظلم کرتے ہو، انہیں ان کے حقوق نہیں دیتے۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر میں مفتی صاحب کا تحریری فتویٰ لاکر دکھادوں تو تمہارا دماغ درست ہوجائے گا؟ کہنے لگی: ہاں مجھے مفتی صاحب پر بھروسہ ہے۔ان کی ہر بات قرآن وحدیث کے موافق ہوتی ہے۔

آنجناب سے گزارش ہے کہ تفصیلی فتوی مرحمت فرمائیں کہ آیا ہانڈی، روٹی اور کپڑے دھونا عورت کی ذمہ داری ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر کون یہ کام انجام دے گا؟

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

میاں بیوی کا رشتہ انتہائی طویل اور دیرپا ہوتا ہے۔شریعت نے بعض امور ان دونوں میاں بیوی کے لیے ایسے طے کیے ہیں، جن پر عمل کرنا ضروری ہے اور جن کے بغیر چارہ کار نہیں، انہیں حقوقِ واجبہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً شوہر پر عورت کے نان نفقہ اور رہائش کا حکم اور بیوی پر (اگر کوئی شرعی عذر مانع نہ ہوتو) وطی پر قدرت دینے کا حکم؛ لیکن بعض امور اس ذیل میں ایسے ہیں کہ وہ اخلاق اور دیانت پر مبنی ہیں، جن کے بغیر خوشحال زندگی نہیں گزر سکتی یہ امور دیانۃً واجب ہوتے ہیں اور شریعت کا مزاج بھی اس سلسلے میں ان امور پر عمل کرنے کا ہوتا ہے؛ لیکن شریعت انہیں لازمی اور حتمی قرار نہیں دیتی اور جبراً ان امور کی انجام دہی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ شوہر کے گھر کی صفائی اور کھانا پکانا وغیرہ اس دوسری قسم سے متعلق ہیں۔

بیوی اگر گھر کو ہنستے بستے اور خوشحال دیکھنا چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ خوشدلی سے ان اُمور کو انجام دے، البتہ شوہر پر بھی لازم ہے کہ اس کی استطاعت سے زیادہ کام (مثلاً کپڑے دھلوانا، وغیرہ) میں احتیاط سے کام لے اور اگر بیوی کی طبعیت ان اُمور کے انجام دینے کی نہ ہو اور اس کی صحت وغیرہ پر اثر انداز ہوسکتی ہو تو اسے ان کاموں پر مجبور کرنے کے بجائے نوکرانی کا بندوبست کرلے۔ الغرض یہ امور ایسے ہیں، جو مل بیٹھ کر خوشدلی سے حل کرنے کے ہیں، جیسا کہ

قرونِ اولیٰ میں عورتوں کی جنت میں سردار حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی زندگی نمونہ ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے تمام امور انجام دیتیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر کے امور انجام دیتے تھے۔ زندگی کی گاڑی ان دو پہیوں کے چلنے سے ہی چل سکتی ہے۔ ایثار و ہمدردی ہی وہ امور ہیں، جو زندگیوں میں خوشیاں لا سکتے ہیں، اپنے اوپر جبری واجب احکام کی تفصیل یاد کر کے فقط انہیں ہی انجام دینا اور شریعت کے مزاج سے التفات نہ کرنا، دانشمندی نہیں؛ بلکہ مستقبل میں بہت سی پریشانیوں کا سبب بن سکتا ہے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں آپ کی بیوی کو چاہیے کہ گھر کے کام خوش دلی سے انجام دیں اور ایسی مجالس میں شریک ہوں، جو مستند علماء کے ماتحت منعقد ہوں۔ ہر قسم کی مجالس میں شرکت اور اس میں کی گئی ادھوری باتوں پر مسئلے کھڑے کرنا درست نہیں۔

لمافی الدرالمختار (۵۷۹/۳): (امتنعت المرأة) من الطحن والخبز (إن كانت ممن لا تخدم) أو كان بها علة (فعليه أن يأتيها بطعام مهيأ وإلا) بأن كانت ممن تخدم نفسها وتقدر على ذلک (لا) يجب عليه ولا يجوز لها أخذ الاجرة على ذلک لوجوبه عليها ديانة ولو شريفة لأنه عليه الصلاة والسلام قسم الأعمال بين علی وفاطمة فجعل أعمال الخارج على علی رضی الله تعالى عنه والداخل على فاطمة رضى الله تعالى عنها مع أنها سيدة نساء العالمين،بحر.

وفي الردّ تحته: (قوله:فعليه أن يأتيهابطعام مهيأ) أويأتيها بمن يكفيها عمل الطبخ والخبز، هندية. (نجم الفتاوی:۳۱۸/۵،۳۱۹)

اگر شوہر کے ذمہ بیوی کا علاج کرانا واجب نہیں تو غریب بیوی علاج کیسے کرائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر شوہر کے ذمہ دوا وغیرہ کرانا ضروری نہیں ہے تو ایسی عورت جو غریب ہے، وہ دوا وغیرہ کہاں سے کرائے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

فقہاء نے اگرچہ شوہر پر بیوی کی دوا دارو ضروری قرار نہیں دی ہے؛ لیکن جس طرح عورت پر اخلاقاً گھر والوں کی خدمت ضروری سمجھی جاتی ہے، اسی طرح اگر وہ بیمار ہو تو شوہر پر اس کی مناسب دوا دارو کرنا بھی ضروری ہونا چاہیے، یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ عورت سے خدمت پوری لی جائے اور اس کی ضروریات کا خیال نہ رکھا جائے۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾(النساء:۱۹)

وقال تعالىٰ: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾(البقرة:۲۲۸)

ولا تجب الدواء للمرض ولا أجرة الطيب. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر، الفصل الأول: ۵۴۹/۱، كذا في الرد المحتار، الطلاق، باب النفقة: ۲۹۱/۵، زكريا) **فقط واللّٰه تعالىٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۹/۶/۱۱ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۴۷/۸، ۵۴۸)

جو اُمور عورت پر قضاء واجب نہیں، اُن میں شوہر کا زجر وتوبیخ کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک عالم صاحب نے یہ کہا کہ عورت کو جائز اُمور میں مرد کی فرماں برداری دیانۃً واجب ہے؛ لہٰذا جھاڑو دینا وغیرہ اُمور اس میں داخل ہو گئے، قضاء حکم کی بجا آوری ضروری نہیں، وہ ان اُمور میں اس کو مجبور نہیں کر سکتا تو اصل میں سوال یہ ہے کہ اگر علامات سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ عورت مجبوری میں نہیں؛ بلکہ جان بوجھ کر حکم کی بجا آوری نہیں کرتی ہے تو کیا مرد کو یہ حق پہنچتا ہے کہ زجر وتوبیخ کرے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

جو اُمور عورت پر قضاءً ضروری نہیں ہیں، ان میں جبر اور زجر وتوبیخ کی شوہر کو اجازت نہیں ہے، اور گھر کی صفائی کرنا ایسے ہی امور میں شامل ہے، جو عورت پر قضاءً لازم نہیں؛ لہٰذا اگر کوئی عورت صراحۃً گھر کی صفائی سے انکار کر دے تو شوہر اسے مجبور نہیں کر سکتا، صرف ترغیب دے سکتا ہے۔

لایجوز لها أخذ الأجرة علی ذٰلک أی علی الطحن والخبز لوجوبه علیها دیانةً، فیقضی به، ولکنها لا تجبر علیه إن أبت. (شامی، الطلاق، باب النفقة: ۵/ ۲۹۱، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۷/۷/۱۴۲۹ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/ ۵۴۸، ۵۴۹)

نافرمان بیوی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہم میاں بیوی میں عرصہ سے ناخوش گوار حالات چل رہے ہیں، میری بیوی مجھے بالکل خاطر میں نہیں لاتی، زبان درازی کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اپنی داڑھی کٹوا دے، پہلے خود وہ فضائلِ اعمال کی تعلیم کرتی تھی؛ مگر اب نہیں کرتی اور کہتی ہے کہ اس کی سب حدیثیں دوغلی ہیں، (نعوذ باللہ منہ) بہت زیادہ جھوٹ بولتی ہے اور ہفتہ میں ایک مرتبہ بھی حقوقِ زوجیت ادا نہیں کرتی، نہ نماز نہ تلاوتِ قرآن۔ اب بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اپنے جسم کو ہاتھ بھی لگانے نہیں دیتی اور ایسے ایسے برے الفاظ کہتی ہے، جس کی بنا پر میں نے اس کے ساتھ تعلق ہی چھوڑ دیا ہے، مہربانی فرما کر بتائیں کہ ایسی عورت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

سوال میں جس عورت کا ذکر کیا گیا ہے، اگر وہ واقعہ کے مطابق ہے تو ایسی عورت شرعاً سخت گنہگار اور فرشتوں کی لعنت کی مستحق ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت بلا عذر حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے انکار کرے، اُس پر رات بھر فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں؛ لہٰذا مذکورہ عورت کو سچے دل سے توبہ کرنی اور اپنے شوہر کے حقوق کی کامل ادائیگی لازم ہے۔

عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: إذا دعا الرجل إمرأته إلٰی فراشه فأبت أن تجیء،لعنتها الملائكة حتٰی تصبح. (صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب إذا باتت المرأة مهاجرةً فراشَ زوجها: ۷۸۲/۲،رقم: ۵۱۹۳،دار الفكر بيروت)

عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال:قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: لو كنت آمر أحدًا أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن يسجد لزوجها.

عن طلق بن علی رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إذا الرجل دعا زوجته لحاجته فلتأته، وإن كانت علی التنور. (مشكاة المصابيح،كتاب النكاح،باب عشرة النساء وما لكل واحد من الحقوق، الفصل الثانی: ۲۸۱)

قال العلامة الكاسانی رحمه الله:ومنها وجوب طاعة الزوج علی الزوجة،إذا دعاها إلی الفراش ... وعليها أن تطيعه فی نفسها وتحفظ غيبته. (بدائع الصنائع،كتاب النكاح،فصل فی طاعة الزوج: ۶۱۳/۳،دار الكتب العلمية،بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۵/۵/۲۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۲۸/۸، ۵۲۹)

نافرمانی سے بیوی نکاح سے نہیں نکلتی:

سوال (۱) نافرمانی کرنے پر عورت نکاح سے علاحدہ ہوجاتی ہے، یا نہیں؟

(۲) منکوحہ عورت نکاح شوہر کی رضامندی کے بغیر بلا پردہ بازاروں میں گھومتی ہے۔

(۳) منکوحہ عورت مثل طوائف پیشہ زنا اختیار کرے۔

(۴) نکاح کے دن ہی سے مرد عورت کے نفقہ کی خبر گیری نہ کرے اور عورت مرد سے ناموافق ہوا اور زنا کے ذریعہ روزی حاصل کرے تو از روئے شرع ایسی عورت اپنے مرد کی زوجہ بننے کی قابل ہوسکتی ہے، جس سے نکاح ہوا تھا۔

الجواب

ان افعال قبیحہ سے عورت اپنے شوہر کے نکاح سے باہر نہیں ہوئی۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵۲۴/۷)

---

(۱) ارتداد، یا شوہر کے طلاق دینے سے ہی بیوی نکاح سے نکلتی ہے۔

وارتداد أحدهما أی الزوجين فسخ. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب نكاح الكافر: ۵۳۹/۲)

ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل... لحديث ابن ماجه: "الطلاق لم أخذ بالساق". (الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۵۷۹/۲،ظفير)

لوتزوج بإمرأة الغيرعلی بذلک ودخل بهالاتجب العدة عليهاحتٰی لايحرم علی الزوج وطؤها به يفتی؛لأنه زنا والمزنی بها لاتحرم علٰی زوجها. (الدر المختار،فصل فی المحرمات: ۴۰۲/۲-۴۰۳،ظفير)

بیوی کے لیے شوہر کی اِجازت کے بغیر گھر سے نکلنا جائز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری بیوی مجھ سے نا اتفاقی کر کے اپنے کسی عزیز کے یہاں بغیر اِجازت چلی گئی اور وہاں پر ایک ہفتہ رہی، ایک ہفتہ کے بعد اس کے عزیز دار آئے اور راضی کر کے اُنہوں نے بیوی کو میرے پاس ہی بھیج دیا، اُس کا میری اجازت کے بغیر کسی دوسرے کے گھر چلے جانا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس سے نکاح پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

عورت کے لیے شوہر کی اِجازت کے بغیر اس کے گھر سے جانا درست نہیں ہے، مسئولہ صورت میں وہ بلا اجازت دوسرے کے گھر جا کر سخت گناہ کی مرتکب ہوئی ہے؛ تاہم اس طرح بلا اجازت چلے جانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

لأنها كانت مامورة إلى طاعة زوجها في غير معصية. (مرقاة المفاتيح، باب عشرة النساء، الفصل الأول: ٤٦٣/٣)

قالوا ليس للمرأة أن تخرج بغير إذن الزوج. (فتاویٰ قاضی خان علی الهندية، فصل في حقوق الزوجين: ٤٤٣/١، کوئٹہ، مجمع الأنهر، باب النفقة: ١١٧/٩، كذا في البحر الرائق، باب النفقة: ١٩٥/٤، کراتشی)

فلا تخرج إلا لحق لها أو عليها. (الدر المختار: ١٤٥/٣، کراتشی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۲/۹/۲۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۴۳/۸، ۵۴۴)

نافرمان بیوی کو گھر پر بند کرنا:

سوال: ہمارے ہاں نکاح کا مہر چار، پانچ لاکھ ہوتا ہے، جو لڑکی کا باپ، یا جو بھی ولی ہو، نکاح سے پہلے لے لیتا ہے اور ہمارے ہاں شادی بیاہ کا یہی طریقہ ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ میں نے ایک لڑکی سے اسی طریقے پر شادی کی؛ لیکن کچھ عرصہ بعد لڑکی میکے چلی گئی اور واپس آنے سے انکار کر دیا۔ تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ لڑکی اپنے بھائیوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوا ہے کہ اپنی بہن کی شادی کرانے کے بہانے روپے بٹورتے ہیں اور جب شادی ہو جاتی ہے اور پیسے لے لیتے ہیں تو بہن کو گھر لے آتے ہیں اور شوہر سے جھگڑا شروع کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ تنگ آ کر طلاق دے دیتا ہے اور اب میرے ساتھ بھی یہی کچھ کرنا چاہتے ہیں؛ لیکن میں طلاق دینا نہیں چاہتا؛ کیوں کہ میری بیوی حمل سے ہے اور اس لیے بھی کہ میرا چار پانچ لاکھ روپیہ خرچ ہو چکا ہے، جب کہ ہمارے ہاں کوئی عدالت بھی نہیں ہے اور کوئی حکومتی کارروائی نہیں ہو سکتی، البتہ ہمارے فیصلے جرگے میں ہوتے ہیں اور جرگہ نے اس تنازعہ میں میرے حق میں فیصلہ بھی کر دیا ہے؛ لیکن میری بیوی اس کے باوجود آنے پر تیار نہیں ہے اور بھائی اُس کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ کیا اس صورت میں میرے لیے شرعاً اس بات کی گنجائش ہے کہ میں اپنی بیوی کو زبردستی کوئی بھی صورت اختیار کر کے اپنے گھر لے آؤں اور چونکہ پھر دوبارہ اُس کے فرار ہونے کا اندیشہ ہے، لہٰذا اس کو گھر میں محبوس رکھوں؟

مجھے یقین ہے کہ اگر میری بیوی سے میری اولاد ہوگئی تو وہ بخوشی میرے ساتھ رہنے کو تیار ہو جائے گی۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت نے چوں کہ شوہر کو عورت پر بہت سے حقوق دیئے ہیں اور ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شوہر کو عورت پر حاکمیت حاصل ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں جب آپ نے لڑکی کا مہر ادا کر دیا ہے اور وہ بغیر کسی وجہ میکے جا کر آنے سے انکار کرتی ہے تو اولاً آپ صلح و مصلحت سے اس کو راضی کر کے واپس لانے کی کوشش کریں اور اگر صلح و مصلحت سے کام نہ بنے تو پھر آپ کے لیے یہ گنجائش ہے کہ اس کو زبردستی، یا کوئی بھی صورت اختیار کر کے اپنے گھر لے آئیں اور اس کو دوبارہ فرار ہونے سے بھی روک سکتے ہیں، بصورت دیگر اگر آپ کو حقوق کی رعایت نہ کرنے کا خوف ہو تو اس صورت میں خلع کا طریقہ بھی اختیار کر سکتے ہیں کہ اس سے مہر، یا کچھ رقم لے کر اس کو چھوڑ دیں۔

لمافي القرآن الكريم (النساء: ٣٤): ﴿وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا﴾

وفي الهندية (١/٤٨٨، ٤٨٩): إن خالعها على مهرها فإن كانت المرأة مدخولا بها وقد قبضت مهرها يرجع الزوج عليها بمهرها وإن لم يكن مقبوضا سقط عن الزوج جميع المهر ولا يتبع أحدهما صاحبه بشيء.

وفي الدر المختار (٤/٧٧): (يعزر المولى عبده والزوج زوجته) ولو صغيرة لما سيجيء (على تركها الزينة) الشرعية مع قدرتها عليها (و) تركها (غسل الجنابة و) على (الخروج من المنزل) لو بغير حق (وترك الإجابة إلى الفراش) لو طاهرة من نحو حيض... والضابط كل معصية لا حد فيها فللزوج والمولى التعزير وليس منه ما لو طلبت نفقتها أو كسوتها وألحت لأن لصاحب الحق مقالا، بحر. (نجم الفتاویٰ: ۵/۳۳۵، ۳۳۶)

شوہر کا ڈیوٹی پر تالہ لگا کر جانا:

سوال: مفتی صاحب! زید جب صبح نوکری پر جاتا ہے تو دروازے پر تالہ لگا کر جاتا ہے۔ اس کی بیوی اس بات پر راضی نہیں۔ اس کے دو معصوم بچے بھی ہیں۔ کیا شرعاً شوہر کو یہ اختیار ہے کہ نوکری پر جاتے ہوئے تالہ لگا کر چلا جائے؟ کیا یہ بیوی کے ساتھ حق تلفی نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شوہر اور بیوی کا باہمی اتفاق واعتماد، مستقبل میں ان کے بچوں کی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتا ہے، آپس میں معمولی سی باتوں پر چپقلش اور جھگڑے پورے گھر کے ماحول کو متاثر کرتے ہیں۔ آپس میں بدظنی اور بے اعتمادی وہ دیمک ہے، جو اس تعلق کو آہستہ آہستہ کترتی جاتی ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اولاً شوہر کو چاہیے کہ بیوی پر بدگمانی سے اجتناب کرے، قرآن وحدیث میں اس پر سخت نکیر

وارد ہوئی ہے اور یہ نامناسب ہونے کے ساتھ ساتھ بیوی کی عزت نفس کو مجروح بھی کرنا ہے۔ نیز دروازے پر تالہ لگا کر جانے سے کسی بھی حادثے کی صورت (مثلاً گھر میں آگ بھڑک اٹھے یا باہر کوئی ایمرجنسی ہو جائے) میں بیوی بچے گھر سے نکل نہ سکیں گے اور شوہر کا اس طرح تالہ لگا کر جانا ان کی ہلاکت، یا بڑے نقصان کا سبب بن سکتا ہے، جس کے باعث شوہر گناہ گار ہوگا اور اس کا یہ عمل درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔

نیز بیوی کو بھی اپنی عزت، عصمت وآبرو کی حفاظت کرنی چاہیے، یہ شوہر کا بھی حق ہے اور خداءِ بزرگ وبرتر کا حکم بھی ہے، کسی بھی ایسے قول یا فعل سے پرہیز کرے، جو شوہر کے دل میں بدگمانی کا سبب بنے، اس کی اجازت کے بغیر گھر سے قدم باہر نہ نکالے اور شوہر کی عدم موجودگی میں کسی کو گھر میں نہ آنے دے۔ الغرض اتنا باکردار اور بے لچک رویہ اختیار کرے کہ شوہر اس پر اعتماد کرنے پر مجبور ہو جائے اور اپنی اس غیر فطری حرکت سے باز آ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

لمافی الکلام المجید (الحجرات:۱۲):﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾

وفی بدائع الصنائع (۶۰۷/۳):فصل ومنها ملك الحبس والقيد وهو صيرورتها ممنوعة عن الخروج والبروز لقوله تعالى } اسكنوهن { والأمر بالإسكان نهى عن الخروج والبروز والإخراج إذ الأمر بالفعل نهى عن ضده وقوله عز وجل }وقرن في بيوتكن{وقوله عز وجل } لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن {ولأنها لو لم تكن ممنوعة عن الخروج والبروز لاختل السكن والنسب لأن ذلك مما يريب الزوج ويحمله على نفى النسب.

وفی الهندية (۳۴۱/۱):وله أن يمنعها من أكل ما يتأذى من رائحته ومن الغزل وعلى هذا له أن يمنعها من التزيين بمايتأذى بريحه...فإن أرادت أن تخرج إلى مجلس العلم بلا إذنه لم يكن لها ذلك فإن وقعت لها نازلة وزوجها عالم بها أو جاهل لكنه يسأل عالما لا تخرج وإلا فلها أن تخرج. (نجم الفتاوی:۳۳۱/۵، ۳۳۲)

شوہر بیوی کو کب مار سکتا ہے:

سوال: حضرت مفتی صاحب! شوہر بیوی کو کب اور کتنا مار سکتا ہے؟ اگر بیوی گھر کی صفائی نہ کرے، یا کھانا وغیرہ نہ پکائے تو اس پر بیوی کو مارنا جائز ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اولاً یہ سمجھئے کہ شریعت اتفاق واتحاد سے زندگی گزارنے کا درس دیتی ہے، معمولی باتوں پر

جھگڑے اور مار دھاڑ شریعت کے نقطہ نظر سے درست نہیں۔ خاص کر یہ معاملہ جب میاں بیوی کے درمیان تعلق کا ہو تو بے انتہا تحمل اور قوتِ برداشت کا متقاضی ہوتا ہے۔ میاں بیوی کو ایک دوسرے کی خامیاں نظر انداز کرنا اور خوبیوں پر نظر رکھتے ہوئے زندگی گزارنا ضروری ہے۔ زوجین کی زندگی میں بہت سے موڑ ایسے آتے ہیں، جب صبر، تحمل اور قوت برداشت ہی وہ چیزیں ہیں، جو ان کے درمیان موجود رشتے کو باقی رکھتے ہیں، ورنہ ان کا انجام طلاق، یا خلع کی صورت میں علاحدگی پر منتج ہوتا ہے، جو کہ بہت سے مفاسد کو جنم دیتا ہے۔

نیز میاں بیوی کے ایک دوسرے پر بہت سے حقوق دیانۃً واجب ہیں۔ شوہر کے گھر کا کھانا بنانا، صفائی کرنا وغیرہ امور اسی قسم سے ہیں، یہ بیوی پر جبری حکم نہیں؛ لیکن گھر کا نظام چلنے کے لیے حضرت فاطمۃ الزہراء اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی سنت ضرور ہیں اور اسی میں خوشحالی مضمر ہے، لہٰذا ان امور پر شوہر کو چاہیے کہ بیوی کو احسن طریقے سے آمادہ کرے اور سلیقہ سیان کے انجام دہی کی تلقین کرے اور اگر وہ گھر کی صفائی یا کھانا پکانا نہیں کرتی تو ان امور کو نہ کرنے پر شوہر بیوی کو مار نہیں سکتا؛ کیوں کہ یہ امور فقط اخلاقاً واجب ہیں حکم کے درجے میں نہیں۔

البتہ اگر بیوی شوہر کی نافرمانی کرے، اسے اپنے اوپر قدرت نہ دے، یا خلافِ شرع امور کی مرتکب ہو وغیرہ تو ان چیزوں پر شرعاً بطورِ تنبیہ کے اولاً اسے سمجھایا جائے، اگر سمجھ نہ آئے تو سختی سے تنبیہ کی جائے، اگر پھر بھی باز نہ آئے تو بستر علاحدہ کرلیا جائے، اس کے بعد بھی وہ نہ سمجھے تو شرعاً شوہر کے لیے بیوی کو مارنے کا حق ہے، البتہ ہلکے سے مارا جائے، مثلاً ہاتھ سے کندھے پر ۳/دفعہ ماردیا۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ مقصود سمجھانا ہے، اذیت یا تکلیف دینا نہیں اور یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ نہ مارنا بہرحال بہتر ہے۔ معاملے کو افہام وتفہیم سے سلجھایا جائے یہی مستقبل میں بہتری کا سبب بن سکتا ہے۔

لمافی التفسیر المنیر (٥٦/٥): قال ابن عباس: إذا أطاعته فی المضجع، فلیس له أن یضربها.
الضرب غیر المبرّح: أی المؤذی إیذاء شدیدا کالضّرب الخفیف بالید علی الکتف ثلاث مرات، أوبالسواک أوبعود خفیف لأن المقصود منه الصلاح لا غیر... ولا یضربها بسوط ولا بعصا، وأن یراعی التخفیف لأن المقصود هو الزّجر والتأدیب لا الإیلام والإیذاء، کما یفعل بعض الجهلة. ومع أن الضرب مباح فإن العلماء اتّفقوا علیٰ أن ترکه أفضل.

وفی الهندیة (٥٤٨/١): وإن قالت لا أطبخ ولا أخبز قال فی الکتاب لا تجبر علی الطبخ والخبز وعلی الزوج أن یأتیها بطعام مهیإ أو یأتیها بمن یکفیها عمل الطبخ والخبز.

وفی المفصل (٣٠٨/٧): وقد یکون فائدة معرفة الزوج بأن جمهور الفقهاء لایرون من الواجب علی الزوجة القیام بخدمة زوجها ولا قیامها بشؤون البیت وخدمته... وأن لا یحاسب الحساب العسیر اذ قصرت فی ذلک لأن ما تقوم به لیس من الواجب علیها عند جمهور الفقهاء... وللزوج حق تأدیب زوجته إذا قصرت فی أداء حق اللّٰه علیه وإذا قصرت فی أداء حقوقه اللتی أوجبها الشرع علیها وحق اللّٰه علیها هو فعل ما أمرها به وترک مانهاها عنه، الخ (نجم الفتاوی: ٣١٩/٥، ٣٢٠)

ضربِ فاحش سے کیا مراد ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ضربِ فاحش سے کیا مراد ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ "بیوی کو نہ مارو، اگر ضرورت ہی پڑ جائے تو مسواک سے مار سکتے ہو" کیا اُن کا یہ کہنا درست ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

بیوی پر ہاتھ اٹھانا شریفوں کا کام نہیں، اگر مارنا ناگزیر ہی ہوجائے تو حکم یہ ہے کہ صرف اس قدر مارہو کہ اُس کا نشان بدن پر نہ پڑے، اِس کی تشریح کرتے ہوئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسواک کا بھی ذکر ملتا ہے؛ کیوں کہ اوسط درجہ کی مسواک سے عام طور پر نشان نہیں پڑتے۔

عن جابر بن عبد الله رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه خطب بعرفات [وفيه] فاتقوا الله فى النساء، فإنكم أخذتموهن بأمان الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله، ولكم عليهن أن لايوطئن فرشكم أحداً تكرهونه، فإن فعلن فاضربوهن ضرباً غير مبرح. (الصحيح لمسلم: ۳۹۷/۱)

وفى روح المعاني: ﴿وَاضۡرِبُوهُنَّ﴾ يعني ضرباً غير مبرح، كما أخرجه ابن جرير عن حجاج عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، وفسّر غير المبرح بأن لايقطع لحماً ولايكسر عظماً. وعن ابن عباس رضى الله عنهما: أنه الضرب بالسواك ونحوه. (روح المعاني: ۳۷/٤)

للزوج أن يضرب زوجته علىٰ أربعة أشياء وما فى معناها... ما إذا ضربت جارية زوجها غيرةً، ولا تتعظ بوعظه فله ضربها. وينبغي أن يلحق به ما إذا ضربت الولد الذى لايعقل عند بكائه... ومنه: إذا شتمته أو مزقت ثيابه أو أخذت لحيته، أو قالت له: يا حمار ... ومنه: إذا كشفت وجهها لغير محرم، أو كلمت أجنبيًا، أو تكلمت عامدًا مع الزوج، أو شاغبت معه ليسمع صوتها الأجنبي. (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۸۲/۵، زكريا، كذا في رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۷۷/٤-۷۹، دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۹/۷/۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۳۲،۵۳۱/۸)

جس بیوی کو ابھی حیض شروع نہیں ہوا ہے، اس سے وطی:

سوال: زوجہ کے حیض آنے سے پہل وطی درست ہے، یا نہیں؟

الجوابــــــــــــــــــ

جب کہ زوجہ قریب البلوغ ہے، اگر چہ بالغہ نہ ہو، وطی اس سے درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۱۹/۷)

---

(۱) **وقد صرحوا عنه بأن الزوجة إذا كانت صغيرة لاتطيق الوطء لاتسلم إلى الزوج حتىٰ تطيقه والصحيح أنه غير مقيد بالسن بل يفوض إلى القاضي بالنظر إليها من سمن أو هزال.** (ردالمحتار، باب القسم: ۵۴۹/۲، ظفير)

بیوی سے جماع کے لیے کوئی عمر متعین نہیں ہے:

سوال: عبداللہ کا نکاح شریفہ سے بعمر دس سال بشرائط شرعی ہو چکا اور شریفہ کو گیارہ برس کی عمر میں حیض آ گیا تو اس سے عبداللہ ہم بستر ہونے کا مجاز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

مجامعت وہمبستری اس سے درست ہے، کوئی شرط اس میں نہیں ہے۔(۱)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿الرجال وقوامون علی النساء﴾ (الآیۃ)(۲)

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وللرجال علیهن درجة﴾ (الآیۃ)(۳) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۵۲۳)

منکوحہ سے ہمبستری ہونے کے لیے اس کے ولی سے اجازت کی ضرورت نہیں:

سوال: جب منکوحہ نابالغہ سے بالغ ہوگئی اور شوہر کے پاس ہو، کیا منکوحہ کے ورثہ کو ہم بستر ہونے کی اطلاع کرنا، یا اجازت لینا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

کچھ حاجت اطلاع کرنے اور اجازت لینے کی نہیں ہے۔(۴) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۷/۵۲۳)

بیوی سے جماع کرتے وقت اجنبیہ کا خیال دل میں لانا:

سوال: میں نے ایک بڑے عالم کے بیان میں سنا کہ جو شخص کسی عورت کا خیال دل میں لائے اور اپنی بیوی سے جماع کرتے وقت اپنے دل میں یہ تصور کرے کہ میں اس عورت سے جماع کر رہا ہوں تو اسے زنا کا گناہ ملے گا، کیا یہ بات صحیح ہے؟ از راہ کرم اس کا حوالہ ذکر فرما دیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں ذکر کردہ بات صحیح ہے، حوالے ذیل میں ملاحظہ کئے جائیں۔

لمافي المسلم (۲/۳۳٦): عن ابن عباس قال ما رأيت شيئا أشبه باللمم مما قال أبو هريرة أن

---

(۱) وقد صرحوا عنه بأن الزوجة إذا كانت صغيرة لاتطيق الوطء لاتسلم إلى الزوج حتٰى تطيقه والصحيح أنه غيرمقيد بالسن بل يفوض إلى القاضي بالنظر إليها من سمن أوهزال. (ردالمحتار، باب القسم: ۲/٥٤٩. ظفير)

(۲) سورة النساء: ۳٤، ظفير

(۳) سورة البقرة: ۲۲۸، ظفير

(۴) قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا أحدكم أعجبته المرأة فوقعت في قلبها فليواقعها، إلخ. [رواه مسلم] (مشكاة المصابيح، باب النظر، الفصل الأول، ظفير)

النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال:إن اللّٰہ کتب علی ابن آدم حظه من الزنی أدرک ذلک لا محالة فزنی العینین النظر وزنی اللسان النطق والنفس تمنی وتشتهی والفرج یصدق ذلک أویکذبه.

وفی الشامیة(٣٧٢/٦):ولم أر من تعرض للمسألة عندنا وإنما قال فی الدرر إذا شرب الماء وغیره من المباحات بلهو وطرب علی هیئة الفسقة حرم اه والأقرب لقواعد مذهبنا عدم الحل لأن تصور تلک الأجنبیة بین یدیه یطؤها فیه تصویر مباشرة المعصیة علی هیئتها فهو نظیر مسألة الشرب ثم رأیت صاحب تبیین المحارم من علمائنا نقل عبارة ابن الحاج المالکی وأقرها وفی آخرها وفی حدیث عنه إذا شرب العبد الماء علی شبه المسکر کان ذلک علیه حراما،آه. (نجم الفتاویٰ:۳۵۵/۵)

قرآن کریم کے قریب ہمبستری کرنا:

سوال: مفتی صاحب! ایک کمرے میں قرآن پاک رکھا ہوا ہے، یا اللہ تعالیٰ کے نام وغیرہ کے کتبے لگے ہوں تو اسی کمرے میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ایسے کمرے میں جس میں قرآن پاک موجود ہو، یا اللہ کے نام وغیرہ کے کتبے موجود ہوں، اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا جائز ہے؛ لیکن قرآن پاک اور ان کتبوں کو کسی الماری، یا کپڑے میں چھپا دیں تو بہتر ہے۔

لمافی الهندیة(٣٢٢/٥): یجوز قربان المرأة فی بیت فیه مصحف مستور کذا فی القنیة.

وفی الدرالمختار(٤٣٢/٦): لا بأس بالجماع فی بیت فیه مصحف للبلوی.

وفی الرد تحته: قوله (لا بأس بالجماع فی بیت فیه مصحف للبلوی) قیده فی القنیة بکونه مستورا وإن حمل ما فیها علی الأولویة زال التنافی ط. (نجم الفتاویٰ:۳۶۹/۵)

شب زفاف، مباشرت اور صحت کے آداب:

سوال: شب زفاف میں بیوی سے پہلی ملاقات کے وقت کون سی دعا پڑھنا چاہیے اور مباشرت وصحبت کے آداب کیا ہیں؟ امید ہے کہ اس کا جواب مرحمت فرمائیں گے۔

الجواب ـــــــــــــــــــ

شب زفاف میں پہلی ملاقات کے وقت بیوی کی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھے:

اللّٰهم إنی أسئلک من خیرها وخیرما جبلتها علیه وأعوذبک من شرها وشرما جبلتها علیه.

اس کے بعد دو رکعت شکرانہ کی نماز پڑھیں، مرد آگے کھڑا رہے عورت پیچھے، نماز کے بعد خیر و برکت، مودت و محبت، آپس میں میل جول اور اتفاق واتحاد کے لیے دعا کریں۔

غنیۃ الطالبین میں ہے:

فإذا زفت إليه اتبع ماروی عن عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه وذلک أنه جاءه رجل فقال إنی تزوجت بجارية بكر وقد خشيت أن تكرهنی أوتفركنی فقال له أن الألف من اللّٰه والفرک من الشيطان وإذا دخلت إليک فمرها أن تصل خلفک ركعتين وقل: اللّٰهم بارک لی فی أهلی وبارک لأهلی فی، اللّٰهم ارزقنی منهم وارزقهم منی، اللّٰهم اجمع بيننا إذا جمعت فی خير وفرق بيننا إذا فرقت إلی خير. (غنية الطالبين،مترجم،ص:۹۷،آداب النكاح)(۱)

(اور جب عورت اس کے گھر میں لائی جائے تو اس روایت کے مطابق عمل کرے، جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ایک شخص عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اور کہا میں نے ایک باکرہ عورت سے نکاح کیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے پسند نہ کرے اور دشمن تصور کرے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اس سے فرمایا: محبت اللہ کی طرف سے ہے اور دشمنی شیطان کا فعل ہے، جب عورت تیرے گھر میں آوے تو اس سے کہہ کہ تیرے پیچھے کھڑی ہوکر دو رکعت نماز پڑھے اور تو یہ دعا پڑھے: ''**اللّٰهم بارک لی فی أهلی...**'' اے اللہ میرے لیے میرے اہل میں برکت عطا فرما اور میرے اہل کے لیے مجھ میں برکت عطا فرما، اے اللہ مجھے اس سے اور اسے مجھ سے روزی عطا فرما، اے اللہ جب آپ ہمیں یکجا جمع کریں تو خیر کے ساتھ جمع کریں اور جب الگ فرمائیں تو خیر کے ساتھ جدا فرمائیں۔)

پہلی ملاقات بڑے نیک جذبات اور اچھی تمناؤں کے ساتھ ہونا چاہیے اور زوجین اس نعمت کے حصول پر جتنا شکر کریں کم ہے، پہلی ملاقات کے شکریہ اور مسرت میں شریعت نے دعوت ولیمہ رکھی ہے، شوہر تلطف ومحبت سے پیش آئے، اپنا سکہ اور رعب جمانے کی فکر نہ کرے اور ہر طرح اس کی دلجوئی کرے کہ عورت کو مکمل سکون اور قلبی راحت حاصل ہو اور ایک دوسری میں انسیت پیدا ہو۔

جب شوہر مباشرت کا ارادہ کرے تو مباشرت سے پہلے عورت کو مانوس کرے، بوس وکنار، ملاعبت وغیرہ جس طرح ہوسکے، اسے بھی مباشرت کے لیے تیار کرے اور اس بات کا ہر مباشرت کے وقت خیال رکھے، فوراً ہی صحبت شروع نہ کردے اور بوقت صحبت اس بات کا خیال رکھے کہ عورت کی بھی شکم سیری ہوجائے، انزال کے بعد فوراً جدا نہ ہوجائے، اسی حالت پر رہے اور عورت کی خواہش پوری ہونے کا انتظار کرے، ورنہ عورت کی طبیعت پر اس سے بڑا بار

---

(۱) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّبَرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، وَمَعْمَرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَجِيلَةَ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ، فَقَالَ: إِنِّي تَزَوَّجْتُ جَارِيَةً بِكْرًا، وَإِنِّي قَدْ خَشِيتُ أَنْ تَفْرِكَنِي، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنَّ الْإِلْفَ مِنَ اللهِ، وَإِنَّ الْفَرْكَ مِنَ الشَّيْطَانِ، لِيُكَرِّهَ إِلَيْهِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَهُ، فَإِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَمُرْهَا فَلْتُصَلِّ خَلْفَكَ رَكْعَتَيْنِ قَالَ الْأَعْمَشُ: فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: وَقُلْ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لِي فِي أَهْلِي، وَبَارِكْ لَهُمْ فِيَّ، اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي مِنْهُمْ وَارْزُقْهُمْ مِنِّي، اللهُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا مَا جَمَعْتَ إِلَى خَيْرٍ، وَفَرِّقْ بَيْنَنَا إِذَا فَرَّقْتَ إِلَى خَيْرٍ. (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث: ۸۹۹۳/مصنف عبدالرزاق الصنعاني،رقم الحديث: ۱۰٤٦۰،انیس)

پیدا ہوگا اور بسا اوقات اس کا خیال نہ کرنے سے آپس میں نفرت اور دشمنی پیدا ہوجاتی ہے، جو کبھی جدائیگی کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ غنیۃ الطالبین میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

ویستحب لها الملاعبة لها قبل الجماع والانتظار لها بعد قضاء حاجته حتٰی تقضی حاجتها فإن ترک ذلک مضرة علیها ربما أفضٰی إلی البغضاء والمفارقة. (غنیة الطالبین، ص:۹۸، آداب النکاح)

(اور ادب یہ ہے کہ جماع سے پہلے عورت سے ملاعبت کرے اور یہ بھی جماع کا ادب ہے کہ عورت کی خواہش پوری ہونے کے انتظار کرے (اپنی خواہش پوری کرکے لاپرواہ نہ ہوجائے؛ بلکہ عورت کی خواہش بھی پوری ہونے دے) ایسا نہ کرنے سے عورت کو رنج پہنچتا ہے، جو عورت کی دشمنی اور اس کے جدا ہوجانے کا سبب بن جاتا ہے۔)

بوقت صحبت قبلہ کی طرف رخ نہ کرے، سر ڈھانک لے اور جتنا ہوسکے پردہ کے ساتھ صحبت کرے، کسی کے سامنے حتی کہ بالکل ناسمجھ بچہ کے سامنے بھی صحبت نہ کرے اور بوقت صحبت بقدر ضرورت ستر کھولے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے:

ولا یستقبل القبلة عند المجامعة ویغطی رأسه ویستر عن العیون وإن کان عن صبی طفل؛ لأنه روی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أنه قال: إذا أتٰی أحد کم أهله فلیستر، فإنه إذا لم یستر استحیت الملائکة، وخرجت، ویحضره الشیطان، وإذا کان بینهما ولد، کان الشیطان فیه شریکاً. (غنیة الطالبین، ص:۹۸، أیضاً)

(جماع کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے، سر کو ڈھانپ لے، ایسا پردہ کرے کہ کسی کی نظر نہ پڑے، یہاں تک کہ بچہ بھی نہ دیکھ سکے؛ کیوں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہمبستری کرے تو چھپ کر کرے، جو شخص صحبت کے وقت پردہ نہیں کرتا تو فرشتے اس سے حیا کرتے ہیں اور وہاں سے چلے جاتے ہیں اور شیطان حاضر ہوجاتا ہے اور جب ان کے یہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس میں شریک ہوتا ہے۔)

یہ احکام عام ہیں، شب زفاف کے ساتھ خاص نہیں ہیں، ہر مباشرت کے وقت ان پر عمل کریں۔ جب صحبت کرنے کا ارادہ کرے تو اولاً بسم اللہ پڑھے اور یہ دعا پڑھے:

"اللّٰهم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان مارزقتنا".

دعاؤں کا ضرور اہتمام کرے، ورنہ شیطان صحبت میں شریک ہوجاتا ہے اور بچہ پر شیطانی اثرات ہوجاتے ہیں۔ انزال کے وقت دل میں یہ دعا پڑھے:

"اللّٰهم لا تجعل للشیطان فیما رزقتنا نصیباً".

صحبت کے بعد یہ دعا پڑھے:

"الحمد للّٰه الذی خلق من المآء بشراً وجعله نسباً وصهراً".

غنیة الطالبین میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لوأن أحدکم إذا

أراد أن يأتي أهله قال بسم الله اللّهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا ثم إن قدرأن يكون بينهما ولد في ذٰلك لم يضره شيطان أبداً (إلٰى قوله) وكذلك يروى عن السلف أنه إذا لم يسم عند الجماع التف الشيطان علٰى إحليله يطاء كما يطاء. (غنية الطالبين، ص:٩٦-٩٧،أيضاً)

حضرت کریب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرے تو کہے بسم اللہ شروع اللہ کے نام سے، یا اللہ ہمیں اور اس بچہ کو جو ہمیں آپ عطا فرمائیں شیطان سے دور رکھ، اگر ان کے مقدر میں اس نطفہ سے بچہ ہے تو شیطان اس بچہ سے دور رہے گا اور کبھی اسے رنج نہ پہنچا سکے گا (الیٰ قولہ) علمائے سلف سے روایت ہے، اگر عورت سے قریب ہونے کے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان اس کی مباشرت میں شریک ہوتا ہے، انتھی۔)

صحبت کے بعد بدن پر جو ناپاکی لگی ہو، اسے دھولے، اگر دوبارہ صحبت کا ارادہ ہو تو وضو کر کے صحبت کرے، ورنہ غسل کرے، غسل کئے بغیر نہ سوئے، البتہ کوئی عذر ہو تو سو سکتا ہے؛ مگر صبح جلد اٹھ کر غسل کرے، نماز قصا نہ کرے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے:

فإذا فرغ من الجماع تنحى عنها وغسل ما به من الأذى وتوضأ إن أراد العود إليها وإلا اغتسل ولا ينام جنباً فإنه مكروه وكذلك روى عن النبي صلى الله عليه وسلم إلا أن يشق ذلك عليه لبرد أوبُعد حمام وماء أوخوف ونحو ذلك فينام إلٰى حين زوال ذلك. (غنية، ص:٩٧-٩٨،آداب النكاح)

(جماع سے فارغ ہو کر بدن پر جو نجاست لگی ہو، اسے دھوئے اور اگر دوبارہ عورت کے پاس جانا چاہتا ہے تو وضو کرے، ورنہ غسل کرنا افضل ہے، غسل کے بغیر سو جانا مکروہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر سخت سردی کے باعث غسل نہ کر سکے، یا حمام اور پانی فاصلہ پر ہو، یا غسل کرنے میں کسی قسم کا خوف لاحق ہو تو ایسی صورت میں بلا غسل سو جانا جائز ہے۔)

شوہر اپنی بیوی سے دل لگی، بوس و کنار، ملاعبت، صحبت اور اس کے بعد غسل جنابت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں پر بھی اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں۔ غنیۃ الطالبین میں ایک حدیث ہے:

قالت عائشة رضي الله عنها: قد اعطى النساء كثيراً فما بالكم يا معشر الرجال فضحك رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم ثم قال: ما من رجل أخذ بيد امرأته يراودها إلا كتب اللّٰه تعالٰى له حسنةً فإن عانقها فعشر حسنات فإذا أتتها كان خيراً من الدنيا وما فيها فإذا قام ليغتسل لم يمر الماء علٰى شعرة من جسده إلا تكتب له حسنة وتمحى عنه سيئة وترفع له درجة وما يعطىٰ بغسله خيرمن الدنيا وما فيها وإن أعزوجل يباهي به الملائكة يقول انظروا إلٰى عبدى نام في ليلة قرة يغتسل من الجنابة يتيقن باني ربه اشهدوا بأني قد غفرت له. (غنية الطالبين، ص:٩٣-٩٤،فصل في آداب النكاح)

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر عرض کیا: یا رسول اللہ عورتوں کو تو بہت سا ثواب مل گیا، مردوں کے بارے میں بھی ارشاد فرمائیے، یہ سن کر حضور مسکرائے اور فرمایا: مرد اپنی عورت کا ہاتھ پکڑ کر اس کو مانوس کرتا ہے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی

ہے، جو مرد پیار سے اپنی عورت کے گلے میں ہاتھ ڈالتا ہے، اس کے حق میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، جب وہ عورت سے مباشرت کرتا ہے تو دنیا و مافیہا سے افضل ہوتا ہے، جب غسل کرتا ہے تو بدن کے جس بال پر سے پانی گزرتا ہے، اس کے لیے ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ معاف ہوجاتا ہے اور ایک درجہ بلند کردیا جاتا ہے اور غسل کرنے کے عوض میں جو چیز دی جاتی ہے، وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس پر فخر کرتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے بندے کی طرف دیکھو کہ ایسی سرد رات میں غسل جنابت کے لیے اٹھا ہے اور وہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ میں اس کا رب ہوں تم اس بات پر گواہ رہو کہ میں نے اس کو بخش دیا۔)

شب زفاف اور صحبت کے سلسلہ کی آپس کی جو پوشیدہ باتیں ہوں، کسی سے ان کا تذکرہ نہ کریں، نہ مرد نہ عورت، یہ بے حیائی اور بے مروتی ہے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے:

ولا یجوز لہ أن یحدث غیرہ بما جری بینہ وبین أھلہ من أمر الجماع ولا للمرأۃ أن تحدث بذلک للنساء لأن ذلک سخف ودناءۃ وقبیح فی الشرع والعقل لما روی أبو ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ فی حدیث فیہ طول عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم إلٰی أن قال ثم أقبل علی الرجال فقال ھل منکم الرجل إذا أتٰی أھلہ فأغلق علیہ بابہ والقیٰ علیہ سترہ فاستتر بستر اللّٰہ قالوا نعم یارسول اللّٰہ قال ثم یجلس بعد ذلک فیقول فعلت کذا فعلت کذا قال فسکتوا قال فاقبل علی النساء فقال ھل منکن من تحدث فسکتن فجثت فتاۃ علٰی أحد رکبیھا وتطاولت لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیراھا ویسمع کلامھا فقالت انھم لیتحدثون وأنھن لیستحدثنہ فقال ھل تدرون مامثل ذلک إنما مثل ذلک مثل شیطانۃ لقیت شیطاناً فی السکۃ فقضیٰ منھا والناس ینظرون الیہ. (غنیۃ الطالبین، ص: ۹۹-۱۰۰، فصل فی آداب النکاح) **فقط واللّٰہ أعلم بالصواب**

(مرد کے لیے جائز نہیں کہ جماع کے متعلق مخفی باتیں کسی سے بیان کرے، یہی حکم عورت کے لیے بھی ہے؛ کیوں کہ یہ بے وقوفی اور کمینہ پن ہے، شرع اور عقل دونوں اعتبار سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ایک طویل حدیث میں فرمایا ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمنے ایک موقع میں مردوں کو مخاطب کر کے پوچھا کہ کوئی ایسا شخص بھی ہے، جو اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت دروازہ بند کر کے پردہ ڈال لیتا ہے اور چھپ کر یہ فعل کرتا ہے، صحابہؓ نے جواب دیا: یارسول اللہ ایسے لوگ موجود ہیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے بعد وہ اپنے فعل کے متعلق لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ میں نے ایسا کیا، ویسا کیا تو صحابہ خاموش رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کہ تم میں کوئی ایسی عورت ہے، جو اپنے شوہر کی خاص باتیں دوسری عورتوں کے سامنے بیان کرتی ہو؟ یہ سن کر عورتیں بھی خاموش رہیں، کچھ دیر بعد ایک نوجوان اپنے زانو کے بل کھڑی ہوئی اور عرض کرنے لگی ایسی باتیں مرد بھی کرتے ہیں اور عورتیں بھی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مرد، یا عورتیں ایسی باتیں کرتی ہیں، ان کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک شیطان شیطانیہ سے کوچہ و بازار میں ملتا ہے اور اپنی حاجت پوری کر کے چل دیتا ہے، حالاں کہ لوگ ان کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔) (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/-----)

بیوی کتنے دنوں میں ہمبستری کا مطالبہ کرسکتی ہے:

سوال: ایک شخص سے میں نے سنا کہ مرد پر فقط ایک مرتبہ وطی کرنا واجب ہے، اس کے بعد عورت کا حق ختم ہو جاتا ہے، اگر کوئی سال بھر بھی وطی نہ کرے تو صرف اس نے نامناسب کام کیا، کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ دوسرے آدمی نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر ایک مرد پر ہر چوتھے دن وطی کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

(۱) کیا واقعی عورت شوہر سے زندگی بھر وطی کا مطالبہ نہیں کرسکتی؟

(۲) جو شوہر حقوق ادا نہ کرتا ہو وہ گناہ گار نہ ہوگا؟

(۳) اگر کرسکتی ہے تو کتنے دنوں بعد مطالبہ کرسکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شرعاً نکاح کرنے کے بعد زوجین پر ایک دوسرے کے حقوق کا ادا کرنا واجب ہے اور ان میں جان بوجھ کر بغیر کسی عذر کے کوتاہی کرنے والا عند اللہ گنہگار ہوگا اور قضاءً زندگی میں ایک مرتبہ وطی کرنے سے حق زوجیت ادا ہو جاتا ہے، البتہ عند اللہ اور دیانۃً شوہر پر واجب ہے کہ وقتاً فوقتاً حق زوجیت ادا کرتا رہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں:

(۱) شرعاً عورت حق زوجیت کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اس کے لیے کوئی خاص مدت مقرر نہیں ہے؛ لیکن چار ماہ سے زیادہ عرصہ تاخیر بغیر بیوی کی اجازت کے جائز نہیں، البتہ بیوی کی رضامندی سے اگر شوہر چار ماہ سے زیادہ مدت تک حق زوجیت ادا نہ کرتا ہو تو اس صورت میں دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۲) شوہر حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں گنہگار ہوگا۔

(۳) تفصیل جز نمبر (۱) میں گزر گئی ہے۔

لما في الشامية(۲۰۲/۳ـ۲۰۳): (قوله: ويسقط حقها بمرة) قال في الفتح واعلم إن ترك جماعها مطلقا لا يحل له صرح أصحابنا بأن جماعها أحيانا واجب ديانة لكن لا يدخل تحت القضاء والإلزام إلا الوطأة الأولٰى ولم يقدروا فيه مدة ويجب أن لا يبلغ به مدة الإيلاء إلا برضاها وطيب نفسها به، آه ... وبه علم أنه كان على الشارح أن يقول ويسقط حقها بمرة في القضاء أي لأنه لو لم يصبها مرة يؤجله القاضي سنة ثم يفسخ العقد أما لو أصابها مرة واحدة لم يتعرض له لأنه علم أنه غير عنين وقت العقد بل يأمره بالزيادة أحيانا لوجوبها عليه إلا لعذر ومرض أوعنة عارضة أو نحو ذلك. (نجم الفتاویٰ: ۳۱۵/۵، ۳۱۶)

کیا ہمبستری میں بھی مساوات ضروری ہے:

سوال: ایک شخص کے نکاح میں ایک کنواری لڑکی آ گئی اور ایک عورت پہلے سے اس کے نکاح میں تھی، اب یہ شخص

جب کنواری اور جوان بیوی کے پاس رات گزارتا ہے تو خوب جماع کرتا ہے اور اس کا دل بھی کرتا ہے؛ لیکن پچھلی (بوڑھی عورت) کے پاس رات گزارتے وقت اس کا دل جماع کا بالکل نہیں ہوتا۔ یہ بغیر جماع کے ہی سونے کو ترجیح دیتا ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ یہ شخص ایک باشرع متدین آدمی ہے؛ لیکن اس کا یہ عمل اسے دل میں کھٹکتا ہے کہ یہ طرزِ عمل میری طرف سے ایک بیوی کے ساتھ زیادتی ہے؟ ازراہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب ______________ بعون الملك الوهاب

اس شخص کے نکاح میں چوں کہ ایک سے زائد بیویاں ہیں تو شرعاً نان نفقے، رہائش اور رات گزارنے میں تو عدل کرنا اس پر واجب ہے؛ لیکن شرعاً ہمبستری کرنے میں برابری اس شخص پر واجب نہیں؛ کیوں کہ ہمبستری کا تعلق چستی اور نشاطِ طبع کے ساتھ ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر بوڑھی بیوی ہمبستری کا مطالبہ کرے تو وقتاً فوقتاً اس سے ہمبستری کرتے رہنا چاہیے، البتہ ہر باری میں ہمبستری کرنا شوہر کے لیے ضروری نہیں۔

لمافی القرآن الكريم (النساء: ۱۲۹): ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ (الآية)

وفی الهندية (۳٤۰/۱، الباب الحادی عشر فی القسم): **ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه والبيتوتة عندها للصحبة والمؤانسة لا فيما لا يملك وهو الحب والجماع كذافی فتاوی قاضی خان.** (نجم الفتاویٰ: ۳۴۷/۵، ۳۴۸)

سفر کے دن بیوی کی باری میں شمار نہ ہوں گے:

سوال: ایک شخص نے اپنی ایک بیوی کے ساتھ دس دن کا سفر کیا، جب سفر سے واپس لوٹا تو اس کی دوسری بیوی جو گھر پر تھی، اس نے کہا کہ آپ نے دس دن میری سوکن کے ساتھ سفر میں گزارے ہیں۔ اب آپ دس راتیں صرف میرے پاس گزاریں؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بیویوں کے درمیان برابری کرو؟ کیا اس بیوی کی بات درست ہے؟ کیا سفر کے دن بھی شمار کئے جائیں گے، یا نہیں؟

الجواب ______________ بعون الملك الوهاب

سفر کے دن باری میں شمار نہ ہوں گے؛ کیوں کہ حالت سفر حالت استمتاع نہیں ہے، لہٰذا دوسری بیوی کا یہ کہنا کہ جتنے دن تم میری سوکن کے ساتھ سفر پر گئے تھے، اتنے دن میرے پاس رہو، اس کا یہ مطالبہ درست نہیں ہے۔

وفی الهندية (۳٤۱/۱، باب القسم): **وله أن يسافر ببعض نسائه دون البعض والأولى أن يقرع بينهن تطييبا لقلوبهن وإذا قدم من السفر ليس للأخرى أن تطلب من الزوج أن يسكن عندها مثل ما كان عند التی سافر بها وإذا كانت له امرأة وأراد أن يتزوج عليها أخرى وخاف أن لا**

يعدل بينهما لا يسعه ذلک وإن كان لا يخاف وسعه ذلک والامتناع أولٰى ويؤجر بترک إدخال الغم عليها كذا فى السراجية.

وفى الشامية (۲۰٥/۳، باب القسم) : (قوله: ولو أقام عند واحدة شهرا) أى قبل الخصومة أو بعدها، خانية (قوله: فى غير سفر) أما إذا سافر بإحداهما ليس للأخرى أن تطلب منه أن يسكن عندها مثل التى سافر بها ط عن الهندية. (نجم الفتاوی: ۳۴۷/۵)

متعدد بیویوں والے کے لیے سفر میں برابری کرنا:

سوال: میری تین بیویاں ہیں اور میں اکثر اوقات سفر پر رہتا ہوں۔ایک شخص سے سنا ہے کہ سفر میں بھی بیویوں کے درمیان برابری کرنا ضروری ہے۔مفتی صاحب! مجھے بتائیں کہ میں اپنی جس بیوی کے ساتھ چاہوں سفر کرسکتا ہوں، یا ان کے درمیان اس مسئلہ میں بھی مساوات ضروری ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

حالت سفر میں شریعت نے شوہر کو اختیار دیا ہے کہ جس بیوی کو چاہے ساتھ لے کر سفر پر نکل جائے؛ لیکن سب کا دل رکھنے کے لیے شوہر کے لیے مستحب یہ ہے کہ ان کے درمیان قرعہ ڈال دے اور پھر قرعہ میں جس کا نام نکل آئے، اسی کو سفر پر لے جائے۔

لمافى البخارى (۷۸٤/۲، باب القرعة بين النساء إذا أراد سفرا): عن عائشة رضى الله عنها أن النبى صلى الله عليه وسلم كان إذا خرج أقرع بين نسائه، الخ.

وفى الهندية (۳٤۱/۱، كتاب النكاح، باب القسم) : وله أن يسافر ببعض نسائه دون البعض والأولى أن يقرع بينهن تطييبا لقلوبهن وإذا قدم من السفر ليس للأخرى أن تطلب من الزوج أن يسكن عندها مثل ما كان عند التى سافر بها.

وفى الشامية (۲۰٦/۲، كتاب النكاح، باب القسم): (قوله: ولا قسم فى السفر، الخ) لأنه لا يتيسر إلا بحملهن معه وفى إلزامه ذلک من الضرر ما لا يخفى نهر ولأنه قد يثق بإحداهما فى السفر وبالأخرى فى الحضر والقرار فى المنزل لحفظ الأمتعة أو لخوف الفتنة أو يمنع من سفر إحداهما كثرة سمنها فتعين من يخاف صحبتها فى السفر للسفر لخروج قرعتها إلزام للضرر الشديد وهو مندفع بالنافى للحرج فتح... (قوله: والقرعة أحب). (نجم الفتاوی: ۳۵۰/۵، ۳۵۱)

ایک بیوی کا اپنے حق سے دستبردار ہوجانا:

سوال: میں نے ۱۹۸۰ء میں ایک شادی کی تھی اور اب وہ عورت بوڑھی ہوگئی تو میں نے ایک کنواری دوشیزہ سے شادی کی۔میرا دل کرتا ہے کہ میں زیادہ راتیں اس کنواری دوشیزہ کے پاس گزاروں اور ایک دو راتیں پہلی بیوی کے ساتھ گزاروں کیا، شرعاً مجھے یہ حق حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

جس شخص کے نکاح میں دو، یا دو سے زیادہ بیویاں ہوں، اس پر لازم ہے کہ رات گزارنے میں ان میں برابری کرے، اگرچہ ان میں سے بعض نوجوان اور بعض بوڑھی ہوں، لہٰذا صورت مسئولہ میں اس بوڑھی عورت اور دوشیزہ کے درمیان برابری کرنا ضروری ہے۔آپ کے لیے دوشیزہ کے پاس زیادہ راتیں گزارنا اور بوڑھی عورت کے پاس کم راتیں گزارنا جائز نہیں ہے؛ الا یہ کہ بوڑھی عورت اپنا حق چھوڑنے پر راضی ہوجائے اور اپنا حق اپنی سوکن کو دے دے تو اس صورت میں آپ کے لیے دوشیزہ کے پاس زیادہ راتیں گزارنا جائز ہوگا۔

لمافی القرآن الكريم (النساء:٤):﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾

وفی مشكاة المصابيح (٢٩٧/٢):وعن أبی هريرة عن النبی صلى الله عليه وسلم قال:إذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (رواه الترمذی وأبوداؤد والنسائی وابن ماجه والدارمی)

وفی الهندية (٣٤٠/١،الباب الحادی عشر فی القسم) :ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه والبيتوتة عندها للصحبة والمؤانسة لا فيما لا يملک وهو الحب والجماع كذا فی فتاوی قاضی خان والعبد كالحر فی هذا كذا فی الخلاصة فيسوی بين الجديدة والقديمة والبكر والثيب والصحيحة والمريضة والرتقاء والمجنونة التی لا يخاف منها.

(٣٤١/١):ولو وهبت إحدى المرأتين القسم لصاحبتها جاز ولها أن ترجع متى شائت، كذا فی السراج الوهاج.

وفی الدر المختار (٢٠١/٣،باب القسم) :(يجب) وظاهر الآية أنه فرض نهر (أن يعدل) أی أن لا يجور (فيه) أی فی القسم بالتسوية فی البيتوتة... (بلا فرق بين فحل وخصی وعنين ومجبوب ومريض وصحيح)... ومريضة وصحيحة (وحائض وذات نفاس ومجنونة لا يخاف ورتقاء وقرناء). (نجم الفتاویٰ:۳۴۸/۵،۳۴۹)

بیوی کا اپنے حق سے دستبردار ہونے کے بعد دوبارہ مطالبہ کرنا:

سوال: میری دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک بیوی نے اپنی باری دوسری کو ہدیہ کردی اور کچھ مہینے گزرے تھے کہ اس بیوی نے اپنی باری کا دوبارہ مطالبہ کردیا۔کیا اس کو اپنی باری کا دوبارہ مطالبہ کرنے کا شرعاً حق حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر کسی کی ایک بیوی دوسری کو اپنی باری ہبہ کردے تو اگر وہ دوبارہ اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہے تو شرعاً اس کو مطالبہ کا حق ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کی بیوی کو اپنی باری کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔

لمافي الهندية (١/ ٣٤١،كتاب النكاح،الباب الحادى عشر فى القسم) :ولو وهبت إحدى المرأتين القسم لصاحبتها جاز ولها أن ترجع متى شائت،كذا فى السراج الوهاج.

وفي الدرالمختار (٣/ ٢٠٦، كتاب النكاح،باب القسم) :(ولو تركت قسمها) بالكسر أى نوبتها (لضرتها صح ولها الرجوع في ذلک) فى المستقبل لأنه ما وجب فما سقط. (نجم الفتاوی:۵/ ۳۴۹)

رات ڈیوٹی کرنے والے شخص کے لیے رات گزارنے میں برابری کا حکم:

سوال: ہمارے ایک عزیز فلیٹ میں گارڈ ہیں ان کی ڈیوٹی نائٹ کی ہوتی ہے، لہٰذا وہ دن میں تو گھر ہوتے ہیں؛ لیکن رات گھر نہیں گزارتے۔ اب وہ ایک عورت سے ڈیوٹی والے فلیٹ کے پاس نکاح کرنا چاہ رہے ہیں، ان کا اپنا گھر کراچی میں ہی ہے؛ لیکن دور ہے، لہٰذا دن میں بھی ہر روز پہلی بیوی کے پاس آنا دشوار ہوتا ہے۔ اب وہ یہ پوچھنا چاہ رہے ہیں کہ کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کرنا کہ صرف دن میں تمہارے پاس آیا کروں گا، یہ جائز ہے؟ وہ عزیز دوسری شادی میں عورت سے یہ شرط لگانا چاہ رہے ہیں اور ہفتہ دس دن بعد گھر اپنی پہلی بیوی کے پاس جایا کریں گے اور پہلی بیوی کو اس نکاح کی خبر نہیں۔ کیا یہ نکاح جائز ہے؟ نیز ایک شخص رات ڈیوٹی کرتا ہو تو کیا دو عورتوں میں دن کا تقسیم کرنا شرعاً ضروری ہے، یا بندہ مختار ہے؟ شریعت کیا کہتی ہے؟ مفصل حکم ذکر کریں۔

الجواب________________ بعون الملك الوهاب

ایسا شخص جو رات کو کام کرتا ہو، اس کے حق میں دن بمنزلہ رات کے ہوجاتا ہے، ایسے شخص کی اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو دن میں ان میں برابری کرنا ضروری ہے۔ صورت مسئولہ میں جہاں تک مذکورہ شخص کا تعلق ہے تو اسے چاہیے کہ دوسری شادی نہ کرے؛ بلکہ پہلی بیوی ہی کو ڈیوٹی والے فلیٹ کے قریب کسی جگہ میں لے آئے؛ کیوں کہ دوسری شادی کرنے کے بعد مذکورہ شخص کے لیے دونوں بیویوں میں برابری کرنا مشکل ہوجائے گا اور کسی ایک سے ناانصافی کرکے یہ گناہ میں مبتلا ہوگا؛ کیوں کہ برابری صرف رات گزارنے ہی میں نہیں ہوتی؛ بلکہ اور بھی بہت سی چیزوں میں ضروری ہے، مثلاً نفقہ، سکنی وغیرہ۔

صورت مسئولہ میں اس مرد کیلئے دوسرا نکاح بہرحال جائز ہے، البتہ یہ شرط لغو ہوجائے گی، اسے پورا کرنا لازم نہ ہوگا، نیز شادی کر لینے کی صورت میں اس مرد کو ایک دن اس دوسری بیوی کے پاس اور دوسرا دن پہلی بیوی کے پاس بطور قسم (برابری) کے گزارنا ضروری ہوگا۔

لمافي البدائع (٢/ ٣٣٢،ط:رشيديه):فإن كان له أكثر من امرأة فعليه العدل بينهن فى حقوقهن من القسم والنفقة والكسوة وهو التسوية بينهن فى ذلک حتى لو كانت تحته امرأتان حرتان أو أمتان يجب عليه أن يعدل بينهما فى المأكول والمشروب والملبوس والسكنى والبيتوتة.

وفی الدرالمختار (کتاب النکاح: ۵۱/۳):ولیس منه ما لو نکحها علٰی أن یطلقها بعد شهر أو نوی مکثه معها مدةمعینةولا بأس بتزوج النهاریات عینی.

(وفی ص: ۲۰۷):(ولا یقیم عند إحداهما أکثر إلا بإذن الأخری) خاصة.

(وفی ص:۲۰۸):فروع لو کان عمله لیلا کالحارس ذکر الشافعیة أنه یقسم نهارا وهو حسن.

وفی الشامیة (۵۱/۳):(قوله:ولیس منه،الخ) لأن اشتراط القاطع یدل علی انعقاده مؤیدا وبطل الشرط،بحر... (قوله:ولا بأس بتزوج النهاریات) وهو أن یتزوجها علی أن یکون عندها نهارا دون اللیل،فتح، قال فی البحر:وینبغی أن لا یکون هذا الشرط لازما علیها ولها أن تطلب المبیت عندها لیلا لما عرف فی باب القسم،آه، أی إذا کان لها ضرة غیرها وشرط أن یکون فی النهار عندها وفی اللیل عند ضرتها أما لو لا ضرة لها فالظاهر أنه لیس لها الطلب خصوصا إذا کانت صنعته فی اللیل کالحارس بل سیأتی فی القسم عن الشافعیة أن نحو الحارس یقسم بین الزوجات نهارا واستحسنه فی النهر.

وفی حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار (کتاب النکاح،باب فی القسم: ۹۱/۲،ط:رشیدیة): (قوله:وهو حسن) ظاهر هذا أنه ارتضاه للإفتاء. (نجم الفتاوی:۳۵۰/۵)

جماع کے وقت دعا پڑھنے کا حکم:

سوال: میری شادی ایک دیندار خاتون سے ہوئی۔ میں خود بھی دین پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔شادی کی پہلی رات بیوی نے مجھے بتایا کہ جماع سے قبل دعا پڑھنا ضروری ہوتی ہے۔ مجھے علم نہ تھا خیر میں نے دعائیں یاد کرلیں؛ لیکن اس رات بیوی نے مجھے قریب نہ آنے دیا تو کیا اس کا یہ عمل درست تھا؟ اور کیا دعائیں پڑھے بغیر جماع حرام ہے؟ ازراہِ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عورت پر خاوند کی اطاعت کرنا جب کہ معصیت کا حکم نہ دے، واجب ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب خاوند اپنی بیوی کو بستر کی طرف یعنی جماع کے لیے بلائے اور بیوی انکار کرے اور خاوند ناراضگی کی حالت میں رات گزاردے تو ایسی عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں اور جماع کی دعا پڑھنا مستحب ہے، اگر کسی نے بغیر دعا پڑھے جماع کرلیا تو بلاکراہت جائز ہے، گناہ نہیں۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت کا خاوند کو قریب نہ آنے دینا ایک مستحب شے کی وجہ سے (جو کہ گناہ نہیں) درست نہیں؛ بلکہ عورت ترک واجب کی وجہ سے گنہگار ہوگی، لہٰذا مناسب ہے کہ عورت کو مسئلہ سے آگاہ کیا جائے اور حدیث مذکور میں جو وعید وارد ہوئی ہے، سنائی جائے، البتہ خاوند کو چاہیے کہ وہ مسنون دعا یاد کرلے؛ کیوں کہ حدیث شریف میں آتا ہے

کہ جو آدمی اپنی گھر والی کے پاس آئے اور وہ یہ دعا پڑھے: (اللّٰهم جنبني الشيطان وجنب الشيطان مارزقتنا) ترجمہ: ”اے اللہ مجھے شیطان سے محفوظ رکھ اور جو تو ہمیں دے اسے (بھی) شیطان (کے شر) سے محفوظ رکھ“۔ (بخاری)

اگر ان سے کوئی اولاد پیدا ہو جائے تو شیطان اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

لما في التفسير المظهري (۲٦٨/٨): (وقال ربكم ادعوني استجب لكم) اعلم ان الدعاء منه ماهو فريضة وهو قوله تعالىٰ اهدنا الصراط المستقيم، صراط الذين انعمت عليهم أوسنة مؤكدة كالدعاء في القعدة الأخيرة... وأما سؤال كل أمر يحتاج إليه العبد في الدنيا والآخرة والاستعاذة من كل شرّ فمأموربه مستحب بإجماع العلماء.

وفي مشكاة المصابيح (ص: ۲۸۰): وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت فبات غضبان لعنتها الملائكة حتى تصبح. (متفق عليه)

وفي رواية لهما قال: والذي نفسي بيده ما من رجل يدعو امرأته إلى فراشه فتأبى عليه إلا كان الذي في السماء ساخطا عليها حتى يرضى عنها.

وفيه أيضا (۲۸۱/۲): وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو كنت آمر أحدا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها. (رواه الترمذي)

وفي بدائع الصنائع (٦١٣/٣): فصل ومنها وجوب طاعة الزوج على الزوجة إذا دعاها إلى الفراش لقوله تعالى ﴿ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف﴾

وفي الهندية (٥٤٥/١): وسئل بعض العلماء عن امرأة لها زوج لا يصلي والمرأة تأبى أن تكون معه قال ليس لها ذلك كذا في الظهيرية

وفي الدر المختار (١٤٢/٣): (ولها منعه من الوطء) دواعيه شرح مجمع (والسفر بها ولو بعد وطء وخلوة رضيتهما) لأن كل وطأة معقود عليها فتسليم البعض لا يوجب تسليم الباقي (لأخذ ما بين تعجيله من المهر كله أو بعضه (أو) أخذ (قدر ما يعجل لمثلها عرفا) به يفتى لأن المعروف كالمشروط.

وفي الشامية (۲۰۸/۳): (قوله: في كل مباح) ظاهره أنه عند الأمر به منه يكون واجبا عليها كأمر السلطان الرعية به ط. (نجم الفتاویٰ: ۳۳۲/۵، ۳۳۳)

کیا ہم بستری کی دعا نہ پڑھنے سے شیطان کا نطفہ داخل ہو جاتا ہے اور نسب حرام ہوتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے ایک دوسرے بھائی نے دورانِ بیان فرمایا کہ بیوی سے صحبت کے وقت جو ہمبستری کی دعا نہیں پڑھتا، اس میں شیطان کا نطفہ شامل ہو جاتا ہے، جب شیطان کا نطفہ شامل ہو گیا تو اولاد کیسی ہو گی، ظاہر ہے، پھر اصلاح کہاں ہو گی، لوگ روتے ہیں کہ اولاد بگڑ گئی، بھائی بگڑ گئی؛ کیوں نہیں؛ کیوں کہ حرام نطفہ شامل ہو گیا؛ بلکہ انگلش کے یہ الفاظ بھی بولے گئے، انگلوانڈین۔

سلسلہ نسب بھی کہاں صحیح رہا؟ کیا یہ صحیح ہے کہ دعا نہ پڑھنے سے شیطان کا نطفہ شامل ہوجاتا ہے، سلسلہ نسب بگڑ جاتا ہے اور اولاد بھی راہِ راست پر نہ آئے گی؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

حالتِ مباشرت میں بسم اللہ نہ پڑھنے کی وجہ سے نسب میں کسی طرح کا کوئی اثر نہیں پڑتا اور اس سلسلہ میں وارد اَحادیث کی شرح کرتے ہوئے حضرات محدثین نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ بسم اللہ کے بغیر جماع سے پیدا شدہ اولاد پر شیطان کو اپنا اثر چلانے کا زیادہ موقع ملتا ہے، اس کے برخلاف جو اولاد بسم اللہ کے بعد پیدا ہوتی ہے، اُس پر شیطان کا اثر نہیں چلتا ہے، یہ ایسی بات ہے، جو نہ آنکھوں سے نظر آتی ہے اور نہ اُسے عقل پر پرکھا جاسکتا ہے، اس طرح کے امور میں شارع علیہ السلام کے بیان پر مطلقاً ایمان رکھنا ضروری ہے، نیز حدیث مذکور کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بغیر بسم اللہ کے پیدا شدہ اولاد کبھی بھی راہِ راست پر نہ آسکے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ہدایت سے نواز سکتا ہے، جب بڑے بڑے کفار حالت شرک میں پیدا ہوکر بعد میں سچے پکے مسلمان؛ بلکہ مقتداء دین بن گئے تو دیگر لوگ تو بدرجہ اولیٰ سدھر سکتے ہیں؛ البتہ سدھارنے کی کوشش متواتر جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔

لو أن أحدكم إذا أراد أن يأتي أهله قال: "بسم الله اللّٰهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا". فإنه إن قضى بينهما ولد من ذٰلک لم يضره الشيطان أبداً. (صحيح البخاری: ۷۷۶/۲)

وفی فيض القدير: بإضلاله وإغوائه ببركة التسمية أبداً فلا يكون للشيطان سلطان فی بدنه و دينه ولا يلزم عليه عصمة الولد من الذنب؛ لأن المراد من نفی الإضرار كونه مصونا من إعفائه بالتسمية للولد الجاهل بلا تسمية أولمشاركة أبيه فی جماع أمه، والمراد لم يضره الشيطان فی أصل التوحيد، وفيه بشارة عظمیٰ أن المولود الذی يسمی عليه عند الجماع الذی قضی بسببه يموت علی التوحيد، وفيه أن الرزق لا يختص بالغذاء والقوت؛ بل كل فائدة أنعم اللّٰه بها علی عبد رزق اللّٰه، فالولد رزق وكذا العلم والعمل به. (فيض القدير: ۳۷۲/۵-۳۷۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۱/۶/۲۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۵۴،۵۵۲/۸)

دورانِ حیض جماع کرنے کا کیا کفارہ ہے:

سوال (۱) زید ۱۹/ سال کی عمر کا ہے، نئی شادی ہوئی ہے، وہ اپنی منکوحہ کے پاس گیا۔ اس نے منع کیا کہ ہم کو ایام مقررہ ہیں۔ زید ہٹ گیا؛ مگر بہ سبب تقاضائے جوانی کے صبر نہیں کیا اور اپنی منکوحہ کو فرش بنایا۔ اب زید کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟ زید اس کو ادا کرے؟

(۲) زید شرعی حکم ادا کرنے سے پہلے اپنی منکوحہ کے پاس جاسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۳۶۸، غلام قدر (الہ آباد) ۱۲/ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۱/ جولائی ۱۹۳۸ء)

الجواب

ایام مقررہ میں صحبت کرنا ناجائز ہے،(۱) صحبت کرلی گئی تو زید کو اور اس کی بیوی کو توبہ کرنی چاہیے اور بہتر یہ ہے کہ زید ڈھائی روپیہ صدقہ کردے،(۲) زید کو عورت کے پاک ہونے کے بعد صحبت کرنا جائز ہے،(۳) خواہ صدقہ کیا ہو، یا ابھی نہیں کیا ہو۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۳۰۴/۵)

بیوی حیض ونفاس میں ہو تو استمتاع کس طرح کیا جائے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ خواہش کی سخت ضرورت ہے اور بیوی نفاس وحیض وغیرہ میں ہے تو اس صورت میں کیا کریں؟ دوسری شادی کرنے کی گنجائش بھی نہیں ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں اس شخص کو چاہیے کہ متواتر روزے رکھے؛ تاکہ شہوت پر قابو پاسکے۔

فقال عبد الله رضى الله عنه لقد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من استطاع منكم الباءة فليتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع منكم فعليه بالصوم؛ فإنه له وجاء. (مشكاة المصابيح، ص: ۲۷۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۷/۲/۱۴۳۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۵۴/۸)

حائضہ عورت کے ساق، یا ہاتھ کے ذریعہ منی کا اخراج:

سوال: زید کو جماع کی سخت ضرورت ہے اور اس کی زوجہ حائضہ ہے، اس صورت میں وہ کیا کرے گا؟

الجواب

بی بی کی ساق وغیرہ سے رگڑ کر نکال دے، یا اس کے ہاتھ سے خارج کرادے؛ لیکن اس کی ران وغیرہ کو مس نہ کرے۔

فى الدر المختار: (و) يمنع [أى الحيض] حل (دخول مسجد و) حل (الطواف) ولو بعد دخولها المسجد وشروعها فيه (وقربان ما تحت الإزار) يعنى ما بين سرة وركبة ولو بلاشهوة وحل ماعداه مطلقا. (۴) **فقط والله اعلم**

۱۰/رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ (امداد: ۱۶۳/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۳۹/۲)

---

(۱) ﴿فاعتزلوا النساء فى المحيض ولا تقربوهن حتى يطهرن﴾ (البقرة: ۲۲۲)

(۲) عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم فى الذى يأتى امرأته وهى حائض، قال: يتصدق بدينار أو بنصف دينار. (سنن أبى داؤد، كتاب النكاح: ۲۹۴/۱-۲۹۵، سعيد)

(۳) ﴿فإذا تطهرن فأتوهن من حيث أمركم الله﴾ (البقرة: ۲۲۲)

(۴) الدر المختار، باب الحيض: ۲۹۳/۱، دار الفكر بيروت، انيس

اگر عورت کو پاک ہونے کی غلط فہمی ہوگئی، شوہر نے قربت کی، بعد میں خون آ گیا تو:

سوال: اگر عورت نے دس روز سے کم میں سمجھا کہ میں پاک ہوئی، بہ باعث نہ آنے خون کے کئی روز تک اور مرد نے قربت کی تو بعد میں خون آیا تو وہ دونوں گنہگار رہوئے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

مسائل حیض [و] نفاس کے بالغہ عورت کو یاد کرنا فرض ہے، پس اس جہل مسئلہ پر گنہ گار ہے اور خطا سے قربت کرنا مرد کا معاف ہے؛ مگر مرد کو بھی واجب ہے کہ اپنی عورت کو یہ مسائل تعلیم کرے، خود نہ جانتا ہو تو علما سے پوچھ کر بتادے، اس کے ترک پر وہ بھی ماخوذ ہے۔

(بدست خاص، سوال: ۴۶) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۶۱)

حائضہ، یا نفاس والی عورت کو اگر خاص دنوں میں کچھ وقفہ ہو جائے، اس وقت صحبت:

سوال: حائض اور نفساء کو اگر درمیان میں حیض خشک ہو جاوے تو جماع جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

جائز نہیں کہ وہ حکماً حائض و نفساء ہے۔ فقط

(بدست خاص، سوال: ۴۴) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۶۱)

حالت حمل میں ہمبستری کرنے کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب بیوی کو حمل ٹھہر چکا ہو اور ڈیلیوری قریب ہو تو اس وقت بیوی سے جماع نہیں کرنا چاہیے؛ کیوں کہ بچہ بن چکا ہوتا ہے، لہٰذا اگر اس حالت میں جماع کرے گا تو گویا وہ بچے سے زنا کرے گا، جو پیٹ میں ہے، کیا ان لوگوں کی یہ بات درست ہے؟ برائے مہربانی آپ شریعت کی روشنی میں مسئلے کو واضح فرمائیں کہ حق کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــ بعون الملك الوهاب

حمل کی حالت میں بیوی سے جماع کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حمل ٹھہرنے کے بعد بیوی سے جماع کرنا گویا کہ پیٹ میں موجود بچے سے زنا کرنا ہے، بالکل بے اصل اور غلط ہے، البتہ حالت حمل میں بیوی سے جماع کرنے میں اگر طبی طور پر عورت، یا بچے کو کوئی نقصان، یا تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو پھر احتیاط کرنی چاہیے۔

لمافي التفسير المنير (۳۰۲/۲): ودلت الآية (ولا تقربوهن حتى يطهرن) على حرمة الجماع في الحيض حتى الطهر.

وفی الدر المختار(۴۸/۳):(و) صح نكاح (حبلى من زنى لا) حبلى (من غيره) أى الزنى لثبوت نسبه ولو من حربى أوسيدها المقر به (وإن حرم وطؤها) ودواعيه (حتى تضع) متصل بالمسألة الأولى لئلا يسقى ماؤه زرع غيره إذ الشعر ينبت منه فروع لو نكحها الزانى حل له وطؤها اتفاقا والولد له ولزمه النفقة.

وفى اللجنة الدائمة(۳۵۳/۱۹):لا بأس بجماع الحامل ما لم يكن فيه ضرر على الحمل، وإنما الممنوع جماع الحائض؛ لقوله تعالى:﴿فَاعۡتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الۡمَحِيضِ وَلَا تَقۡرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطۡهُرۡنَ فَإِذَا تَطَهَّرۡنَ فَأۡتُوهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾ ومثلها النفساء حتى تطهر من النفاس، والمحرمة بحج أوعمرة وباللّٰه التوفيق وصلى اللّٰه على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.(نجم الفتاوی:۳۳۶/۵)

جنابت کی حالت میں خاص عضو کو دھوئے بغیر صحبت کا حکم:

سوال: حالت احتلام میں، یا بعد جماع، بدون غسل کئے جماع کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

دوبارہ جماع کرنا، بدون غسل عضو کے مکروہ ہے۔فقط

(بدست خاص،سوال:۱۲۳)(باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ:ص۲۶۰)

اپنی بیوی کو کسی آلہ وغیرہ کے ذریعہ انزال کرانا صحیح نہیں:

سوال: اگر مرد سریع الانزال است وزنش بطئ الانزال است، ومرد خلاص شد وزن ہنوز بحال خود است وشہوت غلبہ دارد، مرد رابدست، یا بآلہ منزل کردن زن، روا است، یانہ؟

الجواب

ایں ہم جائز نیست۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص:٦٦)(باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ،ص:۲۶۱)

خاوند کو معصیت سے بچانے کے لیے بیوی کا دور رہنا:

سوال: مفتی صاحب! محمد ناصر بلا عذر روزہ رتوڑتا ہے، بیوی نے اس کو کافی سمجھایا؛ لیکن وہ نہیں سمجھتا، علاقے والوں نے اس کے ساتھ تعلق بھی ختم کر دیا ہے۔اب علاقے کے لوگ اس کی بیوی سے کہتے ہیں: تم بھی اس سے الگ ہو جاؤ اور والدین کے گھر چلی جاؤ؛ لیکن وہ کہتی ہے کہ میں اس طرح اگر کروں گی تو ہوسکتا ہے کہ وہ کسی اور گناہ میں مبتلا ہو جائے گا۔اب معلوم یہ کرنا ہے کہ ناصر کی بیوی کو علاقے والوں کا اس طرح کہنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو بیوی کے لیے کیا حکم ہے، جب کہ ناصر بیوی کے بغیر کسی اور گناہ میں بھی مبتلا ہوسکتا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر خاوند معصیت و برے افعال میں مبتلا ہو تو عورت کو چاہیے کہ خاوند کو محبت اور پیار سے اور نرم لہجے میں سمجھائے؛ تا کہ وہ شریعت کے احکام کی پابندی کرنے لگ جائے، زجر و توبیخ اور خاوند کو نصیحت کے طور پر اگر عورت گھر چلی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں؛ لیکن ایسا عمل جس سے خاوند کی دل آزاری ہو اور نافرمانی کا باعث ہو جائز نہیں اور اس کے لیے دعا و استغفار کثرت سے کرے، اگر خاوند سے کسی بنا پر عام افراد کے لیے مقاطعہ ہو، تب بھی بیوی کے لیے اس سے مقاطعہ نہیں، مثلاً دورِ نبوی میں کعب بن مالک وغیرہ صحابہ سے ایک غزوہ میں عدم شرکت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بحکم خداوندی مقاطعہ ہوا تو اولاً ان حضرات کی بیویاں ان کے ساتھ تھیں؛ کیوں کہ شوہر خصوصاً جب اس کی عمر زیادہ ہو، بیوی کی خدمت کا محتاج ہوتا ہے۔

لما فی القرآن الکریم (التحریم: ٦): ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَّقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾

وفی بدائع الصنائع (٦١٣/٤): فصل ومنها ولاية التأديب للزوج إذا لم تطعه فيما يلزم طاعته: الآمر يبدأ بالموعظة على الرفق واللين دون التغليظ فی القول فإن قبلت وإلا غلظ القول به فإن قبلت وإلا بسط يده فيه وكذلك إذا ارتكبت محظورا سوى النشوز ليس فيه حد مقدر فللزوج أن يؤدبها تعزيرا لها.

وفی الشامية (٧٨/٤، فرع فی فصول العلامی): إذا رأى منكرا من والديه يأمرهما مرة فإن قبلا فبها وإن كرها سكت عنهما واشتغل بالدعاء والاستغفار لهما فإن الله تعالى يكفيه ما أهمه من أمرهما. (نجم الفتاوی: ۳۳۳/۵، ۳۳۴)

ناپاک آدمی کے کمرے میں فرشتے نہیں آتے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جہاں جنبی ناپاک آدمی ہو، وہاں فرشتے نہیں جاتے، اگر کسی مکان میں تین بھائی ہوں اور وہ اپنے کمرہ میں الگ الگ ہوں اور اس میں ایک جنبی ہو تو یہ نحوست پورے مکان میں رہے گی، یا صرف ایک کمرے تک ہی محدود رہے گی؟

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ـــــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

ناپاک جنبی کی وجہ سے جو نحوست آئی ہے، وہ اُس کے کمرے تک محدود رہے گی، گھر کے دیگر کمروں کے رہنے والے اس سے متاثر نہ ہوں گے۔

عن علی بن أبی طالب كرم الله وجهه عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: لا تدخل الملائكة بيتًا فيه صورة ولا كلب ولا جنب. (سنن أبی داؤد، رقم: ٢٢٧-٤١٥٢، سنن النسائی: ١٤١/١، الترغيب والترهيب كامل رقم: ٢٨٣، بيت الأفكار الدولية)

والمراد بالبیت الذی یستقر الشخص سواء کان بناءً أو خیمة أم غیر ذلک. (فتح الباری: ۳۸۱/۱۰)
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۳/۱/۱۴۲۷ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۵۶/۸، ۵۵۷)

کنیز کے ساتھ جماع کرنے اور نکاح نہ کرنے کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ سچ ہے کہ ایک مسلمان چار عدد بیویاں رکھنے کے باوجود بے شمار کنیز بھی رکھ سکتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ جب کہ جس کتاب کو میں مطالعہ کر رہا تھا، اس میں لونڈیوں سے نکاح نہ کرنے کا لکھا تھا، صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: قاضی غلام نبی مردان... ۱۹/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ)

الجواب

مسلمان لونڈی سے مالک بغیر نکاح کے جماع کرسکتا ہے، لقوله تعالیٰ: ﴿إلا علىٰ أزواجهم أوماملكت أيمانهم﴾ (۱) لیکن بشرطیکہ یہ کنیز مسلمان، یا اہل کتاب ہو؛ لأن محل الجماع هوهٰذا، كما في ردالمحتار (۲) والبدائع (۳) اپنی کنیز سے نکاح نہیں کیا جائے گا؛ لانه كاستيجار مملوكه. (۴) وأيضا لقوله تعالیٰ، کمامر وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۲۲/۴)

زوجین کا ایک دوسرے کے خاص مقام کو برہنہ دیکھنا:

سوال: مرد کا اپنی زوجہ کو اور زوجہ کا اپنے مرد کو، ننگا دیکھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے؛ مگر عین شرمگاہ کو دیکھنا اولیٰ نہیں۔ فقط
(بدست خاص، سوال: ۵۱) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۶۰)

---

(۱) سورة المؤمنون: ٦/وسورة المعارج: ٣٠

(۲) قال العلامة الحصكفي: وحرم نكاح المولىٰ أمته والعبد سيدته لأن المملوكية تنافي المالكية... وحرم نكاح الوثنية بالاجماع. قال ابن عابدين: وأفاد بحرمة النكاح حرمة الوطء بملك اليمين كما يأتي ... (قوله: كتابية) أطلقه فشمل الحربية والذمية والحرة والأمة. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ٣١٤/٢، قبيل مطلب فيما لو زوج المولىٰ امته)

(۳) قال العلامة الكاساني: والاصل ان لا يحل وطء كافرة بنكاح ولا بملك يمين إلا الكتابيات خاصة. (البدائع الصنائع: ٥٥٤/٢، مبحث عدم نكاح المشركة)

(۴) قال العلامة المرغيناني: ولا يتزوج المولىٰ امته ولا المرأة عبدها لان النكاح ما شرع الامثمراً بثمرات مشتركة بين المتناكحين والمملوكية تنافي المالكية فيمتنع وقوع الثمرة على الشركة. (الهداية: ٣١٠/٢، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات)

بیوی کے ساتھ برہنہ ہوکر جماع کرنا:

سوال: بیوی کے ساتھ برہنہ ہوکر جماع کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بیوی کے ساتھ برہنہ ہوکر جماع نہیں کرنا چاہیے، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے تو اس کو چاہیے کہ پردہ کرے اور اونٹ کی طرح بالکل ننگے نہ ہو۔

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إن أتیٰ أحدکم أھلہ فلیستتر ولایتجرد تجرد العیرین. (السنن لابن ماجۃ باب التستر عندالجماع: ۱۳۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۶/۵/۱۴۱۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۳۹)

جماع کے وقت میاں بیوی کا برہنہ ہونا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بوقتِ جماع میاں بیوی مکمل کپڑے اُتار سکتے ہیں، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اُتار سکتے ہیں؛ لیکن صرف بقدر ضرورت ہی ستر کھولنا مستحسن ہے۔

لا بأس بأن یتجردا فی البیت کذا فی القنیۃ. (الفتاویٰ الھندیۃ: ۵/۳۲۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴/۷/۱۴۱۱ھ۔ (کتاب النوازل: ۸/۵۵۰)

برہنہ جماع کرنے کا حکم:

سوال: میرا ایک دوست ہے اور ہم دونوں میں دوستی بہت پکی ہے، اس کی شادی بھی ہوگئی ہے، ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ جب تک میں اپنی بیوی کو پورا برہنہ کرکے جماع نہ کرلوں تو اس وقت تک میری خواہش پوری نہیں ہوتی۔ میں نے اس کو سمجھایا کہ اس طرح بیوی کو برہنہ کرنا صحیح نہیں ہے اور شرعاً اس کی اجازت بھی نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا کہ جب بیوی سے جماع کرنے کی شرعاً اجازت ہے تو اس کے پورے بدن کو دیکھنا بھی صحیح ہے اور اس طرح جماع کرنا بھی صحیح ہے، جیسا کہ میں کرتا ہوں؛ کیوں کہ اس کے بغیر مجھ کو سکون نہیں ملتا، پھر میں نے اس کو کہا کہ چلو کسی مفتی صاحب سے پوچھتے ہیں تو اس نے کہا کہ ایسا کرو، تم پوچھ لو؛ کیوں کہ مجھ کو شرم آتی ہے، پھر جو بھی ہوگا، تم مجھ کو بتا دینا؛ لیکن اس نے مجھ سے کہا کہ میری بیوی کو بھی مذکورہ طریقے سے سکون ملتا ہے، وگرنہ نہیں۔ اب مفتی صاحب آپ بتائیں کیا شرعاً اس طرح سے اپنی بیوی سے جماع کرنے کی گنجائش ہے، یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

جماع کے آداب میں سے ایک ادب جماع کے وقت پردے کا اہتمام کرنا ہے، بالکل بے پردہ اور برہنہ ہو کر جماع کرنا مناسب نہیں ہے، البتہ اگر میاں بیوی میں سے کسی کو بھی حالت جماع میں برہنہ ہوئے بغیر تسکین اور خواہش پوری نہ ہوتی ہو تو ایسی صورت میں برہنہ ہو کر جماع کرنے کی گنجائش ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کے دوست کی خواہش برہنہ کئے بغیر پوری نہیں ہوتی اور بیوی کو بھی اسی طریقے سے سکون ملتا ہے تو ایسی صورت میں آپ کے دوست کے لیے برہنہ جماع کرنا درست ہے۔

لما في المشكاة (۲۷۶/۱): وعن أبي سعيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أعظم الأمانة عند الله يوم القيامة. وفي رواية: إن من أشر الناس عند الله منزلة يوم القيامة الرجل يفضي إلى امرأته وتفضي إليه ثم ينشر سرها. (رواه مسلم)

وفي سنن ابن ماجه (۱۳۸): عن عتبة بن عبد السلمي قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أتى أحدكم أهله فليستتر، ولا يتجرد تجرد العيرين.

وفيه أيضا (۱۳۸): عن عائشة رضي الله عنها، قالت: ما نظرت، أوما رأيت فرج رسول الله صلى الله عليه وسلم قط.

وفي الهندية (۳۲۷/۵): أما النظر إلى زوجته ومملوكته فهو حلال من قرنها إلى قدمها عن شهوة وغير شهوة وهذا ظاهر إلا أن الأولى أن لا ينظر كل واحد منهما إلى عورة صاحبه كذا في الذخيرة.

وفيه أيضاً (۳۲۸/۵): ويجرد زوجته للجماع إذا كان البيت صغيرا مقدار خمسة أذرع أو عشرة قال مجد الأئمة الترجماني وركن الصباغي والحافظ السائلي لا بأس بأن يتجردا في البيت كذا في القنية.

وفيه أيضا (۳۲۸/۵): قال أبو يوسف رحمه الله تعالى سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالى عن رجل يمس فرج امرأته وهي تمس فرجه لتحرك آلته هل ترى بذلك بأسا قال لا وأرجو أن يعطى الأجر، كذا في الخلاصة.

وفي الفقه الاسلامي وأدلته (۲۶۴۶/۴): ويكره الوطء وهما متجردان، لما روى ابن ماجه عن عتبة بن عبد الله قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم: إذا أتى أحدكم أهله فليستتر، ولا يتجردان تجرد العَيْرين والعَيْر: حمار الوحش، شبههما به تنفيراً عن تلك الحالة، ويكره تحدثهما بما جرى بينهما، وحرمه بعضهم لما فيه من إفشاء السر، وهو حرام. (نجم الفتاوی: ۳۳۶/۵، ۳۳۷)

بیوی کی چھاتی منہ میں لینا:

سوال: اگر خاوند مستی میں آ کر عورت کی چھاتی منہ میں لے لے تو جائز ہے، یا نہیں؟ عورت کی چھاتی میں دودھ نہیں ہے، نہ ان دونوں کی کوئی اولاد ہے۔

الجواب ــ

مرد اگر اپنی بیوی کی چھاتی منہ میں لے لے، جب کہ چھاتی میں دودھ نہ ہو تو یہ مباح ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۲۹۰/۵)

بیوی کے پستان چوسنے کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! بوقتِ صحبت شوہر نے اپنی بیوی کا پستان منہ میں لے لیا اور تھوڑا سا دودھ منہ میں آ گیا؛ مگر آتے ہی تھوک دیا، اس کو نگلا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں ان کے نکاح پر کوئی فرق پڑتا ہے اور یہ فعل حرام ہے؟ از راہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر راہنمائی فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بوقت ملاعبت وصحبت شوہر کے لیے بیوی کا پستان منہ میں لینا درست ہے، اگر کبھی اس طرح کرنے سے دودھ منہ میں آ جائے تو اسے تھوک دینا چاہیے۔ دودھ کا نگل لینا ناجائز وحرام ہے؛ تاہم اس سے نکاح باطل نہ ہوگا۔

لما فی القرآن الکریم (الأحقاف: ١٥): ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾

وفی اعلاء السنن (کتاب الرضاع: ١١٩٣١١): عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال: لا رضاع إلا ما کان فی الحولین. (رواه البیهقی)

وفی الهندیة (٣٤٣/١): وإذا مضت مدة الرضاع لم یتعلق بالرضاع تحریم کذا فی الهدایة.

وفی الدرالمختار (٢٢٥/٣): مص رجل ثدی زوجته لم تحرم.

وفی الرد تحته: قید به احترازا عما إذا کان الزوج صغیرا فی مدة الرضاع فإنها تحرم علیه.

وفی الدر المختار: أیضاً (٢١١/٣): (ولم یبح الإرضاع بعد مدته) لأنه جزء آدمی والانتفاع به لغیر ضرورة حرام علی الصحیح، شرح الوهبانیة. (نجم الفتاویٰ: ۳۳۷/۵، ۳۳۸)

زوجین کا ایک دوسرے کی شرمگاہ سے استمتاع:

سوال: مفتی صاحب! ایک مسئلہ بندے کے لیے الجھن کا سبب بنا ہوا ہے، وہ یہ کہ زوجین کا ایک دوسرے کی شرمگاہ سے استمتاع کرنا (چھونا، یا بوسہ لینا وغیرہ) یہ جائز ہے، یا نہیں؟ اگر یہ جائز ہے تو ہمارے اکابر مثلاً مفتی رشید احمد صاحب وغیرہ نے اس پر نکیر کیوں فرمائی ہے۔ نیز ایک اشکال اس پر یہ بھی ہے کہ ملاعبت کے وقت مذی مستقلا بلا اختیار نکل جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ مذی نجس ہے اور نجس کا منہ میں جانا حرام ہے، اس پر بھی غور فرمائیں؛ کیوں کہ ہمارے علاقے کے ایک عالم کا کہنا ہے کہ فقہ کی کتابوں میں اس کی گنجائش لکھی ہے، جو کہ ہمیں سمجھ نہیں آ رہی۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ فعل ایک شنیع اور غیر مہذب فعل ہے، اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے، یہ غیر مسلموں

کے افعال ہیں، البتہ اس فعل کا اباحت کی حد تک جواز ائمہ اربعہ کے مذاہب میں موجود ہے۔ فقہ مالکی کی مشہور کتاب مواہب الجلیل میں علامہ حطاب تحریر فرماتے ہیں:

قيل لأصبغ: إن قوما يذكرون كراهته، فقال: من كرهه إنما كرهه بالطب لا بالعلم ولا بأس به وليس بمكروه وقد روى عن مالك أنه قال: لا بأس أن ينظر إلى الفرج فى حال الجماع، وزاد فى رواية: ويلحسه بلسانه وهو مبالغة فى الإباحة وليس كذلك على ظاهره. (مواهب الجليل على مختصر خليل: ۲۳/۵)(۱)

(اصبغ سے کہا گیا کہ ایک جماعت (بیوی کی شرمگاہ کو دیکھنے کو) مکروہ کہتی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ جو بھی اسے مکروہ کہتا ہے، وہ طبی اعتبار سے ہے، وگرنہ شرعی کوئی دلیل کراہت کی نہیں اور شرعاً اس میں نہ کوئی حرج ہے اور نہ کراہت (بلکہ یہ صرف طبّاً ناپسندیدگی ہوگی)۔ امام مالک سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہمبستری کے وقت بیوی کی شرمگاہ کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں اور ایک روایت میں یہ زیادتی بھی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ زبان سے شرمگاہ کو چاٹے۔ امام مالک کا یہ قول اباحت میں مبالغہ ہے، جو کہ اپنے ظاہر پر نہیں۔)

اسی طرح فقہ شافعی کی کتاب اعانۃ الطالبین میں ذکر ہے:

[تتمة]: يجوز للزوج كل تمتع منها بما سوى حلقة دبرها، ولو بمص بظرها أو استمناء بيدها لا بيده. (إعانة الطالبين: ۵۲۹/۳)(۲)

(تتمہ: شوہر کے لیے بیوی سے ہر قسم کا تمتع جائز ہے، سوائے اس کی دبر (موضع اجابت) سے، اگرچہ یہ تمتع عورت کی شرمگاہ کے چوسنے، یا اس کے ہاتھ سے مشت زنی کرانے کی صورت میں ہو۔)

فقہ حنبلی کی کتاب ''کشاف القناع عن متن الاقناع'' میں تحریر ہے:

(قال القاضي: يجوز تقبيل فرج المرأة قبل الجماع ويكره) تقبيله (بعده). (كشاف القناع: ۱٦/۵)(۳)

(قاضی فرماتے ہیں کہ عورت کی شرمگاہ کا بوسہ لینا جماع سے قبل جائز ہے اور جماع کے بعد مکروہ ہے۔)

فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب ردالمحتار میں نقل ہے:

وعن أبي يوسف سألت أبا حنيفة عن الرجل يمس فرج امرأته وهي تمس فرجه ليتحرك عليها هل ترى بذلك بأسا؟ قال: لا، وأرجو أن يعظم الأجر، ذخيرة. (ردالمحتار: ۳٦۷/٦)(۴)

(امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے دریافت فرمایا کہ ایک شخص اپنی بیوی کی شرمگاہ کو چھوتا ہے اور بیوی اس کی شرمگاہ کو،

---

(۱) مواهب الجليل فى شرح مختصر خليل، فرع النظر للشابة الأجنبية الحرة فى ثلاثة مواضع: ۴۰٦/۳، دارالفكر بيروت، انيس
(۲) إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين، باب النكاح: ۳۸۷/۳، دار الفكر بيروت، انيس
(۳) كشاف القناع عن متن الإقناع، كتاب النكاح: ۱۷/۵، دارالكتب العلمية بيروت، انيس
(۴) ردالمحتار، فصل فى النظر واللمس: ۳٦۷/٦، دارالفكر بيروت، انيس

تا کہ مرد میں حرکت بڑھ جائے تو کیا آپ اس میں کوئی حرج سمجھتے ہیں؟ امام صاحب نے جواب دیا: نہیں؛ بلکہ مجھے امید ہے کہ انہیں زیادہ ثواب ملے گا۔)

نیز فقہ حنفی کی ایک اور فتاویٰ کی مشہور کتاب ہندیہ میں ہے:

إذا أدخل الرجل ذكره في فم امرأته قد قيل يكره وقد قيل بخلافه، كذا في الذخيرة. (الهندية: ٣٧٢/٥)

(نوازل میں ہے: جب مرد اپنا آلہ تناسل عورت کے منہ میں داخل کردے تو کہا گیا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ نہیں۔ ذخیرہ میں یہی ذکر ہے۔)

اسی طرح محیط برہانی میں یہ جزئیہ ان الفاظ میں ذکر ہے:

إذا أدخل الرجل ذكره في فم امرأته يكره لأنه موضع قراءة القرآن فلا يليق به إدخال الذكر به وقد قيل بخلافه أيضاً. (المحيط البرهاني: ١٣٤/٨)

(اگر مرد عورت کے منہ میں اپنا آلہ تناسل داخل کرے تو یہ مکروہ ہے؛ کیوں کہ منہ قرآن پاک پڑھنے کی جگہ ہے تو اس میں آلہ کا داخل کرنا مناسب نہیں اور ایک قول اس میں اس کے برخلاف (عدمِ کراہت) کا بھی ہے۔)

نیز موسوعہ فقہیہ جس میں مذاہب اربعہ کی تفصیلات جمع کی گئی ہیں اور دورِ حاضر کے علماء کی ایک جماعت نے اسے تیار کیا ہے، اس میں مسئلہ زیر بحث سے متعلق یہ تفصیل تحریر ہے:

لمس فرج الزوجة: اتفق الفقهاء على أنه يجوز للزوج مس فرج زوجته .قال ابن عابدين: سأل أبو يوسف أبا حنيفة عن الرجل يمس فرج امرأته وهي تمس فرجه ليتحرك عليها هل ترى بذلك بأسا؟ قال: لا، وأرجو أن يعظم الأجروقال الحطاب: قد روى عن مالك أنه قال: لا بأس أن ينظر إلى الفرج في حال الجماع، وزاد في رواية: ويلحسه بلسانه، وهو مبالغة في الإباحة،وليس كذلك على ظاهره و قال الفناني من الشافعية: يجوز للزوج كل تمتع منها بما سوى حلقة دبرها،ولو بمص بظرها وصرح الحنابلة بجواز تقبيل الفرج قبل الجماع، وكراهته بعده. (الموسوعة الفقهية: ٣٢/٩،مادة:فرج)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ امام مالکؒ کے نزدیک شرمگاہ کو چوسنے، امام شافعیؒ کے نزدیک ''مصّ بظر'' کے الفاظ، امام احمدؒ کے نزدیک شرمگاہ کا قبل از جماع بوسہ لینے کا جواز اور امام صاحبؒ سے امام ابو یوسفؒ کی روایت کے مطابق شرمگاہ کو چھونے پر ثواب کی امید یہ سب کچھ یہ بتاتا ہے کہ یہ عمل حرامِ قطعی، یا ممنوع فعل نہیں؛ بلکہ اس میں اباحت اور بوقت ضرورت جواز ہے۔ نیز ہندیہ میں کراہت اور عدمِ کراہت دنوں قول نقل ہیں؛ لیکن محیط برہانی میں ''فلا یلیق بہ'' یعنی نامناسب ہے کے الفاظ یہ بتا رہے ہیں کہ اگر کراہت والا قول بھی لے لیا جائے تو کراہت تنزیہی ہی مراد ہوگی وگرنہ دوسرے قول میں تو اور تخفیف ہے۔

نیز مرد، یا عورت کی شرمگاہ کوئی نجس چیز نہیں، نہ ان کے چھونے، یا ہاتھ لگانے سے وضو کرنا ضروری ہوتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں دریافت کیا گیا:

عن قيس بن طلق عن أبيه سئل النبي صلى الله عليه وسلم: أ في مس الذكر وضوء؟ قال: لا. (الطحاوی: ۶۰/۱)(۱)

(حضرت قیس بن طلق سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کیا آلہ تناسل کو چھونے سے وضو کرنا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: نہیں۔)

ایک اور اثر ہے:

عن قيس بن أبي حازم قال: سئل سعد عن مس الذكر، فقال: إن كان نجسا، فاقطعه، لا بأس به. (الطحاوی: ۶۲/۱)(۲)

(حضرت قیس بن ابوحازم سے مروی ہے حضرت سعد سے آلہ تناسل کو چھونے (سے وضو) سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا اگر یہ نجس ہے تو اسے کاٹ (کر پھینک) دو، اس (کو چھونے) میں کوئی حرج نہیں۔)

جب یہ نجس بھی نہیں اور فقہاء نے اس کی گنجائش بھی لکھی ہے کہ زوجین ایک دوسرے کی شرمگاہ سے استمتاع کریں تو پھر اسے مطلقاً حرام کہنا مناسب نہیں، البتہ یہ جواز فقط اباحت کے درجے میں ہے، یہ کوئی مرغوب فیہ چیز نہیں اور نہ اسلام میں ایسی کوئی ترغیب موجود ہے۔

اگر ایک شخص کو شہوت، یا تسکین اسی طرح آتی ہو تو اس کے لیے یہ فعل کرنے کی گنجائش ہے؛ لیکن اسے عادت بنالینا، یا بلاضرورت ایسا کرنا درست نہیں؛ کیوں کہ فی نفسہ یہ ایک غیر مناسب اور بدتہذیب قسم کا فعل ہے، جس میں جانوروں کے فعل کے ساتھ مشابہت ہے، لہٰذا اس سے ازحد اجتناب کیا جائے۔شاید یہی وجہ ہے کہ اردو فتاویٰ میں ہمارے بعض اکابرین نے اس فعل کو مبالغۃً اور شدت کی بنا پر مطلقاً حرام قرار دیا ہے؛ تاکہ اس فعل کی قباحت اور شناعت دل میں بیٹھ جائے اور لوگ اسے عادت نہ بنالیں۔ نیز مسلم معاشرہ بھی انگریزوں کی طرح انسانیت کے درجے سے تنزل کرکے حیوانیت میں نہ اتر آئے۔ بہرحال ضرورت کے وقت اگر طرفین کی رضامندی ہو تو یہ فعل کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک تعلق ہے مذی کے خروج کا تو یہ بندے، بندے پر ہوتا ہے، مذی اگرچہ غیر اختیاری طور پر نکلتی ہے؛ لیکن اگر اس فعل کی ضرورت ہو تو اندازہ لگا کر مذی کے خروج سے قبل علاحدہ ہوا جاسکتا ہے اور اگر منہ میں ہی خروج ہوجائے تو اسے تھوک دیا جائے، جیسا کہ عورت کے پستان چوسنا جائز ہے؛ لیکن اس میں دودھ کے نکل آنے کا احتمال بھی ہوتا ہے اور اس دودھ کا پینا جائز نہیں، لہٰذا اسے بھی تھوکنے کا حکم دیا جاتا ہے، اسی طرح اگر مذی منہ میں آجائے تو اسے بھی

---

(۱) شرح معانی الآثار، باب مس الفرج هل يجب فيه الوضوء أم لا؟ رقم الحديث: ۴۵۵، انیس

(۲) شرح معانی الآثار، باب مس الفرج هل يجب فيه الوضوء أم لا؟ رقم الحديث: ۴۷۰، انیس

تھوک دیا جائے۔ بہرحال یہ فعل مطلقاً حرام بھی نہیں اور نہ مطلقاً جائز ہے؛ بلکہ بوقت ضرورت اس کی گنجائش ہے، البتہ ازحد اجتناب کرنے کی کوشش کی جائے، یہی شرعی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔

لمافی اعانة الطالبين (۵۲۹/۳):(ولو بمص بظرها) أی ولو كان التمتع بمص بظرها فإنه جائز قال فی القاموس البظر بالضم الهنة وسط الشفرة العليا،آه، والهنة هی التی تقطعها الخاتنة من فرج المرأة عند الختان (قوله:أو استمناء بيدها) أی ولو باستمناء بيدها فإنه جائز.

وفی الفقه الإسلامی وأدلته (٢٦٥٠/٤): إذا كانت المرأة زوجة: جاز للزوج اللمس والنظر إلى جميع جسدها حتى فرجها باتفاق المذاهب الاربعة، والفرج محل التمتع.

وفی الفقه الاسلامی وأدلته(٢٦٤١/٤،الحظر والاباحة) :وربما كان أسوأ من الدبر: وضع الذكر فی فم المرأة ونحوه، مما جائنا من شذوذ الغربيين،فيكون ذلک حراماً لثبوت ضرره وقبحه شرعاً وذوقاً. (نجم الفتاوی:۳۳۹/۵،۳۴۲)

شوہر کا اپنے آلہ تناسل کو بیوی کے منھ میں ڈالنا:

سوال (۱) اگر کوئی شخص اپنی شرمگاہ کو بیوی کے منھ میں دے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

بیوی کے دبر میں جماع کرنا:

(۲) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ دبر کے راستہ سے جماع کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ________________ وباللہ التوفيق

(۱) یہ طریقہ کہ مرد اپنا عضو تناسل عورت کے منھ میں ڈالے اور اس طرح اپنی خواہش کی تکمیل کرے، یا عورت کی شرمگاہ کو چومے وغیرہ شرعاً ممنوع اور ایک ناپسندیدہ فعل ہے اور غیر فطری طریقہ ہے اور اخلاقی اعتبار سے بہت ہی گھناؤنی بات ہے، اس سے بچنا چاہیے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

فی النوازل: إذا أدخل الرجل ذكره فی فم امرأته، قد قيل: يكره، وقد قيل بخلافه،كذا فی الذخيرة. (٣٧٢/٥)

(۲) اپنی بیوی کے ساتھ بھی غیر فطری طریقہ پر شہوت پوری کرنا؛ یعنی پیچھے کے راستہ میں جماع کرنا اور قوم لوط والا عمل کرنا حرام اور سخت گناہ ہے، اس سلسلہ میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ اس مرد کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، جو کسی مرد، یا عورت کے ساتھ غیر فطری فعل کرے۔

عن ابن عباس قال:قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:لاينظر اللّٰه إلى رجل أتٰى رجلا أو امرأة فی الدبر. (السنن للترمذی باب ماجاء فی كراهية إتيان النساء فی أدبارهن: ١٣٩/١)

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال: رسول الله صلی الله عليه وسلم ملعون من أتیٰ امرأة فی دبرها. (السنن لأبی داؤد باب فی جامع النكاح: ۲۹٤/۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ملعون ہے، جو غیر فطری طریقہ سے بیوی کے ساتھ جماع کرتا ہے۔ لہٰذا ایسے شخص پر ضروری ہے کہ صدق دل سے توبہ واستغفار کرے اور آئندہ اس سے بچنے کا پختہ عہد کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۹؍رجب المرجب ۱۴۱۶ھ۔ الجواب صحیح: محمد جنید عالم ندوی قاسمی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۳۸/۴-۲۳۹)

اگر عورت کی خلقت عام مزاج ومعمول کے خلاف ہو تو بھی اس سے خلاف وضع فطری تعلق صحیح نہیں:

سوال: ایک عورت کی خلقت ایسے طور پر واقع ہوئی ہو کہ مقامِ قبل میں جماع ممکن نہ ہو؛ بلکہ شہوتِ جماع دوسرے مقام میں ظاہر کرے تو اس مجبوری کی حالت میں شوہر کو اس سے لواطت جائز ہے، یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی ایسی عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

لواطت کسی حال درست نہ ہووے گی اور بیان عورت کا اگر صحیح مانا جاوے تو مرض اُبنہ ہے، اس کے دفع کو بھی لواطت حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم

رشید احمد گنگوہی (مجموعۂ فرخ آباد، ص: ۳۹-۴۱) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۶۱)

حالت برہنگی میں کلام:

سوال: برہنہ ہونے کی حالت میں کلام حرام ہے اور جب عورت اور شوہر باہم جمع ہوں تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر ضرور ہے اور ان دونوں امر میں منافات ہے؟

الجواب

برہنہ ہونے کی حالت میں کلام حرام نہیں، البتہ مکروہ ہے اور یہ کراہت بھی اس وقت ہے، جب برہنہ ہو کر لوگ آپس میں بات کریں اور محض کوئی لفظ زبان سے نکالنا مکروہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مقام نجاست میں اور جہاں بدبو ہو، منع ہے اور قبل جماع کے منع نہیں اور علماء کرام نے لکھا ہے کہ بیت الخلا میں جانے کے وقت اس کے اندر جانے کے قبل ذکر مسنون ہے اور ایسا ہی بوقت جماع ستر کھولنے کے قبل ذکر مسنون ہے تو ان دونوں امر میں منافات نہیں۔ واللہ اعلم (فتاوی عزیزی، ص: ۵۴۲)

بڑی عمر کے اشخاص کا چھوٹی عمر کی لڑکیوں سے نکاح کا حکم:

سوال: ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح بڑی عمر کے آدمی سے کر دیتا ہے مثلاً آج کل کے بعض مہتمم حضرات اپنے سے

انتہائی چھوٹی عمر کی لڑکی سے شادی کر لیتے ہیں، جب کہ لڑکی کا باپ تبر کا نکاح کر دیتا ہے؛ لیکن لڑکی کا مستقبل تباہ ہو جاتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ کیا بڑے حضرات کا چھوٹی عمر کی لڑکی سے نکاح جائز ہے؟ ہم نے سنا تھا کہ فقہاء نے منع کیا ہے کہ باپ، چھوٹی عمر کی لڑکی کا بوڑھے شخص سے نکاح نہیں کرا سکتا۔ کیا یہ درست ہے؟ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا چھوٹی عمر میں نکاح ہوا ہے، اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

فقہاء کرام نے کفاءت میں جن چیزوں کا اعتبار کیا ہے اس میں عمر کی برابری کا ذکر نہیں، لہذا اصولی طور پر کفاءت میں عمر کی برابری ضروری نہیں، البتہ بعض احادیث اور فقہی نصوص سے نکاح کے وقت عمر میں برابری کا لحاظ رکھنا قرین مصلحت اور مصالح نکاح کے حصول میں معاون ہونا ثابت ہوتا ہے، مثلاً شیخین نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا تھا، جسے آپ ﷺ نے ان الفاظ میں منع فرما دیا:

وعن بريدة قال: خطب أبو بكر وعمر رضى الله عنهما فاطمة رضى الله عنها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إنها صغيرة"، ثم خطبها على فزوجها منه. [رواه النسائی] (مشكاة: ٥٦٥/٢)

(حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر و عمر نے فاطمہ سے نکاح کا پیغام بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ چھوٹی ہے، پھر حضرت علی نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی شادی ان سے کرا دی۔)

اس حدیث کے تحت محدثین نے یہ تصریح فرمائی ہے:

"أو المراد أنها صغيرة بالنسبة إليهما لكبر سنهما وزوّجها من على لمناسبة سنّه لها". (مرقاة: ٢٠٩/١١)

(اس حدیث میں مراد یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنسبت حضرت ابوبکر و عمر کے چھوٹی تھیں؛ کیوں کہ ان دونوں حضرات کی عمر زیادہ تھی اور حضرت علی سے رشتہ طے فرما دینے کی وجہ یہی تھی کہ حضرت علی کی عمر حضرت فاطمہ کے ساتھ مناسب تھی۔)

اس کے علاوہ علامہ شامی ایک مقام پر واضح الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

"ولا يزوج ابنته الشابة شيخاً كبيراً ولا رجلاً دميماً ويزوجها كفواً". (شامية: ٩/٣)

(اور اپنی جوان بیٹی کا نکاح بوڑھے شخص سے، یا گھٹیا انسان سے نہ کرائے اور شادی کے لیے کفو کا رشتہ منتخب کرے۔)

اسی طرح علامہ وھبہ زحیلی اپنی کتاب الفقہ الاسلامی میں تحریر فرماتے ہیں:

"لكن الأولىٰ مراعاة التقارب بين هٰذه الأوصاف وبخاصة السنّ والثقافة لأن وجودهما أدعى لتحقيق الوفاق والوئام بين الزوجين وعدمها يحدث بلبلة واختلافا مستعصيا". (الفقه الإسلامي وأدلته: ٢٤٧/٧)

(بہتر یہ ہے کہ ان اوصاف میں برابری کا لحاظ رکھا جائے، خصوصاً عمر اور ثقافت کے معاملے میں؛ کیوں کہ ان دونوں میں برابری زوجین میں اتفاق اور محبت کے پیدا کرنے میں زیادہ کارگر ہوگی اور ان میں برابری کا لحاظ نہ رکھنا پیچیدہ جھگڑوں اور اختلافات کو جنم دے گا۔)

اس کے علاوہ عقلی طور پر بھی دیکھا جائے تو اس میں بہت سے مفاسد ہیں:

(۱)　بوڑھا شخص جلدی وفات پا جائے گا، لڑکی تنہا بیوگی کی زندگی گزارے گی۔

(۲)　بوڑھا شخص چند سالوں میں ہی جوان لڑکی کی خواہش پورا کرنے کے قابل نہ رہے گا۔ ایسی لڑکی کے فتنے میں مبتلا ہونے کے قوی امکانات پیدا ہو جائیں گے۔

(۳)　بوڑھے عمر کے شخص کے اگر بچے پیدا ہوتے ہیں تو باپ اور بچوں میں فحش تفاوت تربیت کے معاملے میں اثر انداز ہوگا۔

(۴)　سب سے بڑا مفسدہ تو یہی ہے کہ نکاح کا اصل مقصد (جو کہ معاشرتی زندگی میں سکون کا حصول اور دوام ہے، وہ) اور دیگر مصالح نکاح کا حصول اس نکاح میں بعید ہے؛ بلکہ یہ نکاح بعد میں مشکلات کا سبب بنے گا۔

اس لیے نکاح میں زوجین کی عمر میں تناسب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ ہمارا یہ مقصد نہیں کہ دونوں کی عمریں بالکل برابر ہوں؛ بلکہ لڑکے کی عمر اگر آٹھ، دس سال تک زیادہ ہو، تب بھی کوئی بات نہیں؛ لیکن لڑکے کا لڑکی سے عمر میں دگنا تفاوت مضر ہے، مثلاً لڑکی بیس سال اور لڑکا چالیس سال، یا پچاس سال کا ہے تو یہ تفاوت بعد میں مصالح نکاح کے حصول میں مانع بنے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹی عمر میں نکاح بیان جواز پر محمول ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم مصالح نکاح برقرار رکھنے کی صلاحیت تھی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح فرمایا، لہٰذا صورت مسئولہ میں بڑی عمر کا شخص (چاہے وہ جو بھی ہو) اگر شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ بیوہ، یا اپنے سے قریب عمر کی عورت سے شادی کرے۔ چھوٹی عمر کی لڑکیوں سے شادی کر کے ان لڑکیوں کو مشکلات میں نہ ڈالیں اور ایسی لڑکیوں کے والدین کو بھی اپنی بچیوں کے بارے میں اور ان کے مستقبل کے بارے میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔

لما فی سنن النسائی (۶۹/۲):(تزوج المرأة مثلها فی السن)عن عبد اللّٰه بن بریدة عن أبیه قال: خطب أبو بکر وعمر رضی اللّٰه عنهما فاطمة رضی اللّٰه عنها فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إنها صغیرة فخطبها علی فزوجها منه.

وفی فتح الباری (۱۰۱/۹):تزویج الصغار بالکبار:قال ابن بطال:یجوز تزویج الصغیرة بالکبیر إجماعاً ولو کانت فی المهد لکن لا یمکّن منها حتّٰی تصلح للوطء.

وفی بذل المجهود(۲۴۶/۳):حکی ابن حزم عن ابن شبرمة مطلقاً أن الأب لا یزوج بنته البکر الصغیرة حتّٰی تبلغ وتأذن وزعم أن تزویج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عائشة رضی اللّٰه عنها وهی بنت ست سنین کان من خصائصه.

وفی الشامیة(۶۸/۳): وأما إنکاح الأب والجد الصغیر الصغیرة فالکفائة فیه لیست بشرط عند أبی حنیفة رحمه اللّٰه لصدوره ممن له کمال النظر لکمال الشفقة. (نجم الفتاویٰ:۵/۵۰،۵۲)

"لم تر للمتحابين مثل النكاح" اس حدیث کا مطلب:

سوال: مفتی صاحب! میں ایک دینی مدرسے میں "مشکوۃ شریف" کا طالب علم ہوں۔ ہمارے استاد صاحب نے جب کتاب النکاح کی جلد ثانی شروع کروائی تو اس کی ابتدا میں ہی یہ روایت تھی "لم تر للمتحابين مثل النكاح" مجھے اس حدیث کے معنی سمجھ نہ آ سکے۔ حاشیہ دیکھا تو وہاں لکھا تھا:

"إذا أحب رجل امرأة بها فالتعشيق ألذ وأزيد في الألفة والإلتئام ويمكن أن يراد القاصدين للتحابب فتزوجه إياها يورث ازدياد المحبّة فالنكاح بعد المحبّة أيضا". [لمعات](۱)

جناب والا میں سخت پریشان ہوا؛ کیوں کہ بظاہر اس تشریح کے مطابق حدیث کا مطلب یہ بنتا ہے کہ جو لڑکا، لڑکی پہلے سے عشق مجازی میں مبتلا ہوں اور محبت کرتے ہوں، وہ نکاح کرلیں، اس سے، محبت اور بڑھ جائے گی، جب کہ نکاح سے قبل تو لڑکی کا خیال ذہن میں لانا حرام ہے۔ آپ بتائیں کہ کیا یہ تشریح میں صحیح سمجھا ہوں، ورنہ حدیث کا صحیح مطلب واضح فرما کر میرا خلجان دور فرمائیں اور محشی کیا کہنا چاہتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

حدیث کا اصل مصداق محشی کی پہلی تشریح ہے کہ نکاح محبت کو بڑھاتا ہے؛ یعنی اگر دو قوموں کے درمیان بغض وعداوت ہو تو نکاح ہوتے ہی دونوں قومیں آپس میں محبت کرنے لگتی ہیں اور میاں، بیوی کے درمیان بھی محبت ہو جاتی ہے اور جو دوسری تشریح ہے، وہ علاجۃً ہے کہ اگر کسی مرد کو عورت سے محبت ہو جائے تو اس کا پورا کرنے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ آدمی اپنی محبت کو ناجائز طریقے سے پورا کرے، جس کی وجہ سے آدمی محرمات میں مبتلا ہوگا، بغض عداوت پیدا ہوگی۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اُس عورت کے ساتھ نکاح کرے، جس سے محبت میں اور اضافہ ہوگا، لہٰذا حدیث پاک میں اس صورت کی طرف کہ اگر بالفرض کوئی عشق مجازی میں مبتلا ہو گیا تو جائز طریقے سے نکاح کر کے اس محبت میں اضافہ کرے، اس کو عشق مجازی کے جواز پر دلیل بنانا قطعاً درست نہیں۔

لما في حاشية المشكاة (۲۶۸/۲، كتاب النكاح، ط: قديمي) : قوله "لم تر للمتحابين" خطاب عام أي: يزيد وصلة النكاح المحبة وكثيراً مايكون بين قوم تباغض فاذا حصلت وصلة النكاح تحابوا فلا جرم اذا كانت المحبة ثابتة زادت بها وقيل اذا أحب رجل امرأة وعشق بها فالتعشيق ألذ وأزيد في الألفة والإلتيام و يمكن أن يراد القاصدين للتحابب فتزوجه إياها يورث ازدياد المحبة فالنكاح بعد المحبة أيضاً. (۲)

وفي فيض القدير (۳۷۶/۵، كتاب النكاح) : أي اذا نظر رجل لأجنبية وأخذت بمجامع قلبه

(۱-۲) لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، الفصل الثالث: ۱۶/۶-۱۷، دار النوادر، انيس

فنكاحها يورثه مزيد المحبة كذا ذكره الطيبى وأفصح منه قول بعض الأكابر المراد أن أعظم الأدوية التى يعالج بها التعشيق النكاح فهو علاجه الذى لايعدل عنه لغيره ماوجد إليه سبيلا وهذا هو المعنى الذى أشار إليه سبحانه عقب إحلال النساء،الخ.

وفى التيسير شرح الجامع الصغير (٥٨٤/٥): (للمتحابين مثل النكاح) أراد أن أعظم الأدوية التى (يعالحج بها العشق) النكاح فهو علاجه الذى لا يعدل عنه لغيره إذا وجد إليه سبيلا. (نجم الفتاوی:۵/۳۹۷،۳۹۸)

شوہر بیوی کو اپنے ساتھ غیر ملک لے جاسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص اپنی زوجہ کو افریقہ لے جانا چاہتا ہے، دور دراز مسافت کی وجہ سے زوجہ اور اس کے اقارب انکار کرتے ہیں، شوہر مجبور کر کے لی جاسکتا ہے، یا نہیں؟ شوہر کہتا ہے کہ مرد کو اپنی بی بی سے چار ماہ سے زیادہ غائب رہنا ممنوع ہے اور حضرت عمرؓ نے یہ حکم دیا تھا، یہ صحیح ہے، یا نہ؟

الجواب

فقہاء نے اس بارے میں یہ لکھا ہے کہ اس زمانہ میں اس قدر دور دراز مسافت پر شوہر اپنی زوجہ کو مجبور نہیں کرسکتا، اگر وہ خوشی سے جارہی ہے تو خیر ورنہ جبراً نہ لے جاوے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر اگر ثابت ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی زوجہ سے زیادہ مدت تک غائب نہ رہے، کسی نہ کسی طرح چلا آوے، اس سے جبراً زوجہ کو لے جانے کا جواز نہیں نکلتا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۵۰۷-۵۰۸)

بیوی کو وطن سفر میں ساتھ لے جانے کا مسئلہ:

سوال: جناب مفتی صاحب! میں بسلسلہ روزگار لندن میں مقیم ہوں، میں نے پاکستان میں ایک جگہ شادی کی، اب میں بیوی کو اپنے ساتھ لندن لے جانا چاہتا ہوں؛ مگر میرے سسرال والے اس کو میرے ساتھ نہیں جانے دیتے، کیا میں شرعاً اس کو ساتھ لے جاسکتا ہوں، یا نہیں؟

الجواب

اگر آپ کی بیوی آپ کے ساتھ جانا چاہتی ہو تو اس کے والدین، یا دیگر رشتہ داروں کو منع کرنے کا کوئی حق نہیں اور اگر آپ کی بیوی ہی آپ کے ساتھ جانا نہیں چاہتی ہو تو مفتی بہ رائے کی رو سے اسے ساتھ جانے کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

---

(۱) (وَيُسَافِرُ بِهَا بَعْدَ أَدَاءِ كُلِّهِ) مُؤَجَّلًا وَمُعَجَّلًا (إذَا كَانَ مَأْمُونًا عَلَيْهَا وَإِلَّا) يُؤَدِّ كُلَّهُ، أَوْ لَمْ يَكُنْ مَأْمُونًا (لَا) يُسَافِرُ بِهَا وَبِهِ يُفْتَى كَمَا فِي شُرُوحِ الْمَجْمَعِ وَاخْتَارَهُ فِي مُلْتَقَى الْأَبْحُرِ وَمَجْمَعِ الْفَتَاوَى وَاعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ وَبِهِ أَفْتَى شَيْخُنَا الرَّمْلِيُّ، لَكِنْ فِي النَّهْرِ: وَالَّذِي عَلَيْهِ الْعَمَلُ فِي دِيَارِنَا أَنَّهُ لَا يُسَافِرُ بِهَا جَبْرًا عَلَيْهَا، وَجَزَمَ بِهِ الْبَزَّازِيُّ وَغَيْرُهُ، وَفِي الْمُخْتَارِ: وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى،والتفصيل فى الشامى. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب المهر: ٤٩٥/٢،ظفير)

قال العلامة ابن عابدين: لكن في النهر والذي عليه العمل في ديارنا أنه لايسافر بها جبرًا عليها وجزم به البزازي وغيره وفي المختار وعليه الفتوىٰ. (الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار: ٤٩٥/٢، باب المهر)

قال المرغيناني: وقيل لايخرجها إلىٰ بلدغير بلدها؛لأن الغريب يوذى وفي قرى المصر القريبة لا تتحقق الغربة. وقال ابن الهمام: في شرح هٰذه العبارة: وأفتىٰ كثيرٌ من المشائخ بقول الفقيه لا النّقص مقيدبعدم المضارة بقولهٖ تعالىٰ: ﴿وَلَاتُضَارُّوْ هُنَّ﴾ بعداسكنوهنّ والنقل إلىٰ غير بلدهامضارة. (فتح القدير: ٢٥٠/٣، باب المهر) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۱۰/۴)

طلاق کے بعد مطلقہ کو علاحدہ گھر میں رکھنا درست ہے؛ مگر اختلاط جائز نہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دے کر اس کی ہمشیرہ سے نکاح کرلیا ہے اور پہلی زوجہ صاحب اولاد ہے اور یہ طلاق کسی مخالفت کی وجہ سے نہیں ہوئی؛ بلکہ عورت نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح اپنے خاوند سے کرانے کے لیے خود طلاق لی ہے اور اس نے اپنے خاوند سے یہ شرط کی ہے کہ تم مجھ کو بجائے مہر کے تاحیات روٹی کپڑا دیتے رہو اور یہ عورت مطلقہ اس کے ایک مکان میں علاحدہ رہتی ہے، آیا یہ شخص اگر اس عورت کو روٹی کپڑا مہر کے عوض میں، یا بطور احسان کے دے تو جائز ہے، یا نہیں؟ اور یہ عورت اس کے مکان میں علاحدہ رہ سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

زوجہ اولیٰ کو طلاق دینے کے بعد جس وقت عدت اس کی طلاق کی گزر جاوے، اس وقت زوجہ مطلقہ کی بہن سے نکاح درست ہے، (۱) اور زوجہ مطلقہ کا نفقہ بعد عدت کے شوہر کے ذمہ لازم نہیں ہے؛ لیکن اگر مہر میں اس کا نفقہ دیتا رہے، یا تبرعاً اس کو روٹی کپڑا دیوے تو جائز ہے اور علاحدہ مکان میں اگر عورت رہے تو کچھ حرج نہیں ہے؛ مگر شوہر طلاق دینے والا اس سے اختلاط نہ رکھے۔ درمختار میں ہے:

قال: ولهماأن يسكنا بعد الثلاث في بيت واحد إذا لم يلتقيا التقاء الأزواج ولم يكن فيه خوف فتنةٍ، انتهىٰ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰۹/۷)

گھر دامادی کی شرط کی شرعی حیثیت:

سوال: ایک لڑکے کا نکاح اس شرط پر ہوا کہ وہ اپنی بیوی سمیت اپنی ساس کے گھر میں رہے گا رخصتی ہوئی، تقریباً

---

(۱) (و) حرم (الجمع) بين المحارم (نكاحاً) أي عقداً صحيحاً (وعدة ولو من طلاق بائن). (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، فصل في المحرمات: ٣٩٠/٢، ظفير)

(۲) الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار، فصل في الحداد: ٨٥٥/٢، ظفير

ایک سال مکمل ہونے والا ہے،لڑکا شرط مذکورہ کی وجہ سے ساس کے گھر رہتا رہا؛لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ ایک رات کو اُن کے گھر پر پتھر پھینکے گئے۔اب کچھ عرصہ بعد ایسی صورتحال پیش آئی کہ وہ رات گیارہ بجے بچوں سمیت گھر چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔اسی وجہ سے وہ دوسری رات بھی گھر میں نہ رہ سکے تو لڑکے نے اپنی جان اور عزت کی خاطر اور دشمن کے خوف کی وجہ سے یہاں رہنا مناسب نہیں سمجھا۔لڑکے نے بذات خود اور اس کے بھائیوں نے اپنے والدین کے ہاں اس لڑکے کی بیوی اور ساس دونوں کے لیے علاحدہ مکان اور دستور کے مطابق تمام تر ضروریات کی یقین دہانی کرائی ہے؛لیکن اس کے باوجود بھی لڑکی اور اس کی ماں شرط (گھر داماد) مذکورہ کی وجہ سے اس بات پر مصر ہیں کہ ہم قطعاًوہاں جانے کے لیے تیار نہیں ہیں اور لڑکی کے سرپرست نے بھی کہا ہے کہ اب یہاں رہنا مناسب نہیں ہے اور دونوں خاندان کے لوگوں نے ان کو محفوظ مقام کی طرف منتقل کرنے کی کوشش کی؛لیکن لڑکا اپنی بات پر ڈٹ گیا اور لڑکی اپنی بات پر ڈٹ گئی۔صورت مذکورہ کے چند جزئیات کے جوابات قرآن وسنت کی روشنی میں مطلوب ہیں:

(۱)　ایسی صورت میں لڑکا گناہگار ہوگا، یا لڑکی؟

(۲)　لڑکا نافرمان شمار ہوگا، یا لڑکی نافرمان شمار ہوگی؟

(۳)　ایسی صورت میں لڑکے پر عورت کا خرچہ لازم ہوگا، یا نہیں؟

(۴)　گھر دامادی کی مذکورہ شرط کی وجہ سے لڑکے پر کوئی مالی ادائیگی، یا اس کا متبادل بندوبست لازم ہوگا، یا نہیں؟

(۵)　خدانخواستہ اگر معاملہ جدائی تک پہنچ جاے تو شوہر پر بقیہ زیورات کی ادائیگی لازم ہوگی، یا نہیں؛ کیوں کہ عورت کا مہر ایک ہزار روپے مقرر ہوا تھا اور ادا کر دیا گیا تھا؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عقد نکاح میں ہر وہ شرط جس سے کسی امر مشروع سے ممانعت لازم آئے، وہ درست نہیں اور نہ اس شرط کا پورا کرنا واجب ہے اور بیوی پر مہر وصول کرنے کے بعد امور شرعیہ میں شوہر کی اطاعت واجب ہے،لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ گھر دامادی کی شرط ایک لغو اور باطل شرط ہے، جس کا پورا کرنا شوہر پر واجب نہیں اور اس شرط سے شوہر کا اپنی بیوی کو دوسری جگہ بسانے کا حق ساقط نہیں ہوتا۔عذر و مجبوری کے باوجود شوہر کو گھر دامادی کی شرط پورا کرنے پر مجبور کر کے تکلیف دینا بیوی کے لیے جائز نہیں۔نیز مذکورہ صورت میں چوں کہ لڑکی کا سرپرست بھی نقل مکانی پر راضی ہے؛اس لیے لڑکی کی والدہ کو لڑکی کو اپنے شوہر کے ساتھ جانے سے منع کرنا درست نہیں،ایسی صورت میں شوہر کے ساتھ نہ جانے پر لڑکی نافرمان شمار ہوگی؛ کیوں کہ بیوی پر تابعداری کا سب سے زیادہ حق شوہر کا ہے۔نیز مذکورہ صورت میں شوہر سے الگ رہنے پر شوہر بیوی کے نان نفقہ کا ذمہ دار نہیں،اگر معاملہ جدائی تک پہنچ جائے تو شوہر پر مقررہ مہر کے علاوہ کچھ بھی لازم نہ ہوگا،البتہ بقیہ زیورات جن کو دینے کا لڑکے نے وعدہ کیا ہے، وہ تبرعاً دے دینا چاہیے۔

لمافي القرآن الكريم (النساء: ٣٤): ﴿الرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ﴾
(بنی اسرائیل: ٣٤): ﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾

وفي صحيح البخاري (٧٧٤/٢): عن عقبة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أحق ما أوفيتم من الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج.

وفي المبسوط للسرخسي (جزء:١٨٦/٣،٥): قال: وإذا تغيبت المرأة عن زوجها أو أبت أن تتحول معه إلى منزله أو إلى حيث يريد من البلدان وقد أوفاها مهرها فلا نفقة لها لأنها ناشزة ولا نفقة للناشزة.

وفي التاتارخانية (١١٤/٣): وفي الينابيع: وإذا تزوج امرأة على ألف أن لا يخرجها من البلد ... إن قبضت المرأة مهرها فللزوج أن ينقلها إلى حيث شاء وليس لها أن تمنعه من الخروج.

وفي(ص:١١٦): ولو أراد أن يخرجها من البلد إلى القرية أومن القرية إلى البلد فله ذلك.

(نجم الفتاوی:۵/۳۶۸،۳۶۹) ☆

بوقتِ عقد شہر میں گھر بنانے کی شرط لگانا درست ہے:

سوال: کچھ عرصہ قبل میری شادی ماموں زاد سے ہوئی، جو کہ شہر سے کچھ دور ایک دیہات میں رہتے ہیں۔ عقد کے دوران یہ بات طے ہوئی تھی کہ لڑکی کو شہر میں مکان بنا دیا جائے گا اور لڑکی شہر میں رہے گی۔ شادی کے بعد سے اب تک میں بڑی تنگی سے دیہات میں ہی اپنے شوہر کے ساتھ رہی ہوں اور میری ایک بیٹی بھی پیدا ہوئی ہے؛ لیکن اب میں مزید دیہات میں نہیں رہنا چاہتی؛ کیوں کہ وہاں شہری زندگی جیسی سہولیات اور بچوں کی معیاری تعلیم کے لیے مراکز میسر نہیں ہیں۔ کچھ دن قبل میں شوہر کی اجازت کے ساتھ اپنے ماں باپ کے گھر میں آ گئی اور اب میرا دیہات میں واپس جانے کا ارادہ نہیں ہے؛ بلکہ میں آئندہ زندگی شہر میں ہی گزارنا چاہتی ہوں۔ آپ حضرات سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا میرے لیے شرعاً شہر میں رہنے کا مطالبہ کرنا درست ہے، جب کہ عقد کے دوران اس کی شرط لگائی گئی تھی اور کیا جتنا عرصہ میں ماں باپ کے گھر گزار رہی ہوں، ان ایام کے نان نفقہ کا مطالبہ اپنے شوہر سے کر سکتی ہوں؟

☆ کیا عورت شوہر کو میکے میں رہنے پر مجبور کر سکتی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا بیوی کے لیے ضروری ہے کہ شوہر کے ساتھ رہے؟ یا شوہر کو اپنے میکہ میں رہنے کے لیے مجبور کر سکتی ہے؟

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ———— وبالله التوفيق

عورت کا شوہر کو اپنے میکہ میں رہنے کے لیے مجبور کرنا درست نہیں؛ بلکہ شوہر کو اختیار ہے کہ بیوی کے ساتھ جہاں چاہے رہے؛ البتہ اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ اچھے اور دین دار لوگوں کے درمیان رہے، جہاں بیوی کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔

وللزوج أن يسكنها حيث أحب، ولكن بين جيران صالحين. (شامي: ٣٢٣/٥، زكريا، كذا في البحر الرائق، باب النفقة: ٢٠٢/٣، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۵/۶/۱۴۲۷ھ۔ (کتاب النوازل: ۸/۵۴۰،۵۴۱)

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شرعاً شوہر کے ذمہ بیوی کے کھانے پینے کا خرچہ، کپڑے اور سکنی (گھر میں ایک کمرہ بیوی کے لیے مختص کرنا جس میں اس کا سامان ہو اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اس میں داخل نہ ہو) دینا واجب ہے، یا ان کے علاقہ میں جس قسم کا سکنی دینے کا رواج ہو، بشرطیکہ بیوی کی ضروریات پوری ہوسکیں؛ لیکن عقد نکاح کے وقت کسی چیز کی شرط لگائی جائے اور وہ شرط عقد نکاح کے منافی نہ ہو تو اس شرط کا لگانا صحیح ہے اور بیوی اس کا مطالبہ کرسکتی ہے اور شوہر کو اس شرط کا پورا کرنا ضروری ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں عقد نکاح کے وقت شہر میں گھر بنوا کر دینے کی جو شرط لگائی گئی تھی، وہ شرط صحیح ہے اور آپ اس شرط کا مطالبہ کرسکتی ہیں اور شوہر کو اس شرط کا پورا کرنا ضروری ہوگا۔

باقی رہی یہ بات کہ شرط کے پورا ہونے تک آپ والدین کے گھر رہیں اور شوہر سے خرچہ کا مطالبہ کرسکتی ہیں، یا نہیں تو اس کے بارے میں کوئی صریح حوالہ تو نہیں ملا؛ مگر قواعد سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عقد نکاح کے وقت چونکہ شرط لگائی گئی تھی اور شوہر کو اس شرط کا پورا کرنا ضروری ہے، اس وجہ سے آپ شرط کے پورا ہونے تک والدین کے گھر میں رہ کر شوہر سے خرچہ کا مطالبہ کرسکتی ہیں۔

(نوٹ) آپ کے لیے مشورہ یہ ہے کہ اگر شوہر کسی وجہ سے اس شرط کو پورا نہیں کرسکتا ہے تو اس شرط کی وجہ سے خود کو اور شوہر اور دیگر رشتہ داروں کو پریشان نہ کریں؛ بلکہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ گاؤں میں خوشی سے رہیں۔

لمافي القرآن الكريم (الطلاق:٧): ﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ﴾

وفي الهندية (١/٥٥٦، الفصل الثاني في السكنى): تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها إلا أن تختار ذلك كذا في العيني شرح الكنز... امرأة أبت أن تسكن مع ضرتها أو مع أحمائها كأمه وغيرها فإن كان في الدار بيوت فرغ لها بيتا وجعل لبيتها غلقا على حدة ليس لها أن تطلب من الزوج بيتا آخر فإن لم يكن فيها إلا بيت واحد فلها ذلك وإن قالت لا أسكن مع أمتك ليس لها ذلك وكذلك لو قالت لا أسكن مع أم ولدك كذا في الظهيرية.

وفي الدرالمختار (٣/٥٨٦): حتى لو شرط في العقد أن النفقة تكون من غير تقدير والكسوة كسوة الشتاء والصيف لم يلزم فلها بعد ذلك طلب التقدير فيهما.

وفي الرد تحته: (قوله: لم يلزم، الخ) كذا ذكره في البحر بحثا ووجهه أن ذلك الشرط وعدمه سواء لأن ذلك هو الواجب عليه بنفس العقد سواء شرطه أو لا وإنما يعدل إلى التقدير بشيء معين بالصلح والتراضي أو بقضاء القاضي إذا ظهر له مطله فتصير النفقة بذلك لازمة عليه ودينا بذمته حتى لا تسقط بمضي المدة ويصح الإبراء عنها وقبل ذلك لا تصير كذلك كما علمت.

وفي الفقه الإسلامي وأدلته (٩/٦٥٤٠): مذهب الحنفية: إن كان الشرط صحيحاً يلائم

مقتضى العقد، ولايتنافى مع أحكام الشرع وجب الوفاء به كاشتراط المرأة أن يسكنها وحدها في منزل لا مع أهله أو مع ضَرَّتها، أو ألا يسافر بها سفراً بعيداً إلا بإذن أهلها. (نجم الفتاوی: ۲۸۸/۵، ۲۸۹)

بیوی کو رہائش دینا واجب ہے:

سوال: ہمارا خاندانی نظام بکھر گیا ہے، چناں چہ شادی سے پہلے لڑکی والوں کی طرف سے علاحدہ گھر کا مطالبہ ہوتا ہے اور شادی کے بعد تو اکثر جھگڑوں کی بنیاد ہی علاحدہ گھر کا مطالبہ ہوتا ہے۔ کیا شرعاً عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ علاحدہ گھر کا مطالبہ کرے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اولاً یہ سمجھیں کہ شادی کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں انا پرستی اور بے جا شرائط بعد میں فریقین کے لیے انتہائی مضر اور نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں، ان سے گھر آباد اور خوشحال ہونے کے بجائے اضطراب اور بے اعتدالی کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہی گھرانے عموماً خوشحال اور ہنستے بستے ہیں، جہاں بہو شوہر کے گھر والوں کے ساتھ رہنے کی کوشش کرے، شادی سے قبل یا بعد الگ گھر کے مطالبے ان رشتوں میں دراڑ ڈالتے ہیں۔

اگر واقعی صورتحال یہی ہو کہ ساتھ رہنا دشوار ہو تو پھر شرعاً میاں بیوی کی مالی حالت کو دیکھا جائے گا، اگر دونوں امیر ہیں تو پھر شوہر پر الگ گھر کا انتظام کرنا ضروری ہوگا اور اگر دونوں امیر نہ ہوں تو پھر اسی گھر میں فقط ایک ایسا الگ کمرہ جس میں تمام ضروریات زندگی علاحدہ ہوں، فراہم کرنا کافی ہوگا، بیوی کے لیے اس سے زیادہ کا مطالبہ جائز نہ ہوگا۔

لمافي الهندية (۵۵٦/۱): الفصل الثاني في السكنى: تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها إلا أن تختار ذلك كذا في العيني شرح الكنز.

وفي الشامية (٦۰۱/۳): ولو أراد أن يسكنها مع ضرتها أو مع أحمائها كأمه وأخته وبنته فأبت فعليه أن يسكنها في منزل منفرد لأن إبائها دليل الأذى والضرر ولأنه محتاج إلى جماعها ومعاشرتها في أي وقت يتفق لا يمكن ذلك مع ثالث.

وفيه أيضا (٦۰۱/۳): ذلك يختلف باختلاف الناس ففي الشريفة ذات اليسار لا بد من إفرادها في دار ومتوسط الحال يكفيها بيت واحد من دار. (نجم الفتاوی: ۲٦۰/۵)

بیوی کا الگ گھر کے مطالبہ کا حکم:

سوال: ایک باپ کئی ارمان لیے اپنے بیٹے کی شادی کراتا ہے، شروع سے تمام بیٹے والدین کے ساتھ رہتے ہیں، یہ دوسرے بیٹے کی شادی ہے؛ لیکن چند دن بعد بہو کہتی ہے کہ مجھے الگ مکان دلواؤ، میں ساس سسر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، بیوی کا الگ کمرہ ہے، البتہ کچن ساتھ مشترکہ ہے، گھر میں اتنی جگہ نہیں کہ الگ کچن بنایا جائے، لہٰذا بیوی

شوہر پر الگ گھر کا دباؤ ڈال رہی ہے۔کیا شوہر پر بیوی کو الگ اور اچھا گھر دینا ضروری ہے؟ شرعاً شوہر پر کس طرح کی رہائش دینا ضروری ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شوہر پر نکاح کے بعد معروف طریقے کے مطابق بیوی کو رہائش فراہم کرنا شرعاً ضروری ہے۔بیوی کو رہائش کے لیے الگ مکان دینا ضروری ہے، یا گھر کا ایک کمرہ بیوی کے لیے خاص کر دینا کافی ہے؟ فقہ حنفی کے مشہور عالم علامہ زیلعی تبیین الحقائق میں تحریر فرماتے ہیں:

(والسكنى في بيت خال عن أهله وأهلها) أي تجب لها السكنى في بيت ليس فيه أحد من أهله، ولا من أهلها... ولو أخلى لها بيتا من دار، وجعل له مرافق، وغلقا على حدة كفاها لحصول المقصود بذلك. (تبيين الحقائق للزيلعي: ۵۸/۳)

’’اور رہائش دینا ایسے کمرے میں جو شوہر اور بیوی دونوں کے گھر والوں سے خالی ہو؛ یعنی شوہر پر ایسے کمرے میں جس میں تیسرا کوئی نہ ہو، رہائش دینا واجب ہے۔۔۔اگر شوہر گھر کا ایک کمرہ اس کے لیے خالی کر دیتا ہے اور سہولت فراہم کر دیتا ہے اور اس کمرے کا الگ تالا ہو تو یہ کافی ہے؛ کیوں کہ مقصود (الگ رہائش) کا حصول اس طرح ہو جاتا ہے‘‘۔

نیز درمختار میں علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں:

(وكذا تجب لها السكنى في بيت خال عن أهله) سوى طفله الذي لا يفهم الجماع... (وأهلها) ولو ولدها من غيره بقدر حالهما كطعام وكسوة وبيت منفرد من دار له غلق، زاد في الاختيار والعيني ومرافق ومراده لزوم كنيف ومطبخ وينبغي الإفتاء به، بحر (كفاها) لحصول المقصود، هداية. (الدرالمختار: ۶۰۰/۳)

’’(اور اسی طرح شوہر پر بیوی کے لیے رہائش فراہم کرنا ایسے کمرے میں جو مرد کے گھر والوں سے خالی ہو، واجب ہے) سوائے مرد کا کسی اور بیوی سے ایسا بچہ جو جماع کو نہ سمجھتا ہو (اور عورت کے گھر والوں سے بھی خالی ہو) اگرچہ عورت کا پہلے شوہر سے بچہ ہی کیوں نہ ہو (دونوں کی حالت کے بقدر) جیسے کپڑے، کھانے اور علاحدہ کمرہ جس میں الگ تالا ہونے کا معاملہ ہے۔اختیار اور عینی میں یہ زیادتی بھی ہے کہ دیگر سہولیات بھی ہوں۔ان کی مراد بیت الخلاء اور باورچی خانہ ہے، اسی پر فتویٰ دینا مناسب ہے (یہ عورت کے لیے کافی ہے) کیوں کہ اس سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ھدایہ‘‘۔

علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں درمختار کی اس عبارت کے تحت مفصل بحث فرمائی ہے، جو تقریباً دو صفحوں پر مشتمل ہے۔علامہ فرماتے ہیں:

(قوله: بقدر حالهما) أي في اليسار والإعسار، فليس مسكن الأغنياء كمسكن الفقراء، كما في البحر .... (قوله: وبيت منفرد) أي ما يبات فيه وهو محل منفرد معين، قهستاني والظاهر أن المراد

بـالـمنفرد ما كان مختصا بها ليس فيه ما يشاركها به أحد من أهل الدار (قوله:له غلق) بالتحريك مـا يـغـلـق ويـفـتـح بـالمفتاح، قهستاني (قوله:زاد في الاختيار والعيني) ومثله في الزيلعي وأقره في الـفـتـح بـعـد ما نقل عن القاضي الإمام أنه إذا كان له غلق يخصه وكان الخلاء مشتركا ليس لها أن تـطـالبـه بـمسـكن آخر...قلت:والحاصل أن المشهور وهو المتبادر من إطلاق المتون أنه يكفيها بيت له غلق من دار سواء كان في الدار ضرتها أوأحماؤها. (ردالمحتار على الدرالمختار:۶۰۰/۳)

’’(مصنف کا قول: دونوں کی حالت کے بقدر سکنی واجب ہے) یعنی کشادگی اور تنگدستی کے اعتبار سے، لہٰذا مالدار کا گھر اور فقیر کا گھر دونوں میں رہائش کے اعتبار سے فرق ہوگا، جیسا کہ بحر میں ہے۔۔۔(الگ کمرہ) یعنی جہاں رات گزاری جا سکے اور وہ ایک معین علاحدہ جگہ کا نام ہے، قہستانی اور بظاہر علیحدہ ہونے سے مراد عورت کے ساتھ مخصوص ہونا ہے، جس میں گھر والوں میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہ ہو(اس کا تالا ہو)غلق لام کے فتحہ کے ساتھ ہے، مراد جسے چابی کے ذریعے کھولا یا بند کیا جا سکے، قہستانی (اختیار اور عینی میں یہ زیادتی ہے)اسی طرح زیلعی میں بھی یہ زیادتی موجود ہے اور فتح القدیر میں اسے برقرار رکھا گیا ہے اور اس سے پہلے یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام قاضی سے روایت ہے کہ جب کمرے میں ایسا تالا ہو، جو اس کمرے کے ساتھ مخصوص ہو اور بیت الخلاء مشترک ہو، لیس لھا ان تطالبہ بمسکن آخر تو پھر عورت کے لیے الگ رہائش کے مطالبے کا حق نہ ہوگا... میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ نکلا کہ مشہور اور متون کے اطلاق سے متبادر یہی ہوتا ہے کہ ایک ایسا کمرہ جو اس عورت کے لیے خاص ہو، کافی ہے، اگرچہ گھر میں اس کی سوکن اور سسرالی رشتے دار بھی رہتے ہوں‘‘۔

نیز علامہ شامی نے آخر میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:

إذ لا شك أن الـمـعـروف يختلف باختلاف الزمان والمكان فعلى المفتي أن ينظر إلى حال أهـل زمـانـه وبلده إذ بدون ذلك لا تحصل المعاشرة بالمعروف وقد قال تعالى ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن. (شامية:۶۰۲/۳)

’’اس میں کوئی شک نہیں کہ معروف (یعنی اچھی طرح رہائش دینے کا عرف) زمانے اور جگہ کے تبدیل ہونے سے تبدیل ہوتا رہتا ہے مفتی کو چاہیے کہ اپنے زمانے والوں کا رواج دیکھے اور اپنے شہر کے حالات پر غور کرے کیونکہ اس کے بغیر معروف طریقے سے معاشرت ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿**لا تضاروهن لتضيقوا عليهن**﴾‘‘.

شادی کے بعد عورت کو رہائش فراہم کرنے میں میاں اور بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار ہے، دونوں امیر ہیں تو الگ گھر دینا ہوگا، وگرنہ اسی گھر میں الگ کمرہ مع ضروریات زندگی کے فراہم کرنا واجب ہوگا، بہر حال اگر شادی کے وقت لڑکی ایک ہی گھر میں رہنے پر تیار ہوگئی ہو تو پھر بعد میں دونوں کی حیثیت کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

لما في العناية على الهداية (۳۸۰/٤): وقـال في ظاهر الرواية يقول لما زوجت نفسها من معسر فقدرضيت بنفقة المعسرين فلا تستوجب على الزوج الابحسب حاله.

وفي الشامية (۶۰۰/۳):(قـولـه:ومـفاده لزوم كنيف ومطبخ) أي بيت الخلاء وموضع الطبخ بأن

يكونا داخل البيت أو في الدار لا يشاركها فيهما أحد من أهل الدار، قلت: وينبغي أن يكون هذا في غير الفقراء الذين يسكنون في الربوع والأحواش بحيث يكون لكل واحد بيت يخصه وبعض المرافق مشتركة كالخلاء والتنور وبئر الماء ويأتي تمامه قريباً ... إذ لا شك أن المعروف يختلف باختلاف الزمان والمكان فعلى المفتي أن ينظر إلى حال أهل زمانه وبلده إذ بدون ذلك لا تحصل المعاشرة بالمعروف وقد قال تعالى ﴿ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن﴾ (نجم الفتاوی:۵/۲۵۷،۲۵۹)

عورت کا سوکن کے ساتھ ایک گھر میں رہنے سے انکار کرنا:

سوال: ایک عورت اپنے شوہر سے یہ کہتی ہے کہ میں اپنی سوکن کے ساتھ نہیں رہ سکتی تو کیا شوہر کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اس کے لیے الگ گھر، یا کمرہ بنوائے؟ نیز اگر عورت یہ کہے کہ میں تمہاری ماں کے ساتھ نہیں رہ سکتی تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر شوہر نے عورت اور اس کی سوکن کو ایک ہی کمرے میں رکھا ہوا ہے تو دونوں عورتوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ یہ مطالبہ کریں کہ ہمیں الگ رہائش فراہم کی جائے، الگ رہائش سے مراد یہ ہے کہ ایک ایسا کمرہ جس کے ساتھ ضروریات زندگی بیت الخلاء، باورچی خانہ وغیرہ الگ ہوں اور اگر الگ الگ دو گھروں میں ٹھہرائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ الغرض اگر ایک شخص تعدد ازواج کرتا ہے تو ان کے حقوق اور عدل کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

لما في الهندية (۱/۵۵٦، الفصل الثاني في السكنى): تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها إلا أن تختار ذلك كذا في العيني شرح الكنز... امرأة أبت أن تسكن مع ضرتها أو مع أحمائها كأمه وغيرها فإن كان في الدار بيوت فرغ لها بيتا وجعل لبيتها غلقا على حدة ليس لها أن تطلب من الزوج بيتا آخر فإن لم يكن فيها إلا بيت واحد فلها ذلك وإن قالت لا أسكن مع أمتك ليس لها ذلك.

وفي الدرالمختار (۳/٦۰۱): قلت وفي البدائع ولو أراد أن يسكنها مع ضرتها أو مع أحمائها كأمه وأخته وبنته فأبت فعليه أن يسكنها في منزل منفرد لأن إبائها دليل الأذى والضرر ولأنه محتاج إلى جماعها ومعاشرتها في أي وقت يتفق لا يمكن ذلك مع ثالث حتى لو كان في الدار بيوت وجعل لبيتها غلقا على حدة قالوا ليس لها أن تطالبه بآخر، آه. (نجم الفتاوی:۵/۲٦۰،۲٦۱)

ایک گھر کے ہوتے ہوئے دوسرے گھر کا مطالبہ جائز نہیں:

سوال: ایک شخص جو کہ شادی شدہ ہے، وہ اپنے بھائی کے ساتھ ایک بنگلے میں رہتا ہے؛ لیکن رہائش دونوں کی الگ الگ ہے۔ اس کے باوجود اس شخص کا سسر اس سے مطالبہ کرتا ہے کہ میری بیٹی کے لیے کوئی اور مکان لے لو اور اس بنگلے میں اس کو نہ ٹھہراؤ۔ آیا سسر کا یہ مطالبہ کرنا جائز ہے، یا نا جائز؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شوہر پر بیوی کا نان نفقہ اور رہائش دینا لازم ہے، جس میں دونوں کی حالت کو مدنظر رکھا گیا ہے اور اس سے بیوی کا حق ادا ہو گیا، لہٰذا سسر کا یہ مطالبہ کہ میری بیٹی کے لیے کوئی اور مکان لو، ناجائز ہے۔

لما في الشامية (۵۹۹/۳، مطلب في مسكن الزوجة) : (قوله: وكذا تجب لها) أي للزوجة السكنى أي الإسكان وتقدم أن اسم النفقة يعمها لكنه أفردها لأن لها حكما يخصها نهر قوله (خال عن أهله الخ) لأنها تتضرر بمشاركة غيرها فيه لأنها لا تأمن على متاعها ويمنعهاذلک من المعاشرة مع زوجها ومن الاستمتاع إلا أن تختار ذلک لأنها رضيت بانتقاص حقها هداية.

وفي الفقه الإسلامي (۸۰۳/۷): الواجب الثالث المسكن: يجب للزوجة أيضاً مسكن لائق بها إما بملک أو كراء أو إعارة أو وقف، لقوله تعالى: ﴿اسكنوهن من حيث سكنتم من وُجدكم﴾ [الطلاق] أي بحسب سعتكم وقدرتكم المالية، وقوله سبحانه: ﴿وعاشروهن بالمعروف﴾ [النساء] ومن المعروف أن يسكنها في مسكن، ولأنها لا تستغني عن المسكن للاستتار عن العيون وحفظ المتاع. (نجم الفتاوی: ۲۶۱/۵)

تنہا خاتون کا بے دین گھرانے سے الگ رہنے کا حکم:

سوال: اگر کوئی خاتون دین پر چلنا چاہتی ہو اور گھر کا ماحول ایسا نہیں ہے کہ اس ماحول میں اس راستے پر چلا جائے تو کیا شریعت مطہرہ ایسی صورت میں اس کو الگ گھر کی اجازت دیتی ہے کہ الگ گھر میں رہ کر دین پر عمل کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عورت شادی شدہ ہو، یا غیر شادی شدہ دونوں کے لیے دین پر چلنا فرض ہے، جتنا ان کی وسعت میں ہو، اپنے گھر میں رہ کر دین پر عمل کرے، البتہ جو عورت شادی شدہ ہے، وہ اپنے شوہر سے ایسے الگ کمرے کا مطالبہ کر سکتی ہے، جس کو تالا لگایا جا سکے، کسی اور کا اس میں عمل دخل نہ ہو اور دین پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی گزار سکے؛ لیکن اگر عورت غیر شادی شدہ ہے تو اس پُرفتن دور میں جب کہ ہر طرف فتنوں کا زور ہے اور ان فتنوں میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے، اس کو الگ گھر میں رہنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، وہ اپنے گھر اپنے والدین بھائی بہنوں کے ساتھ رہے اور اپنی زندگی اسلام کے مطابق گزارے۔ اپنے گھر میں اگر کسی منکر یعنی غیر شرعی امر پر ہاتھ یا زبان سے روکنے کی قدرت ہو تو روک دے ورنہ دل ہی دل میں اس کو برا سمجھے اور یہ بھی ایمان کے درجات میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

”**من تمسک بسنتي عند فساد امتي فله أجر مائة شهيد**“. (الترغيب: ۴۱/۱)

(جس نے میری امت میں فساد کے وقت میری ایک سنت کو مضبوطی سے پکڑا تو اس کیلئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔)

ایسے ماحول میں اگر چہ دین پر چلنا مشکل ضرور ہے؛ لیکن ناممکن نہیں، اسی وجہ سے اس پر اجر بھی زیادہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ایسے شخص کو یعنی دین پر چلنے والے کو شعلہ کو پکڑنے والے کی طرح قرار دیا ہے، گویا کہ وہ شخص انگارے کو

ہاتھ میں لیے ہوئے ہے۔ اس وقت دین پر چلنے والے کو ۵۰ صحابہ کرام کے اجر کے برابر اجر ملے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح فہم وسمجھ عطا کرے۔ آمین

لمافی القرآن الكريم (البقرة: ٢٥٦)﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

وفي جامع الترمذي (١٣٦/٢): عن أبي أمية الشعباني قال أتيت أبا ثعلبة الخشني فقلت له كيف تصنع في هذه الآية قال: أية آية، قلت قوله﴿يا أيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم لا يضركم من ضل إذا اهتديتم﴾ قال: أما والله لقد سألت عنها خبيرا سألت عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: بل ائتمروا بالمعروف وتناهوا عن المنكر حتى إذا رأيت شحا مطاعا وهوى متبعا ودنيا مؤثرة، وإعجاب كل ذي رأي برأيه، فعليك بخاصة نفسك ودع العوام، فإن من وراء كم أياما الصبر فيهن مثل القبض على الجمر للعامل فيهن مثل أجر خمسين رجلا يعملون مثل عملكم قال عبد الله بن المبارك وزادني غير عتبة قيل يا رسول الله أجر خمسين رجلا منا أو منهم قال لا بل أجر خمسين منكم. قال أبو عيسى هذا حديث حسن غريب. (نجم الفتاویٰ: ۳۶۶/۵، ۳۶۷)

عورت کا الگ پورشن اور کچن کا مطالبہ کرنا:

سوال: میری شادی ۷ رسال قبل ہوئی تھی، میری ساس کا رویہ میرے ساتھ صحیح نہیں رہا، ذرا ذرا سی بات پر میرے شوہر سے شکایتیں کی جاتی تھیں، شروع میں خاموش رہی، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کا رویہ مزید خراب ہوتا چلا گیا، نہ صرف مجھ سے؛ بلکہ میری بیٹی کے ساتھ بھی ان کا رویہ کافی خراب رہا۔

میری ساس نے مجھ سے کہا کہ تو ہے کس باپ کی بیٹی کیسے آئی ہے، اس گھر میں جب کہ انہوں نے خود رشتہ مانگ کر شادی کی تھی۔ ایک دفعہ کہا کہ میں تو تیری ماں کو باہر کھڑے ہو کر گالیاں دوں۔ اسی طرح انہوں نے مجھے کہا کہ میں دوسروں کے ٹکڑوں پر پلی ہوں۔ ان باتوں کی وجہ سے میں نے ان سے بات کرنا تو چھوڑ دی تھی؛ لیکن ساتھ رہتے ہوئے بہت سے مسئلے ہوتے رہے۔ میری طبیعت خراب ہو تو کوئی کمرے میں آ کر یہ نہیں پوچھتا کہ مجھے کچھ چاہیے تو نہیں؛ لیکن چاہتے ہیں کہ میں ان کے تمام کام کروں اور یہ سب اپنا حق سمجھ کر کروایا جاتا ہے۔ وہ یہ بھی کہہ چکی ہیں کہ تو نوکرانی ہے پکائے گی تو کھائے گی اور یہ بھی کہ اس گھر پر میرا کوئی حق نہیں۔

پچھلے سال میرے جیٹھ نے مجھ سے کافی بدتمیزی سے بات کی (بچوں کے حوالے سے) اور کہا کہ ''میں تیرا حشر بگاڑ دوں گا، اگر میرے بچوں کو ہاتھ بھی لگایا تو یہ تیرے باپ کا گھر نہیں ہے'' گھر میں ساس سسر کے ہونے کے باوجود وہ کچھ نہیں بولے، جب کہ میری ساس نے کہا کہ ''تو تو ہے ہی ایسی کہ جیٹھ کے منہ لگی'' ہر وقت مجھے دو ٹکے کی چھوکری کہا جاتا تو میں امی کے ہاں آ گئی۔ بڑوں کے درمیان بات چیت ہوئی اور میں واپس چلی گئی۔ شروع میں تو وہ خاموش رہیں؛ لیکن

پھر وہی رویہ شروع ہوگیا۔ طبیعت خراب ہوئی تو میں امی کے ہاں آگئی؛ کیوں کہ وہاں میری دیکھ بھال نہیں ہوسکتی تھی۔ مجھے امی کے ہاں ۶/ماہ ہوچکے ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ میرے ایک جیٹھ الگ ہوچکے ہیں، اوپر پورشن میں دیور اور نیچے دوسرے جیٹھ رہتے ہیں۔ شریعت اس حوالے سے کیا کہتی ہے کہ اگر میں:

(۱) الگ گھر کا مطالبہ کرتی ہوں، یا

(۲) اس گھر میں رہتے ہوئے الگ پورشن اور الگ کچن کا مطالبہ کرتی ہوں۔

(۳) اس حوالے سے شوہر کا رویہ میرے ساتھ کیا ہونا چاہیے؟

(۴) کیا کہتی ہے شریعت شادی شدہ عورت کے نان نفقہ اور سکنی کے بارے میں؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت مطہرہ میں شوہر کے ذمہ بیوی کا نان ونفقہ اور سکنی (رہائش) واجب ہے اور سکنی (رہائش) سے مراد یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک ایسا کمرہ مہیا کرے، جس کو تالا لگا کر بند کیا جاسکے اور اس کمرہ میں کسی اور کا آنا جانا نہ ہو۔ نیز ضروریات زندگی وغیرہ اس کے ساتھ ہوں، لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کا اپنے شوہر سے الگ کمرہ اور الگ کچن وغیرہ کا مطالبہ کرنا صحیح ہے اور شوہر کو چاہیے کہ وہ احسن طریقے سے آپ کے اس مطالبے کو پورا کرے۔ نیز آپ حتی الامکان کوشش کریں کہ ساس سسر اور دیگر رشتہ داروں سے آپ کے تعلقات اچھے رہیں اور آپس میں میل جول برقرار رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانی کو آسان فرمائیں۔ (آمین)

لمافی القرآن الکریم (البقرة: ۲۳۳): ﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾

وفی الهندية (۵۴۴/۱، الباب السابع عشر فی النفقات وفیه ستة فصول، الفصل الأول فی نفقة الزوجة): تجب علی الرجل نفقة امرأته.

(۵۴۹/۱): والنفقة الواجبة المأكول والملبوس والسكنى أما المأكول فالدقيق والماء والملح والحطب والدهن كذا فی التتارخانية وكما يفرض لها قدر الكفاية من الطعام كذلك من الآدام كذا فی فتح القدير.

(۵۵۶/۱، الفصل الثانی فی السكنى): تجب السكنى لها عليه فی بيت خال عن أهله وأهلها إلا أن تختار ذلك كذا فی العينی شرح الكنز... امرأة أبت أن تسكن مع ضرتها أو مع أحمائها كأمه وغيرها فإن كان فی الدار بيوت فرغ لها بيتا وجعل لبيتها غلقا علی حدة ليس لها أن تطلب من الزوج بيتا آخر فإن لم يكن فيها إلا بيت واحد فلها ذلك.

وفی الدرالمختار (۵۹۹/۳): (وكذا تجب لها السكنى فی بيت خال عن أهله)... (وأهلها) ولو ولدها من غيره بقدر حالهما كطعام وكسوة وبيت منفرد من دار له غلق زاد فی الاختيار والعينی

ومـرافق و مراده لزوم كنيف ومطبخ وينبغي الإفتاء به بحر (كفاها) لحصول المقصود، هداية وفى البـحـر عـن الخانية: يشترط أن لا يكون فى الدار أحد من أحماء الزوج يؤذيها ونقل المصنف عن الملتقط كفايته مع الأحماء لا مع الضرائر فلكل من زوجتيه مطالبته ببيت من دار على حدة.

وفى الشامية (۳/۶۰۰): (قـولـه: ومفاده لزوم كنيف ومطبخ) أى بيت الخلاء وموضع الطبخ بـأن يـكـونا داخل البيت أو فى الدار لا يشاركها فيهما أحد من أهل الدار قلت وينبغي أن يكون هـذا فـى غير الفقراء الذين يسكنون فى الربوع والأحواش بحيث يكون لكل واحد بيت يخصه وبـعـض الـمرافق مشتركة كالخلاء والتنور وبئر الماء ويأتى تمامه قريبا... وذكر الخصاف أن لهـا أن تـقـول لا أسكن مع والديك وأقربائك فى الدار فأفرد لى داراً، قال صاحب الملتقط: هذه الرواية محمولة على الموسرة الشريفة وما ذكرنا قبله أن إفراد بيت فى الدار كاف إنما هو فى المرأة الوسط اعتبارا فى السكنى بالمعروف،آه.

قـلـت: والحاصل أن المشهور وهو المتبادر من إطلاق المتون أنه يكفيها بيت له غلق من دار سواء كـان فـى الـدار ضـرتهـا أوأحـمـاؤهـا وعلى ما فهمه فى البحر من عبارة الخانية وارتضاه المصنف فى شـرحـه لا يـكـفـى ذلـك إذا كـان فى الدار أحد من أحمائها يؤذيها وكذا الضرة بالأولى وعلى ما نقله الـمصنف عن ملتقط صدر الإسلام يكفى مع الأحماء لا مع الضرة وعلى ما نقلنا عن ملتقط أبى القاسم وتـجـنيسـه للأستروشنى أن ذلك يختلف باختلاف الناس ففى الشريفة ذات اليسار لا بد من إفرادها فـى دار ومتـوسـط الـحال يكفيها بيت واحد من دار ومفهومه أن من كانت من ذوات الإعسار يكفيها بيت ولو مع أحمائها وضرتها كأكثر الأعراب وأهل القرى وفقراء المدن الذين يسكنون فى الأحواش والربوع وهذا التفصيل هو الموافق لما مر من أن المسكن يعتبر بقدر حالهما ولقوله تعالى ﴿أسكنوهن مـن حيـث سـكـنـتـم مـن وجـدكم﴾ وينبغي اعتماده فى زماننا هذا فقد مرأن الطعام والكسوة يختلفان بـاختلاف الزمان والمكان وأهل بلادنا الشامية لا يسكنون فى بيت من دار مشتملة على أجانب وهذا فـى أوساطهم فضلا عن أشرافهم إلا أن تكون دارا مورثة بين إخوة مثلا فيسكن كل منهم من جهة منها مـع الاشتراك فى مرافقها فإذا تضررت زوجة أحدهم من أحمائها أو ضرتها وأراد زوجها إسكانها فى بيت منفرد من دار لجماعة أجانب وفى البيت مطبخ وخلاء يعدون ذلك من أعظم العار عليهم فينبغي الإفتـاء بـلـزوم دار مـن بـابها نعم ينبغي أن لا يلزمه إسكانها فى دار واسعة كدار أبيها أو كداره التى هو سـاكـن فيهـا لأن كثيـرا مـن الأوسـاط والأشـراف يسكنون الدار الصغيرة وهذا موافق لما قدمناه عن الـمـلـتـقـط مـن قوله اعتبارا فى السكنى بالمعروف إذ لا شك أن المعروف يختلف باختلاف الزمان والـمـكـان فـعـلـى الـمـفـتـى أن يـنـظـر إلى حال أهل زمانه وبلده إذ بدون ذلك لا تحصل المعاشرة بالمعروف وقد قال تعالى ﴿ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن﴾ (نجم الفتاوی: ۵/۲۶۱،۲۶۳)

ایک ہی کمرے میں بیوی اور بچوں کے ساتھ سونے کا حکم:

سوال: شب میں اہلیہ کے ساتھ لیٹنا اس کا حق ہے اور آج کل بچے بہت ہوشیار ہوتے ہیں تو بچوں کے سامنے اہلیہ کے ساتھ لیٹنا کیسا ہے؟ اگر اہلیہ کے ساتھ نہ لیٹے ؛ بلکہ علاحدہ لیٹے تو اس میں کوئی گناہ تو نہ ہوگا، چونکہ ہمارے گھروں میں ایک ہی کمرہ ہوتا ہے تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟ وضاحت فرمائیے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بچوں کے سامنے اہلیہ کے ساتھ لیٹنے میں کوئی حرج نہیں ؛ جب کہ بچے غیر ممیّز (ناسمجھ) ہوں، البتہ صحبت نہیں کرنی چاہیے اور اگر بچے ممیّز (سمجھدار) ہوں تو ان کے سامنے نہیں لیٹنا چاہیے ؛ بلکہ کوئی بہتر تدبیر بنالینی چاہیے۔

لمافی خلاصة الفتاوی (۵۳/۲): فی المنتقی إذا کان الرجل وامرأته فی لحاف لا بأس بأن یدخل علیهما الولد والأخ بعد أن لا ینکشف منها محرم و بعد أن لا تکونا فی المجامعة.

وفیه أیضا: قال أبوحنیفة و أبو یوسف رحمهما اللّٰه لاینبغی للرجل أن یدخل علی أمه وبنته وأخته إلا بإذن وکذا کل ذی رحم محرم وکذا العبد علی مولاته الخ.

وفی الفقه الاسلامی (۶۸۳۶/۹): والمانع الطبیعی: ما یمنع النفس بطبیعتها عن الجماع، مثل وجود شخص ثالث عاقل، ولو کان أعمی أو نائماً أو صبیاً ممیزاً أو زوجة أخری فإن کان هناک غیر ممیز أو مجنون أو مغمی علیه، فالخلوة صحیحة. (نجم الفتاوی: ۵/۳۶۷، ۳۶۸)

ترک وطن کی شرط سے نکاح کرے تو کیا حکم ہے:

سوال: لڑکی نے اس شرط پر شادی کی کہ وہ لندن نہ آئے، لڑکا ہر دو برس میں چار، چھ ماہ کے لیے آجایا کرے۔ شرط کے مطابق ایک مرتبہ آیا، اب تین برس ہوئے ؛ تاہم وہ نہ آیا، نہ آنے کی وجہ لکھ رہا ہے کہ آنے جانے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے، وطن آنے میں ملازمت بھی موقوف رہتی ہے تو اب باوجود شرط قبول کرنے کے وہ لڑکی کو لندن بلائے تو گنجائش ہے؟

الجوابــــــــــــــــــــ

ہاں، شرط قبول کرنے کے باوجود عورت کو راضی کر کے بلاسکتا ہے، جبر نہیں کرسکتا، لڑکی جانا نہ چاہے تو خط وکتابت اور خرچ بند کر کے اس کو پریشان کرنا ناجائز ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

”إذا تزوج الرجل امرأة وشرط لها أن لایخرجها من مصرها، فلیس له أن یخرجها“. (سنن الترمذی: ۱۳۴/۱،أبواب النکاح باب ماجآء فی الشرط عند عقدة النکاح)

(یعنی جب مرد نے عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اس کو وطن سے باہر نہیں لے جائے گا تو اب عورت کی رضامندی کے بغیر شوہر اس کو نہیں لے سکتا۔)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ شرط جس کا پورا کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے، وہ شرط ہے جس پر نکاح کیا گیا ہو۔(سنن الترمذی: ۱/ ۱۳٤، الباب السابق)(۱)

اگر لندن جانے میں صحت، عزت اور آبرو و دینداری کے بارے میں کوئی اندیشہ نہ ہو تو عورت کو جانے کے لیے اظہار رضامندی بہتر ہے؛ بلکہ بعض حالات میں جانا ضروری ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۔۔۔)

اس شرط پر نکاح کیا کہ اس گھر میں رہا تو نکاح، ورنہ نہیں، شوہر نکاح کے بعد لے گیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی زینب کا نکاح عمر سے اس شرط پر کیا کہ اگر اسی گھر میں رہا تو نکاح باقی، ورنہ نکاح نہیں ہے، اگر وہ اپنی عورت کو لے جاوے تو نکاح رہتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں نکاح قائم رہے گا اور باہر لے جانے سے نکاح فسخ نہ ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/ ۵۱۰)

لڑکی والوں کا بیوی کو جائے ملازمت میں ساتھ رکھنے پر زور ڈالنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص گھر سے تقریباً ۱۵ ارکلومیٹر دور اِمامت کرتا ہے، بیوی بچے پہلے والدین کی شرکت میں رہتے تھے، بعد میں بیوی کی خواہش پر بٹوارہ ہو گیا؛ لیکن گھر ملے ہوئے ہیں، ہفتہ میں ایک مرتبہ گھر آنا ہوتا ہے؛ مگر بیوی اور اس کے اعزاء کا یہ مطالبہ ہے کہ ساتھ رہیں اور وہ اس کو بیوی کا ایسا حق سمجھتے ہیں کہ جو شوہر کے اوپر لازم ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اِن حالات میں شرعی دلائل کی روشنی میں بیوی کو ساتھ رکھنا واجب ہے؟ جب کہ شوہر اس کے خلاف ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجوابــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر شوہر بیوی کے اِخراجات کی پوری کفالت کرتا ہے اور گھر والے محفوظ مقام پر رہتے ہیں تو ایسی صورت میں ان کو جائے ملازمت میں اپنے ساتھ رکھنا ضروری نہیں اور نہ ملازمت چھوڑ کر گھر والوں کے ساتھ رہنا ضروری ہے؛ بلکہ ہفتہ دو ہفتہ میں اگر بیوی کے ساتھ شب گزاری کر لی جائے تو اس کا حق ادا ہو جاتا ہے؛ اس لیے مسئولہ صورت میں بیوی کے گھر والوں کا اس پر دباؤ ڈالنا صحیح نہیں ہے؛ بلکہ آپ اپنی مصلحت کے مطابق عمل کر سکتے ہیں۔

وأما امرأة إن كان يخاف الضيعة عليها؛ فإنه لايخرج إلا بإذنها، وإن كان لايخاف عليها الضيعة كان له الخروج بغير إذنها وإن شق ذلک عليها. (المحيط البرهاني: ٦/ ١٤٤)

تجب السكنى لها عليه في بيت خال عن أهله وأهلها إلا أن تختار ذٰلک، كذا في العيني شرح

---

(۱) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الجُهَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَحَقَّ الشُّرُوطِ أَنْ يُوفَى بِهَا مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الفُرُوجَ. (سنن الترمذي، باب ماجاء في الشرط عند عقد النكاح، رقم الحديث: ١١٢٧، انيس)

الـكـنـز ... إمرأة أبت أن تسكن مع ضرتها أومع أحمائها كأمه وغيرها،فإن كان في الدار بيوت وفرغ لها بيتًا وجعل لبيتها غلقًا علىٰ حدة ليس لها أن تطلب من الزوج بيتاً آخر. (الفتاویٰ الهندية،النفقات،الفصل الثاني في السكنىٰ: ١/٥٥٦،دارالفكر بيروت)

واعـلـم أن تـرك جـمـاعها لا يحل له مطلقاً صرح أصحابنا بأن جماعها واجب أحيانا ديانة لـكـن لايدخل تحت القضاء والإلزام إلا الوطأة الأولىٰ ولم يقدروا فيه مدة، ويجب أن لا يبلغ به مدة الإيلاء. (شامي: ٤/٣٧٩،زكريا)

لاحق للمرأة عند مسافرة الزوج. (الهداية: ٢/٣٤٩،أشرفي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۵/۲۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۳۶،۵۳۵/۸)

بیوی کے لیے سال میں کتنی مرتبہ کپڑے بنانا ضروری ہے:

سوال: اگر کسی کی شادی ہوجائے تو مرد پر عورت کے لیے سال میں کتنی بار کپڑے خرید کر دینے لازم ہوں گے۔ اگر عورت کے پاس اپنا ذاتی مال ہو تو کیا پھر بھی مرد پر یہ کپڑے بنانا واجب ہوں گے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

جب عورت عقد نکاح سے اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کرتی ہے تو اس کا نان ونفقہ کپڑے وغیرہ شوہر کے ذمے لازم ہوتے ہیں، چاہے عورت امیر ہو، یا غریب اور سال میں دو مرتبہ کپڑے بنانا شوہر کے ذمے ضروری ہے، باقی جیسے عرف اور ضرورت پڑ جائے تو شوہر کے ذمے ہے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق بیوی کو نفقہ اور کپڑے دے۔

لـمافي التاتارخانية(٤/١٨٣):فـي الـخانية تجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية و الفقيرة والغنية دخل بها أو لم يدخل بها والنفقة الواجبة المأكول والملبوس والسكنى.

وفي الهندية (١/٥٤٤،البـاب الـسـابـع عشـر فـي النفقات وفيه ستة فصول، الفصل الأول في نفقة الزوجة): تجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية دخل بها أو لم يدخل كبيرة كانت المرأة أوصغيرة يجامع مثلها كذا في فتاوى قاضي خان.

(١/٥٥٥):الـكسوة واجبة عليه بالمعروف بقدر ما يصلح لها عادة صيفا وشتاء كذا في التتارخانية ناقلا عن الينابيع وإنما تفرض الكسوة في السنة مرتين في كل ستة أشهر مرة كذا في المبسوط.

وفي الدرالمختار(٣/٥٨٠):(وتفرض لها الكسوة في كل نصف حول مرة) لتجدد الحاجة حراً وبرداً.

وفي الشامية (٣/٥٨٠):واعـلـم أن تـقـدير الكسوة مما يختلف باختلاف الأماكن والعادات فيـجـب على القاضي اعتبار الكفاية بالمعروف في كل وقت ومكان فإن شاء فرضها أصنافا وإن شـاء قـومهـا وقـضـى بـالقيمة كذا في المجتبى وفي البدائع الكسوة على الاختلاف كالنفقة من

اعتبار حاله فقط أو حالهما بحر قوله (فی کل نصف حول مرة) إلا إذا تزوج وبنی بها ولم یبعث لها کسوة فتطالبه بها قبل نصف الحول والکسوة کالنفقة فی أنه لا یشترط مضی المدة بحر عن الخلاصة وحاصله أنها تجب لها معجلة لا بعد تمام المدة. (نجم الفتاوی:۵/۲۶۳،۲۶۴)

رخصتی سے قبل آپس کے تعلقات کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! درج ذیل باتوں سے متعلق استفسار کرنا ہے:

(۱) میرے نکاح کو تقریباً چھ ماہ ہو چکے ہیں؛ لیکن ابھی تک رخصتی عمل پذیر نہیں ہوئی اور ابھی تک شوہر سے بالکل بھی بات نہیں ہوئی اور رخصتی تک یہ ہی سلسلہ رہے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خاندان والے منع کرتے ہیں، یا والدین منع کرتے ہیں تو کیا میرا اور میرے شوہر کا یہ طرزِ عمل قطع تعلقی اور حق تلفی میں داخل ہوگا، یا نہیں؟

(۲) اگر ایسی عورت جس کا محض نکاح ہوا ہے اور رخصتی نہیں ہوئی، شوہر سے صرف موبائل پر بات کرتی رہے اور رخصتی تک کبھی ملے نہیں تو پھر بھی یہ قطع تعلقی میں شمار ہوگا؟

(۳) نیز ایسی عورت جس کا محض نکاح ہوا ہو رخصتی نہیں ہوئی ہو، وہ اپنے شوہر سے کس قدر اور کس قسم کے تعلقات رکھ سکتی ہے، جو رخصتی نہ کرنے کی مصلحت کے بھی خلاف نہ ہوں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱) آپ کا اور آپ کے شوہر کا رخصتی تک بالکل بات چیت نہ کرنا قطع تعلقی اور حق تلفی میں شمار نہ ہوگا؛ بلکہ آپ کا اور آپ کے شوہر کا رخصتی سے قبل آپس میں بلا ضرورت شدیدہ رابطہ نہ رکھنا زیادہ مناسب ہے۔

(۲) ایسی عورت کا جس کی رخصتی نہ ہوئی ہو، شوہر سے صرف موبائل پر بات چیت کرنا اور ملاقات نہ کرنا یہ بھی قطع تعلقی میں شمار نہیں ہوگا؛ تاہم بلا ضرورت موبائل پر زیادہ بات چیت نہ کرنا ہی افضل و بہتر ہے۔

(۳) ایجاب وقبول کے ذریعہ نکاح ہو جانے کے بعد میاں بیوی کا آپس میں ملاقات اور موبائل فون پر بات چیت کرنا اگر چہ جائز ہے اور شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں؛ لیکن رخصتی کے بغیر آپس میں ملاقات کرنا بعض اوقات مختلف مفاسد کا سبب بن سکتا ہے، لہٰذا بہتر اور مناسب یہ ہے کہ تمام تعلقات رخصتی کے بعد ہی قائم کئے جائیں۔

لمافی القرآن الکریم (الاحزاب: ۴۹): ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾

وفی صحیح البخاری (۱/۵۵۱): عن عائشة رضی الله عنها، قالت: تزوجنی النبی صلی الله علیه وسلم وأنا بنت ست سنین، فقدمنا المدینة فنزلنا فی بنی الحارث بن خزرج، فوعکت فتمرق شعری، فوفی جمیمة فأتتنی أمی أم رومان، وإنی لفی أرجوحة، ومعی صواحب لی،

فصرخت بی فأتیتها، لا أدری ما ترید بی فأخذت بیدی حتی أوقفتنی علی باب الدار، وإنی لأنهج حتی سکن بعض نفسی، ثم أخذت شیئا من ماء فمسحت به وجهی ورأسی، ثم أدخلتنی الدار، فإذا نسوة من الأنصار فی البیت، فقلن علی الخیر والبرکة، وعلی خیر طائر، فأسلمتنی إلیهن، فأصلحن من شأنی، فلم یرعنی إلا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ضحی، فأسلمتنی إلیه، وأنا یومئذ بنت تسع سنین.

عن هشام، عن أبیه، قال: توفیت خدیجة قبل مخرج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم إلی المدینة بثلاث سنین، فلبث سنتین أو قریبا من ذلک، ونکح عائشة وهی بنت ست سنین، ثم بنی بها وهی بنت تسع سنین.

وفی الفتاویٰ اللجنة الدائمة (۱۰۴/۱۸): إذا کان عقد علیها عقد الزواج الشرعی لکنه لم یدخل بها فهی زوجته، ولها حکم الزوجة غیر المدخول بها من استحقاق نصف المهر إذا طلقها قبل الدخول وعدم وجوب العدة علیها بالطلاق؛ لقوله تعالی: ﴿وَإِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَّعْفُوْنَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِیْ بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ (الآية) وقوله: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا﴾ أما إذا مات عنها قبل الدخول دون طلاق فتستحق المهر کاملا، وتعتد عدة الوفاة وترثه وباللّٰه التوفیق وصلی اللّٰه علی نبینا محمد وآله وصحبه وسلم. (نجم الفتاوی: ۳۶۲/۵، ۳۶۳)

نکاح کے بعد رخصتی میں تاخیر کرنا:

سوال: ایک ماہ قبل میرا نکاح ہوا تھا؛ لیکن تا حال رخصتی نہیں ہوئی، اب میں تین سال کے لیے امریکہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں؛ بعض لوگوں سے سننے میں آیا ہے کہ نکاح اور رخصتی کے درمیان اتنا وقفہ نہیں ہونا چاہیے۔ اب آپ بتائیں کہ نکاح اور رخصتی کے درمیان شرعاً کتنا وقفہ کر سکتے ہیں؟ اگر میں تین سال تک رخصتی نہ کروں تو میرے نکاح پر کچھ اثر تو نہیں پڑے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عقد نکاح اور رخصتی کے درمیان شرعاً کوئی متعین وقفہ نہیں ہے، البتہ درج ذیل نصوص اور فقہی عبارات کے اشارۃ النص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب لڑکا اور لڑکی دونوں بالغ ہو جائیں تو پھر بلا عذر رخصتی میں تاخیر نہیں کرنا چاہیے، البتہ عذر کی بنا پر تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، لہٰذا صورت مسئولہ میں رخصتی میں اتنا وقفہ کرنے سے شرعاً نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

لـمافی القرآن الکریم (النساء: ٤):فَـانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا.

وفی صحیح البخاری (ص: ٧٧٥): عـن عروة تزوج النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم عائشة وهی بنت ست سنین، وبنی بها وهی بنت تسع، ومکثت عنده تسعا.

وفی الهندیة (٢٨٧/١): واختـلـفـوا فـی وقـت الدخول بالصغیرة فقیل لا یدخل بها ما لم تبلغ وقیـل یـدخـل بها إذا بلغت تسع سنین کذا فی البحر الرائق وأکثر المشایخ علی أنه لا عبرة للسن فـی هـذا الباب وإنما العبرة للطاقة إن کانت ضخمة سمینة تطیق الرجال ولا یخاف علیها المرض مـن ذلک کـان لـلـزوج أن یـدخـل بهـا وإن لم تبلغ تسع سنین وإن کانت نحیفة مهزولة لا تطیق الجماع ویخاف علیها المرض لا یحل للزوج أن یدخل بها وإن کبر سنها وهو الصحیح.

وفی الشامیة (٦٦/٣):تتـمة لیـس لـغیر الأب والجد أن یسلم الصغیرة قبل قبض ما تعورف قبضه من المهر ولو سلمها الأب له أن یمنعها أفاده ط وتمامه فی البحر قلت ولیس له تسلیمها للدخول بها قبل إطاقة الوطء ولا عبرة للسن کما سیذکره الشارح فی آخر باب المهر. (نجم الفتاوی:۳۵۲/۵،۳۵۳)

شرعی مجبوری کے بغیرلڑکی نکاح میں دے کررخصتی نہ کرانا مکروہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے نوجوان لڑکی چار پانچ سال سے بھٹلا رکھی ہےاورنکاح کر کےاب دیتا نہیں،اس کا کیاحکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: محمد نواز کرنالوی بھکر میانوالی)

الجواب

بغیرشرعی مجبوری کے یہ عمل مکروہ ہے۔

کما یقتضیه قوله علیه السلام:فإن بلغ ولم یزوجه فأصاب إثماً فإنما اثمه علی أبیه،ومن بلغت ابنته اثنتی عشرة سنة ولم یزوجها فأصابت اثما فاثم ذلک علیه. (مشکاة المصابیح: ١٧٢/٢،باب الولی)

لیکن یہ درحقیقت ارشاد ہے جس کا تارک فاسق نہیں ہوسکتا ہے۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۵۷/۴)

رخصتی کے انکار سے نکاح ختم نہیں ہوگا:

سوال: محمد عمر نے اپنے بھانجے یامین کی شادی شہدادہور میں محمد یوسف کی لڑکی کے ساتھ کی اوراس کے بدلے محمد عمر نے اپنی لڑکی کی شادی محمد یوسف کے لڑکے کے ساتھ کی،اس شادی کا پس منظر یہ ہے کہ محمد عمر نے جب اپنے بھانجے کی منگنی محمد یوسف کی لڑکی کے ساتھ کی تو اس وقت محمد یامین کی عمر چالیس سال تھی اورلڑکی کی عمر تقریبا۱۶رسال تھی تو محمد عمر نے بدلے میں اپنی لڑکی جو کہ آٹھ، یا نو سال کی تھی، محمد یوسف کے لڑکے کے نکاح میں دینا قبول کی،اس کی عمر دس، گیارہ سال تھی،اب جب محمد یامین نے شادی کی،واپسی پر معلوم ہوا کہ یامین نے اپنے سسر کو ڈھائی ہزار

روپے بھی دیئے ہیں؛ اس لیے کہ محمد یوسف جلدی شادی کر دے اور کوئی شخص رکاوٹ نہ ڈالے، جب محمد عمر کو پتہ چلا کہ یامین نے پیسے دیئے ہیں تو میں لڑکی بدلے میں کیوں دوں؟ محمد یامین کی شادی دو روز بعد محمد یوسف اپنے لڑکے کی بارات لے کر آ گیا، لوگوں نے محمد عمر کو بہت سمجھایا؛ مگر نہ مانا، لوگوں نے کہا تو پھر محمد یوسف اپنی لڑکی لے جائے گا اور طلاق لے لے گا اور تمہارے بھانجے یامین کے پیسے ڈوب جائیں گے، لہٰذا تم اپنی لڑکی کا نکاح کر دو، لہٰذا بھائیوں کے سمجھانے پر محمد عمر نے کہا چلو نکاح کر دیتا ہوں؛ لیکن لڑکی جب تک جوان نہ ہوگی اسے سسرال نہ بھیجوں گا، بھائیوں نے کہا کہ وہ تو بعد کی بات ہے، لہٰذا باقاعدہ قاضی کے ذریعے ایجاب وقبول ہوا اور مہر ۳۲/روپے ۸/آنے مقرر ہوا، لوگوں کے سامنے لڑکی کی طرف سے محمد عمر نے قبول کیا، شادی کو دس، بارہ سال ہو چکے ہیں، لڑکی بالغ ہو چکی ہے، اب محمد یوسف مرحوم جس کا انتقال ہو چکا ہے کے بھائیوں نے محمد عمر کو لڑکی رخصت کرنے کو کہا تو محمد عمر کہتا ہے کہ میں ہمیشہ یہی کہتا رہوں گا کہ میری لڑکی کا نکاح نہیں ہوا ہے، دس برس میں دونوں فریقوں میں کوئی لین دین نہیں رہا، پھر پنچائت ہوئی لوگوں نے کہا کہ ہمارے سامنے نکاح ہوا ہے، محمد عمر کہتا ہے کہ بھائیوں کے مجبور کرنے پر نکاح کر دیا تھا؛ اس لیے نکاح لڑکی کا نہیں ہوا، فتویٰ منگوالو کہ نکاح ہوا ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں جب محمد عمر نے اپنی لڑکی کا نکاح باضابطہ دو گواہوں کے سامنے قاضی کے ذریعے ایجاب وقبول کر کے دے دیا تو نکاح منعقد ہو گیا، (۱) اور اس نے رخصتی کرنے سے جو انکار کیا تھا، اس سے نکاح کے انعقاد پر کوئی فرق نہیں ہوتا، لہٰذا اس پر واجب ہے کہ وہ لڑکی کی رخصتی کرے، یا شوہر سے طلاق حاصل کرے۔ واللہ سبحانہ اعلم

۱۳۹۶/۹/۱۰ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲/۳۰۶-۳۰۷)

لڑکی والوں کا بیٹی کو اپنے گھر بیٹھا لینا:

سوال: کافی عرصے سے ہمارے بیٹے اور بہو میں کچھ تلخ کلامی چل رہی تھی، ایک روز ہماری بہو کی بہن آئی اور اس نے ہماری بہو سے کہا کہ بھابھی کے بھائی کی شادی ہے اور تم نے ضرور شریک ہونا ہے اور وہ لوگ ان لوگوں کو دعوت نہیں دیں گے۔ دوسرے روز ہماری بہو بغیر کسی کو بتائے پڑوس میں چلی گئی۔ جب ساس نے بہو کو گھر میں نہ دیکھا تو معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ وہ پڑوس میں ہے۔ اسے بلایا اور کہا کہ ہماری بہو بیٹی بغیر بتائے نہیں جاتیں، اس پر ساس اور بہو میں تلخ کلامی ہو گئی۔ شام کو شوہر نے بیوی سے معلوم کیا کہ آپ کا منہ کیوں بنا ہوا ہے؟ بیوی نے شوہر سے کہا کہ تمہاری ماں نے ڈنگ مارا ہے اور تم نیولے اور گندے کیڑے کی پیدائش ہو۔ یہاں تک کہ شوہر کے گریبان تک ہاتھ ڈال دیا۔

کیا اسلام میں بیوی اپنے شوہر اور اس کی ماں کو گالی دے سکتی ہے۔ اس کے جواب میں شوہر پھر کیا کہہ سکتا ہے؟ جس

(۱) وفي الدر المختار، كتاب النكاح، ج:۳، ص:۹ (طبع سعيد) (وينعقد) (بايجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر.

پر شوہر نے کہا کہ تمہاری ماں کے منہ پر تھوکوں گا، تمہیں تمہاری ماں نے یہی تربیت دی ہے۔ جس پر ہم نے بہو سے کہا کہ بیٹا کچھ عرصے سے تمہارا رویہ نا قابل برداشت ہے، لہٰذا ہم نے اس کو اس کی ماں کے گھر بھیج دیا۔ ہمارا لڑکا جب اپنے سسرال گیا تو انہوں نے لڑکے کو مارنے کی دھمکی دی اور کہا کہ تم اپنا بچہ لے جاؤ اور ہماری بہن کو طلاق دے دو۔ دوسرے روز ہم گئے اور ہم نے کہا کہ بھائی دس منٹ کے لیے میرے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر میری چار باتیں سن لو، آپ جیسے کہو گے، ہم تمہاری بات مان لیں گے۔ اس عرصے کو چھ مہینے گزر گئے نہ تو وہ ہماری بہو کو بھیجتے ہیں، نہ بات کرتے ہیں۔ ہماری بہو آنا چاہتی ہے، مگر وہ آنے نہیں دیتے اور وہ ہماری بہو سے کہتے ہیں ہمیں مار دو اور تم اپنا گھر بسا لو۔ کیا ہمارے ہاں مسلمان لڑکی شوہر سے بدکلامی کا حق رکھتی ہے اور لڑکی والے ایسا کرنے کا حق رکھتے ہیں؟ برائے مہربانی اس کا حل بتا دیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

کسی معاشرہ کا کامیاب ترین اور نیک بخت گھرانہ وہ ہوتا ہے، جس کے افراد خصوصاً میاں بیوی میں محبت والفت، اتفاق واتحاد اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا خوب اہتمام اور لحاظ ہو تو ایسا گھر دنیا میں جنت نظیر بن جاتا ہے۔ ایک گھر کے افراد سے متعلق حقوق کی جو فہرست ہے، اس میں سر فہرست میاں بیوی کے حقوق ہیں، جس طرح بیوی کے حقوق شوہر کے ذمہ واجب ہیں، اسی طرح شوہر کے حقوق بیوی پر ہیں۔ ان حقوق میں یہ بات بھی ہے کہ بیوی پر شوہر کی عزت، احترام واکرام واجب ہے، اس کے لیے شوہر کو تکلیف دینا حرام ہے، جو عورت اپنے شوہر کو گالیاں اور تکلیف دینے سے اجتناب نہیں کرتی، اس کے بارے میں احادیث مبارکہ میں سخت وعیدیں آئی ہیں، لہٰذا بشرط صحت واقعہ صورت مسئولہ میں عورتِ مذکورہ پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ نیز سسرال والوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے داماد کو ماریں اور اپنی لڑکی کو اپنے گھر بٹھا لیں۔ ان لوگوں کو اس فعل سے اجتناب کرنا چاہیے۔

لما فی القرآن الکریم(النساء:۱۲۸):﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَن يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَإِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾/ (الروم:۲۱):﴿وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

وفی الفقه الإسلامی(۳٤٢/٧،المبحث الثالث الحقوق المشترکة بين الزوجين) :أغلب الحقوق السابقة خصوصاً حق الاستمتاع وما يتبعه هی حقوق مشترکة بين الزوجين، لکن حق الزوج علی زوجته أعظم من حقها عليه، لقوله تعالی:﴿وللرجال عليهن درجة﴾[البقرة]وليسن لکل من الزوجين تحسين الخُلُق لصاحبه والرفق به واحتمال إذاه وسوء طباعه، لقوله تعالی: ﴿والصاحب بالجنب﴾[النساء] أی الإحسان له، وللحديث المتقدم: استوصوا بالنساء خيراً وحديث خيارکم خيارکم لنسائه.

وفی اللجنةالدائمة (۲٤۷/۱۹):س:ماحکم المرأة التی ترفع صوتها علی صوت زوجها إثناء الحدیث؟

ج: المشروع أن یتخاطب الزوجان بما یجلب المودة ویقوی الروابط الزوجیة، وأن یجتنب کل منهما رفع الصوت علی صاحبه،أومخاطبته بما یکرهه؛لقوله سبحانه وتعالیٰ:﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾

(نجم الفتاوی:۵/۳۲۷،۳۲۸)

شوہر کی مرضی اور اِجازت کے بغیر بیوی کا زیادہ دن اَپنے میکے میں رہنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میری شادی کوتقریباً پندرہ سال ہوچکے ہیں، میری زوجہ سے مزاج نہ ملنے کی وجہ سے بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ میں ایک طلاق بطور نصیحت دے چکا ہوں، خوف ونصیحت کے بجائے بدتمیزی اور بڑھ گئی، مزاج نہ ملنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے اس کو اس کی مرضی کے مطابق دنوں تک میکہ میں رہنے کی اجازت نہ دی، ایک بار میں اپنی بیوی کو بلانے گیا تو مجھے دھکے بھی دیئے اوران کے گھر والوں نے کہا اتنی جلدی کیوں آیا ہے، چلا جا، ہم نہیں بھیجیں گے؛ لیکن مجھے نبھانا تھا؛ اس لیے برداشت کیا اور اپنے گھر بلا لایا، اسی طرح میرے ساتھ اکثر بدسلوکی ہوتی رہی۔کیا بیوی کو اس کے ماں باپ کے گھر اس کی مرضی کے موافق دنوں تک رہنے کی اجازت نہ دینا شوہر کا قصور مانا جائے گا؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

شوہر کی مرضی کے بغیر عورت کا اپنے میکہ میں زائد مدت تک رکنا جائز نہیں ہے اور شوہر اگر اسے زیادہ رکنے کی اجازت نہ دے تو وہ قصوروار نہیں ہے۔

قال: وإن لم یکونا کذلک ینبغی أن یأذن لها فی زیارتهما فی الحین بعد الحین علی قدر متعارف. (شامی: ٤/۲۹۳،زکریا)

ولا یمنعها من الخروج إلی الوالدین فی کل جمعة إن لم یقدرا علی إتیانها،علی ما اختاره فی الاختیار، ولو أبوها زمنًا مثلاً فاحتاجها، فعلیها تعاهده ولو کافرًا وإن أبی الزوج. (الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی الکلام علی المؤنسة :۳/٦۰۲-٦۰۳،دار الفکر بیروت، مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۸٦-۱۸۷، کوئٹہ، فتاویٰ قاضی خان، کتاب النکاح، باب النفقة: ۱/٤۲۹،زکریا)

لا نفقة لأحد عشر ... وخارجة من بیته بغیر حق وهی الناشزة حتی تعود. (الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب لا تجب علی الأب نفقة زوجة ابنه الصغیر: ۳/۵۷۵-۵۷٦،دارالفکر بیروت، مجمع الأنهر،کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۹۷، کوئٹہ، الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق،الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الأول: ۱/۵٤۵،زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۵/٦/۱۴۲۷ھ۔ (کتاب النوازل:۸/۵۳۹،۵۴۰)

عورت کا بغیر کسی وجہ کے شوہر کے پاس نہ رہنا:

سوال: ہمارے ایک دوست کراچی میں رہتے ہیں اور ان کی بیوی بھی کراچی میں رہتی ہیں؛ لیکن عرصہ چار سال ہوگئے ہیں دوست نے کافی کوشش کی رجوع کرنے کی؛ لیکن ان کی بیوی تیار نہیں ہیں۔ آپ سے پتا یہ کرنا ہے کہ ان دونوں کے نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ آپ ہمیں بتایئے کہ حدیث کے اعتبار سے ہمارے دوست کو کیا کرنا چاہیے؟ بیوی آنا نہیں چاہتی، وجہ بھی نہیں بتاتی، فقط یہ کہتی ہے کہ میں ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں شرعاً نکاح باقی ہے، لہٰذا عورت کا بغیر عذر شرعی کے اپنے شوہر سے الگ تھلگ رہنا ناجائز ہے اور ایسی عورت کے متعلق احادیث میں انتہائی سخت الفاظ وارد ہوئے ہیں، چناں چہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إذا باتت المرأة مهجرة فراش زوجها لعنتها الملائكة حتى ترجع. (البخاری: ۲۷۲/۲)

(اگر ایک عورت اپنے شوہر کے بستر کو چھوڑ کر رات گزارے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ واپس لوٹے۔)

اس مضمون کی متعدد روایات کتب احادیث میں موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا بغیر عذر شرعی کے ایک رات شوہر سے الگ گزارنا عورت کو مستحق لعنت بنا دیتا ہے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان کچھ اختلافات ہیں تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان دونوں کے گھر والے ان کے درمیان صلح صفائی کرادیں؛ تاکہ وہ دونوں خوشگوار زندگی گزار سکیں اور اگر صلح صفائی کی کوئی صورت نہ ہو اور ان کا آپس میں اتفاق سے رہنا ناممکن ہو تو پھر شوہر کو چاہیے کہ ایسے طہر میں ایک طلاق دے دے، جس میں اس نے وطی نہ کی ہو، یا عورت، شوہر کو خلع پر راضی کر کے خلع لے لے۔

لمافی القرآن الكريم (النسآء: ۳۵): **﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا إِن يُّرِيْدَا إِصْلاَحًا يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا﴾** (الآية)

(البقرة: ۲۲۹): **﴿فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلاجُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾**

وفى الشامية (۴۴۱/۳): **(قوله: للشقاق) أى لوجود الشقاق وهو الاختلاف والتخاصم وفى القهستانى عن شرح الطحاوى السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلهما ليصلحوا بينهما فإن لم يصطلحا جاز الطلاق والخلع، آه، ط وهذا هو الحكم المذكور فى الآية وقد أوضح الكلام عليه فى الفتح آخر الباب.** (نجم الفتاوی: ۳۳۴/۵، ۳۳۵)

کسی کی ساس جب اس کی بیوی کو نہ آنے دے تو کیا حکم ہے:

سوال: فدوی کے نکاح کو ایک سال ہوا، لڑکی بالغہ ہے؛ لیکن اس کی ماں اس کو بہکا کر بھیجنا نہیں چاہتی۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

شریعت کا فتویٰ یہی ہے کہ تمہاری زوجہ تم کو ملنی چاہیے اور اس کی والدہ کو لازم ہے کہ رخصت کرنے میں تامل نہ کرے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۹۹-۵۰۰)

قبل از رخصتی نفقہ کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! ایک شخص نے ۲۰/سال کی عمر میں نکاح کیا۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تو قبل از رخصتی شوہر کے ذمے نان نفقہ آئے گا، یا نہیں؟ اور تبرعاً دیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر لڑکی کے گھر والے مطالبہ کریں کہ یہ آپ کی بیوی ہے، اس کا خرچہ دو تو کیا خرچہ دینا ضروری ہے؟ ازراہ کرم شرعی حکم بیان فرمادیں۔

الجواب بعون الملك الوهاب

جب لڑکے اور لڑکی کے درمیان عقد نکاح ہو جائے تو شرعاً وہ میاں بیوی بن جاتے ہیں اور اس کے بعد لڑکے کو یہ حق ہوتا ہے کہ جب چاہے بیوی کی رخصتی طلب کرلے اور شوہر کے مطالبہ پر لڑکی والوں کا لڑکی کو رخصت کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر شوہر رخصتی کا مطالبہ کرتا ہے؛ لیکن لڑکی والے بغیر کسی شرعی عذر کے رخصتی نہیں دے رہے تو شوہر پر بیوی کا نفقہ دینا ضروری نہیں، شرعی عذر کی مثال یہ ہے کہ نکاح کے وقت فوراً مہر ادا کرنا طے پایا ہو اور شوہر نے مہر ادا نہ کیا ہو، یا شوہر غصب شدہ مکان میں رخصتی کرا کے لے جانا چاہتا ہو تو اگر بیوی رخصتی سے انکار کرے تو یہ شرعاً معتبر ہے اور بیوی کو نفقہ ملے گا؛ لیکن اگر بغیر کسی شرعی عذر کے انکار کرتی ہے تو پھر یہ ناشزہ ہے اور اس کے لیے نفقہ نہ ہوگا، البتہ اگر شوہر نے رخصتی کا مطالبہ نہ کیا ہو تو پھر یہ عورت کی طرف سے نافرمانی شمار نہ ہوگا اور عورت کو نفقہ ملے گا۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر لڑکے نے رخصتی کا مطالبہ نہیں کیا تو شرعاً اس پر لڑکی کو نفقہ دینا ضروری ہے اور اگر وہ رخصتی کا مطالبہ کر رہا ہے؛ لیکن لڑکی والے کسی شرعی عذر سے منع کر رہے ہیں، تب بھی نفقہ دینا ضروری ہوگا؛ لیکن اگر شوہر کے مطالبہ پر بغیر کسی شرعی عذر کے رخصتی میں تاخیر کی جا رہی ہو تو پھر شوہر پر نفقہ دینا ضروری نہ ہوگا، البتہ تبرعاً دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

لمافي الدر المختار المطبوع مع الطحطاوي(۲/۲۵۲،باب النفقة) :(ولو هي في بيت أبيها) إذا لم يطالبها الزوج بالنقلة به يفتي وكذا إذا طالبها ولم تمتنع أو امتنعت (للمهر أو مرضت في بيت الزوج) فإن لها النفقة استحسانا لقيام الاحتباس.

---

(۱) ولايمنعها من الخروج إلى الوالدين في كل جمعة إن لم يقدرا على إتيانها.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب النفقة: ۲/۹۱٤)

معلوم ہوا کہ بیوی شوہر کے زیر حکم ہوتی ہے، ماں کے نہیں، جو ماں میاں بیوی کے تعلقات میں دخل اندازی ہوتی ہے، وہ شریعت کی نگاہ میں عاصی ہے اور وہ اس طرح فتنے کے دروازے کھولتی رہے گی۔

وفي الطحطاوي تحت هذه العبارة: (قوله: ولو هي في بيت أبيها) قال في البحر: وأشار المصنف الى أن شرط وجوب النفقة تسليم المرأة نفسها الى الزوج وقت وجوب التسليم ونعني بالتسليم التخلية وهي أن تخلي بين نفسها و زوجها برفع الموانع من وطئها أو الاستمتاع بها اذا كان المانع من قبلها أو من قبل غير الزوج فلو تزوج ببالغة حرة صحيحة سليمة ونقلها الى بيته فلها النفقةفان طالبهابالنقلةوامتنعت فان كان امتناعهابحق بأن امتنعت لاستيفاء مهرها المعجل فلها النفقة وكذا لوطالبها بالنقلة بعد ما أوفاها المهر الى دار مغصوبة فامتنعت فلها النفقة لأنه بحق ... (قوله: به يفتى) وقال بعض المتاخرين من ائمة بلخ لا تستحق النفقة اذا لم تزف الى بيت الزوج والفتوى على جواب الكتاب وهو وجوب النفقة اذا لم يطالبها بالنقلة بحر.

وفي الشامية تحت عبارة الدر (۵۷۵/۳): (قوله: ولو هي في بيت أبيها) تعميم لقوله فتجب للزوجة وهذا ظاهر الرواية فتجب النفقة من حين العقد الصحيح وإن لم تنتقل إلى منزل الزوج إذا لم يطلبها وقال بعض المتأخرين لا تجب ما لم تزف إلى منزله وهو رواية عن أبي يوسف واختاره القدوري وليس الفتوى عليه وتمامه في الفتح قوله (إذا لم يطالبها الخ) الأخصر والأظهر أن يقول به يفتى إذا لم تمتنع من النقلة بغير حق في الفتح. (نجم الفتاویٰ: ۲۸۷/۵، ۲۸۸)

نافرمان عورت کو نفقہ مانگنے کا حق نہیں:

سوال: اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے لڑ جھگڑ کر اپنے والدین کے ہاں چلی جاتی ہے اور بعد میں یہ عورت نان نفقہ کا مطالبہ کرے، یا اس کے والدین کہیں کہ ہم نے اس قدر اس پر خرچہ کیا ہے، لہٰذا اتنی رقم ادا کرو یا یہ بیمار ہوگئی تھی اور ہم اسے فلاں ڈاکٹر کے پاس لے گئے اور اتنا خرچ آیا۔ کیا یہ خرچ شوہر کے ذمے ہے کہ وہ ادا کرے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ شوہر کا عورت پر بہت حق ہے، اللہ تعالیٰ نے شوہر کا بڑا حق بتایا ہے، شوہر کو راضی اور خوش رکھنا بڑی عبادت ہے، اس کو ناراض کرنا بڑا گناہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھے اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھے اور آبرو کو بچاتی رہے؛ یعنی پاکدامن رہے اور اپنے شوہر کی تابعداری کرتی رہے تو اس کو اختیار ہوگا، جس دروازے سے چاہے جنت میں چلی جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کے لیے کہتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کی موت ایسی حالت پر آئے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنتی ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے گھر سے چلی جائے اور اپنے والدین کے گھر میں

رہنے لگے تو شریعت کی اصطلاح میں یہ عورت ناشزہ (نافرمان) ہے، لہٰذا اس کا ہر قسم کا نفقہ شرعاً شوہر سے ساقط ہوجاتا ہے، اگر اس کے بعد عورت نفقے کا دعویٰ کرے تو اس کو نفقہ نہیں دیا جائے گا۔

لمافی الخانية علٰى هامش الهندية (٤٢٦/١): والناشزة لانفقة لها وهی التی خرجت عن منزل الزوج بغير اذنه بغير حق.

وفی الدرالمختار (٥٧٦/٣): و (خارجة من بيته بغير حق) وهی الناشزة حتی تعود ولو بعد سفره. (نجم الفتاوی: ۲۸۹/۵، ۲۹۰)

شوہر کی اجازت کے بغیر میکے جانے سے نفقہ کا حکم:

سوال: ایک عورت شوہر سے ناراض ہوکر اپنے میکہ چلی گئی، والدین خرچہ برداشت کرتے رہے۔ آیا اب اس کے شوہر کے ذمہ ہے کہ پچھلے سالوں کا خرچہ دے، یا لازم نہیں؟ برائے مہربانی جلدی جواب عنایت فرماکر مشکور وممنون فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بیوی کا شوہر کی اجازت اور رضامندی کے بغیر اپنے میکے، یا دوسری جگہ جانے سے اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں شوہر کے ذمہ گزشتہ سالوں کا نفقہ لازم نہیں۔

لمافی الهندية (٥٤٥/١): وإن نشزت فلا نفقة لها حتی تعود إلی منزله والناشزة هی الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه بخلاف ما لو امتنعت عن التمكن فی بيت الزوج لأن الاحتباس قائم... وإن كانت سلمت نفسها ثم امتنعت لاستيفاء المهر لم تكن ناشزة فی قول أبی حنيفة رحمه الله تعالی كذا فی فتاوی قاضی خان.

وفی الدرالمختار (٥٧٦/٣): و(خارجة من بيته بغير حق) وهی الناشزة حتی تعود ولو بعد سفره خلافا للشافعی والقول لها فی عدم النشوز بيمينها وتسقط به المفروضة لا المستدانة فی الأصح.

وفی الشامية تحته: (قوله: وهی الناشزة) أی بالمعنی الشرعی أما فی اللغة فهی العاصية علی الزوج المبغضة له.

وفی الشامية (٥٩٣/٣، مطلب لا تصير النفقة دينا إلا بالقضاء أو الرضا): (قوله: والنفقة لا تصير دينا، الخ) أی إذا لم ينفق عليها بأن غاب عنها أو كان حاضرا فامتنع فلا يطالب بها بل تسقط بمضی المدة.

وفی (٥٧٦/٣): (قوله: وتسقط به) أی بالنشوز النفقة المفروضة يعنی إذا كان لها عليه نفقة أشهر مفروضة ثم نشزت سقطت تلك الأشهر الماضية... ومقتضی هذا أنها لو عادت إلی بيته لا يعود ما سقط.

(نجم الفتاوی: ۲۹۰/۵، ۲۹۱)

بیوی کی نافرمانی کی وجہ سے بچے کے نفقہ کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! ایک شخص نے ایک مطلقہ عورت سے شادی کی، جس کے سابق شوہر سے دو بچے بھی تھے،

اب جب کہ اس عورت سے ایک بچہ بھی ہوگیا؛ لیکن وہ عورت بنیادی حقوق ادا کرنے کے باوجود ساتھ رہنے پر رضامند نہیں تو اس صورت میں اس شخص پر اس بچے کا نفقہ دینا ضروری ہے، یا نہیں؟ قرآن واحادیث کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں بچے کے والد پر اپنے بچے کا نفقہ دینا ضروری ہے۔

لمافي الهندية (۱/۵٦۰): الفصل الرابع في نفقة الا ?ولاد نفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد كذا في الجوهرة النيرة.

وفي الدرالمختار (٣/٦١٨): (وليس على أمه إرضاعه) قضاء بل ديانة (إلا إذا تعينت) فتجبر كما مر في الحضانة وكذا الظئر تجبر على إبقاء الإجارة بزازية(ويستأجر الأب من ترضعه عندها) لأن الحضانة لها والنفقة عليه.

وفي الفقه الاسلامي (۱۰/٧٤١٥، المطلب الثالث و من تجب عليه نفقة الأولاد) :اتفق الفقهاء على أنه إذا كان الأب موجوداً وموسراً أو قادراً على الكسب في رأي الجمهور، فعليه وحده نفقة أولاده، لا يشاركه فيها أحد، لقوله تعالى:﴿وعلى المولود له﴾[البقرة] الذي يفيد حصر النفقة فيه، ولأنهم جزء منه، فنفقتهم وإحياؤهم كنفقة نفسه. (نجم الفتاوی:۵/۲۹۱)

عورت کا محض میکہ میں رہنے سے نفقہ ساقط نہ ہوگا:

سوال: مفتی صاحب! ۲۲/۷/۲۰۰٦ء کو میری شادی جبران سے ہوئی تھی، شادی کے چند دنوں بعد ہی جھگڑے شروع ہوگئے اور آئے دن بڑھتے رہے، حتی کہ ٦/۱۰/۲۰۰۸ء کو بھی میرے شوہر کی عین موجودگی میں معمول کے مطابق جھگڑا شروع ہوا۔ میری ساس اور میرے جیٹھ نے مجھے اور میرے والدین کو گالیاں دیں، برا بھلا کہا اور بہت لعن طعن کی اور مجھ سے گھر سے نکل جانے کا کہا۔ ساتھ ہی میرے والد کو کئی مرتبہ فون پر کہا کہ آکر اپنی بیٹی کو لے جائیں، اب ہم اسے رکھنا نہیں چاہتے، اگر آپ لینے نہیں آئے تو ہم گھر سے باہر نکال دیں گے، تب میرے والد میری ساس کے گھر آکر مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے آئے نہ تو میں خود اپنی مرضی سے آئی ہوں اور نہ ہی میرے والد اپنی مرضی سے میری ساس کے گھر سے مجھے لائے ہیں۔ ٦/۱۰/۲۰۰۸ء سے اب تک ۳۱/ ماہ تک نہ تو میرے شوہر، ساس، جیٹھ نے مجھ سے، یا میرے والدین سے کسی قسم کا رابطہ کیا اور نہ ہی کوئی خرچہ دیا۔

(۱) آپ سے قرآن وسنت کی روشنی میں فتویٰ چاہتی ہوں کہ ٦/۱۰/۲۰۰۸ء سے آج تک یعنی ۳۱/ ماہ کا نان نفقہ، یا خرچہ کی ذمہ داری میرے شوہر پر عائد ہوئی، یا والدین پر، جب کہ میں آج تک اپنے شوہر کے نکاح میں ہوں اور مسلسل ۳۱/ ماہ سے اپنے والدین کے ہاں رہائش پذیر ہوں۔

(۲) ۲۰۰۸/۱۰/۶ء کو میری ساس نے مجھے گھر سے نکالتے وقت میرے ۲/ماہ کے لڑکے کو لے لیا تھا، جو ابھی تک یعنی ۳۱/ماہ سے مسلسل میرے شوہر کے پاس ہے اور میرے والد نے میری ساس سے یہ بھی کہلوایا کہ بچے کو ماں کا دودھ پلانے کی اجازت دے دو؛ لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور بچے نے صرف ۲/ماہ ہی میرا دودھ پیا ہے۔ اس سے متعلق بھی فتویٰ چاہتی ہوں کہ میں اپنے شوہر سے اپنے بچے کو لے سکتی ہوں، یا نہیں اور کتنی عمر تک؟ اس وقت اس بچے (لڑکے) کی عمر دو سال نو ماہ ہے۔ مفتی صاحب! میں اپنے نان نفقہ اور بچے کے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں فتوی کی طلب گار ہوں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱) جب تک کوئی عورت ناشزہ (نافرمان) نہ ہو، تب تک اس کا نان ونفقہ شوہر پر ہوتا ہے، محض عورت کے والدین کے گھر رہنے سے، خاوند اخراجات کی ذمہ داری سے بری نہیں ہوتا اور صورت مسئولہ میں بتقدیر صحتِ واقعہ آپ ناشزہ نہیں ہیں؛ کیوں کہ آپ کا قصور نہیں ہے؛ بلکہ سسرال والوں نے زبردستی آپ کو گھر سے نکال دیا ہے، لہٰذا مذکورہ مدت یعنی (۳۱) ماہ کا نان ونفقہ آپ کے شوہر پر لازم ہے اور یہ خرچہ آپ اپنے شوہر سے لے سکتی ہیں۔

(۲) شریعت نے بچے کی پرورش کا حق سات سال تک ماں کو دیا ہے، لہٰذا سات سال کی عمر کو پہنچنے تک آپ اپنے بیٹے کو اپنے پاس رکھ سکتی ہیں اور اس وقت تک آپ کے شوہر، یا کسی اور کے لیے بچے کو آپ سے دور رکھنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے، البتہ سات سال کے بعد اگر شوہر مطالبہ کرتا ہے تو بچہ اس کے حوالہ کیا جائے گا۔

لمافي القرآن الكريم (البقرة:۲۳۳): ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَن يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾

وفي مشكاة المصابيح (ص:۲۹۳): وعن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عبد الله بن عمرو أن امرأة قالت: يا رسول الله إن ابني هذا كان بطني له وعاء وثديي له سقاء وحجري له حواء وإن أباه طلقني وأراد أن ينزعه مني فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنت أحق به ما لم تنكحي. (رواه أحمد وأبو داؤد)

وفي الدرالمختار (۵۷۲/۳): (فتجب للزوجة)... (على زوجها)... (ولو هي في بيت أبيها) إذا لم يطالبها الزوج بالنقلة به يفتى.

وفيه أيضاً (۵۶۶/۳): (والحاضنة) أما أو غيرها (أحق به) أي بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لأنه الغالب ولو اختلفا في سنه فإن أكل وشرب ولبس واستنجى وحده دفع إليه ولو جبرا وإلا لا (والأم والجدة) لأم أو لأب (أحق بها) بالصغيرة (حتى تحيض) أي تبلغ في ظاهر الرواية.

وفي الشامية (۵۹۴/۳): (قوله: وبعد) أي وبعد القضاء أو الرضا ترجع لأنها بعده صارت ملكا لها كما قدمناه ولذا قال في الخانية لو أكلت من مالها أو من المسألة لها الرجوع بالمفروض، آه، وكذا لو تراضيا على شيء ثم مضت مدة ترجع بها ولا تسقط. (نجم الفتاویٰ: ۲۹۱/۵، ۲۹۲)

بیوی کا زبردستی کرا کرا اپنے گھر لانا:

سوال: زید نے عمر سے سوال کیا کہ خالد نے غیر وطن میں شادی کی تو کیا یہ اپنی بیوی کو جبراً اپنے وطن میں لاسکتا ہے، عام اس سے کہ اس نے وہاں رہنے کا اقرار کیا ہو، یا نہ کیا ہو؟ عمر نے جواب دیا کہ اس باب میں راجح امر کو نصوص برائے مفتی ہوتا ہے، چناں چہ علامہ شامی نے بحر سے فقیہ ابو اللیث اور فقیہ ابو القاسم صفار سے بلا رضامندی عورت کے مطلقاً عدم جواز اور در مختار میں اسی پر فتویٰ ہونے کی تصریح کا ہونا اور محیط میں اسی کو مختار کہنا نقل کر کے **تفویض الأمر إلى المفتي** کے ساتھ جزم فرمایا، چناں چہ بحث طویل کے بعد فرمایا:

فتعين تقويض الأمر إلى المفتي وليس هٰذا خاصاً بهٰذه المسئلة بل لو علم المفتي أنه يريد نقلها من محلة إلٰى محلة أخرىٰ في بلدة بعيدة عن أهلها لقصد إضرارها لايجوزله أن يعنيه علٰى ذلك، آه. (۱)

پس اگر شان خالد سے عدم اضرار ظاہر ہے بایں طور کہ پابند شرع متقی ہے تو مفتی کو چاہیے کہ فتویٰ جواز پر دے دے اور اگر اضرار ظاہر ہے، بایں طور کہ خالد فاسق اور فاجر ہے تو فتویٰ عدم جواز پر دیوے، پس عمر کا جواب صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

یہ جواب عمر کا صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۵۰۴-۵۰۵)

بیوی کا سفر پر جانے سے انکار کرنا:

سوال: زید اور فاطمہ کی شرعی طریقہ سے شادی ہوئی لڑکا کفو بھی ہے۔ کچھ عرصے کے بعد زوج ترک وطن کرتا ہے اور زوجہ ترک وطن پر رضامند نہیں ہوتی اور سفر پر اس کے ہمراہ جانے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ وہ اپنے حقیقی بھائیوں اور باپ وغیرہ کو چھوڑنا نہیں چاہتی۔ آیا اس صورت میں شوہر، بیوی کو اپنے ہمراہ جبراً سفر پر لے جاسکتا ہے، یا نہیں؟ زوجہ کے انکار پر زوج جبر وتشدد کرتا ہے، آیا اس کا یہ فعل جائز ہے؟ زوجہ باعصمت ہے، اپنے بھائیوں کو نہ چھوڑنے کے علاوہ اور کوئی وجہ انکار کی نہیں ہے۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر شوہر نے اپنی بیوی کو اس کا مکمل مہر دے دیا ہے اور اب اس کو سفر میں، یا ایک ملک سے دوسرے ملک لے جانا چاہتا ہے تو خاوند کو از روئے شرع اس بات کی اجازت حاصل ہے؛ لیکن اگر مہر ادا نہیں کیا تو پھر اس کو سفر پر لے جانے پر مجبور نہیں کر سکتا اور اس صورت میں بیوی پر جبر وتشدد کرنا یہ ظلم ہوگا، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر زید نے اپنی بیوی فاطمہ کو مکمل مہر حوالہ کر دیا ہے اور اب وہ بیوی کو باہر ملک لے جانا چاہتا ہے تو زید کو یہ حق حاصل ہے؛ لیکن اگر اس نے مہر بھی

(۱) ردالمحتار، باب المهر، مطلب في السفر بالزوجة: ۲/۴۹۶، ظفير

دے دیا ہو اور باہر ملک لے جانے کی صورت میں عورت کو ضرر دینا مقصود ہو، یا غالب گمان ہو کہ اس کو ضرر لاحق ہوگا، مثلاً عورت کو مارے گا، یا اس کے حقوق کو پورا نہیں کرے گا تو پھر باہر لے جانے کی اجازت نہیں ہے، نیز اگر زید نے اپنی بیوی کو مہر حوالہ نہ کیا ہو، تب بھی وہ بیوی کو باہر ملک چلنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔

لمافي التاتارخانية (۱۱۵/۳): م: وفي فتاوى الشيخ أبوالليث: إذا أراد الزوج أن يخرج المرأة من بلد إلى بلد وقد أوفاها مهرها فجواب الكتاب أن له ذلك.

وفي الهندية (۳۱۷/۱): ولو دخل الزوج بها أو خلا بها برضاها فلها أن تمنع نفسها عن السفر بها حتى تستوفي جميع المهر على جواب الكتاب... وإذا أوفاها مهرها نقلها إلى حيث شاء.

وفي الشامية (۱٤۸/۳): قلت: وفيه أنه بعد تصريح الكافي بأن الفتوى على جواز النقل وقول القنية إنه الصواب كيف يكون ضعيفا نعم لو اقتصر على الترجيح بفساد الزمان لكان أولٰى لكن ينبغي العمل بما مر عن البزازية من تفويض الأمر إلى المفتي حتى لو رأى رجلا يريد نقلها للإضراربها والإيذاء لا يفتيه ولا سيما إذا كانت من إشراف الناس ولم تكن القرية مسكنا لأمثالها فإن المسكن يعتبر بحالها كالنفقة كما سيأتي في بابها. (نجم الفتاوی: ۳۲۵/۵)

مراہقہ کو شوہر رخصت کراسکتا ہے:

سوال: ایک لڑکی بعمر تیرہ سالہ جس کی شادی ہوچکی ہے، وہ اپنی والدہ کے پاس رہتی ہے اور والدہ اس کی سخت بدچلن اور بدکارہ ہے، اس کے پاس رہنے کی وجہ سے لڑکی کے بگڑنے کا اندیشہ ہے اور والدہ رخصت نہیں کرتی، شوہر لڑکی نے دعویٰ داخل زوجیت کردیا ہے، آیا بحالت موجودہ شوہر اس کو رخصت کراسکتا ہے، یا بوجہ نابالغہ ہونے کے رخصت نہیں کراسکتا؟

الجواب

تیرہ برس کی لڑکی مراہقہ ہے، لہذا شوہر اس کو رخصت کراسکتا ہے، خصوصاً بحالت اندیشہ مذکورہ شوہر اس کو اپنے پاس رکھنے کا مجاز ہے۔(۱) فقط

[حدیث میں ہے: جب لڑکی بارہ سال کی ہوجائے تو اس کی شادی کردی جائے۔ (مشکوٰۃ، ص: ۲۷۱) (۲) اس سے معلوم ہوا کہ اس عمر کے بعد لڑکی شوہر کے حوالہ ہوجانی چاہیے۔ ظفیر] (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰۹/۷-۵۱۰)

---

(۱) وقد صرحوا عنه بأن الزوجة إذا كانت صغيرة لاتطيق الوطء لاتسلم إلى الزوج حتٰى تطيق والصحيح أنه غيرمقدربالسن بل يفوض إلى القاضي بالنظر إليها من سمن أوهزال. (ردالمحتار، باب القسم: ٥٤٩/٢، ظفير)

(۲) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: من وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهُ وَأَدَبَهُ فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْمًا فَإِنَّمَا إثمه على أَبِيه. (مشكاة المصابيح، باب الولي في النكاح واستئذان المرأة، رقم الحديث: ۳۱۳۸، انيس)

بیوی کو کتنے دن کے بعد والدین کے گھر جانے کی اجازت ہے:

سوال: جناب مفتی صاحب! شرعا بیوی کو کتنے دنوں کے بعد والدین کے گھر جانے دینا چاہیے؟ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو سالہا سال والدین کے گھر نہ جانے دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

شریعت مقدسہ نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ اگر ممکن ہو تو ہفتے میں ایک مرتبہ والدین کی زیارت کے لیے جاسکتی ہے یہ اس کا شرعی حق ہے، جو شخص ظلم وتعدی کے ساتھ اپنی بیوی کو والدین کی زیارت کے لیے جانے سے روکتا ہو تو وہ گنہگار ہے؛ تاہم اگر والدین کے گھر جانے سے فتنے کا اندیشہ ہو تو والدین کو چاہیے کہ وہ خود بیٹی کو دیکھنے کے لیے آیا کریں۔

قال ابن عابدين: (ولايمنعها من الخروج إلى الوالدين) في كل جمعة إن لم يقدرا على إتيانها على ما اختاره في الاختيار في هامشه ... نعم ماذكره الشارح اختاره في فتح القدير. (ردالمحتار: ٦٦٤/٢، كتاب النكاح) (۱) (فتاوی حقانیہ: ۳۹۱/۴)

عورت پر باپ کی بات ماننا مقدم ہے یا شوہر کی:

سوال: ایک لڑکی سمیرہ کی شادی طے پا گئی اور نکاح سے ایک دن قبل لڑکے والوں کی طرف سے سامان واپس کردیا گیا اور بات ختم ہوگئی۔ لڑکی کا باپ اور بھائی بے انتہا پریشان تھے کہ کیا کریں؟ اسی اثناء میں رشتہ داروں میں سے ایک لڑکے عمر کے والدین نے لڑکی والوں کو حوصلہ دیا اور اپنے لڑکے عمر کا رشتہ لڑکی کے ساتھ طے کردیا کہ کل مقررہ دن پر ہم نکاح کرلیں گے اور رخصتی ۲،۳/ ماہ بعد کریں گے، آپ لوگوں کی عزت رہ جائے گی۔ لڑکی والوں نے بہت شکر ادا کیا کہ ہمیں دیندار لوگ مل گئے اور پھر چند ماہ بعد لڑکی رخصت ہوکر اپنے سسرال میں آگئی۔ تقریباً ۳/ ماہ لڑکی نے اپنے شوہر کے ساتھ ہنسی خوشی گزارے، اسی دوران لڑکی اُمید سے ہوگئی تو لڑکی کے باپ نے کہا کہ اس کو ایک ہفتہ کیلئے ہمارے گھر بھیج دو تو اس کے شوہر نے اپنی بیوی کو اس کے باپ کے کہنے پر بھیج دیا۔ اس کے باپ نے ایک ہفتہ کے بعد لڑکی کو بھیجنے سے انکار کردیا۔ لڑکے نیا پنی بیوی سے فون پر بات کی تو لڑکی کے باپ نے فون کرنے پر بھی پابندی لگادی۔ لڑکی کے شوہر نیا پنی بیوی سے سسرال میں جاکر بات کی تو لڑکی نے کہا میں نہیں جاسکتی؛ کیوں کہ میرے باپ نے منع کردیا ہے، جو میرا باپ کہے گا میں وہی کروں گی۔ میرا باپ جو کررہا ہے وہ صحیح کررہا ہے میں اپنے باپ کی بات نہیں ٹال سکتی۔

اس کے بعد لڑکے کے گھر والوں نے جاکر لڑکی کے باپ سے بات کی؛ لیکن وہ نہیں مانا۔ لڑکی کے شوہر نے جاکر لڑکی

---

(۱) **قال قاضي خان: ويجوز للزوج أن يأذن لها بالخروج ولايصير عاصيًا بالإذن ومنها الخروج إلىٰ زيارة الوالدين وتعزيتهما وعيادتهما وزيارة المحارم.** (الفتاویٰ الخانية علىٰ هامش الهندية: ٤٤٤/١، كتاب النكاح)

ومثلهٗ في الأشباه والنظائر: ١٠٩/٢، كتاب النكاح

کی بہن سے بات کی؛ لیکن وہ لوگ کسی طرح بھی راضی نہیں ہوئے۔لڑکی کی بہن نے کہا کہ ہمارا باپ قانون جانتا ہے ،وہ صحیح کررہا ہے۔اس کے بعد برادری کے لوگوں نے بات کی لڑکے کے بھائیوں نے اور بہنوئی نے بات کی؛ لیکن لڑکی کے باپ نے کسی کی بات نہیں مانی اور کہا کہ میں نے جو جہیز کا سامان دیا تھا وہ باندھ کر دے دو، میں لڑکی کو نہیں بھیجوں گا؛ کیوں کہ حمل کے دوران جو علاج وغیرہ ہوتا ہے اور کچھ پیچیدگیاں ہوتی ہیں، آپ علاج نہیں کرا سکو گے، میں جہاں مطمئن ہوں گا، وہاں سے علاج کراؤں گا۔لڑکے والوں نے کہا: ایسی بات نہیں ہے، ہم ہر طرح علاج کرائیں گے، آخر ہمارے گھر میں ہمارے بھائیوں کی بیویاں رہتی ہیں اوران کے بچے بھی ہیں۔ہم جہاں آپ کہو گے وہاں لے جائیں گے؛ لیکن لڑکی کا باپ راضی نہیں ہوا اوراس نے دونوں گھرانوں کے درمیان جو تحفے ،یا چیزیں بھیجی جاتی تھیں کھانا وغیرہ، وہ بھی واپس کردیں اور پابندی لگادی مجبور ہوکر لڑکے والوں نے خاموشی اختیار کرلی۔

وقتاً فوقتاً لوگ مذاکرات کے لیے جاتے رہے؛ لیکن بات نہیں بنی۔اس دوران تقریباً سات ماہ کا عرصہ گزر گیا، جب حمل کا وقت آیا تو لڑکے کے سالے نے فون کیا کہ تمہاری بیوی اسپتال میں ہے اور آپریشن کی ضرورت پڑ سکتی ہے،آپ دستخط کرنے کے لیے آجاؤ۔لڑکے نے کہا کہ میں چھ سات ماہ سے صورتحال سے لاعلم ہوں، مجھے کچھ پتہ نہیں ہے، میں صرف دستخط کرنے کے لیے کیسے آؤں،اس نے کہا کہ آنا، یا مت آنا تمہاری مرضی ہے،تمہاری بیوی تمہیں یاد کررہی ہے، بہر حال لڑکا نہیں گیا اور وہاں بچی کی پیدائش ہوگئی، بچی پیدا ہونے کی اطلاع نہیں دی گئی۔ بہر طور لڑکے نے ساتویں دن بچی کا عقیقہ کیا اور بکری ذبح کی کہ چلو ہم نے بچی کو دیکھا نہیں ہے، وہ اپنے نانا کے گھر پر ہے۔ہم نے عقیقے کا گوشت ان کو بھیجا، وہ بھی واپس کردیا گیا۔ بچی کی پیدائش کے دو ہفتے بعد پھر مذاکرات کئے گئے۔لڑکے والوں کی طرف سے لڑکے کا بہنوئی گیا اورلڑکی کا باپ اپنی بیٹی کو بھیجنے پر راضی ہوگیا۔لڑکا خود اپنے والد بھائیوں اور بہنوئی کے ساتھ گیا اور اپنی بیوی اور بچی کو لے کر آگیا۔

معلوم کرنا ہے کہ از روئے شریعت بچی کی پیدائش کا خرچہ اورلڑکی جو کہ بغیر شوہر کی رضامندی کے اپنے باپ کے گھر رہتی ہے اس کے علاج وغیرہ کا خرچہ کس کے ذمہ ہے؟

اس کے بعد لڑکی تقریباً ڈیڑھ ماہ اپنے شوہر کے ساتھ رہی اور شوہر نے اس کا اس کی مرضی کے موافق اور اپنے سسرال والوں کی مرضی کے موافق علاج وغیرہ کرایا۔لڑکی خوش وخرم رہی اور اس دوران لڑکی کے گھر والے بہن، بھابھیاں وغیرہ ملنے آتی رہیں اوراکثر چھوٹی بچی کو نانا ملنے کے لیے اپنے گھر منگواتے رہے،کوئی مسئلہ نہیں ہوا، پھر لڑکی کے گھر والوں نے کہا کہ ہماری بیٹی کو دو مہینے کے لیے بھیج دو۔لڑکے نے کہا کہ دو ماہ کا عرصہ بہت زیادہ ہے، دو ہفتے کے لیے لے جاؤ؛ لیکن لڑکی کے گھر والے راضی نہیں ہوئے تو لڑکے نے اوراس کے گھر والوں نے خوشی سے دو ماہ کے لیے بھیج دیا۔اس دوران لڑکا اپنی بچی کو منگوا لیتا اور کچھ دیر کے بعد واپس بھیج دیا جاتا۔اکثر بچی کی دادی بچی کو منگوا لیتیں، پھر

بھیج دیا جاتا۔ اچانک لڑکی کے باپ نے لڑکے کو کہا کہ ہمارے ساتھ کھانا کھالو۔ لڑکا کھانا کھانے ان کے گھر چلا گیا تو لڑکے سے اس کے بہنوئی کا فون نمبر لیا اور لڑکے کے بہنوئی کو بلوایا اور اُن سے بات کی کہ میں اب لڑکی کو نہیں بھیجوں گا۔ آپ جہیز کا سامان باندھ کر رکھیں۔ لڑکے نے اپنی بیوی سے رابطہ کیا تو اس نے کہا کہ میں کچھ نہیں کر سکتی، میرے بڑے میرے والد جو کچھ کر رہے ہیں میں بات نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد بچی کو اس کی دادی نے منگوایا تو جواب دیا گیا کہ بچی نہیں جائے گی، جس کو ملنا ہے، یہاں آ کر مل لے۔

کیا ازروئے شریعت نانا کو اختیار ہے کہ بچی کو اس کے والد، یا دادا، دادی کو ملانے سے منع کر دے، اس کے بعد پھر وہی حالات ہیں اور علاحدگی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ لڑکا اور اس کے گھر والے طلاق نہیں دینا چاہتے، لڑکا چاہتا ہے کہ ہماری بچی ماں باپ دونوں کے سائے میں پرورش پائے؛ لیکن لڑکی کا باپ لڑکی کو طلاق دلوانا چاہتا ہے۔

اگر خدانخواستہ علاحدگی ہوئی تو اس صورت میں بچی کی پرورش کا اختیار کس کو ہوگا؟ کیوں کہ لڑکا تو طلاق نہیں دینا چاہتا اور اگر لڑکی کی طرف سے، یا اس کے والد کی طرف سے خلع کا مطالبہ ہوا تو بچی کو اس کا باپ اپنے پاس رکھ سکتا ہے؟ یا اگر لڑکی کا باپ خلع لینے کی صورت میں لڑکی کے اور بچی کے نان ونفقہ کا مطالبہ کر سکتا ہے، یا نہیں؟ ازروئے شریعت وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمادیں:

(۱)　لڑکی کی طرف سے خلع کی صورت میں لڑکی کا باپ نان ونفقہ کا مطالبہ کر سکتا ہے، یا نہیں؟ (واضح رہے کہ لڑکا طلاق نہیں دینا چاہتا۔)

(۲)　بچی کی پیدائش کا خرچہ اور لڑکے کی بیوی جو بغیر شوہر کی رضامندی کے اپنے باپ کے کہنے پر باپ کے گھر رہتی رہی ہے، اس کے علاج وغیرہ کا خرچہ کس کے ذمہ ہے؟

(۳)　ازروئے شریعت لڑکی کے باپ کا لڑکی کو شوہر سے ملنے سے روکنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۴)　لڑکی کا بار بار اپنے شوہر سے کہنا کہ تمہارے گھر میں تمہاری بیوی ہوں اور باپ کے گھر میں ان کی بیٹی ہوں۔ باپ کی بات مانوں گی، آپ کی نہیں مانوں گی جائز ہے، یا نہیں؟

(۵)　کیا نانا کو اختیار ہے کہ نواسی کو اس کے باپ، یا دادا دادی سے ملنے سے روک دے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مذکورہ تفصیل کے مطابق جو آپ نے بیان کی، اگر وہ درست ہو اور آپ کی طرف سے کوئی ظلم وتعدی نہیں ہے تو آپ کا اپنی بیوی کو بار بار بلانا اور لڑکی کے باپ کا شوہر کو ملنے سے منع کرنا جائز نہیں اور آپ کی بیوی کا جواب دینا کہ باپ کے گھر میں ان کی بات مانوں گی، آپ کی نہیں، یہ نافرمانی میں داخل ہے، لہٰذا جتنے دن لڑکی باپ کے گھر رہی، ان دنوں کے نان نفقے کا مطالبہ کرنا لڑکی کے باپ کے لیے درست نہیں۔

(۲) بچی کا خرچہ (یعنی لباس وغیرہ) باپ کے ذمے لازم ہوگا اور شوہر کے بلانے کے باوجود لڑکی اپنے باپ کے گھر رہی، لہٰذا بیوی کی نافرمانی کی وجہ سے اس کے علاج ومعالجے کا خرچہ شوہر کے ذمے لازم نہ ہوگا۔

(۳) ازروئے شرع باپ کو زوجین کے درمیان مصالحت کی کوشش کرنی چاہیے، نہ یہ کہ بیٹی کو شوہر سے ملنے سے روکا جائے، باپ کا یہ فعل قطعاً جائز نہیں۔

(۴) لڑکی کے یہ الفاظ کہنا کہ ''تمہارے گھر میں تمہاری بیوی ہوں اور باپ کے گھر میں ان کی بیٹی ہوں اور باپ کے گھر میں باپ کی بات مانوں گی آپ کی نہیں'' یہ کہنا درست نہیں؛ بلکہ یہ شوہر کی نافرمانی ہے؛ کیوں کہ باپ کے گھر جانے سے نکاح ختم نہیں ہوتا کہ شوہر کی نافرمانی کی اجازت ہو؛ بلکہ بیوی پر شوہر کی اطاعت لازم ہے، جب کہ وہ خلاف شرع کام کا حکم نہ دے، لہٰذا عورت کی مذکورہ بات کی وجہ سے شوہر کے ذمے اس کا نفقہ لازم نہیں۔

(۵) نانا کو اختیار نہیں کہ وہ نواسی کو باپ، دادا، دادی سے ملنے سے روکے؛ بلکہ یہ اختیار شوہر کو ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ایک ہفتے تک اپنے گھر والوں سے ملنے سے روک دے۔

(نوٹ) پیدائش کے بعد سے لے کر ۹ رسال تک بچی کی پرورش کا حق ماں کو ہے، اس کے بعد بچی کو باپ کے حوالے کیا جائے گا، البتہ بچی کا نفقہ دونوں صورتوں میں باپ کے ذمے لازم ہوگا۔

لمافی القرآن الكريم(النساء: ٣٤):﴿الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾

وفی البحر الرائق (٣٣١/٤،باب النفقة): وقد استفيد مما ذكرناه أن لها الخروج إلى زيارة الأبوين والمحارم، فعلى الصحيح المفتى به تخرج للوالدين فی كل جمعة بإذنه، وبغير إذنه، ولزيارة المحارم فی كل سنة مرة بإذنه، وبغير إذنه، وأما الخروج للأهل زائدا على ذلک فلها ذلک بإذنه.

وفی الدرالمختار (٤٤١/٣،باب الخلع): (ولا بأس به عند الحاجة) للشقاق بعدم الوفاق (بما يصلح للمهر) بغير عكس كلی لصحة الخلع بدون العشرة وبما فی يدها وبطن غنمها.

وفی الشامية (٤٤١/٣): (قوله: للشقاق) أی لوجود الشقاق وهو الاختلاف والتخاصم وفی القهستانی عن شرح الطحاوی السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلهما ليصلحوا بينهما فإن لم يصطلحا جاز الطلاق والخلع،آه ط وهذا هو الحكم المذكور فی الآية وقد أوضح الكلام عليه فی الفتح آخر الباب.

وفی الدر المختار (٥٧٦/٣): و (خارجة من بيته بغير حق) وهی الناشزة حتى تعود ولو بعد سفره خلافا للشافعی والقول لها فی عدم النشوز بيمينها.

وفی الرد تحته: (قوله: وهی الناشزة) أی بالمعنى الشرعی أما فی اللغة فهی العاصية على الزوج المبغضة له. (نجم الفتاوی: ۲۹۲/۵-۲۹۵)

شوہر کتنا عرصہ بیوی سے جدا رہ سکتا ہے:

(ملازمت یا تعلیم و تبلیغ کے لیے عرصہ دراز تک بیوی سے جدا رہنے سے متعلق مولانا ڈاکٹر عبدالواحد صاحب مدظلہٗ کے سوال کا جواب)

بخدمت جناب عبداللہ میمن صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی!

آنجناب کی ارسال کردہ کتابوں کے ہدیہ کی تیسری قسط موصول ہوئی، جو کہ اصلاحی خطبات اور بیوی کے حقوق پر مشتمل تھی، اس انتہائی عنایت اور کرم فرمائی پر بہت ہی مشکور وممنون ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ جناب کی جان و مال اور علم میں برکت عطا فرمائیں۔

جناب کے ہدیہ کی مناسبت سے ایک سوال نوک قلم پر آ گیا؛ لیکن اس کا جواب جناب کے اور مولانا تقی عثمانی مدظلہٗ کے طیب خاطر پر موقوف کرتا ہوں۔

رسالہ ''بیوی کے حقوق'' میں مولانا مدظلہٗ نے تحریر فرمایا:

فقہائے کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ مرد کے لیے چار مہینے سے زیادہ گھر سے باہر رہنا بیوی کی اجازت اور اس کی خوش دلی کے بغیر جائز نہیں۔ (ص:۱۶)

مفہوم مخالف سے یہ نکلا کہ بیوی کی اجازت سے سال دو سال کے لیے باہر رہ سکتے ہیں۔

اردو کی بعض کتابوں میں تو یہ مسئلے ایسے ہی لکھا ہے؛ لیکن کیا عربی فتاویٰ اور فقہ کی کتابوں میں حنفیہ کے نزدیک مسئلے کے اس طرح ہونے کی تصریح موجود ہے؟ یہ تصریح تو موجد ہے کہ بیوی کی رضامندی اور خوش دلی سے وطی کو چار ماہ سے زائد مؤخر کر سکتا ہے؛ لیکن اس سے یہ مطلب نکالنا کہ کوئی شخص جوان بیوی سے اجازت لے کر سال دو سال اور زائد مدت کے لیے باہر جا سکتا ہے، مشکل ہے، پھر اکا دکا کوئی واقعہ ایسا ہو تو شاید غیر معمولی حالات پر محمول کر لیا جائے؛ لیکن موجودہ دور میں بڑے پیمانے پر ملازمت، تعلیم اور تبلیغ کے لیے اس طرح نکلنا سمجھ سے باہر ہے۔

بہر حال اگر ایسا حوالہ جناب مدظلہٗ سے حاصل کر کے روانہ کریں تو بڑا احسان ہوگا۔

علاوہ ازیں اگر ایسا کوئی حوالہ موجود ہے تو پھر اس کی کیا توجیہ ہوگی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ حکم جاری فرمایا کہ مجاہدین چار مہینے سے زیادہ گھر سے باہر نہ رہیں اور یہ حکم کیوں نہ دیا کہ چار مہینوں سے زیادہ کے لیے بیویوں سے اجازت لے کر نکلا کریں۔ میں نے اپنے اشکال کا خلاصہ تحریر کیا ہے، اگر اس بارے میں کوئی رہنمائی میسر آ جائے تو ممنون ہوں گا۔ آخر میں ایک مرتبہ پھر شکر قبول فرمائیں، مولانا مدظلہٗ کی خدمت میں سلام پیش فرمائیں۔ والسلام علیکم

مولانا ڈاکٹر عبدالواحد، جامعہ مدنیہ، لاہور

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

گرامی قدر مکرم		السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آنجناب کا گرامی نامہ مولانا عبداللہ میمن صاحب کے نام موصول ہوا اور آنجناب نے جس پہلو کی طرف متوجہ فرمایا، اس پر غور کیا، آپ نے درست فرمایا ہے کہ چار ماہ سے زائد گھر سے باہر رہنے کے جواز کے لیے صرف بیوی کی اجازت اور خوش دلی کافی نہیں ہونی چاہیے، اس مسئلہ میں فقہاء کی کوئی تصریح تو نہیں ملی، سوائے درمختار کی اس عبارت کے:

”ویسقط حقها بمرة ویجب دیانة أحیانا و لا یبلغ مدة الإیلاء إلا برضاها“.

اسی کے تحت علامہ شامی رحمہ اللہ فتح القدیر کی مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے:

”ویجب أن لا یبلغ به مدة الإیلاء إلا برضاها وطیب نفسها به“.(۱)

لیکن یہ مسئلہ حق جماع سے متعلق ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ عورت اپنی رضامندی سے اپنا یہ حق ترک کرسکتی ہے؛ لیکن یہ درست ہے کہ مطلق سفر کے بارے میں فقہائے کرام رحمہم اللہ کی کوئی تصریح احقر کی نظر سے بھی نہیں گزری؛ لیکن حضرت عمر فاروق ص کے واقعہ سے علی اختلاف الروایات چار مہینے، یا پانچ مہینے یا چھ مہینے تک سفر پر رہنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے؛ لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ عورت کے حق کی وجہ سے ہے اور یہ جب اس کا حق ہے تو وہ اس سے دست بردار بھی ہوسکتی ہے، رہا یہ معاملہ کہ حضرت عمر فاروق اعظم ص نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ بیوی کی اجازت سے سپاہیوں کو چار ماہ سے زائد کے سفر پر بھیجا جاسکتا ہے تو اس کے بارے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم ص کو اپنے لشکر کے سپاہیوں کے لیے ایک ضابطہ مقرر کرنا تھا کہ ان کو کتنی مدت کے بعد واپس بلایا جائے، اس کے لیے انہوں نے چار ماہ کی مدت علی الاطلاق مقرر فرمائی، چناں چہ ان کے الفاظ یہ منقول ہیں کہ:

”لا أحبس الجیش أکثر من هذا“.(۲)

اور

”فکتب عمر أن لا تحبس الجیوش فوق أربعة أشهر“.(۳)

چوں کہ سپاہیوں کے لیے کوئی نہ کوئی مدت مقرر کرنی ہی تھی؛ اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے چار ماہ کی مدت علی الاطلاق مقرر فرمادی اور اس تدقیق کی ضرورت نہیں سمجھی کہ کس کی بیوی اس سے زائد کے لیے راضی ہے اور کس کی بیوی راضی نہیں۔ البتہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے کہ جب کہ گھر سے باہر رہنے میں کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو، جہاں فتنے کا اندیشہ ہو، وہاں صرف بیوی کی اجازت گھر سے باہر رہنے کے لیے کافی نہیں اور فتنے کے اس دور میں اس طرز عمل کی

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۰۲/۳ [طبع سعید کراچی]

(۲) سنن البیهقی، کتاب السیر: ۲۹/۹ [طبع نشر السنة ملتان]

(۳) مصنف عبدالرزاق: ۱۵۱/۷، ۱۵۲ [اشر مجلس علمی]

ہرگز حوصلہ افزائی نہ ہونی چاہیے۔آپ کا یہ فرمانا بھی بجا اور درست ہے کہ احیانا ضرورت کے مواقع پر طویل سفر اختیار کرنا اور بات ہے اور اس عمل کو معمول بنالینا دوسری بات ہے اور چونکہ ایسی صورت میں فتنے کے امکانات بہت قوی ہوجاتے ہیں؛اس لیے اس سے احتراز ہی کرنا چاہیے۔ خلاصہ یہ کہ جہاں فتنے کا ظن غالب ہو، وہاں تو بیوی کی اجازت کے ساتھ بھی سفر اختیار کرنا جائز نہیں اور اس میں مدت کی کوئی قید نہیں اور جہاں ظن غالب نہ ہو؛لیکن معتد بہ احتمال ہو، وہاں بھی حتی الامکان اس سے احتراز ہی لازم ہے،جس کا حاصل یہ ہے کہ فقہاء کرام نے چار ماہ کا ذکر فرمایا ہے وہ عوارض سے قطع نظر کرتے ہوئے محض عورت کے حق کی بنیاد پر فرمایا ہے؛ لیکن جہاں عوارض فتنہ موجود ہوں، وہاں اس تفصیل پر عمل ہونا چاہیے، جو اوپر عرض کی گئی۔ هٰذا ما ظهر لي والله سبحانه وتعالیٰ أعلم (والسلام)

محمد تقی عثمانی، ۹/۴/۱۴۱۴ھ (فتاویٰ عثمانی:۲/۳۱۰-۳۱۲) ☆

شوہر بیوی سے کتنے عرصہ تک جدا رہ سکتا ہے:

سوال: حضرت مفتی صاحب مدظلہ! بعد سلام مسنون، یہاں دوبئ میں ہندوستان کے بہت سے مسلمان بغرض ملازمت آئے ہوئے ہیں، بعض مقروض ہیں، شادی شدہ ہیں۔ ان کی عورتیں دیندار ہیں، جن پر پورا اعتماد ہے اور خاندانی عزت کا پورا خیال ہے، اپنے خویش واقارب کے ساتھ رہتی ہیں؛ تاہم ان کے حقوق کا مسئلہ درپیش رہتا ہے، جس سے پریشانی ہوتی ہے۔قرض داری کا بوجھ ہلکا نہ ہوا اور اپنا پوزیشن اچھا نہ ہوجائے، اس وقت تک یہاں پر بلانا بھی مشکل ہے، وقتاً فوقتاً آمد ورفت بھی دشوار ہے، جس بنا پر سال دوسال؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت تک ان سے دور رہنا پڑتا ہے؛ اس لیے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان حالات میں بیویوں سے دور رہنے کی شرعاً اجازت ہے، یا نہیں؟ ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

عزیزان من سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون عافیت طرفین مطلوب۔ بے شک عورت کی حاجت اور خواہش اور حقوق کا لحاظ از بس ضروری ہے، جس طرح مرد کو عورت کی خواہش ہوتی ہے، عورت کو بھی مرد کی خواہش ہوتی ہے؛ بلکہ نسبۃً بہت زیادہ۔

فإن لم تشتق نفسه إلی الجماع لا یجوزله ترکه لأن لها حقاً في ذلک وعلیها مضرةً في ترکه لان شهوتها اعظم من شهوته.

وقد روی أبوهریرة رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: فضلت شهوة النساء علی الرجل بتسعة وتسعین إلا أن الله تعالیٰ القیٰ علیهن الحیاء، وقیل: الشهوة عشرة أجزاء تسعة منها

☆ یہ فتویٰ حضرت والا دامت برکاتہم نے جوابی خط میں تحریر فرمایا۔

للنساء وواحدة للرجل، والقدر الذی لا یجوز أن یؤخر الوطء عنه أربعة أشهر إلا أن یكون له عذر... التاقیت الذی وقته عمر ابن الخطاب رضی اللّٰه عنه للناس فی مغازیهم لیسبرون شهراً ویقیمون الشهر ویسیرون راجعین إلٰی أهلهم شهراً. (غنیة الطالبین: ۳۳/۱،فصل فی آداب النکاح)

(یعنی: مرد کو جماع کی خواہش نہ ہو، تب بھی جماع کا ترک کر دینا روا نہیں ہے؛ اس لیے کہ عورت کا مرد پر اس بات کا حق ہے اور ترک جماع میں عورت کو ضرور نقصان پہنچتا ہے؛ کیوں کہ عورت کی خواہش بہ نسبت مرد کے زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں نناوے ۹۹/ درجہ زیادہ خواہش ہوتی ہے؛ مگر حق تعالیٰ نے ان پر شرم وحیاء کا پردہ ڈال دیا ہے (اس وجہ سے شہوت مغلوب اور دبی رہتی ہے) بعض لوگوں کا قول ہے کہ شہوت کے دس حصے ہیں، عورتوں کو نو حصے اور ایک حصہ مردوں کو۔ اور بدون عذر کے عورتوں سے چار ماہ تک علاحدگی روا نہیں ہے اور اگر مرد سفر میں چھ ماہ سے زیادہ رہے اور عورت اس کو طلب کرے اور مرد باوجود استطاعت وقدرت کے نہ آوے تو حاکم کو چاہیے کہ عورت کے حسب خواہش دونوں میں تفریق کرادے۔)

اس لیے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ مرد عورت کی بلا اذن ورضاء کے چار ماہ سے زائد جدا نہ رہے۔

”ویجب أن لا یبلغ له عدة إلا برضائها وطیب نفسها به“. (شامی: ۵۴۷/۲،باب القسم)

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت مدینہ طیبہ کی گلیوں میں (گلی کوچوں میں) گشت لگاتے تھے کہ ایک مکان سے جوان عورت کی آواز سنائی دی، وہ فراق شوہر میں یہ شعر پڑھ رہی تھی:

فواللّٰه لو لا أن تخشی عواقبه

لزحزح من هذا السریر جوانبه

(یعنی: قسم بخدا، اگر مجھ کو خوف خدا نہ ہوتا تو آج چارپائی کی چولیں ہلتی ہوئی ہوتیں۔)

آپ نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگی کہ کافی عرصہ ہوا میرا شوہر جہاد میں گیا ہے، اس کے فراق میں یہ شعر پڑھ رہی تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ محزون ہوئے، گھر آکر اپنی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ عورت شوہر کے بغیر کتنی مدت تک صبر کر سکتی ہے؟ عرض کیا کہ چار ماہ، چناں چہ آپ نے فرمان جاری کیا کہ شادی شدہ فوجی کو چار ماہ ہونے پر اپنے گھر جانے کی اجازت دے دی جائے۔

”ثم قوله وهو أربعة أشهر یفید أن المراد إیلآء الحرة ویؤید ذلک وأن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه، لما سمع فی اللیل امرأةً تقول: فواللّٰه لو لا أن تخشیٰ عواقبه☆لزحزح من هذا السریر جونبه“، فسئل عنها، فإذا زوجها فی الجهاد، فسئل بنته حفصة رضی اللّٰه تعالٰی عنها: کم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقالت: أربعة أشهر، فأمر أمراء الأجناد أن لا یتخلف المتزوج عن أهله أکثر منها ولو لم یکن فی هٰذه المدة زیادة مضارة بها لما شرع اللّٰه تعالٰی الفراق بالایلآء فیها. (شامی: ۵۴۸/۲، باب القسم) واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/-----)

بیوی کو آٹھ ماہ تک نہیں دیکھا:

سوال (۱) میری بیوی نیک ہے، وفا شعار ہے، نو بچے ہیں، ۲۰ / برس شادی کو گزر گئے، کبھی ناراضگی کی نوبت نہیں آئی۔ میں ۱۹۶۸ھ میں حج کو گیا تھا اور بیوی سے کہہ کر گیا تھا کہ ''گھر سے باہر مت نکلنا''؛ لیکن وہ ایک دفعہ سینما گئی، پھر ایک ایک دفعہ عرس میں گئی، جس پر میرے بھائی نے اس کو بہت مارا، جب میں حج سے واپس آیا تو یہ واقعہ مجھے بتلایا۔ حج سے آنے پر میرے سالے صاحب بھی مجھے بمبئی لینے آئے تھے، میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنی بہن کو اپنے گھر لے جائیں، انہوں نے ایسا ہی کیا؛ مگر سب محلّہ والوں نے میری عورت کو بے قصور کہا؛ لیکن مجھے شک رہا، اب میں نے ۸، ۹ / ماہ سے اپنی زوجہ کی شکل نہیں دیکھی، ویسے ہی نفقہ برابر دے رہا ہوں، بچے میرے ساتھ ہیں، میرا یہ عمل شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ نیز میرا ارادہ ہے کہ اب دوسری شادی کرلوں؛ کیوں کہ گھر میں پکانے کی بہت دقت ہے، میرا یہ خیال صحیح ہے، یا نہیں؟

بیوی کو بچوں سے نہ ملنے کی سزا دینا:

(۲)　اس کو گھر میں ابھی تک نہیں لایا اور بچوں سے نہیں ملوایا، یہ سزا کافی ہے، یا نہیں؟

بیوی کے قصور پر دوسرا نکاح ہو جائے تو مساوات ضروری ہے:

(۳)　میرا خیال ہے کہ دوسری شادی کے بعد بھی میری پہلی عورت حج کو جا کر آ گئی تو میں دونوں کو سنبھال لوں گا تو ایسا کرنا درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱)　غلطی انسان کے ساتھ لگی ہوتی ہے، مرد ہو یا عورت سب سے ہی کچھ نہ کچھ چھوٹی بڑی غلطی ہو جاتی ہے، غلطی پر نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کرنے سے اللہ پاک معاف فرما دیتے ہیں، (۱) آٹھ مہینے تک آپ نے اس کو الگ رکھا، یہ سزا بہت کافی ہے، اس مدت میں آپ اس کو خرچ دیتے رہے یہ مزید احسان کیا۔

(۲)　بچوں سے ملوانا چاہیے، اتنی طویل جدائی اچھی نہیں۔ (۲)

---

(۱)　''عن أبی ذر رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم فی ماوری عن اللّٰہ تبارک وتعالٰی إنه قال: یا عبادی إنکم تخطؤن باللیل والنهار وأنا أغفر الذنوب جمیعاً، فاستغفر ونی أستغفر لکم، آه''.

''عن أنس رضی اللّٰـه تعالٰی عنه قال: قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: ''کل بنی آدم خطاء، وخیر الخطائین التوابون''. (مشکاة المصابیح، باب الأستغفار، الفصل الثانی، ص: ۲۰۳، قدیمی)

(۲)　''قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: ''لعن اللّٰه من فرق بین الوالدة وولدها''. (فیض القدیر: ۵۰۰۴/۱۰، (رقم الحدیث: ۷۲۸۱)، مکتبة نزار مصطفی الباز، مکة)

(۳) بلاضرورت دوسری شادی کرنے میں اکثر پریشانی ہوتی ہے، دونوں میں اتفاق ہونا مشکل ہوتا ہے، جو شخص دونوں کا حق ادا کردے اور انصاف سے رہے تو اس کی اجازت بھی ہے۔(۱) آپ خود ہی غور کرلیں، حق تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور سب معاملاتِ دینی و دنیاوی میں بہترین طریقہ پر مدد فرمائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱۰/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱۰/۲۹ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۸۰/۱۱)

پندرہ سال تک شوہر خبر نہ لے تو بھی نکاح باقی رہتا ہے:

سوال: ہندہ کے نکاح کو ۲۰/سال ہوئے اور پندرہ سال سے شوہر بوجہ نااتفاقی کے بالکل خبر گیراں نان ونفقہ کا نہیں ہے اور نہ صحبت صحیحہ زن وشوہر میں ہے، ایسی صورت میں نکاح ہندہ کا قائم ہے، یا نہ؟

الجواب

ہندہ کا نکاح اس صورت میں باقی ہے؛ کیوں کہ عندالحنفیہ نفقہ نہ دینے سے زوجین میں تفریق نہیں کرا سکتے، پس بدون طلاق دینے شوہر کے، یا خلع کرانے کے کوئی صورت علاحدگی کی نہیں ہے،نفقہ جس طرح ہو شوہر سے وصول کیا جائے۔

قال فی الدرالمختار:(وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا بِعَجْزِهِ عَنْهَا) بِأَنْوَاعِهَا الثَّلَاثَةِ (وَلَا بِعَدَمِ إيفَائِهِ) لَوْ غَائِبًا (حَقَّهَا وَلَوْ مُوسِرًا).(۲)فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۵۰۲/۷)

شوہر اپنی بیوی کو چھوڑ کر کتنے دن تک پردیس میں رہ سکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ شوہر اپنی بیوی کو چھوڑ کر پردیس میں کتنے دن رہ سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب وباللّٰہ التوفیق

کسی بھی شخص کے لئے بیوی کی رضامندی کے بغیر چار مہینہ سے زیادہ پردیس میں رہنا جائز نہیں ہے،اور اگر بیوی بخوشی اِجازت دیتی ہے،تو چار ماہ سے زائد بھی پردیس میں رہ سکتا ہے۔

عن ابن جریج قال:أخبرنی من أصدق أن عمر رضی اللّٰہ عنہ بینا ھو یطوف سمع إمرأةً تقول:

تَطَاوَلَ هٰذَا اللَّيْلُ وَاسْوَدَّ جَانِبُهُ
وَارَّقَنِيْ أَنْ لَّا حَبِيْبَ أُلَاعِبُهُ
فَلَوْ لَا حِذَارُ اللّٰهِ لَا شَيْءَ مِثْلُهُ
لَزُعْزِعَ مِنْ هٰذَا السَّرِيْرِ جَوَانِبُهُ

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة﴾(سورة النساء:۳)

(۲) الدرالمختار علیٰ ھامش رد المحتار،باب النفقة: ۹۰۳/۲،ظفیر

فقال عمر رضی اللّٰہ عنہ: ما لَکِ؟ قالت: أغربتُ زوجی منذ أشہر، وقد اشتقتُ إلیہ. قال: أردتِّ سوءاً، قالت: معاذ اللّٰہ! قال: فاملکی علیک نفسک، فإنما ہو البرید إلیہ فبعث إلیہ؛ ثم دخل علٰی حفصۃ رضی اللّٰہ عنہا فقال: إنی سائلُکِ عن أمرٍ قد أہمَّنی فأفرجیہ عنِّی، فی کم تشتاق المرأۃ إلی زوجہا؟ فخفضت رأسہا واستحیت. قال: فإن اللّٰہ لایستحیی من الحق. فأشارت بیدہا ثلاثۃ أشہر وإلا فأربعۃ أشہر. فکتب عمر رضی اللّٰہ عنہ أن لا تُحبس الجیوش فوق أربعۃ أشہر، کذا فی الکنز. (حیاۃ الصحابۃ: ۱/۵۰۰-۵۰۱، المصنف لعبد الرزاق: ۷/۱۵۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹/۲۹)

ولا تبلغ مدۃ الإیلاء إلا برضاہا. وفی الشامیۃ: ویؤید ذٰلک أن عمر رضی اللّٰہ عنہ سأل بنتہ حفصۃ کم تصبر المرأۃ عن الرجل؟ فقال أربعۃ أشہرٍ فأمر أمراء الأجنداد أن لا یتخلف المتزوج عن أہلہ أکثر منہا. (شامی: ۴/۳۸۰، زکریا)

قال المحقق ابن الہمام رحمہ اللّٰہ تعالٰی: واعلم أن ہٰذا الإطلاق ... الاختیار فی مقدار الدور إلی الزوج ... لایمکن اعتبارہ علٰی صرافتہ، فإنہا لو أراد أن یدور سنۃً سنۃً ما یظن إطلاق ذٰلک لہ؛ بل ینبغی لہ أن لایطلق لہ مقدار مدۃ الإیلاء، وہو أربعۃ أشہر. (فتح القدیر، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۴۳۴، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۳۸۲، زکریا) *فقط واللہ تعالیٰ اعلم*

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۵/۱۹ھ، *الجواب صحیح:* شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۵۳۲-۵۳۳)

شوہر کا چار ماہ سے زائد سفر پر جانے کا حکم:

سوال: میں اس وقت کراچی میں رہتا ہوں، میری بیوی اور بچے لاہور میں ہیں، میں اس وقت کراچی میں ہوں، میرا ایک تبلیغی دوست ہے، تبلیغی جماعت میں کافی پرانا ہے، اسے دینی معلومات بھی ہیں، اس نے کہا کہ آپ جلد گھر جائیں چار ماہ کے اندر بیوی کے پاس جانا ضروری ہوتا ہے۔ میں کافی پریشان ہوا؛ کیوں کہ میں تو تقریباً ساڑھے ساتھ ماہ سے کراچی میں ہوں، ملازمت کا مسئلہ ہے، آیا ان کی بات صحیح ہے؟ شوہر بیوی سے کتنا عرصہ جدا رہ سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اولاً یہ سمجھئے کہ ہمبستری کرنا یہ میاں اور بیوی دونوں کا حق ہے، البتہ شادی کے بعد ایک مرتبہ ہمبستری کرنا حکم کے درجہ میں شوہر پر واجب ہے۔ اگر ایک بار ہمبستری نہ کی تو قاضی ایک سال علاج کی مہلت دے کر میاں بیوی میں تفریق کر دے گا (بشرطیکہ عورت مطالبہ کرے)۔ نیز ایک سے زائد مرتبہ جیسے جیسے میاں بیوی کی خواہش ہو، وقتاً فوقتاً حقوقِ زوجیت ادا کرنا دیانۃً واجب ہے، یعنی فیما بینہ وبین اللہ شوہر کے لیے ضروری ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً ہمبستری کرتا رہے، البتہ یہ وقفہ چار ماہ سے زائد نہیں ہونا چاہیے، اگر چار ماہ سے زائد وقفہ آ رہا ہو تو بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے؛ کیوں کہ یہ اس کا حق ہے۔ اگر وہ اجازت دے دیتی ہے اور بیوی سے علاحدہ رہنے میں کسی

فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر چار ماہ سے زائد بھی علاحدہ رہا جا سکتا ہے۔

جہاں تک بات ہے، سفر کی اور میاں بیوی کے الگ الگ شہروں میں زندگی بسر کرنے کی تو اس میں بھی چار ماہ سے زائد کے سفر کے لیے بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے، البتہ اگر بیوی کے کسی فتنے میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو بیوی کی اجازت سے بھی اتنا طویل سفر اکیلے کرنا درست نہیں۔ اس میں بہتر تو یہ ہے کہ بیوی کو ساتھ لے جائے، یا چار ماہ سے قبل وقتاً فوقتاً گھر آتا رہے، یا گھر کے قریب ہی ملازمت، یا دیگر مسائل کا حل تلاش کرے۔ الغرض بیوی سے چار ماہ سے زائد بغیر اجازت کے علاحدہ رہنا درست نہیں۔ نیز آج کے پرفتن دور میں اتنا عرصہ [چار ماہ سیکم] بیوی سے اس کی اجازت کے ساتھ باہر رہنا بیوی کے کسی بھی فتنے میں پڑنے کا سبب بن سکتا ہے، لہٰذا حتی الامکان پرہیز کیا جائے۔ اگر اتفاقاً ایک آدھ بار کوئی ایسا طویل سفر درپیش آجائے تو بیوی سے اجازت لے کر اس سفر پر جانے میں حرج نہیں؛ لیکن اسے معمول بنا لینا خصوصاً جوان بیوی کے حق میں عقلمندی نہیں؛ بلکہ خود کو فتنوں میں پیش کرنے کے مترادف ہے، جو حوصلہ افزا نہیں؛ بلکہ قابلِ ترک بات ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کو چاہیے کہ وقتاً فوقتاً ملازمت سے چھٹی لے کر گھر لاہور جاتے رہا کریں، یا بیوی کو بھی کراچی بلالیں، اگر یہ دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں تو لاہور میں ہی ملازمت تلاش کرلیں؛ کیوں کہ مال سے زیادہ عزت اور اہل وعیال اہم ہیں، لہٰذا آپ فوراً گھر جائیں اور آئندہ اگر اتفاقاً کبھی چار ماہ سے زائد کے سفر پر جانا ہو تو بیوی کو اعتماد میں لیں، پھر جائیں، بیوی سے اجازت لیے بغیر یوں سات ماہ تک الگ شہر میں رہنا درست نہیں۔

لمافی السنن الکبری للبیهقی (۲۹/۹): عن ابن عمر قال: خرج عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه من اللیل فسمع امرأة تقول:

تطاول هذا اللیل وأسود جانبه☆وأرقنی أن لا حبیب ألاعبه

فواللّٰہ لولا اللّٰہ إنی أراقبه☆تحرک من هذا السریر جوانبه

فقال عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه لحفصة بنت عمر رضی اللّٰہ عنهما: کم أکثر ما تصبر المرأة عن زوجها؟ فقالت: ستة أو أربعة أشهر، فقال عمر رضی اللّٰہ عنه: لا أحبس الجیش أکثر من هذا.

وفی تاریخ المدینة(۷۵۹/۲): عن المغیرة قال سأل عمر حفصة رضی اللّٰہ عنها متی یشتد علی المرأة فقد زوجها؟ فقالت: شهرین، لا تبالیه وأربعة تکون بین الأمرین والستة الأشهر فجعل مغازی الناس ستة أشهر. وفی روایة زید بن أسلم فقالت تصبر المرأة عن زوجها أربعة اشهر وخمسة أشهر وذلک أن تلک مدة العدة، فقال عمر یسیر الناس إلی غزاتهم شهرا ثم یرجعون شهرا ویقیمون أربعة أشهر فوقت ذلک الناس.

وفی المبسوط للسرخسی(۲۲۱/۵): والصحیح أنه یؤمر بأن یؤنسها بصحبته أحیانا من غیر أن یکون فی ذلک شیء مؤقت.

وفی الشامیة (۲۰۲/۳):(قوله:ویسقط حقها بمرة) قال فی الفتح واعلم إن ترک جماعها مطلقا لا یحل له صرح أصحابنا بأن جماعها أحیانا واجب دیانة لکن لا یدخل تحت القضاء والإلزام إلا الوطأة الأولٰی ولم یقدروا فیه مدة ویجب أن لا یبلغ به مدة الإیلاء إلا برضاها وطیب نفسها به،آه... وفی البدائع لها أن تطالبه بالوطء لأن حله لها حقها کما أن حلها له حقه وإذا طالبته یجب علیه ویجبر علیه فی الحکم مرة والزیادة تجب دیانة لا فی الحکم عند بعض أصحابنا وعند بعضهم علیه فی الحکم،آه وبه علم أنه کان علی الشارح أن یقول ویسقط حقها بمرة فی القضاء أی لأنه لو لم یصبها مرة یؤجله القاضی سنة ثم یفسخ العقد أما لو أصابها مرة واحدة لم یتعرض له لأنه علم أنه غیر عنین وقت العقد بل یأمره بالزیادة أحیانا لوجوبها علیه إلا لعذر ومرض أوعنة عارضة أو نحو ذلک. (نجم الفتاوی:۳۲۰/۵،۳۲۲)

جہاد،کسب معاش یا کسی ادارے میں ملازمت کے لیے باہر رہنا:

سوال(۱) ایک شادی شدہ آدمی اپنی بیوی کو چھوڑ کر کسی غیر ملک ، یا شہر جاتا ہے تو اس کو کب تک واپس لوٹ کر آنا چاہیے۔کیا اسلام نے اس کا کوئی وقت، یا کوئی حد مقرر کی ہے؟

(۲) اگر کافی عرصے تک اس کا شوہر ذریعہ معاش کے سلسلے کی وجہ سے نہ آسکے تو کیا اس صورت میں اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی؟

(۳) یا کافی عرصے تک نہ آئے اور وہ وہاں پر اپنے بیوی بچوں کے لیے کمانے گیا ہو تو وہ کمائی اس کے بیوی بچوں کے لیے جائز ہے؟ کیوں کہ وہ عرصہ دراز سے بیوی سے دور ہے، یا بیوی سے نہیں ملا ہے۔

(۴) سنا ہے کہ حضرت عمر نے جو صحابہ کرام جہاد پر جاتے تھے،ان پر پابندی لگائی تھی کہ وہ ۳/ مہینے کے اندر واپس آکر بیوی سے رجوع کریں اور پھر واپس چلے جائیں۔

(۵) ہمارے یہاں بہت سارے محکمے ایسے ہیں،جن سے متعلق لوگ اپنے گھر سے دور رہتے ہیں،مثلاً پولیس، یا فوج وغیرہ،کیا اس صورت میں وہ اپنی بیوی کے حقوق پورے نہیں کر رہا ہے؟اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۶) جو قانون حضرت عمر فاروق نے بنایا تھا، کیا آج بھی اس پر عمل کرنا چاہیے؟ جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے تو ان کے بارے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ تبلیغ کے لیے بھی علماء اکثر دوسرے ملک سال دوسال کے لیے بھی جاتے ہیں،اس بارے میں بھی بیان فرمائیں۔ برائے کرم تمام سوالات کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱) شادی شدہ آدمی کے عام حالات میں جہاد میں جانے کی صورت میں اگر زوجہ کی دلی رضامندی سے

اجازت ہو اور اس کے فتنے میں پڑنے کا اندیشہ بھی نہ ہو اور اولاد کی صورت میں ان کی تعلیم اور تربیت کے ضائع ہونے کا اندیشہ بھی نہ ہو اور والدین کو اس کی خدمت کی ضرورت بھی نہ ہو اور ان دونوں کی طرف سے دلی رضامندی سے اجازت بھی ہو تو عام حالات میں جہاد پر جانے اور چار ماہ سے زیادہ وقت تک گھر نہ آنے میں کوئی حرج نہیں، ورنہ جانے کی بھی شرعاً اجازت نہیں؛ کیوں کہ جہاد فرض کفایہ ہے اور والدین کی خدمت، زوجہ کے حقوق فرض عین ہیں اور فرض کفایہ کی ادائیگی میں فرض عین کو چھوڑنے کی شرعاً اجازت نہیں۔

البتہ کبھی ضرورت کے موقع پر بیوی کی اجازت سے طویل سفر اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں اور محض دولت اکٹھی کرنے کیلئے اس کو معمول بنالینا دوسری بات ہے، ایسی صورت میں فتنے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں؛ اس لیے معاش کے حصول کیلئے طویل سفر کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے اور اگر فتنے کا ظنِ غالب ہو تو بیوی کی اجازت کے باوجود طویل سفر کرنا جائز نہیں، اگرچہ مدت چار ماہ سے بھی کم ہو، قریب میں بھی معاش کے ذرائع میسر ہو سکتے ہیں۔

(۲) مذکورہ صورت میں اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی۔

(۳) وہ کمائی بیوی، بچوں کے لیے حلال ہے، بشرطیکہ وہ مال حلال ہو۔

(۴) حضرت عمر نے یہ حکم لکھ کر بھیجا تھا کہ چار ماہ سے زیادہ لشکروں کو نہ روکا جائے اور ایک روایت میں چھ ماہ کا ذکر ہے، البتہ فقہاء نے چار ماہ والی روایت کو ترجیح دی ہے۔

(۵) ان محکموں میں بعض افراد کی رہائش کا انتظام مع اہل وعیال وہیں ہوتا ہے اور بقیہ افراد کو عام طور پر چار ماہ میں رخصت مل جاتی ہے۔

(۶) صحابہ کرام کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے، آج بھی اس پر عمل کو لازم قرار دینا چاہیے؛ تاہم اگر کوئی ادارہ اس قانون پر عمل نہ کرے اور اس ادارے کو ایسے افراد میسر ہوں، جو یا تو غیر شادی شدہ ہوں، یا ہوں تو شادی شدہ لیکن قریب کے افراد ہوں، یا وہ طویل مسافت کے باوجود اپنے اہل کو بھی اپنے ساتھ رکھ سکتے ہوں تو کوئی حرج نہیں اور اگر اس ادارے کے ذمہ دار حضرات اپنے قوانین شروع ہی سے بتا دیں، پھر بھی اگر کوئی شخص طویل مسافت اختیار کر کے اس ادارے میں کام کرے گا اور زوجہ کے حقوق میں کوتاہی کا مرتکب ہوگا تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا، ایسی صورت میں اس کوتاہی سے اس ادارے کے ذمہ دار حضرات بری الذمہ ہوں گے۔ تبلیغ میں جانے اور حصول علم کے لیے سفر کرنے کا بھی وہی حکم ہے، جو پہلی شق میں جہاد کا حکم گزر چکا ہے۔

لمافي السنن الکبری للبیهقي (۲۹/۹): عن ابن عمر قال: خرج عمر بن الخطاب رضي الله عنه من اللیل فسمع امرأة تقول:

تطاول هذا اللیل واسود جانبه☆وارقني أن لا حبیب ألاعبه

فوالله لولا الله إني أراقبه☆تحرک من هذا السریر جوانبه

فقال عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ لحفصة بنت عمر رضی اللّٰہ عنهما: کم أکثر ما تصبر المرأة عن زوجها؟ فقالت: ستة أو أربعة أشهر،فقال عمر رضی اللّٰہ عنہ: لا أحبس الجیش أکثر من هذا.

وفی الدرالمختار(۲۰۲/۳):(وفی الملبوس والمأکول) والصحبة (لا فی المجامعة) کالمحبة بل یستحب ویسقط حقها بمرة ویجب دیانة أحیاناولا یبلغ مدة الإیلاء إلا برضاها

وفی الرد تحته:(قوله:بل یستحب) أی ما ذکر من المجامعة ح... قوله (ویسقط حقها بمرة) قال فی الفتح واعلم إن ترک جماعها مطلقا لا یحل له صرح أصحابنا بأن جماعها أحیانا واجب دیانة لکن لا یدخل تحت القضاء والإلزام إلا الوطأة الأولی ولم یقدروا فیه مدة ویجب أن لا یبلغ به مدة الإیلاء إلا برضاها وطیب نفسها به،آه.

وفی الفقه الاسلامی وأدلته (۶۵۹۹/۹):حکم الاستمتاع أو هل الوطء واجب؟قال الحنفیة: للزوجة أن تطالب زوجها بالوطء؛ لأن حله لها حقها، کما أن حلها له حقه، وإذا طالبته یجب علی الزوج. وقالت المالکیة:الجماع واجب علی الرجل للمرأة إذا انتفی العذر.(نجم الفتاوی:۳۲۲/۵،۳۲۴)

فوجی کتنا عرصہ ٹریننگ پر جا سکتا ہے:

سوال: مفتی صاحب! بسا اوقات کسی سپاہی یا مجاہد کو دورانِ ٹریننگ چھ ماہ اور سال تک چھٹی نہیں ملتی تو کیا اس سپاہی، یا مجاہد کے لیے اپنی بیوی سے اتنی مدت تک دور رہنا جائز ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مرد کا اپنی بیوی کے حقوق زوجیت کو چار ماہ کی مدت کے اندر اندر پورا کرنا ضروری ہے۔اگر کوئی آدمی چار ماہ سے زائد اپنی بیوی سے دور رہتا ہے اور وہ بیوی اس کی طرف محتاج ہے تو وہ آدمی گناہ گار ہوگا،لہٰذا سپاہیوں، یا مجاہدین کو چار ماہ کے اندر اندر چھٹی لے کر گھر جانا چاہیے،البتہ اگر ان کی بیویاں جماع کی محتاج نہ ہوں اور وہ اجازت دے دیں تو چار ماہ سے زائد بھی رکا جا سکتا ہے۔

لمافی التفسیرالمظهری(۵۰/۲):(وعاشروهن بالمعروف) بالإنصاف فی الفعل وأداء الحقوق و الإحسان فی القول.

وفی المصنف لعبدالرزاق (۱۵۱/۷): عبد الرزاق عن بن جریج قال أخبرنی من أصدق أن عمر وهو یطوف سمع امرأة وهی تقول:

تطاول هذا اللیل واخضل جانبه☆وأرقنی إذ لا خلیل ألاعبه

فلولا حذار اللّٰہ لا شیء مثله☆لزعزع من هذا السریر جوانبه

فقال عمر:فمالک؟ قالت:أغربت زوجی منذ أربعة أشهر وقد اشتقت إلیه فقال أردت سوءاً قالت معاذ اللّٰہ قال فاملکی علی نفسک فإنما هو البرید إلیه فبعث إلیه ثم دخل علی حفصة فقال

إنی سائلک عن أمر قد أهمنی فأفرجیه عنه کم تشتاق المرأة إلی زوجها فخفضت رأسها فاستحیت فقال فإن اللّٰه لا یستحیی من الحق فأشارت ثلاثة أشهر وإلا فأربعة فکتب عمر ألا تحبس الجیوش فوق أربعة أشهر.

وفی الشامیة (۲۰۳/۳): ویؤید ذلک أن عمر رضی اللّٰه تعالی عنه لما سمع فی اللیل امرأة تقول: ’’فواللّٰه لولا اللّٰه تخشی عواقبه☆لزحزح من هذا السریر جوانبه‘‘،فسأل عنها فإذا زوجها فی الجهاد، فسأل بنته حفصة: کم تصبر المرأة عن الرجل: فقالت أربعة أشهر، فأمر أمراء الأجناد أن لا یتخلف المتزوج عن أهله أکثر منها، ولو لم یکن فی هذه المدة زیادة مضارة بها لما شرع اللّٰه تعالٰی الفراق بالإیلاء فیها. (نجم الفتاوی:۵/۳۲۴)

کیا بیوی سے دور رہنے میں نئے شادی شدہ اور بوڑھے آدمی کا حکم برابر ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جس کی نئی نئی شادی ہوئی ہو اور جس کی شادی کو ۲۰۔۲۵ر سال گزر گئے، سب کا حکم یکساں ہے، یا اَ لگ اَ لگ؟

باسمه سبحانه وتعالٰی، الجواب ــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

حضراتِ فقہاء نے یہ جو لکھا ہے کہ چار مہینہ سے پہلے عورت کو شوہر سے جماع کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے، چار مہینہ گذرنے پر یہ حق ہوتا ہے، اس کا تعلق نظام قضاء اور انتظامی امور سے ہے؛ اس لیے اسی کو حرفِ آخر نہیں سمجھنا چاہیے؛ بلکہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ نکاح کا مقصد جانبین کی پاک دامنی اور غض بصر اور طلب ولد ہے اور جب چار مہینہ سے پہلے بیوی کو اپنی عصمت اور عفت کا خطرہ ہو اور فتنہ ومعصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو دیانۃً شوہر سے جماع کے مطالبہ کا حق ہے، لہٰذا اگر چار مہینہ سے کم مثلاً دو مہینہ، یا تین مہینہ تک شوہر کے غائب رہنے کی صورت میں بیوی کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے تو دو مہینہ تین مہینہ بھی بیوی کو چھوڑ کر غائب رہنا شوہر کے لیے جائز نہیں ہے۔

قال عبد اللّٰه: کنا مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم شباباً لانجد شیئاً،فقال لنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ’’یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج،فإنه أغض للبصروأحصن للفرج،ومن لم یستطع فعلیه الصوم فإنه له وجاء‘‘. (صحیح البخاری: ۷۵۸/۲،رقم: ۵۰۶۶)

اعلم أن المنی إذا کثرتولُّدُه فی البدن صَعِد بخارُه إلی الدماغ،فحبَّب إلیه النظرّ إلی المرأة الجمیلة،وشَغَفَ قلبَه حبُّها، ونزل قسطٌ منه إلی الفرج، فحصل الشبقُ، واشتدت الغُلمة، وأکثرُ ما یکون ذٰلک فی وقت الشباب. وهٰذا حجابٌ عظیم من حُجُبِ الطبیعة،یمنعه من الإمعان فی الإحسان،ویُهیِّجه إلی الزنا،ویُفسد علیه الاخلاق،ویوقعه فی مهالکَ عظیمةٍ من فساد ذات البین،فوجب إماطةُ هٰذا الحجاب. (حجة اللّٰه البالغة: ۳۲۲/۲،مکتبة حجاز،دیوبند)

ہاں البتہ اگر جوان بیوی نے اپنے کو قابو رکھنے کا اظہار کیا اور شوہر کو بخوشی اجازت دے دی، تب اس کی گنجائش ہے اور جو عورتیں پرانی ہوگئی ہیں، جن کے متعدد اولادیں پیدا ہوچکی ہیں اور ان کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہیں ہے تو ایسی عورتوں کی اجازت کے بغیر چار مہینہ تک غائب رہنا شوہر کے لیے جائز ہے؛ لہٰذا نئی عورتیں اور پرانی عورتوں کے درمیان اس طرح فرق ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵۹۴/۱۸، ڈابھیل)

واعلم أن ترک جماعها لایحل مطلقاً صرح أصحابنا بأن جماعها أحياناً واجب ديانة، و يجب أن لايبلغ به مدة الإيلاء إلا برضاها وطيب نفسها به. (شامی: ۳۷۹/٤، زکریا، فتح القدیر: ۹۳/٤)

ولا تبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها. وفي الشامية: ويؤيد ذٰلک أن عمر رضي الله عنه سأل بنته حفصة کم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقال أربعة أشهرٍ فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها. (شامی: ۳۸۰/٤، زکریا)

قال المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالیٰ: واعلم أن هٰذا الإطلاق ... الاختيار في مقدار الدور إلى الزوج ... لا يمكن اعتباره على صرافته، فإنها لو أراد أن يدور سنةً سنةً ما يظن إطلاق ذٰلک له؛ بل ينبغي له أن لا يطلق له مقدار مدة الإيلاء، وهو أربعة أشهر. (فتح القدير، كتاب النكاح، باب القسم: ۴۳٤/۳، مصطفٰی البابی الحلبی مصر، وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳۸۲/۳، زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۳/۵/۱۹ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۳۳/۸-۵۳۵)

شوہر بیوی کی رخصتی پر تیار نہیں، کیا نکاح فسخ کرایا جاسکتا ہے:

سوال: ہندہ منکوحہ کئی سال سے اپنے گھر بیٹھی ہے، اس کا شوہر جو شرعاً بعد عقد ہوا ہے، کسی شہر میں گوشہ نشیں بنا بٹھا ہے، جب رخصتی کا خط اس کے پاس جاتا ہے تو تاریخ مقررہ میں نہیں آتا؛ بلکہ خود تاریخ معین کرتا ہے اور اس میں بھی نہیں آتا۔ ہم لوگ برابر منتظر رہے کہ آئے اور شادی ہو؛ مگر کئی تاریخیں ٹل گئی ہیں۔

اور یہ قصہ اب کا ہے، ورنہ اس سے قبل جب نکاح ہوا تھا، دونوں یعنی ہندہ اور اس کا شوہر نابالغ اور نابالغہ تھے۔ ماں باپ کی خوشی پر بچے نے ایجاب وقبول کیا تھا اور باپ کی قدرت سے باہر ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ میرے کچھ اختیارات ان پر ہیں، رخصت کیوں کر ہوگی اور بچی غریب کا کیا حال ہوگا، کچھ شرعی طریقہ ایسا فرمائیے؟ یا ایسا حکم خاص صادر فرماویں، جس سے بچی ہندہ کی دادرسی ہوسکے۔ آپ حقیقت میں شرعی حاکم ہیں۔ اگر مناسب سمجھیں تو اس قسم کے جوابات الجمعیۃ کے احکام وحوادث میں شائع فرمادیں؟

(المستفتی: ۱۹۲۷، شاہ فضیلت الرحمٰن صاحب (مونگیر) ۲۰/شعبان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۶/اکتوبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر عورت کے لیے گزارے اور حفظ صحت کی کوئی صورت نہیں ہے اور خاندان امور کی پرواہ نہیں کرتا تو عورت کو حق

ہے کہ کسی مسلمان حاکم کی عدالت سے اپنا نکاح فسخ کرائے اور پھر عدت گزار کر دوسرا نکاح کرے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۲۹۸/۵)

کیا وطی کو حقِ تفریق کے سقوط کا سبب مانا جاسکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ فقہاء نے عدم کفاءت کی بنا پر اولیاء کو مطالبہ تفریق کا حق ولادت حمل ظاہر ہونے تک دیا ہے، جب کہ بعض دفعہ بیماری کی وجہ سے سالہا سال استقرار حمل کی نوبت نہیں آتی ہے؛ اس لیے کیا اس کے لیے کوئی اور مدت مقرر کی جاسکتی ہے؟ نیز کیا اس سلسلہ میں وطی تک کی مدت مقرر کی جاسکتی ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

حضرات فقہاء نے حمل ظاہر ہونے، یا ولادت کو اولیاء کے حق تفریق کے ساقط ہونے کا سبب جو بنایا ہے، اس کی وجہ بچہ کے نسب کا تحفظ ہے، ظاہر ہے کہ یہ وجہ کسی اور صورت میں نہیں پائی جاتی؛ اس لیے تلاش کے باوجود کوئی ایسا جزئیہ نہیں مل سکا، جس میں محض وطی، یا کسی اور عمل کو حق تفریق کے سقوط کا سبب مانا گیا ہو۔

لكن للولي حق الاعتراض في غير الكفؤ أي للولي حق الفسخ، إذا تزوجت ما لم تلد من الزوج، أما إذا ولدت منه فليس للأولياء حق الفسخ كيلا يضيع الولد. (البحرالرائق: ۱۶۰/۳، کراچی)

وله أي للولي إذا كان عصبة الاعتراض في غير كفؤ فيفسخه القاضي (إلى قوله) ما لم يسكت حتى تلد منه لئلا يضيع الولد. (الدرالمختار مع الشامي: ۱۵۶/٤، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۶/۱/۱۴۳۱ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۶۹/۸، ۵۷۰)

بیوی کو بلا تحقیق خنثیٰ کہہ کر باپ کے گھر بٹھانا ظلم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو سن بلوغ پہنچ جانے پر حیض آتا رہتا ہے، پستان عورتوں کی طرح ہیں، اس کے علاوہ دایہ بھی اس کی عورت ہونے کا اعتراف کرتی ہے، اس عورت کی شادی ہوگئی اور تین ماہ تک شوہر کے پاس خلوت میں رہی، اب شوہر نے بیوی سے کہا کہ اپنے باپ کے گھر بیٹھ جا؛ کیوں کہ میرے پاس آپ کا رہنا گناہ ہے تو عورت نہیں ہے، خنثیٰ ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد عمر، متعلم حقانیہ، ۱۶/۱/۱۴۰۱ھ)

---

(۱) حنفیہ کے ہاں ایسی صورت میں نکاح فسخ نہیں کیا جاسکتا، البتہ متاخرین احناف نے ضرورت محسوس کرتے ہوئے کسی شافعی المسلک سے نکاح فسخ کرانے کی اجازت دی ہے۔ **وأصحابنا لما شاهد والضرورة في التفريق، استحسنوا أن ينصب القاضي نائب شافعي المذهب يفرق بينهما.** (شرح الوقاية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۱٤۲/۲، سعيد)

الجواب

اگر عقد نکاح ان علامات کے ظہور کے بعد ہوا ہو تو یہ عقد لازم ہے اور یہ عورت منکوحہ ہے،(۱) بغیر طلاق کے آزاد نہیں ہوسکتی اور یہ شوہر اس اقدام میں ظالم ہے۔

یدل علیٰ أصل المسئلة ما فی الهندیة (٤٦٣/٦): ولو ظهر له ثدی كثدی المرأة أو نزل له لبن فی ثدیه أو حاض... فهو امرأة.(۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۲۱/۴)

میاں کا بیوی کو اپنے گھر نہ بسانا:

سوال: ایک بچی حنا کی شادی ہوئی، شوہر کی والدہ صاحبہ کا شادی سے پہلے انتقال ہوگیا تھا، اس دوران ۲۰۰۴ء میں ایک بچہ (واعظ) پیدا ہوگیا اور ۲۰۰۷ء میں ایک بچی (خضریٰ) پیدا ہوئی۔ شوہر کی بڑی بہن فرح نے دانش کو بہکانا شروع کیا پہلے کھانا بند کیا، پھر علاج بند کیا، بچی خود کما کر انہی کے گھر خانہ داری چلاتی رہی، جب زیادہ بیمار ہوتی تو والدہ کے گھر چلی آتی، شوہر ایک دن بھی ڈاکٹر کے پاس نہیں لے کر گیا۔ شادی سے اب تک جب ظلم سہتے ہوئے بھاگ کر گھر آتی تو میں بحیثیت والد بچی کو پھر سسرال چھوڑ آتا، آخر میں انہوں نے کہا کہ میں نے شادی نہیں کی ہے، جس نے شادی کرائی ہے وہ جانے۔

آج ڈیڑھ سال سے والدین کے یہاں بیٹھی ہے، نہ حنا نے شوہر سے بات کی اور نہ آواز سنی اور نہ وہ یہاں آتا ہے۔ شوہر کہتا ہے کہ خلع لے لو میں طلاق اس لیے نہیں دوں گا کہ میرے پاس مہر دینے کے پیسے نہیں ہیں۔ مہر ۵۲،۰۰۰ روپے دینا نہیں چاہتا ہے اور صرف زبان کی حد تک کہتا ہے کہ وہ آجائے اور میرے یہاں رہے؛ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے، وہ نہیں چاہتا کہ بیوی ساتھ رہے۔

اب لڑکی کے والدین کیا کریں؟ کتنے عرصے لڑکی شوہر سے علاحدہ رہ سکتی ہے؟ طلاق وہ دینا نہیں چاہتا، کیا خلع خود بخود ہوجائے گا؟ دوسری شادی کب کرسکتی ہے؟ دونوں چھوٹے بچوں کا پوچھتا ہے اور نہ خرچ دیتا ہے اور نہ دینا چاہتا ہے کیا کیا جائے؟ دولہا کی بہن فرح کے مطابق کہ ان کے یہاں مرد کے پاس وقت نہیں ہے کہ فیصلہ کرے۔ کیا عدالت فیصلہ کرے گی، یا تھانہ؟ کیا خلع کے بعد عدت میں بیٹھنا ہے اور کتنا عرصہ؟ لڑکی کی عمر ابھی ۲۵/سال ہے۔ اب حنا ڈیڑھ سال بعد کسی لڑکی کی معرفت سے ملنا چاہتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

---

(۱) قال العلامة الافندی: لو زوجه ابوه او مولاه امرأة او رجلا لا یحكم بصحته حتیٰ یتبین حاله أنه رجل أو امرأة فإذا ظهر أنه خلاف مازوج به تبین أن العقد كان صحیحاً والاف باطل لعدم مصادفة المحل. (ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۲۸۱/۲، كتاب النكاح)

(۲) الفتاویٰ الهندیة: ٤٥٧/٦، الباب التاسع فی میراث الخنثیٰ

الجواب ـــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱) بیوی کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنا اور اس کے حقوق ادا نہ کرنا ناجائز اور حرام ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾(النساء:۱۹)

(ترجمہ: اوران عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو، اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شیءکو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔)(بیان القرآن تھانوی:۱۶۶/۱)

اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زور دیتے ہوئے بطور وصیت ارشاد فرمایا:

فاتقوا اللّٰه في النساء، فإنكم أخذتموهن بأمان الله، واستحللتم فروجهن بكلمات الله.(الصحيح لمسلم: ۳۹۷/۱)

(ترجمہ: عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو؛ کیوں کہ تم نے ان کو امان سے لیا اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کلمات سے اپنے لیے حلال کیا ہے۔)

اسی طرح بیوی پر شوہر کی مکمل اطاعت واجب ہے، جب تک وہ اس سے گناہ کے کام کا مطالبہ نہ کرے، اس کو شوہر کی نافرمانی سے بچنا چاہیے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: أريت النار فإذا أكثر أهلها النساء، يكفرن قيل: أيكفرن باللّٰه؟ قال: يكفرن العشير، ويكفرن الإحسان، لو أحسنت إلى إحداهن الدهر، ثم رأت منك شيئا، قالت: ما رأيت منك خيرا قط.(البخاري: ۹/۱)

(مجھے جہنم اور آگ دکھلائی گئی، پس اچانک میں نے دیکھا کہ جہنم کے اکثر باشندے عورتیں ہیں، یہ کفر کرتی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کیا یہ اللہ کا انکار کرتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان کی ناشکری کرتی ہیں، ساری عمر اگر تم ان میں سے کسی کے ساتھ احسان کرو، پھر وہ تم سے کوئی ناگوار چیز دیکھ لے تو کہتی ہے کہ میں نے تجھ سے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔)

لہٰذا میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے چاہئیں اور کسی کے باتوں میں نہیں آنا چاہیے۔

(۲) میاں بیوی دونوں خاندانوں کے بڑے اور سمجھ دار لوگوں کو چاہیے کہ وہ مل بیٹھ کر اس مسئلے کو اخلاص کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کریں اور دونوں کو سمجھا کر ان کے درمیان غلط فہمیاں دور کریں اور ان کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی نصیحت کریں، اگر پھر بھی دونوں میں نہ بن سکے تو بیوی کو کسی بھی طرح شوہر سے خلع، یا طلاق لینے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(۳)　خلع خود بخود نہیں ہوتا، اس کی صورت یہ ہے کہ بیوی شوہر سے کہے کہ مہر کے بدلے، یا کسی مال کے بدلے مجھ سے خلع کرلو اور شوہر قبول کرلے تو خلع (یعنی طلاق بائن) واقع ہوجاتی ہے۔ واضح رہے کہ خلع میں شوہر کی رضامندی ضروری ہے، اگر عدالت سے یکطرفہ خلع لیا گیا تو شرعاً یہ خلع معتبر نہیں۔

(۴)　خلع، یا طلاق کے بعد بیوی کو تین حیض عدت گزارنی ہوگی، اس کے بعد دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔

(۵)　دونوں بچوں کا نفقہ باپ پر واجب ہے، اگر وہ نہیں دیتا تو گنہگار ہوگا۔

لمافی القرآن الكريم (النساء: ٣٥): ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا﴾(الآية)

وفی التاتارخانية (٤/٢٣٣، كتاب النفقات) :وفی المنافع: ونفقة الصغير واجبة على أبيه وإن خالفه فی دينه.

وفی الشامية (٣/٤٤١):(قوله:للشقاق) أی لوجود الشقاق وهو الاختلاف والتخاصم وفی القهستانی عن شرح الطحاوی السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أن لهما ليصلحوا بينهما فإن لم يصطلحاجاز الطلاق والخلع،آه ط وهذا هو الحكم المذكور فی الآية وقد أوضح الكلام عليه فی الفتح آخر الباب. (نجم الفتاوی: ۵/۳۲۵، ۳۲۷)

ماں کے کہنے میں آکر بیوی پر ظلم کرنا اور بیوی کے لیے علاحدہ مکان بنانا:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے شوہر آصف نے بچپن سے اپنے گھر اپنی آمدنی خرچ کی، اپنی بہنوں بھائیوں کا پورا شادی کا خرچہ کیا، شوہر ایکسپورٹر ہیں، میری شادی کو چھ سال ہوگئے، ساس نندوں نے شوہر کو ہمیشہ میرے خلاف چڑھایا، شوہر نے مجھے ان کے کہنے میں آکر بہت مارا بھی، ساس نندوں نے میرا زیور اور اُن کے روپئے نکالے، میری اَمی پہ چوری لگائی، مجھے گھر سے نکلوانے کے لیے، میری تین سال کی ایک بچی بھی ہے، اب ظلم سہنے کی طاقت نہیں رہی، کیا میرا اَپنے شوہر کی کمائی پر اتنا حق ہے کہ شوہر مجھے الگ گھر میں رکھیں، یا نہیں؟ اپنی اَمی کو خوش کرنے کے لیے شوہر نے میرے اوپر ظلم کیئے، کیا یہ صحیح کیا، جواب تحریر فرمادیں؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

شوہر پر شرعاً واخلاقاً لازم ہے کہ بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، جائز حدود میں والدین کی اطاعت لازم ہے؛ لیکن ان کے کہنے میں آکر بیوی پر ظلم کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے، اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو آخرت میں اس سے سخت مؤاخذہ ہوگا۔ نیز شوہر پر ضروری ہے کہ وہ بیوی کے لیے علاحدہ کمرے میں رہائش کا نظم کرے اور گنجائش ہو تو الگ گھر کا انتظام کرے؛ تاکہ حقوق زوجیت مکمل طور پر ادا ہوسکیں اور مشترک مکان میں رہنے کی وجہ سے روز روز جو نا چاقیاں ہوتی ہیں، اُن سے بچا جاسکے۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: خیرکم خیرکم لأهله، و بأنا خیرکم لأهلی. (سنن ابن ماجة رقم: ۱۹۷۷، الترغیب والترهیب کامل: ٤٣٤، رقم: ٢٩٩٥، بیت الأفکار الدولیة)

عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: استوصوا بالنساء؛ فإن المرأة خلقت من ضلع، وإن أعوج ما فی الضلع أعلاه فإن ذهبت تقیمه کسرته، وإن ترکته لم یزل أعوج فاستوصوا بالنساء. (صحیح البخاری رقم: ۳۳۳۱، الصحیح لمسلم، رقم: ١٤٦٨، الترغیب والترهیب کامل: ٤٣٤، رقم: ٢٩٩٧، بیت الأفکار الدولیة)

عن أبی ذر رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی مایروی عن اللّٰه تبارک وتعالیٰ أنه قال: یاعبادی إنی حرمت الظلم علیٰ نفسی وجعلته بینکم محرمًا فلا تظالموا، إلخ. (مشکاة المصابیح، الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، ص: ٢٠٣)

لاطاعة لأحد من المخلوقین کائنًا من کان، ولو أبا أو أما أو زوجًا فی معصیة اللّٰه. (فیض القدیر: ٦٤٨٥/١٢، مکتبة البازمکة المکرمة، مرقاة المفاتیح، کتاب الإمارة والقضاء: ٢٤٦/٧، رشیدیة)

وفی البدائع: ولو أراد أن یسکنها مع ضرتها، أو مع أحمائها کأمه وأخته وبنته فأبت، فعلیه أن یسکنها فی منزل منفرد؛ لأن أباء ها دلیل للأذی والضرر، ولأنه محتاج إلی جماعها ومعاشرتها فی أی وقت یتفق لایمکن ذٰلک مع ثالث، حتی لو کان فی الدار بیوت وجعل بیتها غلقاً علی حدة قالوا: لیس لها أن تطالبه بأخر. (شامی: ٣٢١/٥، زکریا، کذا فی الهندیة: ٥٥٦/١، دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۷/۶/۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۳۷/۸، ۵۳۹)

ماں کے حکم پر بیوی کے حقوق ادا نہ کرنا:

سوال: اگر کوئی شخص ایک عورت سے شادی کرلے پھر اس کو طلاق نہ دی ہو اور اس کے اس عورت سے دو بچے بھی پیدا ہو جائیں اور اس نے اپنی بیوی کو اس کے والدین کے گھر بھیج دیا۔ اس عورت کو اپنے والدین کے گھر میں چھ سال ہو گئے۔ شوہر کا اپنی بیوی کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں ہے، نہ اس کو خرچہ دیتا ہے اور نہ اس سے بات چیت کرتا ہے اور طلاق بھی نہیں دیتا ہے۔

پھر اس مرد نے دوسری شادی کرلی۔ اس عورت سے بھی اس کے چار، یا پانچ بچے پیدا ہو گئے اور وہ عورت اس کے گھر میں رہتی ہے؛ لیکن وہ مرد اپنی بیوی سے بات چیت نہیں کرتا۔

پھر اس نے تیسری شادی کرلی۔ یہ تمام باتیں جو اس مرد نے کی ہیں یہ اپنی ماں کے کہنے کی وجہ سے کی ہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا اپنی والدہ کی اس معاملے میں بات ماننا صحیح ہے، یا نہیں؟ اور ایسی ماں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعت مطہرہ نے کسی کی حق تلفی کی قطعاً اجازت نہیں دی۔ چاہے وہ والدین سے متعلق ہو، یا زوجین سے اور جس طرح شوہر پر لازم ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ رکھے، اسی طرح شوہر پر یہ بھی لازم ہے کہ بیوی کے نان ونفقہ کا خیال رکھے اور اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان باریاں مقرر کرے، لہٰذا اعتدال کے ساتھ ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی یکساں طور پر واجب ہے۔ اگر کسی ایک کی حق تلفی میں دوسرے کو خوش کرنا پایا جائے تو یہ گناہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی ہے، چناں چہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق".

(خالق کی معصیت (والے امور) میں مخلوق کی اطاعت (جائز) نہیں۔)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کام جس سے خالق کی نافرمانی ہو اور مخلوق کی رضامندی ہو قطعاً حرام ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں بر تقدیرِ صحت واقعہ مذکورہ شخص پر واجب ہے کہ وہ والدہ کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اپنی بیویوں کے حقوق بھی مکمل طور پر ادا کرے، اگر بیویوں کے حقوق کی ادائیگی سے والدہ ناخوش ہوں، یا منع کریں تو ان کے حکم کو ماننا جائز نہیں۔ نیز والدہ کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے بیٹے کو بیویوں کی حق تلفی کرنے پر مجبور نہ کریں اور اپنے کئے ہوئے عمل پر اللہ تعالیٰ سے ندامت کے ساتھ توبہ کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بڑے غفور ورحیم ہیں۔

لمافی القرآن الكريم (النسآء:١٢٩): ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾

(العنكبوت:٨): ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾

(البقرة:٢٣٣): ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾

(الأحزاب:٣٦): ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا﴾

وفی جامع الترمذی(١/٢١٧): عن أبی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: إذا كان عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط. (نجم الفتاوی:۵/۳۳۰،۳۳۱)

شوہر کا ناجائز طریقوں سے بیوی کو تنگ کرنے کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! میرا نام حمیرا ہے اور میرے شوہر کا نام عارف ہے، شادی کے دن سے ہی عارف نے مجھے گالیاں دینا شروع کر دی تھیں، اس بات پر کہ تیرے باپ نے ۵۱؍ہزار لکھوائے ہیں، اس دن کے بعد سے انہوں نے مجھے مارنا پیٹنا شروع کر دیا، شادی کے چند ہی دن بعد مجھے پتا چلا کہ میرے شوہر اور ان کی بھابھی کے ناجائز تعلقات ہیں، ان کی

روٹین تھی کہ دونوں ساتھ کھانا کھاتے تھے، کہیں بھی جانا ہوتا ہے تو دونوں ایک ساتھ جاتے ہیں، گندی فلمیں دیکھتے ہیں، ایک دن یہ کمرے کا دروازہ بند کرنا بھول گئے تھے، بند تھا؛ لیکن کنڈی نہیں لگی تھی، اس دن میں نے انہیں بالکل ایک ساتھ جڑے کھڑے ہوئے دیکھا، عارف عائشہ بھابھی کو لپ اسٹک لگا رہے تھے، مجھے دیکھتے ہی الگ ہو گئے۔

جب یہ لوگ باہر جاتے ہیں تو اگر ۸/ بجے رات کو جاتے ہیں تو ۱۲، ۱/ بجے سے پہلے نہیں آتے، یہ ساری باتیں جب میں نے سسرال والوں کو بتائیں تو سب کہنے لگے کہ ہاں ہمیں بھی پتا ہے، ہم عارف کو سمجھائیں گے۔ پھر تھوڑے دن بعد میرے جیٹھ، جیٹھانی، ساس، سسر سب بدل گئے اور کہنے لگے کہ تو ہمارے بھائی پر الزام لگا رہی ہے، جب میں ان کی باتوں کی وجہ سے میکے بیٹھ گئی تو میرے جیٹھ نے اپنی ذمہ داری پر مجھے بلوالیا؛ لیکن میرے جانے کے بعد آٹھ دن تک عارف نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی؛ البتہ اس دوران انہوں نے میرے دو الٹرا ساؤنڈ اور ایک پیشاب ٹیسٹ کروائے، پہلے ایک الٹرا ساؤنڈ کروایا، پھر بھی انہیں تسلی نہ ہوئی، پھر دوسرا کروایا، پھر یورین ٹیسٹ (پیشاب کا ٹیسٹ) کروایا۔ پھر کہنے لگے کہ کلام پاک پہ ہاتھ رکھ کر قسم کھا کہ تو نے (کسی کا) کچھ گروایا تو نہیں ہے۔

میں یہ بات نہیں سمجھی تھی کہ یہ اپنے بارے میں نہیں کسی اور کا نام لے رہے ہیں، میں نے قسم کھالی؛ لیکن پھر بھی انہیں یقین نہیں آیا، جب ۱۵/ دن بعد انہوں نے مجھ سے (بات) کی تو اس دن پتہ چلا کہ کوئی خوشی ہے۔ عارف شروع سے ہی بچے کے لیے منع کرتے تھے، جب گھر والوں کو پتہ چلا تو سب خوش ہو گئے؛ لیکن عائشہ بھابھی (جس سے ان کے تعلقات ہیں اور ان کے بڑے بھائی کی بیوی ہے) کہنے لگی کہ ابھی ۲۰، ۲۲ دن تو ہوئے ہیں آئے ہوئے، اتنی جلدی پتہ چل گیا کہ کچھ ہے، پہلے جب تم رہتی تھی، تب تو کوئی ایسی بات نہیں تھی، میں خاموشی سے سنتی رہی، پھر تھوڑی دیر بعد میں ان کے کمرے میں گئی اور کہا کہ بھابھی آپ نے خود ہی کہا تھا، جب میں شادی کر کے آئی تھی دو مہینے بعد کہ کہیں عارف میں تو کوئی کمی نہیں، حمیرا اُس سے کہو کہ اپنا علاج کروائے۔ جب میں نے انہیں بتایا تو وہ اسی دن سے علاج کروا رہے تھے۔ پھر میں میکے رک گئی تھی۔ اب آئی ہوں تو اللہ کا احسان ہے؛ لیکن پھر بھی ان لوگوں نے مجھ پر الزام لگایا۔

جب دو مہینے بعد میرا الٹرا ساؤنڈ کروایا تو اس میں ایک مہینے اور چار دن کا (کچھ) آیا؛ لیکن میرے شوہر اور گھر والوں نے ڈاکٹر کے پاس جا کر صفائی کروادی، میں نے ان لوگوں کو بہت منع کیا، بچہ جب ۱۷، ۱۸ دن کا تھا تو میری جیٹھانی کہنے لگی کہ تم انڈے اور مچھلی کھالو، مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ میرے بچے کو مروا رہی ہے اور اس عمل سے بچہ مر جائے گا۔ یہ بات مجھے اب پتا چلی، جب میں میکے آ کے بیٹھ گئی ہوں۔ (مجھے آئے ہوئے ۱۰/ مہینے ہو گئے ہیں) خیر میں نے انڈے کھائے تھوڑے دن بعد انہوں نے صفائی کروادی۔

اب جو بات میں آپ سے کہنے جا رہی ہوں، یہ بات کہتے ہوئے ہر عورت شرمسار ہوتی ہے۔ پتا نہیں ایسی بات کہنے سے قبل مجھے موت کیوں نہ آئی ''میرے شوہر نے میرے ساتھ زبردستی کی، مجھے بہت زیادہ مارا اور میرے ساتھ

غیر قانونی سلوک کیا (یعنی میرے منہ میں اپنی گند ڈالی)'' آپ سمجھ گئے ہوں گے، اگر عورت بدکردار ہو تو اسے سنگسار کرنے کا حکم ہے؛ لیکن اگر آدمی ایسی گندی حرکات کرے تو اسلام میں اس بات کی کیا سزا ہے؟ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں کہ میرے شوہر نے مجھے بہت مارا پیٹا ہے، میں نے اسے اللہ اور رسول کا بہت واسطہ دیا؛ لیکن یہ نہیں مانے، کیا مجھے ایسے آدمی کے ساتھ رہنا چاہیے، جو میرا ایمان خراب کرتا ہے؟ میں ان سے چھٹکارا چاہتی ہوں۔ خدا کے لیے اس مسئلے پر غور کریں۔

میرے والدین بوڑھے ہیں، اتنے وسائل نہیں ہیں کہ ہم عدالت میں جائیں؛ اس لیے میں خدا کے دربار میں فیصلہ کروانا چاہتی ہوں۔ مجھے ایسی باتیں لکھنے کا طریقہ نہیں آتا۔ اگر لکھنے میں کوئی غلطی ہوگئی ہو تو میں معذرت چاہتی ہوں؛ لیکن اس میں لکھی ہوئی ہر بات سچی ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

برتقدیر صحت واقعہ صورت مسئولہ میں آپ کے شوہر کے بھابھی کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں، جو بالکل حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿**ولا تقربوا الزنا**﴾(بنی اسرائیل: ۳۲) (زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔)

باتفاق مفسرین جس طرح زنا حرام ہے، اسی طرح اس کے اسباب (ناجائز تعلقات) حرام ہیں؛ چوں کہ عموماً گھروں کے اندر دیور اور بھابھی کو ایک گھر میں ساتھ رہنا پڑتا ہے؛ اس لیے شریعت میں دیور سے پردے پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الحمو الموت.(البخاری: ۷۸۷/۲) (دیور موت ہے۔)

اسی طرح قرآن مجید میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ''رحمٰن کے بندوں'' کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿**وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا**﴾(الفرقان: ٦٨-٦٩)

''(رحمٰن کے بندے) زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسا کام کرے گا تو سزا سے اُسے سابقہ پڑے گا، کہ قیامت کے روز اُس کا عذاب بڑھتا چلا جاوے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل ہو کر رہے گا۔'' (بیان القرآن: ۲۰/۲۷)

لہٰذا آپ کے شوہر کو ان تمام کئے ہوئے افعال سے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا چاہیے۔

(۲)　بیوی کو بلا وجہ مارنا اور اس کے حقوق ادا نہ کرنا ناجائز اور حرام ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿**وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا**﴾(النساء: ۱۹)

''اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزارا کیا کرو اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شئے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے''۔ (بیان القرآن: ۱/۱۶۶۹)

اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زور دیتے ہوئے بطور وصیت ارشاد فرمایا:

فاتقوا اللّٰه فی النساء فإنكم اخذ تموهن بامان واستحللتم فروجهن بكلمات اللّٰه. (مسلم، ۱/۲۹۷)

(ترجمہ: اور عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے ان کو امان سے لیا اور تم نے ان کی شرم گاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کلمات سے اپنے لیے حلال کیا ہے۔)

(۳)　بلا عذر اسقاط حمل شرعاً ناجائز اور قتل نفس کے مترادف ہے۔ آپ کے شوہر اور گھر کے جتنے افراد بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ کے حمل کو ساقط کرانے کے مرتکب ہوئے ہیں، انہوں نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے، انہیں اس ظالمانہ فعل پر اللہ تعالیٰ کے حضور معافی مانگنی چاہیے۔

(۴)　آپ کے شوہر کا سوال میں مذکورہ (غیر شرعی اور ناجائز) طریقے سے خواہشات کی تکمیل ناجائز اور حرام ہے، یہ اہل مغرب اور بے دین لوگوں کا فعل ہے، اس پر بھی انہیں توبہ واستغفار کرنی چاہیے اور آئندہ پاک زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔

(۵)　میاں بیوی دونوں خاندانوں کے بڑے اور سمجھدار لوگوں کو چاہیے کہ وہ مل بیٹھ کر اس مسئلے کو اخلاص کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کریں اور میاں بیوی دونوں کو سمجھا کر ان کے درمیان غلط فہمیاں دور کریں اور ان کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی نصیحت کریں، اگر پھر بھی آپ دونوں کے درمیان نہ بن سکے تو آپ کسی بھی طرح شوہر سے خلع، یا طلاق لینے کی کوشش کریں۔

لما فی الدر المختار: (۳/۴۴۱): (ولا بأس به عند الحاجة) للشقاق بعدم الوفاق (بما يصلح للمهر) بغير عكس كلي.

وفي الرد تحته: (قوله: للشقاق) أى لوجود الشقاق وهو الاختلاف والتخاصم وفى القهستانى عن شرح الطحاوى السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلهما ليصلحوا بينهما فإن لم يصطلحا جاز الطلاق والخلع، آه ط وهذا هو الحكم المذكور فى الآية وقد أوضح الكلام عليه فى الفتح آخر الباب.

وفى الفقه الإسلامى وأدلته (۲۶۴۱/۴، الحظر والاباحة): وربما كان أسوأ من الدبر: وضع الذكر فى فم المرأة ونحوه، مما جائنا من شذوذ الغربيين، فيكون ذلك حراماً لثبوت ضرره وقبحه شرعاً وذوقاً. (نجم الفتاوی: ۵/۳۴۲، ۳۴۵)

اولاد کا نفقہ والد پر کب واجب ہوتا ہے:

سوال:　مفتی صاحب! اولاد جب بالغ ہو جائے تو اس کا نفقہ اور اس کی شادی کے مصارف والد کے ذمہ ہیں، یا

نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اولاد کا نفقہ والد کے اوپر واجب ہونے کے لیے فقہائے کرام نے چند شرائط ذکر کئے ہیں، جہاں یہ شرائط موجود ہوں، ان کا نفقہ والد کے ذمہ ہوگا اور جہاں یہ شرائط موجود نہ ہوں، ان کا نفقہ والد کے اوپر لازم نہیں ہوگا۔

(۱) طفولیہ (نابالغ ہونا) اس سے بالغ اولاد خارج ہوگئی؛ لیکن اگر بالغ اولاد میں سے کوئی مجنون، یا بیمار [مثلاً نابینا ہونا] یا علم دین وغیرہ کا طالب ہو تو ان صورتوں کے اندر بالغ ہونے کے باوجود ان کا نفقہ والد کے ذمے لازم ہوگا۔

(۲) فقر۔ اس سے مالدار اولاد خارج ہوگئی؛ کیوں کہ اس صورت میں ان کے مال میں سے ان کے اوپر خرچ ہوگا۔

(۳) عجز عن الکسب۔ اس سے وہ اولاد خارج ہوگئی، جو کسب پر قادر ہو۔

اس طرح لڑکیوں کے اندر اگر بلوغ بھی پایا جائے، تب بھی ان کی شادی ہونے تک ان کا نفقہ والد کے ذمے ہوگا۔

دوسرا جزء: شادی کے مصارف، جس اولاد کا نفقہ والد کے ذمے لازم ہو، ان کی شادی کے مصارف بھی والد کے ذمے ہوں گے۔

لما فی الهندية (١/٥٦٣): طلبة العلم إذا كانوا عاجزين عن الكسب لا يهتدون إليه لا تسقط نفقتهم عن آبائهم إذا كانوا مشتغلين بالعلوم الشرعية لا بالخلافيات الركيكة وهذيان الفلاسفة ولهم رشد وإلا لا تجب كذا فی الوجيز للكردری ونفقة الإناث واجبة مطلقا على الآباء ما لم يتزوجن إذا لم يكن لهن مال كذا فی الخلاصة ولا يجب على الأب نفقة الذكور الكبار إلا أن الولد يكون عاجزا عن الكسب لزمانة أو مرض ومن يقدر على العمل لكن لا يحسن العمل فهو بمنزلة العاجز كذا فی فتاوی قاضی خان. (نجم الفتاوی: ۵/۲۹۸، ۲۹۹)

لڑکی کی شادی کے اخراجات کس کے ذمہ ہے:

سوال: بیٹی کی شادی میں جو خرچ ہوتا ہے، وہ باپ کے ذمہ ہے، یا بیٹی کے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جو خرچ ضروری کپڑے وزیور وغیرہ کا ہے، وہ باپ اپنی طاقت کے موافق کرے اور فضولیات اور خلاف شرع کاموں میں کچھ خرچ نہ کرے۔

"فإذا بلغ فليزوج فی رواية من بلغت إبنته إثنتی عشرة سنة ولم يزوجها فأصابت إثما ثم ذلک عليه. (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۷/۵۰۳-۵۰۴)

---

(۱) مشكاة، باب الولی، ص: ٢٧١، ظفير

شادی سے پہلے لڑکی کا نفقہ باپ پر واجب ہے:

سوال: مفتی صاحب! بڑی یعنی بالغہ غیر شادی شدہ لڑکی کا نفقہ کس پر ہے؟ وضاحت کریں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بالغہ غیر شادی شدہ لڑکی اگر غریب ہو (اور اس کی اپنی ملکیت میں خرچے کے لیے پیسے نہ ہوں) تو اس کا نفقہ باپ پر واجب ہے۔ اگر باپ نہ ہو تو جو قریبی وارث (یعنی قریبی رشتہ دار) ہو تو اس پر نفقہ واجب ہے۔

لمافی خلاصة الفتاویٰ (٦٣/٢): نفقة البنت البالغة المعسرة على الأب كالصغيرة.

لما في الدرالمختار (٦١٤/٣): (وكذا) تجب (لولده الكبير العاجز عن الكسب) كأنثى مطلقا.

وفي الرد تحته: (قوله: كأنثى مطلقا) أي ولو لم يكن بها زمانة تمنعها عن الكسب فمجرد الأنوثة عجز إلا إذا كان لها زوج فنفقتها عليه ما دامت زوجة وهل إن نشزت عن طاعته تجب لها النفقة على أبيها محل تردد فتأمل وتقدم أنه ليس للأب أن يؤجرها في عمل أو خدمة وأنه لو كان لها كسب لا تجب عليه... لو قدر على اكتساب ما لا يكفيه فعلى أبيه تكميل الكفاية. (نجم الفتاوی: ۳۰۵/۵، ۳۰۶)

بچے کی پیدائش کا خرچ کس پر ہے:

سوال: مفتی صاحب! میں نے چار ماہ قبل اپنی بیوی کو طلاق دی تھی، اس وقت وہ حاملہ تھی، اب بچے کی پیدائش کا وقت قریب ہے تو میرے سسرال والے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ بچے کی پیدائش (ڈلیوری) کا خرچہ دو، میں پہلے سے دو بچوں کا خرچہ دے رہا ہوں، اب یہ تیسرا جو بچہ پیدا ہوگا، کیا اس کی پیدائش کا خرچہ مجھے دینا ہوگا اور بچہ کی پیدائش کے بعد کب سے اس کا خرچہ دینا میرے ذمہ لازم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

واضح رہے کہ نابالغ اولاد کا خرچہ پیدائش کے وقت سے بالغ ہونے تک باپ ہی کے ذمہ لازم ہوتا ہے اور لڑکی کا خرچہ اس کی شادی ہو جانے تک باپ کے ذمے لازم ہوتا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں بچہ کی پیدائش کے تمام اخراجات آپ کے ذمہ دینا واجب ہیں اور پیدائش کے وقت ہی سے بقیہ اولاد کی طرح اس بچے کا خرچہ بھی آپ کے ذمہ لازم ہوگا۔

لمافي القرآن الكريم (البقرة: ٢٣٣) ﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾

وفي الشامية (٦١٢/٣، مطلب الصغير والمكتسب نفقة في كسبه لا على أبيه): (قوله بأنواعها) من الطعام والكسوة والسكنى... (قوله لطفله) هو الولد حين يسقط من بطن أمه إلى أن يحتلم، ويقال جارية، طفل، وطفلة، كذا في المغرب.

وفیه أیضاً (۶۱۴/۳): (قوله: لا یشارکه) جملة استئنافیة أو حالیة من الضمیر المضاف إلیه فی تجب لطفله الفقیر، الخ، تأمل. (نجم الفتاویٰ: ۲۸۳/۵)

بیوی کا نوکرانی کا مطالبہ کرنا:

سوال: مفتی صاحب! میری شادی ۴ ماہ قبل ایک عالمہ لڑکی سے ہوئی تھی، وہ گھر کے کام کرنے سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کوئی نوکرانی مقرر کرلو۔ اب اگر میں کام کے لیے نوکرانی رکھ لوں تو پھر بھی میرے اوپر بیوی کا نفقہ وغیرہ شرعاً واجب ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عورت کے لیے شوہر پر نفقہ کا وجوب عورت کے شوہر کے لیے محبوس ہونے کی وجہ سے ہے اور جب تک عورت کی طرف سے نشوز اور نافرمانی نہ پائی جائے، شوہر پر نفقہ واجب ہوگا، لہٰذا عورت کا گھر کے کام کاج کرنے سے انکار کرنا اور نوکرانی کا مطالبہ کرنا نشوز اور نافرمانی میں داخل نہیں کہ جس کی وجہ سے نفقہ ساقط ہوجائے؛ بلکہ اگر شوہر مالدار ہے تو اس پر نوکرانی رکھنا لازم ہے۔ واضح رہے کہ اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے صرف حقوق واجبہ کو ادا کرتے رہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ احسان کا برتاؤ نہ کریں تو ان کا آپس میں خوشگوار زندگی گزارنا تقریباً ناممکن ہے، لہٰذا عورت پر دیانۃً واجب ہے کہ وہ گھر کے کام کاج اور شوہر کی خدمت کرے اور اگر بغیر کسی عذر کے وہ گھر کے کام کاج نہیں کرتی تو عنداللہ ماخوذ ہوگی۔

لما فی القرآن الکریم: ﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ﴾

وفیه أیضاً: ﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾

وفی الدرالمختار (۵۷۹/۳): (امتنعت المرأة) من الطحن والخبز (إن کانت ممن لا تخدم) أو کان بها علة (فعلیه أن یأتیها بطعام مهیا وإلا) بأن کانت ممن تخدم نفسها وتقدر علی ذلک (لا) یجب علیه ولا یجوز لها أخذ الاجرة علی ذلک لوجوبه علیها دیانة ولو شریفة لأنه علیه الصلاة والسلام قسم الأعمال بین علی وفاطمة فجعل أعمال الخارج علی علی رضی الله تعالی عنه والداخل علی فاطمة رضی الله تعالی عنها مع أنها سیدة نساء العالمین.

وفی الشامیة: (۵۷۹/۳): (قوله: فعلیه أن یأتیها بطعام مهیأ) أو یأتیها بمن یکفیها عمل الطبخ والخبز، هندیة (قوله: لا یجب علیه) وفی بعض المواضع تجبر علی ذلک قال السرخسی لا تجبر ولکن إذا لم تطبخ لا یعطیها الإدام وهو الصحیح کذا فی الفتح... (قوله: لوجوبه علیها دیانة) فتفتی به لکنها لا تجبر علیه إن أبت، بدائع.

وفیه أیضاً (۵۸۸/۳، مطلب فی نفقة خادم المرأة): (قوله: وتجب لخادمها المملوک لها) لأن کفایتها واجبة علیه وهذا من تمامها إذ لا بد لها منه. (نجم الفتاویٰ: ۲۸۳/۵، ۲۸۴)

شوہر کا بیوی بچوں کو طعنے دینا:

سوال: ایک شخص شادی سے قبل بے روزگار تھا۔ شادی کے ۵/ماہ بعد نوکری لگی۔ آج اللہ کا شکر ہے ۴/بچے ہیں اور اللہ کا دیا سب کچھ ہے؛ لیکن اس شخص میں ایک عادت انتہائی عجیب ہے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے بیوی، بچوں کو طعنے دیتا ہے۔ بچوں کو کاروبار کے لیے پیسے دیئے تھے اور بیوی کو اس کی ضروریات کے لیے پیسہ دیتا ہے، گھر میں کوئی کمی بھی نہیں؛ لیکن اٹھتے بیٹھتے اس شخص کا معمول ہے، ذرا سی بات پر طعنے دے گا کہ تم لوگوں پر میرا احسان ہے، میں نہ ہوتا تو بھیک مانگ رہے ہوتے، آج جو بدن پر کپڑا ہے، میرا کمایا ہے، چاہوں تو بھیک منگوا دوں۔ بچوں کو یہ بھی کہتا ہے: تمہارے پاس جو کچھ ہے، میرا دیا ہے، جتنے بڑے بن جاؤ، میرے پیسے سے بنو گے۔ کیا اس شخص کا یہ رویہ درست ہے؟ اور کیا شرعاً یہ اس شخص کی ذمہ داری نہیں کہ بیوی بچوں کو پیسے دے؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بیوی بچوں پر احسان جتلانا اور بات بات پر انہیں طعنے دینا درست نہیں، یہ شرعاً نیکی کرکے اسے تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ شرعاً شوہر کے ذمے بیوی کا نان نفقہ اور رہائش کا بندوبست کرنا واجب ہے۔ بیوی پر اس کا یہ خرچ احسان ہی نہیں تو اس پر طعنے دینا، یا احسان جتلانا ایک لغو اور فضول حرکت ہے، البتہ بچوں کو بالغ ہونے کے بعد کاروبار وغیرہ کے لیے پیسہ دینا شرعاً باپ پر واجب نہیں، یہ اس کی طرف سے تبرع اور احسان ہے؛ لیکن شرعاً احسان کرکے (وہ بھی اپنے خون اور اولاد پر) اسے جتلانا درست نہیں؛ بلکہ الٹا گناہ کا سبب ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اولاتو بیوی پر شوہر کا احسان جتلانا بالکل لغو اور بے ہودہ حرکت ہے؛ کیوں کہ بیوی کو نفقہ دینا شرعاً اس پر واجب ہے، نہ دینے پر عنداللہ اس کی پکڑ ہوگی، البتہ بچوں کو کاروبار کے لیے دیا پیسہ اس کا احسان ہے؛ لیکن اس پر اولاد پر احسان جتلانا، طعنے دینا درست نہیں، کیا معلوم اس کو تنگدستی کے بعد شادی اور ان اولاد کی برکت سے ہی فراوانی عطا کی گئی ہو اور اس کے ان کلمات سے ناراض ہوکر اللہ اس پر تنگدستی کو مسلط فرمادیں۔ نیز مستقبل میں ان بچوں کا کمایا ہوا بڑھاپے کے وقت اس کے بھی کام آئے گا اور یہی اولاد اس کا سرمایہ ہوں گے، البتہ بیوی بچوں کو بھی چاہیے کہ اس شخص کا مزاج سمجھیں اور ان کی ہلکی پھلکی باتوں کو خندہ پیشانی سے تسلیم کرلیں، اس پر اللہ بھی انہیں اجر دے گا اور گھر کا سکون بھی بحال رہے گا؛ کیوں کہ بہر حال یہ ان کا حق ہے کہ انہیں گھر کا بڑا اور سرپرست تسلیم کیا جائے اور اگر مزاج کی ترشی کے باعث وہ کچھ غلط الفاظ کہہ دیتے ہیں تو ان سے تسامح کردیا جائے، یہی دنیا وآخرت میں سکون اور فرحت کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں انہیں جواب دینا، یا اسے اپنے ساتھ ظلم شمار کرنا، مسئلے کو اور زیادہ پیچیدہ بنادے گا جو کہ گھر والوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی مفید نہ ہوگا۔

لمافي البخاري (۴۰۵/۲): عن مصعب بن سعد، قال: رأى سعد رضي الله عنه، أن له فضلا على من دونه، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: هل تنصرون وترزقون إلا بضعفائكم.

وفی الهندية (۱/۵٦۰، الفصل الرابع فی نفقة الأولاد) : نفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد كذا فی الجوهرة النيرة.

(۱/۵٦۳): ونفقة الإناث واجبة مطلقا على الآباء ما لم يتزوجن إذا لم يكن لهن مال كذا فی الخلاصة ولا يجب على الأب نفقة الذكور الكبار إلا أن الولد يكون عاجزا عن الكسب لزمانة أومرض ومن يقدر على العمل ولكن لا يحسن العمل فهو بمنزلة العاجز كذا فی فتاوی قاضی خان. (نجم الفتاوی: ۵/۲۹٦، ۲۹۷)

دو بچوں کی پیدائش کے درمیان شرعاً کتنا وقفہ ہونا چاہیے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں محمد ارشد ولد محمد الطاف پہلی حویلی چوک کا مٹی تقریباً سات مہینہ قبل الیکشن میں وارڈ نمبر ۱۷/ سے کامیاب ہو چکا، میری اس کامیابی پر جناب محمد شکیل ولد محمد ظہیر مرحوم اوران کے بھتیجے جناب محمد شارق ولد محمد شبیر صاحب نے دنیاوی عدالت میں میرے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا، جس کا مختصر مضمون یہ ہے کہ الیکشن لڑنے کے لیے دنیا کے سرکاری محکمہ کے مطابق جس کسی کے بھی دو بچے ہوں اوران دو بچوں کے علاوہ تیسرا بچہ ۲۰۰۱ء کے بعد پیدا ہوتا ہے تو وہ الیکشن نہیں لڑسکتا۔ جناب مفتی صاحب شرعی قانون کے اندر بچوں کی زائد پیدائش پر روک تھام ہے، کیا ان کی پیدائش پر اوران کی تعداد پر قید ہے؟ اور کیا ایک بچے کی پیدائش سے دوسرے بچے پیدائش اور دوسرے بچے سے تیسرے بچے کی پیدائش تک کوئی سال کوئی وقفہ کی قید، بندش رکاوٹ ہے، یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ———————— وبالله التوفيق

شرعی طور پر دو بچوں کے درمیان وقفہ کے متعلق کوئی تحدید ثابت نہیں ہے اور اگر اس بارے میں قانوناً کوئی تحدید کی جاتی ہے تو شرعاً اس کی تعمیل لازم نہیں، اور ایسی تحدید کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، شریعت کی نظر میں اولاد کی کثرت پسندیدہ ہے، اور بلا معقول شرعی عذر کے اولاد کی پیدائش پر پابندی نہیں لگانی چاہیے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ: ۱۸/۲۹۴)

عن معقل بن يسار رضی الله عنه قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ... ثم أتاه الثالثة، فقال له: تزوجو الودود الولود فإنی مكاثر بكم الأمم. (سنن أبی داؤد: ۱/۲۸۰، رقم: ۲۰۵۰، سنن النسائی: ٦/٦۵، الترغيب والترهيب كامل: ٤۳۳، رقم: ۲۹۹۰، بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۸/۱۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ (کتاب النوازل: ۸/۵٦٦، ۵٦۷)

ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعے استقرارِ حمل کا حکم:

سوال: زید شادی شدہ ہے، کافی عرصہ ہوا؛ لیکن اولاد کی نعمت سے محروم ہے۔ کافی علاج کے بعد ڈاکٹروں نے

بتایا ہے کہ ایک مصنوعی طریقہ اختیار کر کے کسی آلے کے ذریعے زید کی منی اس کی بیوی کی بچہ دانی (رحم) میں منتقل کی جاسکتی ہے اور اس سے بچہ پیدا ہونے کی کافی امید ہے؛ لیکن وہ متذبذب ہے کہ کیا شرعاً یہ عمل کرنا جائز ہے؟ از راہِ کرم جلد از جلد مسئلہ کا جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں ذکر کردہ طریقہ ٹیسٹ ٹیوب کا طریقہ کار کہلاتا ہے، اگر میاں بیوی کو فطری طریقے سے اولاد نہ ہو رہی ہو اور یہ طریقہ اختیار کر کے اولاد ہونے کا احتمال ہو تو چند باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے:

(۱) نطفہ شوہر کا ہو، اس صورت میں بچہ بھی شوہر کا ہوگا؛ یعنی شوہر کے نطفے کو بیوی کے رحم میں ڈال دیا جائے، یا شوہر اور بیوی کے نطفوں کو نکال کر علاحدہ رکھ کر پھر بیوی کے رحم میں ڈال دیا جائے بوقتِ ضرورت عذر کی بنا پر ایسا کرنا جائز ہے اور اس سے پیدا شدہ اولاد ثابت النسب ہوگی۔

اگر نطفہ شوہر کا نہیں؛ بلکہ کسی اور مرد کا ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ کہ اس غیر مرد کی رضامندی سے حاصل کیا گیا ہو، ایسا کرنا قطعاً حرام اور زنا کے حکم میں ہے، چوں کہ یہ نطفہ حرام کا ہے اور اس کی کوئی حرمت نہیں، لہٰذا اس سے پیدا شدہ بچہ کا نسب اس غیر مرد سے ثابت نہ ہوگا، البتہ شوہر سے اس بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا، الا یہ کہ شوہر اس بچے کی اپنے سے نفی کردے اور گواہوں سے ثابت کردے کہ عورت نے مصنوعی طریقے سے غیر کا نطفہ اپنے رحم میں داخل کروایا ہے، یا عورت خود اس عمل کا اقرار کرلے تو پھر یہ بچہ غیر ثابت النسب ہو جائے گا۔ اس بچے کی نسبت اپنی ماں کی طرف ہوگی۔

نطفہ غیر شوہر کا ہونے کی صورت میں دوسری صورت یہ ہے کہ وہ نطفہ غیر شوہر سے دھوکہ میں رکھ کر حاصل کیا گیا ہو، اس صورت میں بچہ کا نسب اس غیر مرد سے ثابت ہوگا، مثلاً غیر شوہر کو علاج یا اس کی اپنی بیوی کے رحم میں داخل کرنے کا کہہ کر نطفہ حاصل کیا گیا ہو اور کسی اور کی بیوی کے رحم میں داخل کر دیا گیا ہو۔ یہ عمل وطی بالشبہ کی طرح ہوگا۔ عورت پر شوہر سے ہمبستری سے قبل عدت گزارنا ضروری ہوگی، البتہ ڈاکٹر، یا شوہر وغیرہ میں سے جو بھی قصداً اس عمل کا مرتکب ہوا ہے، وہ ایک کبیرہ گناہ اور حرام فعل کا مرتکب ہوا ہے، اسے اس پر سخت توبہ واستغفار کرنی چاہیے۔

الغرض درست صورت فقط یہ ہے کہ شوہر کے نطفے کو بیوی کے رحم میں ڈال دیا جائے، یا دونوں کے مادہ منویہ کو الگ سے اکٹھا کر کے بیوی کے رحم میں رکھ دیا جائے، اس کے علاوہ تمام صورتیں شکوک وشبہات والی ہیں، جن پر عمل جائز نہیں۔

(۲) دوسری بات یہ ملحوظ رہے کہ میاں، بیوی کے نطفوں کو مختلط کر کے بیوی کے رحم میں رکھنا ضروری ہے، بیوی کے رحم کے علاوہ کسی اور رحم میں ان کا رکھنا جائز نہیں، چاہے وہ دوسری بیوی کا رحم ہی کیوں نہ ہو، یہ فعل قطعاً حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، جس کی کسی صورت میں کوئی گنجائش نہیں۔

(۳)　ظاہر ہے اس عمل کے لیے میاں بیوی کو اپنی شرمگاہ برہنہ کرنا پڑے گی تو اس کے لیے ایک صورت تو یہ ہے کہ میاں بیوی خود ہی اس فعل کو انجام دیں اور اگر ڈاکٹر کی خدمات لینا ضروری ہوں تو مرد سے متعلق امور کا مرد ڈاکٹر اور عورت سے متعلق امور کا عورت ڈاکٹر کے لیے انجام دینا ضروری ہے۔ کسی نامحرم کے سامنے اپنی شرمگاہ کا کھولنا اس عمل کے لیے قطعاً جائز نہیں۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر ان تینوں امور کا لحاظ رکھا جائے؛ یعنی مادہ منویہ شوہر کا ہو، اسے بیوی کے رحم میں رکھا جائے اور مرد اور عورت سے متعلق امور ہم جنس ڈاکٹر انجام دیں تو پھر عذر کی بنا پر اس فعل کے کرانے کی گنجائش ہے۔ کسی بھی ایک شرط کے مفقود ہونے کی صورت میں یہ حلت حرمت میں تبدیل ہو جائے گی۔

لمافی الشامية(۵۲۸/۳): (قوله:أدخلت منيه) أى منى زوجها من غير خلوة ولا دخول أما لو أدخلت منى غيره فقد قدمناه فى الموطوئة بشبهة (قوله:فى البحر بحثا نعم) حيث قال ولم أر حكم ما إذا وطء ها فى دبرها أو أدخلت منيه فى فرجها ثم طلقها من غير إيلاج فى قبلها و فى تحرير الشافعية وجوبهافيهماولا بد أن يحكم على أهل المذهب به فى الثانى لأن إدخال المنى يحتاج إلى تعرف برائة الرحم أكثرمن مجرد الإيلاج اه يعنى وأما فى الأول فلا لأن الوطء فى الدبر إن كان فى الخلوة فالعدة تجب بالخلوة وإن كان بغير خلوة فلا حاجة إلى تعرف البرائة لأنه سفح الماء فى غير محل الحرث فلا يكون مظنة العلوق.

وفيه أيضاً(۵۰۴/۳): أما الفاسد فلا تجب فيه العدة إلا بالوطء كما مر فى باب المهر ويأتى قلت ومما جرى مجراه ما لو استدخلت منيه فى فرجها كما بحثه فى البحر وسيأتى فى الفروع آخر الباب.

وفيه أيضا (۳۷۱/۶): إذا كان المرض فى سائر بدنها غير الفرج يجوز النظر إليه عند الدواء لأنه موضع ضرورة وإن كان فى موضع الفرج فينبغى أن يعلم امرأة تداويها فإن لم توجد وخافوا عليها أن تهلك أو يصيبها وجع لا تحتمله يستر منها كل شيء إلا موضع العلة ثم يداويها الرجل ويغض بصره مااستطاع إلاعن موضع الجرح اه فتأمل والظاهرأن ينبغى هنا للوجوب.

وفى المفصل (۳۹۰/۹): طرق التلقيح الصناعى لإيجاد الأولاد: أولا: يجرى تلقيح بين نطفة مأخوذة من زوج وبيضة مأخوذة من امرأة ليست زوجته ثم تزرع اللقيحة فى رحم زوجته، ثانيا:أن يجرى التلقيح بين نطفةرجل غيرالزوج وبيضة الزوجة ثم تزرع تلك فى رحم الزوجة، ثالثا: أن يجرى تلقيح خارجى بين منى من الزوج وبيضة مأخوذة من الزوجة ثم تزرع اللقيحة فى رحم امرأة متطوعة بحملها،رابعا:أن يجرى تلقيح خارجى بين نطفة من رجل أجنبى وبيضة من زوجة وتزرع اللقيحة فى رحم الزوجة،خامسا: أن يجرى تلقيح خارجى بين نطفة الزوج وبيضة عن الزوجة ثم تزرع اللقيحة فى رحم الزوجة الأخرى لهذا الزوج لأن له

زوجتين، سادسا: أن تؤخذ نطفة من الزوج وبيضة من الزوجة ويتم التلقيح خارجيا ثم تزرع اللقيحة في رحم الزوجة، سابعا: أن تؤخذ نطفة من الزوج وتحقن في الموضع المناسب من مهبل زوجته أو رحمها لتلقح تلقيحا داخليا.

"حكم الشرع في طرق التلقيح الصناعي": قرر مجلس الفقه الإسلامي المنعقد في دورة مؤتمرة الثالث في عمان من ٨-١٢/صفر سنة ١٤٠٧ه بشأن هذه الطرق، طرق التلقيح الصناعي مايأتي: إن الطرق الخمسة الأولى كلها محرمة شرعا وممنوعة منعا باتا لذاتها أو لما يترتب عليها من اختلاط الأنساب وضياع الأمومة وغير ذلك من المحاذير الشرعية أما الطريقان السادس والسابع فقد رأى مجلس المجمع أنه لا حرج من اللجوء إليها عند الحاجة مع التأكيد على ضرورة أخذ كل الاحتياطات اللازمة. (نجم الفتاوی: ۵/۳۸۵، ۳۸۷)

میاں بیوی کا نطفہ ٹیوب میں پرورش کرکے اولاد حاصل کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص کی شادی کے کئی سال گزر گئے؛ لیکن ابھی تک اولاد نہیں ہے، اس وجہ سے وہ پریشان ہے اور اولاد کی بہت خواہش ہے، ڈاکٹروں کو بتایا تو انہوں نے یہ رائے دی کہ عورت کا بیضۃ المنی اور شوہر کا مادۂ منویہ حاصل کیا جائے، پھر دونوں کو ملاکر مخصوص مدت تک ٹیوب میں پرورش کی جائے، پھر اس کو عورت کے رحم میں منتقل کیا جائے، اس طرح اولاد ہوتی ہے تو کیا ایسا طریقہ اختیار کرنا شریعت میں درست ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

سوال میں ذکر کردہ حصولِ اولاد کا جدید طریقہ خلافِ فطرت ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اور اس میں کھلی ہوئی بے حیائی بھی پائی جاتی ہے؛ اس لیے اسے اختیار کرنا ہرگز درست نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ: ۱۸/۳۲۳ ڈابھیل، فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰/۱۹۷)

قال الله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنهَا وَمَا بَطَنَ﴾ (الأنعام: ١٥٢)

وقال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ (النساء: ١١٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۶/۱۴۳۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۵۵۷، ۵۵۸)

بے بی ٹیسٹ ٹیوب طریقہ کار کا شرعی حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ موجودہ دور میں نت نئے انکشافات سائنسی ترقیات کی وجہ سے بہت سے مسائل سہولت بخش ہوگئے ہیں، ان ہی میں ایک "ٹیسٹ ٹیوب بے بی" کا

مسئلہ بھی ہے کہ شوہر کے مادہ منویہ کو کچھ مدت باہر رکھ کر پھر اُس کو بیوی کے مادر رحم میں داخل کیا جاتا ہے اور بالیقین یہ بات طے ہے کہ وہ مادہ منویہ اسی کے شوہر کا ہوتا ہے۔ ڈی این اے ٹیسٹ کی وجہ سے تو کیا وہ عورتیں جو فطری تولد کے نظام سے عاجز ہیں، وہ اس ''ٹیسٹ ٹیوب'' کے طریقۂ کار کو استعمال کرسکتی ہیں، یا نہیں؟ شرعی نقطہ نظر سے کیا حکم ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا طریقہ خلافِ شریعت ہے؛ اس لیے اکثر علماء اسے ناجائز قرار دیتے ہیں؛ البتہ بعض علماء ومفتیان نے اس شرط کے ساتھ مجبوری میں اِس کی اجازت دی ہے کہ اِس عمل کو انجام دینے میں کسی تیسرے کا دخل نہ ہو؛ اس لیے اگر دین دار مسلمان ڈاکٹر کسی بے اولاد جوڑے کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ ٹیسٹ ٹیوب کے علاوہ ان کے لیے اولاد کے حصول کی کوئی اور شکل نہیں ہے تو مذکورہ شرائط کے ساتھ اجازت دی جاسکتی ہے۔ (مستفاد فتاوی محمودیہ: ۳۴۹/۱۷، میرٹھ، فقہی مضامین: ۳۰۹، اسلام اور جدید میڈیکل مسائل: ۱۶۰)

الحمل قد يكون بإدخال الماء الفرج بدون جماع مع أنه نادر. (البحر الرائق: ۱۰۶/۴، کوئٹہ)

إن الحبل قد يكون بإدخال الماء الفرج دون جماع فنادر. (فتح القدير: ۳۱۵/۴) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۵/۲/۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۵۸/۸، ۵۵۹)

جدید تکنیک کے مطابق دوسرے کا مادّہ منویہ لے کر بیوی کے رحم میں ڈالنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اولاد کے لیے جدید تکنیک کے مطابق بلڈ بینک کی طرح اسپرم بینک سے اسپرم لے کر لیڈی ڈاکٹر سے حمل کرایا جائے، اس عمل میں زید کا پیسہ خرچ ہوگا؛ لیکن اس کا جسمانی دخل نہیں ہوگا، یہ طریقہ شریعت کے مطابق کیسا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

جدید تکنیک کے مطابق دوسرے کا مادۂ منویہ لے کر استقرار کرانے میں بے حیائی اور فحاشی پائی جاتی ہے اور یہ ایک طرح کی زنا کاری ہے؛ اس لیے یہ طریقہ شرعاً ہرگز جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فقہی مضامین: ۳۰۶) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۶/۱۸ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۵۹/۸)

بچے کے حصول کے لیے مرد کی منی بذریعہ انجکشن عورت کے رحم میں ڈالنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص شادی شادہ ہے، ۱۳/سال بعد بھی بے اولاد ہے، ڈاکٹروں سے جانچ کرانے پر ان کا کہنا یہ ہے کہ اس شخص کے جسم میں حمل ٹھہرنے والا جراثیم ہے؛ لیکن قدرتی نظام کے مطابق باہر نہیں نکلتا؛ لیکن اگر انجکشن کے ذریعہ وہ جراثیم شوہر کے جسم سے نکال کر بیوی کے رحم میں ڈال دئے جائیں تو ان شاء اللہ حمل ٹھہر جائے گا اور اولاد بھی ہوگی، اس مسئلہ کو بندہ نے تلاش کیا تو مولانا

خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی کتاب ''جدید میڈیکل مسائل'' میں صورتِ مذکورہ کو جائز لکھا ہے۔ جدید فقہی مسائل ۵/۱۵۴/ا رمیڈیکل مسائل ودلائل بھی موجود ہیں، شوہر ہی کے مادہ منویہ کو بیوی کے رحم میں بذریعہ انجکشن ڈالنے کی اس صورت میں دیگر حضرات مفتیانِ کرام کیا فرماتے ہیں؟ کیا حصول اولاد کے لیے یہ صورت اختیار کرنا دلیل مذکورہ کی وجہ سے جائز ہے؟ دلائل کو پیش کرنے کے بعد حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ اس لیے اس بے مایہ کا خیال ہے کہ اولاد سے محروم شوہر و بیوی کے لیے اولاد کا حصول ایک فطری اور طبعی داعیہ ہے کہ اس کے لیے شوہر کی مرد طبیب اور عورت کی عورت طبیبہ کے سامنے بے ستری گوارہ کی جاسکتی ہے۔ جہاں تک یہ خلافِ فطرت ہونے کی بات ہے تو یہ ممانعت کی کوئی قوی دلیل نہیں ہے، ایک فطری ضرورت اور تقاضہ کی تکمیل کے لیے ایسی غیر فطری صورت اختیار کرنا جس کی ممانعت پر نص وارد نہ ہو، جائز ہوگا؟ دواؤں کے ایصال کی اصل راہ منہ اور حلق ہے؛ لیکن مصلحۃً حقنہ کی اجازت ہے، بچہ کی ولادت کی اصل راہ عورت کی شرم گاہ ہے؛ لیکن ضرورت ہو تو آپریشن کی اجازت ہے۔ قیاساً علیہ۔ (جدید میڈیکل مسائل:۱۶۰/۵)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

صورتِ مسئولہ میں دو شکلیں ہوسکتی ہیں: اول یہ کہ کسی ڈاکٹر، یا ڈاکٹرنی، یا میاں بیوی کے علاوہ کسی تیسرے شخص کے ذریعہ یہ استقرار حمل کرایا جائے تو یہ صورت بالکل ناجائز ہے، چوں کہ اس میں انتہائی درجہ کی بے حیائی لازم آتی ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ خود میاں بیوی آپس میں یہ عمل انجام دیں؛ یعنی شوہر خود سے اپنا مادہ انجکشن میں نکال کر بیوی کے رحم میں پہنچائے، یا بیوی یہ عمل کرے تو شرعاً اس کی گنجائش ہوگی؛ کیوں کہ میاں بیوی کا آپس میں یہ عمل کرنا بے حیائی میں داخل نہیں ہے اور یہ دعویٰ کرنا کہ کسی تیسرے شخص کے ذریعہ اس عمل کو انجام دینے کی ممانعت پر نص وارد نہیں ہے، یہ صحیح نہیں ہے؛ اس لیے کہ میاں بیوی والے عمل میں کسی دوسرے کا دخل دینا، حتیٰ کہ میاں بیوی کی مخصوص بات چیت کی اطلاع دینا بھی ناجائز ہے تو پھر اس سے آگے بڑھ کر یہ کھلی ہوئی بے حیائی کا عمل کیسے جائز ہوسکتا ہے اور رہ گئی اس طرح پیدا شدہ بچہ کی نسب کی بات تو وہ بہر حال شوہر سے ثابت ہوجائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ:۳۸۶/۸)

عالج جاريته فيما دون الفرج فأخذت ماءً وجعلته في فرجها وعلقت منه صارت أم ولد. (الفتاوىٰ البزازية:٣٥٩/٥)

إن من شر الناس عند الله منزلة يوم القيامة الرجل يفضى إلى امرأته وتفضى إليه ثم ينشر أحدهما سر صاحبه. (الصحيح لمسلم: ٤٦٤/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۴/۳/۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ (کتاب النوازل:۵۶۱،۵۵۹/۸)

ٹیسٹ ٹیوب وغیرہ سے لعان اور تعزیر:

سوال (۱) ایک عورت اگر زنا کی مرتکب ہو اور وہ شادی شدہ ہو تو زنا سے پیدا شدہ بچے کی اگر شوہر نفی کردے تو

لعان کی قسمیں اٹھتی ہیں اور بچہ غیر ثابت النسب قرار دے دیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح ایک عورت کسی غیر مرد کا نطفہ ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعے اپنے رحم میں ڈلوائے اور اس سے بچہ پیدا ہو جائے اور مرد کہے کہ یہ بچہ میرے نطفہ سے نہیں تو کیا اس بچے پر لعان ہوگا؟ یعنی زنا کی طرح جان بوجھ کر غیر کی منی رحم میں ڈلوانے میں لعان کا حکم آئے گا؟

(۲)　نیز جو ڈاکٹر، یا ہر وہ شخص جو قصداً، یا دھوکہ سے غیر شوہر کا نطفہ حاصل کر کے عورت کے رحم میں ڈالے، اس ڈاکٹر وغیرہ پر تعزیر آئے گی، یا نہیں؟

(۳)　نیز ایک شوہر اپنا اور اپنی بیوی کا نطفہ نکال کر کسی تیسری عورت کے رحم میں رکھواتا ہے؛ کیوں کہ بیوی حمل کی متحمل نہیں تو کیا یہ جائز ہے؟ اور ایسا کرنے والے پر تعزیر آئے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱)　لعان میاں بیوی کے درمیان اس وقت جاری ہوتا ہے، جب کہ شوہر بیوی پر ایسی تہمت لگائے کہ جس سے رجوع کی صورت میں شوہر پر حد قذف لگے اور عورت کے اقرار کی صورت میں اس پر حد زنا لگے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر شوہر نے بیوی پر ان الفاظ سے تہمت لگائی ہے کہ یہ بچہ میرے نطفہ سے نہیں ہے؛ بلکہ بیوی نے ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ اپنے رحم میں غیر کا نطفہ ڈلوایا ہے تو اس صورت میں میاں بیوی کے درمیان لعان جاری نہیں ہوگا؛ کیوں کہ عورت اگر ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ رحم میں اجنبی کا نطفہ ڈلوائے تو اگر چہ یہ حرام تو ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے عورت کو حد زنا نہیں لگتی اور نہ ہی اس پر اس بات کی تہمت لگانے والے کو حد قذف لگتی ہے، البتہ اگر مرد صراحۃً یہ کہتا ہے کہ اس نے زنا کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے، یا صرف بچے کی نفی کر رہا ہے اور یہ مقصود بیان نہیں کر رہا ہے کہ ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ ہوا ہے تو اس صورت میں دونوں کے درمیان لعان کا حکم جاری ہوگا۔

(۲)　جو ڈاکٹر یا شخص قصداً، یا دھوکہ سے غیر شوہر کا نطفہ حاصل کر کے عورت کے رحم میں ڈالے، وہ ڈاکٹر اور شخص قابل تعزیر ہے، اسی طرح جس شخص کا نطفہ ہے، اگر اس کو بھی معلوم ہے کہ میرا نطفہ نکال کر اجنبیہ کے رحم میں ڈالا جائے گا تو وہ بھی تعزیر کا مستحق ہے، البتہ اگر اسے علم نہ ہو تو وہ معذور ہے۔

(۳)　اسی طرح میاں بیوی کا نطفہ کسی اجنبی عورت کے رحم میں ڈالنے والا ڈاکٹر، یا شخص اور ایسا کروانے والے میاں بیوی سب کے سب تعزیر کے مستحق ہیں، البتہ اگر ضرورت کے وقت میاں بیوی کا نطفہ خاص ترکیب سے بیوی کے رحم میں ڈالا جائے تو اس صورت میں میاں بیوی تعزیر کے مستحق نہیں ہیں اور اس صورت میں اگر نامحرم ڈاکٹر سے خدمت لی گئی تو اگر چہ یہ بھی گناہ ہے؛ لیکن پہلے سے کم ہے لہٰذا اس صورت میں وہ ڈاکٹر، میاں، بیوی تعزیر کے مستحق نہیں ہوں گے، البتہ اس عمل کو نامحرم ڈاکٹر سے کرانے کی وجہ سے تینوں گناہگار ہوں گے۔

لما في المشكاة المطبوع مع المرقاة (٦/٤٦٤، باب الاستبراء، ط: رشيديه) **: وعن رويفع بن**

ثابت الأنصاری قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یوم حنین: ”لا یحل لامرء یؤمن باللّٰہ والیوم الآخر أن یسقی ماء زرع غیرہ“، یعنی إتیان الحبالی.

وفی المفصل فی أحکام المرأة والبیت المسلم (۳۹۰/۹): طرق التلقیح الصناعی لإیجاد الأولاد: أولا: یجری تلقیح بین نطفة مأخوذة من زوج وبیضة مأخوذة من امرأة لیست زوجته ثم تزرع اللقیحة فی رحم زوجته،ثانیا:أن یجری التلقیح بین نفطةرجل غیرالزوج وبیضةالزوجةثم تزرع تلک فی رحم الزوجة،ثالثا: أن یجری تلقیح خارجی بین منی من الزوج وبیضة مأخوذة من الزوجة ثم تزرع اللقیحة فی رحم امرأة متطوعة بحملها،رابعا:أن یجری تلقیح خارجی بین نطفة من رجل أجنبی وبیضة من زوجة وتزرع اللقیحة فی رحم الزوجة،خامسا: أن یجری تلقیح خارجی بین نطفة الزوج وبیضة عن الزوجة ثم تزرع اللقیحة فی رحم الزوجة الأخری لهذا الزوج لأن له زوجتین،سادسا: أن تؤخذ نطفة من الزوج وبیضة من الزوجة ویتم التلقیح خارجیا ثم تزرع اللقیحة فی رحم الزوجة،سابعا: أن تؤخذ نطفة من الزوج وتحقن فی الموضع المناسب من مهبل زوجته أورحمها لتلقح تلقیحا داخلیا.

”حکم الشرع فی طرق التلقیح الصناعی“:قرر مجلس الفقه الإسلامی المنعقد فی دورة مؤتمرة الثالث فی عمان من ۸-۱۲/صفر سنة ۱۴۰۷ھ بشأن هذه الطرق، طرق التلقیح الصناعی مایأتی: إن الطرق الخمسة الأولٰی کلها محرمة شرعا وممنوعة منعا باتا لذاتهاأولما یترتب علیها من اختلاط الأنساب وضیاع الأمومة وغیر ذلک من المحاذیرالشرعیة أما الطریقان السادس والسابع فقد رأی مجلس المجمع أنه لا حرج من اللجوء إلیها عند الحاجة مع التأکید علی ضرورة أخذ کل الاحتیاطات اللازمة، فتوی شیخ الازهر فی التلقیح الصناعی... قال إنه أی التلقیح الصناعی إذا کان التلقیح بماء رجل أجنبی عن المرأة لا یربط بینهما عقد زواج فهو فی هذه الحالة یکون فی نظر الشریعة الإسلامیة جریمة منکرة وإثما عظیما یلتقی مع الزنا.الخ.ولولا قصور فی صورة الجریمة لکان حکم التلقیح فی تلک الحالة هو حکم الزنا.

وکذا فیه(۲۴۷/۸) المقذوف به هو الزنی فیشرط إذن فی الفعل المقذوف به أن یکون زنی حسب المفهوم الشرعی للزنی وهو الذی یستوجب حد الزنی فإذا لم یوصف الفعل بأنه زنا شرعا أو لم یستوجب الحد الشرعی للزنی فإن القذف به لا یعتبر قذفا بالزنا وبالتالی لایجب فیه حد القذف ولا یحری به اللعان.

والقاعدة التی ترجع إلیها الشروط فی المقذوف به هی: کل ما یوجب حد الزنی بفعله یجب حد القذف بالقذف به وکل مالا یجب حد الزنی بفعله لا یجب حد القذف به.

وفی الشامیة (۶۶/۴،باب التعزیر):وذکر فی البحر أن الحاصل وجوبه بإجماع الأمة لکل

مرتکب معصية ليس فيها حد مقدر كنظر محرم ومس محرم وخلوة محرمة وأكل ربا ظاهر اه قلت وهٰذه الكلية غير منعكسة لأنه قد يكون في معصية فيها حد كزنا غير المحصن فإنه يجلد حدا وللإمام نفيه سياسة وتعزيرا كما مر في بابه. (نجم الفتاوی:۳۸۷/۵-۳۸۹)

عزل کب درست ہے:

سوال: عزل کرنا کس وقت درست ہے؟

الجواب

زوجہ حرہ سے عزل مکروہ ہے، مگر جب کہ وہ اجازت دے دے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۵۱۹/۷)

عزل کب جائز ہے:

سوال: ایک عورت جو کہ نہایت کمزور اور دبلی پتلی ہے، بعد ولادت بچہ دو سال پورے نہیں ہو پائے کہ دوسرے بچہ کی ولادت ہو جاتی ہے اور مرد کی خواہشات نفسانی رکتی نہیں، اگر مرد عرصہ سے بیوی سے صحبت کرنے سے دور رہے تو گناہ کے صادر ہونے کا اندیشہ ہے، لہٰذا ایسی صورت میں از روئے شرع عزل جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب وباللّٰه التوفيق

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اگر عورت بہت کمزور ہے، وہ اس قابل نہیں ہے کہ تیسری حمل کی تکالیف برداشت کر سکے، نیز شوہر کو روکنے کی صورت میں اس کے گناہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں عورت کی اجازت سے عزل کی گنجائش ہے، البتہ اگر عزل کے بجائے عارضی موانع حمل تدابیر اختیار کئے جائیں تو بہتر ہے، اس میں عورت اور مرد دونوں کی تسکین ہے۔

(ويعزل عن الحرة)...(بإذنها) لكن في الخانية أنه يباح في زماننا لفساده قال الكمال فليعتبر عذرا مسقطاً لإذنها. (الدر المختار على هامش ردالمحتار:۳۷۹/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی: ۱۴۱۸/۵/۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۴۰/۴)

عزل کا حکم:

سوال: کتابوں میں پڑھا ہے کہ شریعت عورت کی اجازت پر عزل کو جائز قرار دیتی ہے، اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے تو پھر ہمیں بتلائیں کہ اس کے لیے کوئی حالت، یا زمانہ ایسا تو نہیں ہے کہ جس میں عورت کی اجازت پر بھی شریعت نے عزل کو ناجائز قرار دیا ہو؟ عزل اور سرکار کی جانب سے جو نرودھ چلا ہوا ہے، ہمارے خیال میں دونوں

(۱) ويعزل عن الحرة بإذنها لكن في الخانية أنه يباح في زماننا لفساد، قال الكمال: فليعتبر عذرا مسقطا لاذنها.(الدر المختار على هامش رالمحتار،باب نكاح الرقيق:۵۲۲/۲،ظفير)

کا مقصد ایک ہی ہے؛ یعنی پیدائش اولاد کی روک تھام۔ ہمیں بتلائیں کہ عزل کے بجائے اگر نرودھ کا استعمال کیا جائے تو از روئے شرع جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ———————— وباللّٰہ التوفیق

عزل کی طرح نرودھ کا استعمال بھی عورت کی اجازت سے جائز ہے؛(۱) لیکن لمحۂ فکر یہ یہ ہے کہ عورت کا اپنے شوہر کو خشیت املاق اور کثرت اولاد کے خوف سے عزل کی یا نرودھ کے استعمال کی اجازت دینا جائز ہے، یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ کوئی عورت خشیت املاق اور کثرت اولاد کے خوف سے شوہر کو عزل کی، یا نرودھ کے استعمال کی اجازت دے تو یہ اجازت دینا عورت کے لیے جائز نہیں ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد نعمت اللہ قاسمی، ۱۴۰۲/۱۲/۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۴۰-۴۱)

بغیر عذر کے بیوی کی رضا مندی سے عزل کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اِس دور میں اپنی بیوی کی رضا مندی سے جب کہ اُس کی بیوی کو کوئی مرض لاحق نہیں ہے، طاقت ور اور صحت مند ہے، عزل کرتا ہے، یا مانع حمل کوئی دوا اِستعمال کرتا ہے تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل ہوتا تھا، چناں چہ یہ مقولہ ہے: "نعزل والقرآن ینزل" اس کا مطلب کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ———————— وباللّٰہ التوفیق

بلا عذر عزل کرنا کراہت سے خالی نہیں ہے، اگر چہ بیوی راضی ہو؛ اس لیے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وأد خفی (خفیہ زندہ درگور کرنا) قرار دیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف:۲/۲۷۶) اور جن روایتوں میں عزل کی اجازت ہے، وہ نفسِ اِباحت پر محمول ہے۔

عن جُدامة بنت وهب قالت: حضرتُ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في أناس وهو يقول: لقد هممتُ أن أنهى عن الغيلة فنظرت في الروم وفارس، فإذا هم يغيلون أولادهم فلا يضرُّ أولادهم ذٰلك شيئًا ثم سألوه عن العزل، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ذٰلك الواد الخفي، وهي: ﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ﴾ (الصحيح لمسلم، مشكاة المصابيح، ص: ٢٧٦)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: سئل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن العزل: فقال: ما من كل الماء يكون الولد، وإذا أراد اللّٰه خلق شيء لم يمنعه شيء. (رواه مسلم، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ٦/٣١٦، رقم: ٣١٨٧، دار الكتب العلمية بيروت)

---

(۱) (ويعزل عن الحرة) وكذا المكاتبة نهر... (بإذنها). (الدرالمختار باب نكاح الرقيق مطلب في حكم العزل واسقاط الولد: ٢/٣٧٩)

(۲) ﴿وَلَاتَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا﴾ (بنی اسرائيل: ٣١)

قال ابن الهمام: وصح عن ابن مسعود أنه قال: هي الموء ودة الصغرىٰ، وصح عن أبي أمامة أنه سئل عنه، فقال: ما كنت أرى مسلمًا يفعله. وقال نافع عن ابن عمر ضرب عمر على العزل بعض بنيه. وعن عمر وعثمان أنهما كانا ينهيان عن العزل، والظاهر أن النهي محمول على التنزيه. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ٣١٨/٦، دار الكتب العلمية بيروت)

قال ابن الهمام: العزل جائز عند عامة العلماء، وكرهه قوم من الصحابة وغيرهم، والصحيح الجواز. (فتح القدير: ٢٧٢/٣، دار الفكر بيروت)

قال النووي: وهو مكروه عندنا؛ لأنه طريق إلى قطع النسل. ولهٰذا أورد العزل للوأد الخفي. قال أصحابنا: لا يحرم في المملوكة ولا في زوجته الأمة ... أما زوجته الحرة فإن أذنت فيه فلا يحرم وإلا فوجهان أصحهما لا يحرم. (مرقاة المفاتيح، باب المباشرة: ٣/٦، تحت رقم: ٣١٨٤، دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۵/۱۲/۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۴۴/۸، ۵۴۶)

بیوی سے صحبت کرتے وقت کنڈوم کا استعمال کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کنڈوم (نرودھ) کا استعمال اپنی بیوی کے لیے کیسا ہے؟

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

کنڈوم کا استعمال کرنا منشاء شریعت کے خلاف ہے اور اس کو ''وأدِ خفی'' (زندہ درگور کرنا) قرار دیا گیا ہے؛ البتہ اگر کوئی مجبوری ہو، مثلاً بیوی کمزور ہو اور حمل کی وجہ سے اس کی جان کو خطرہ لاحق ہو تو ایسی صورت میں ایسی مانع حمل شے کے استعمال کی گنجائش ہوگی۔

ثم سألوه عن العزل، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ذٰلک وأد الخفي، وهي إذا الموؤدة سئلت. (الصحيح لمسلم: ٤٦٦/١)

إن خاف من الولد السوء في الحرة يسعد العزل بغير رضاها لفساد الزمان، فليعتبر مثله من الأعذار مسقطاً لإذنها. (شامي: ٣٣٥/٤، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۱۱/۲۶ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۵۵۱/۸، ۵۵۲)

مشت زنی اور غیر ذی روح میں دخول کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص شادی شدہ نہ ہو اور خواہشات کا غلبہ ہو، شادی کا بندوبست نہ ہو تو اگر استمناء بالید نہ کرے؛ کیوں کہ یہ فعل حرام ہے؛ بلکہ غیر ذی روح چیز میں ادخال کرے اور انزال ہو جائے تو کیا گناہ ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر کسی کی شادی نہ ہوئی ہو اور خواہشات نفس کا غلبہ ہو، اسی طرح شادی کا بھی بندوبست نہ ہو اور خواہشات کا اتنا غلبہ ہو کہ زنا میں پڑ جانے کا خوف ہو تو اسے چاہیے کہ روزے رکھے اور روزے کے ذریعے اپنی شہوت کو توڑے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں استمناء بالید کی کچھ گنجائش معلوم ہوتی ہے، البتہ ایسے شخص کی نظر قرآن مقدس کی ان آیات پر ہونی چاہیے کہ جن میں شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامین مبارکہ پر ہونی چاہیے، جن میں ایسے لوگوں کو روزے کی ترغیب دی گئی ہے اور جنت کا وعدہ بھی اس قسم کے نازیبا حرکات کے نہ کرنے پر کیا گیا ہے، لہٰذا تمام گناہوں کے کاموں سے اجتناب ضروری ہے؛ اس لیے اس فتنے کے دور میں کسی صاحب نسبت بزرگ سے اپنا تعلق جوڑنا بہت ضروری ہے، نیز غیر ذی روح چیز میں ادخال جائز نہیں۔

لمافی القرآن الكريم (النور: ٣٠): ﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾

وفی البخاری (٧٥٨/٢): **عن عبد الرحمن بن يزيد، قال: دخلت مع علقمة والأسود على عبد الله، فقال عبد الله: كنا مع النبی صلی الله عليه وسلم شبابا لا نجد شيئا، فقال لنا رسول الله صلی الله عليه وسلم: يا معشر الشباب، من استطاع الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء.**

وفی الشامية (٢٧/٤): **(قوله: الاستمناء حرام) أی بالكف إذا كان لاستجلاب الشهوة أما إذا غلبته الشهوة وليس له زوجة ولا أمة ففعل ذلک لتسكينها فالرجاء أنه لا وبال عليه كما قاله أبو الليث ويجب لو خاف الزنا.** (نجم الفتاوی: ۳۵۵/۵، ۳۵۶)

اسقاط حمل کرانے میں کب کس درجہ کا گناہ ہے:

سوال: اسقاط حمل کرنے میں دوا وغیرہ سے، اگر قبل از جان پڑنے کے کرے، گناہ بھی ہوتا ہے، یا نہیں؟ اور اگر بعد جان پڑنے کے کرے تو گناہ مثل خون کرنے کے ہوتا ہے، یا کیا؟

الجواب ــــــــــــــــــ

بعد جان پڑنے کے گناہ قتل کا ہے اور بعد اعضا کے بن جانے کے بھی گناہ ہے؛ مگر قتل سے کچھ کم۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص: ۲۵) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۹۰)

اسقاط حمل کا حکم:

سوال: میری بیوی کو حمل ٹھہرے ہوئے دس دن سے کچھ زیادہ ہوئے ہیں۔ میرا ایک ڈیڑھ سال کا بچہ ہے۔

ماں کا دودھ پیتا ہے۔ میرے گھریلو مسائل ہیں اور میں اپنے بچوں کی اچھی دینی اور دنیوی تربیت کرنا چاہتا ہوں۔ میرے کل ۴؍ بچے ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ میں دودھ پیتے بچے کے لیے الگ سے دودھ کا انتظام نہیں کرسکتا، ماں کا دودھ ضروری ہے اور حمل کی وجہ سے دودھ کا مسئلہ متاثر ہورہا ہے۔ کیا میں دس سے پندرہ دن کے اس حمل کو ضائع کراسکتا ہوں، اس دودھ پیتے بچے کی وجہ سے، یا میرے مسئلے کا کیا حل ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزۡقُهَا وَيَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَمُسۡتَوۡدَعَهَا كُلٌّ فِیۡ كِتَابٍ مُّبِيۡنٍ﴾(سورة الهود: ۱۱)

(زمین پر چلنے والی کوئی مخلوق ایسی نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر اس کا رزق مہیا کرنا ضروری نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ان سب کے ٹھکانوں کو جانتا ہے۔)

اس آیت میں واضح طور پر ارشاد باری تعالیٰ موجود ہے کہ دنیا کی ہر مخلوق کی رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، لہٰذا انسان کے لیے مالی تنگی، یا معاشی مسائل کی وجہ سے کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کرنا جس سے بچے کی پیدائش متاثر ہو، درست نہیں، مثلاً ضبطِ تولید، یا اسقاطِ حمل اس وجہ سے کرانا کہ زیادہ بچے ہوگئے تو ان کی کفالت کون کرے گا، یہ بات درست نہیں۔

حمل کو جب چار ماہ گزر جائیں تو اس میں روح پھونک دی جاتی ہے، چار ماہ پورے ہونے سے قبل ابتدائی چالیس دن نطفے کی شکل میں ہوتا ہے، پھر دوسرے چالیس دن وہ علقہ (خون کے لوتھڑے) کی صورت میں رہتا ہے اور آخری چالیس دن مضغہ (گوشت کے لوتھڑے) کی شکل میں ہوتا ہے اور پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے، لہٰذا گناہ کے اعتبار سے بھی ان کے مراتب مختلف ہیں: نطفے کی شکل میں گناہ کم ہے، علقہ میں اس سے زیادہ اور مضغہ کے اسقاط میں گناہ اس سے بھی زیادہ ہے اور روح پھونک دیئے جانے یعنی چار ماہ کے بعد اسقاطِ حمل کا گناہ قتل نفس کے برابر ہے، یعنی گویا اس نے ایک زندہ انسان کو جان سے ماردیا، جس کا بدترین گناہ ہونا کسی پر مخفی نہیں۔ الغرض حتی الامکان اس فعل سے اجتناب لازمی ہے، البتہ اگر کوئی واقعی شرعاً معتبر عذر ہو تو (چار ماہ سے قبل کے عرصے میں) اسقاط کی گنجائش ہے، مثلاً عورت حمل کا بوجھ برداشت نہ کرسکتی ہو، جان کا خطرہ ہو، یا حمل سے عورت کا دودھ بند ہوجائے، جس سے پہلے بچے کا نقصان ہو وغیرہ تو اس صورت میں حمل کو چار ماہ گزرنے سے قبل تک اسقاط کرادینا جائز ہے۔

صورت مسئولہ میں چوں کہ پہلے بچے کے دودھ کا مسئلہ ہے اور حمل کو ابھی چند دن ہی گزرے ہیں، لہٰذا آپ کے لیے اس عذر کی بنا پر اسقاطِ حمل کی گنجائش ہے۔

لما فی البخاری (۱۱۱۰/۲،باب قوله تعالی:﴿ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين﴾ [الصافات]: سمعت عبد الله بن مسعود رضى الله عنه، حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو الصادق المصدوق:"أن خلق أحدكم يجمع فى بطن أمه أربعين يوما أوأربعين ليلة، ثم يكون علقة مثله، ثم يكون مضغة مثله، ثم يبعث إليه الملك فيؤذن بأربع كلمات، فيكتب: رزقه، وأجله،وعمله،وشقى أم سعيد، ثم ينفخ فيه الروح، فإن أحدكم ليعمل بعمل أهل الجنة حتى لا يكون بينها وبينه إلا ذراع، فيسبق عليه الكتاب، فيعمل بعمل أهل النار فيدخل النار، وإن أحدكم ليعمل بعمل أهل النار،حتى ما يكون بينها وبينه إلا ذراع، فيسبق عليه الكتاب، فيعمل عمل أهل الجنة فيدخلها".

وفى الشامية(۱۷٦/۳،مطلب فى حكم إسقاط الحمل): (قوله:وقالوا،الخ) قال فى النهر: بقى هل يباح الإسقاط بعد الحمل نعم يباح ما لم يتخلق منه شيء ولن يكون ذلك إلا بعد مائة وعشرين يوما وهذا يقتضى أنهم أرادوا بالتخليق نفخ الروح وإلا فهو غلط لأن التخليق يتحقق بالمشاهدة قبل هذه المدة كذا فى الفتح وإطلاقهم يفيد عدم توقف جواز إسقاطها قبل المدة المذكورة على إذن الزوج وفى كراهة الخانية ولا أقول بالحل إذ المحرم لو كسر بيض الصيد ضمنه لأنه أصل الصيد فلما كان يؤخذ بالجزء فلا أقل من أن يلحقها إثم هنا إذا أسقطت بغير عذر اه قال ابن وهبان ومن الأعذار أن ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل وليس لأبى الصبى ما يستأجر به الظئر ويخاف هلاكه. (نجم الفتاوی:۳۸۱/۵،۳۸۲)

کتنے ماہ تک اسقاط جائز ہے:

سوال(۱) کتنے ماہ تک حمل کا گرانا درست ہے؟ جبکہ (الف) اس حمل سے جان کو خطرہ ہو، (ب) صحت کو اس حمل سے نقصان ہو رہا ہو، (ج) بچہ کی پیدائش روکنا مقصود ہو۔

نس بندی کا حکم:

(۲)　کیا نس بندی کرانا درست ہے؟

عارضی موانع حمل تدابیر کا اختیار کرنا:

(۳)　کیا بچہ کی پیدائش روکنے کے لیے عارضی طور پر (لوپ وغیرہ) کا استعمال درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

(۱)　عام حالات میں بلا کسی عذر شرعی کے حمل کو ساقط کرانا کسی بھی مدت میں خواہ اعضا کے ظہور سے قبل ہو، یا

حمل میں جان پڑنے سے قبل، یا بعد جائز نہیں ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔

إنـه يكـره فإن الماء بعد ما وقع في الرحم ما له الحياة فيكون له حكم الحياة كما في بيضة صيدالحرم.(ردالمحتار: ۵۲۲/۲)

البتہ عذر شرعی مثلاً دودھ پلانے والی عورت کو حمل ظاہر ہو اور دودھ بند ہوجائے، جس کی وجہ سے بچہ کی ہلاکت کا اندیشہ ہو اور باپ میں اس کی استطاعت نہ ہو کہ دودھ پلانے والی عورت کو رکھ سکے یا طبی آلات کے ذریعہ یہ یقین ہوجائے کہ اس حمل سے پیدا ہونے والا بچہ کسی خطرناک موروثی مرض، یا کوئی خلقی نقص اور جسمانی اعتبار سے غیر معتدل ہوگا، یا ماں کی جان کو خطرہ لاحق ہو، یا ماں کی جسمانی صحت، یا دماغی توازن کے متأثر ہونے کا قوی امکان ہو، یہ اور اس قسم کے دیگر شرعی اعذار کی وجہ سے اعضا کی تخلیق سے قبل اسقاط کی اجازت ہوگی۔ اعضا کی تخلیق کے بعد اور نفخ روح (۴/ماہ) سے قبل، یا نفخ روح کے بعد جب کہ عورت کی صحت بالکل خراب ہوجائے اور ماہر تجربہ کار ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق اسقاط کے بغیر اس کی جان بچانا ممکن نہیں ہو تو ایسی صورت میں اصول فقہ کے مسلمہ ضابطہ "**لو كان أحدهما ضرراً من الآخر فإن الأشد يزال بأخف**". (الأشباه والنظائر، ص: ۱۴۳) کے تحت اسقاط کی اجازت ہے؛ اس لیے کہ عورت کی جان کا ضیاع ضرر اعظم ہے اور جنین کا اسقاط ضرر اہون ہے؛ کیوں کہ عورت کا وجود مشاہد ہے اور جنین کا وجود موہوم، لہٰذا ایک مشاہد اور متیقن وجود کو بچانے کے لیے ایک غیر مشاہد اور غیر متیقن وجود ضائع کیا جاسکتا ہے۔

(۲) نس بندی کرانا عام حالات میں حرام ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔

أما خصاء الأدمي فحرام.(الدر المختار)(۱)

(۳) محض بچہ نہ پیدا ہونے کے ڈر سے عارضی طور پر لوپ وغیرہ کا استعمال جائز نہیں ہے، اس سے اجتناب لازم ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۴۱۸/۱۱/۲۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شریعہ: ۴۱/۴-۴۲)

جنین میں اگر مرض کا خطرہ ہو تو اسقاط کا حکم:

سوال: میری بہن جس کی عمر ۲۷/سال ہے اور امریکہ میں رہتی ہے۔ وہ شادی کے ساڑھے آٹھ سال بعد حاملہ ہوئی۔ لمبی مدت تک علاج ومعالجہ کے بعد استقرار حمل ہوا۔ یہ ابھی پانچ ماہ کی حاملہ ہے۔ تھوڑی مدت پہلے خون جانچ کرتے وقت (Alfa Fetoprotein) کم نظر آیا، اس کا یہ مطلب کہ حمل میں ڈاؤن سنڈروم کے ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ یہ ایک موروثی بیماری ہے۔ اس بیماری کے اندر بچہ دماغی اور جسمانی اعتبار سے کافی کمزور ہوتا ہے اور

(۱) الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع: ۲۴۹/۵

(۲) ﴿وَلاتَقْتُلُوْا اَوْلادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْراً﴾(بنی اسرائیل: ۳۱)

۴۰ رفیصد امکان ہے کہ وہ دل کا بھی مریض ہو۔ پچاس فیصد ایسے بچے جس کے پاس دل کی بھی بیماری ہو، وہ پہلے سال ہی مرجاتے ہیں۔اس کے علاوہ دوسری بیماریاں بھی ہیں، جن سے بچہ مرسکتا ہے، جیسے پھیپھڑے کی بیماری، یا دانتوں کی بیماری وغیرہ بھی موت کے وجوہات ہوسکتے ہیں۔

میری بہن اور بہنوئی دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلنا چاہتے ہیں اور پتہ کرنا چاہتے ہیں کہ کیا کریں؟ اسقاط میری بہن اور بہنوئی نہیں چاہتے ہیں۔ چوں کہ یہ حمل کافی دقت اور علاج کے بعد ہوا ہے؛ لیکن ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ اس کی مزید تحقیقات ہونی چاہیے اور اگر یہ بچہ ڈاؤن سنڈروم کا مریض ہو تو اسقاط ضرور کرانا چاہیے۔ایسی صورت میں علماء نے اسقاط کی ایک مدت تک اجازت دی ہے؛ لیکن ہمارے مسئلہ میں پانچ ماہ ختم ہوچکے ہیں۔ کیا قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم اسقاط کراسکتے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

آپ کا استفتاء موصول ہوا، میں نے اس پر غور کیا، صورت مسئلہ یہ قرار پاتی ہے:

(۱) ایک خاتون اپنے نکاح کے ۸؍سال سے زیادہ مدت کے بعد اور طویل علاج، معالجہ کے مرحلوں سے گزر کر حاملہ ہوئی۔

(۲) حمل کی مدت پانچ ماہ گزرچکی ہے۔

(۳) زوجین رضاء الٰہی پر چلنا چاہتے ہیں۔

(۴) طبی تحقیقات کے مطابق پیدا ہونے والے بچہ کو مختلف دماغی وجسمانی امراض میں مبتلا ہونے اور ایک سال کی عمر میں اس کی موت ہوجانے کا خطرہ ہے۔

(۵) ایک خاص طبی جانچ کے ذریعہ پتہ چلایا جاسکتا ہے کہ کیا یقینی طور پر بچہ ان امراض میں مبتلا ہوگا؟

میں نے اس پر پوری طرح غور کیا۔اس سلسلہ میں چند نکات ابھر کر سامنے آئے:

(۱) اس صورت حال میں ماں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

(۲) بچہ میں جان پڑچکی ہے اور وہ ایک زندہ وجود ہے، جو ماں کے پیٹ میں پرورش پا رہا ہے۔

(۳) طبی معائنہ کے مطابق غالب امکان یہ ہے کہ بچہ مریض پیدا ہوگا اور جلد مرجائے گا۔

اس صورت حال میں اسقاط حمل اگر کیا جاتا ہے تو ایک زندہ، یقینی وجود کو متوقع خطرہ کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتار دینا ہے اور اگر اسقاط نہیں کرایا جاتا تو زیادہ غالب گمان یہ ہے کہ بچہ مریض ہوگا، اور اس کی وجہ سے بچہ کو تکلیف اٹھانی پڑے گی، یا ماں باپ کو اس مریض بچہ کی تیمارداری اور پرورش کی وجہ سے مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اسلامی نقطۂ نظر سے خطرہ مرض کا ہو یا موت کا، چاہے وہ کتنا ہی قوی خطرہ کیوں نہیں ہو، یہ متوقع خطرہ ہے اور بچہ

کا زندہ ہونا ایک یقینی امر ہے، اس صورت میں متوقع خطرہ کے پیش نظر یقینی اور محقق زندہ وجود کو موت کے گھاٹ اتار دینا جائز نہیں ہوگا، جب کہ ایک فیصد ہی سہی بچہ کے صحیح وسالم ہونے کی امید ہے۔(۱) **وما ذلک علی اللّٰہ بعزیز** [اور یہ اللہ کی قدرت سے بعید نہیں] اب اگر بچہ اللہ کے فضل وکرم سے صحیح اور تندرست پیدا ہوا تو خوشی کی بات ہے اور اگر مریض پیدا ہوا تو اس کی تیمارداری اور پرورش کے سلسلہ میں والدین کو جو زحمت اور تکلیف اٹھانی پڑی تو اس کا اجر انہیں ملے گا اور اگر بچہ جلد انتقال کر گیا تو وہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے وقت پر اپنی موت آپ مرا،(۲) کوئی انسان اس کا قاتل نہیں۔علامہ شیخ محمد احمد علیش مالکیؒ نے لکھا ہے:

''بچہ میں جان آ جانے کے بعد اس کا اسقاط حرام ہے۔اس پر اجماع ہے اور وہ ایک جان کو قتل کرنا ہے''۔(۳)

قاضی خان، ابن حزم، ابن تیمیہ، شامی، ملاخسرو وغیرہ فقہاء نے جان پڑ جانے کے بعد اسقاط کو قتل قرار دیا ہے۔(ردالمحتار:۳۷۹/۵، قاضی خان۶/۴-۸، المحلی:۳۸۰/۱۲، (۴) الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیہ:۲۱۷/۴-۲۱۸، وغیرہ)

ان حالات میں ہماری رائے میں اسقاط حمل سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے اور کسی نئی جانچ کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ ہم اس کے مکلّف نہیں، اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سارے اندازوں کو غلط کردیں اور اگر خدانخواستہ بچہ مریض ہی پیدا ہوتا ہے تو اس کی تیمارداری کا اجر والدین کو ملے گا اور اگر موت ہوگئی تو یہ بچہ والدین کے لیے اجر، ذخیرۂ آخرت اور شفاعت کرنے والا ثابت ہوگا، جو دعا ہم بچہ کے جنازہ پر پڑھتے ہیں، اس کا خلاصہ یہی ہے کہ اے اللہ! اس بچہ کو ہمارے لیے اجر بنا، ذخیرہ بنا، اس کو ہمارے لیے شفاعت کرنے والا اور اس کی سفارش کو میرے حق میں قبول فرما۔

یاد رکھیں کہ یوتھینیزیا (مریض کو تکلیف سے بچانے کے لیے دوا دے کر، یا دوا چھوڑ کر موت تک پہنچا دینا) Active ہو، یا Pasive، اسلامی نقطۂ نظر سے قطعی جائز نہیں، یہ یورپ کی خودغرضی اور عقیدۂ آخرت سے محرومی کا نتیجہ ہے۔

---

(۱) (حامل ماتت وولدها حیّ)...(شقّ بطنها)...(ویخرج ولدها) ولوبالعکس وخیف علی الأم قطع وأخرج لومیتا وإلا لا.(الدرالمختار، کتاب الجنائز، مطلب فی دفن المیت: ۶۰۲/۱)(قوله وإلا لا) أی ولوکان حیاً لایجوز تقطیعه لأن موت الأم به موهوم فلایجوز قتل آدمیّ حیّ لأمرموهوم.(ردالمحتار: ۶۰۲/۱)

(۲) ﴿قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّاوَّ لاَ نَفْعًا إِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ لِکُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اِذَاجَاءَ اَجَلُهُمْ فَلاَ یَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلاَیَسْتَقْدِمُوْنَ﴾(سورة یونس: ۴۹)

(۳) فی إسقاطه بعد نفخ الروح فیه محرما إجماعاً وهو من قتل النفس.(فتح العلی مالک، کتاب النکاح: ۳۹۹/۱)

(۴) ولا یخفی أنها تأثم إثم القتل لواستبان خلقه ومات بفعلها.(ردالمحتار، فصل فی الجنین: ۳۷۹/۵)

إذا أسقطت المرأة الولد بعلاج أو شربت دواءً تعمّدت به إسقاط الولدوجبت الغرة علی عاملتها.(الفتاویٰ الخانیة علی هامش الفتاویٰ الهندیة، کتاب الجنایات، فصل فی إتلاف الجنین: ۴۴۶/۳)

وإن کان بعد تمام الأربعة الأشهر وتیقّنت حرکته بلاشک وشهد بذٰلک أربع قوابل عدول فإن فیه غرة عبداً أو أمة فقط لأنه جنین قتل فهذه هی دیته...لأنه قتل مومنا خطأً.(المحلی لابن حزم: ۳۸۰/۱۲)

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ والدین کو آزمائش میں نہیں ڈالے اور بچہ صحیح وسالم پیدا ہو۔ بڑھے اور پھلے پھولے۔(آمین) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجاہد الاسلام قاسمی، ۱۱/۶/۱۹۹۷ء۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۴۲۔۴۵)

اولاد کے اخراجات کے ڈر سے اسقاطِ حمل حرام ہے:

سوال (۱) مفتی صاحب! دو ماہ تا چار ماہ کا جائز حمل صفائی کرواسکتے ہیں، یا نہیں؟

(۲) شوہر صفائی کی اجازت دیتا ہے؛ کیوں کہ اخراجات برداشت نہیں کرسکتا؟

(۳) حمل کے دوران طلاق واقع ہوتی ہے، یا نہیں؟

(۴) حمل کے دوران اگر طلاق ہو جاتی ہے تو اس کی عدت کیسے ہوگی اور کتنی مہینے کی ہوگی؟

(۵) طلاق کے بعد مہر کی رقم شوہر پر واجب ہے، یا نہیں؟

(۶) پہلی بچی کی عمر گیارہ سال، دوسرے لڑکے کی عمر دس سال، تیسری بچی کی عمر نو سال، چوتھے بچے کی عمر چھ سال، پانچویں بچی کی عمر پانچ سال ان تمام بچوں میں سے ماں کو رکھنے کا حق کتنی عمر کے بچوں کا ہے؟

(۷) اگر شوہر ان پانچوں بچوں کو نہ دے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۸) شوہر اگر اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور لڑکی اگر اپنے ماں باپ کے گھر آجائے تو لڑکی اپنے شوہر سے شرعی طور پر کیا کیا حق لے سکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱) اگر بچے کی ولادت سے جان کی ہلاکت، یا جان لیوا بیماری لگنے کا خوف ہو تو اس صورت میں چار ماہ سے کم مدت کا حمل صاف کروانے کی گنجائش ہے؛ لیکن بالکلیہ طور پر ولادت کی صلاحیت ختم کردینا جائز نہیں۔

(۲) اولاد کے اخراجات کے ڈر سے اسقاط حمل کرنا بالکل جائز نہیں۔ یہ باطل نظریہ رکھنے والوں کا فلسفہ ہے کہ اگر اولاد بڑھتی جائے گی تو کہاں سے کھائے گی، اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ الخ.

(اور زمین پر کوئی چوپایا نہیں ہے مگر اللہ پر اس کے رزق کی ذمہ داری ہے۔)

یعنی اللہ جل شانہ نے ہر ایک کے رزق کا بندوبست فرما رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کیڑے مکوڑے، درندے کو بھوکا نہیں مارتا کیا، ان کو اللہ کے علاوہ کوئی اور کھلانے والا ہے؟ بلکہ سب مخلوق کو مساوی طور پر اس کی ضروریات کے بقدر اللہ جل شانہ رزق فراہم کرتے ہیں، لہذا یہ نظریہ رکھنا کہ اخراجات کے بڑھنے کے ڈر سے اسقاط حمل کرنا اور کروانا جائز ہے، بالکل غلط اور باطل ہے؛ بلکہ بلا شرعی عذر کے اسقاط حمل کرنا، کرانا شریعت میں بالکل حرام ہے۔

(۳) دورانِ حمل طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(۴) دورانِ حمل طلاق دی جائے تو اس کی عدت وضع حمل (بچے کی ولادت) تک ہے۔

(۵) شوہر پر مہر کی ادائیگی بہر صورت فرض ہے، چاہے طلاق کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔

(۶) مذکورہ صورت میں ۶ سالہ بچے کو سات سال تک اور پانچ سالہ بچی کو ۹ ر سال تک ماں کو حق پرورش حاصل ہے۔ان کے علاوہ دیگر بچوں سے متعلق ماں کو حقِ پرورش نہیں۔

(۷) شرعی احکام کو سرِ تسلیم خم کرنا شان بندگی ہے اور اس سے ترش روئی و بیزار ہونا ہلاکت ہے، جن بچوں پر ماں کو حق پرورش حاصل ہے، وہ بچے ماں کو سپرد کر دینا شوہر پر لازم ہے وگرنہ گناہگار ہوگا۔

(۸) شوہر کے گھر پر عدت گزارنا ضروری ہے اور شوہر پر عدت کے مکمل ہونے تک مطلقہ بیوی کا نفقہ وسکنی لازم ہے (کھانا پینا ور ہائش)؛ لیکن اگر شوہر کے گھر پر بلا وجہ عدت نہ گزارے تو شوہر پر عورت کا کوئی حق نہیں، البتہ مہر بہر صورت لازم ہے۔

لمافی القرآن الکریم (البقرة:٢٨٦): ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾

(الاسراء:٣١): ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا﴾

(الطلاق:٤): ﴿وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَن يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾

(البقرة:٢٣٣): ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَه رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

(البقرة: ٢٣٦): ﴿وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ﴾

(الطلاق:٦): ﴿أَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُم مِّن وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ﴾

(النسآء:٤): ﴿وَآتُواالنِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾

وفی الدرالمختار(٥٧٥/٣): (لا) نفقة لأحد عشر... و(خارجة من بيته بغيرحق) وهی الناشزة حتى تعود.

وفی الرد تحته: (قوله:وهی الناشزة) أی بالمعنى الشرعی أما فی اللغة فهی العاصية على الزوج المبغضة له.

وفی الشامية (٤٢٩/٦): (قوله:ويكره،إلخ) أی مطلقا قبل التصور وبعده على ما اختاره فی الخانية كما قدمناه قبيل الاستبراء وقال إلا أنها لا تأثم إثم القتل (قوله:وجاز لعذر) كالمرضعة إذا ظهر بها الحبل وانقطع لبنها وليس لأبی الصبی ما يستأجر به الظئر ويخاف هلاك الولد قالوا يباح لها أن تعالج فی استنزال الدم ما دام الحمل مضغة أو علقة ولم يخلق له عضو وقدروا تلك المدة بمائة وعشرين يوماً، وجاز لأنه ليس بآدمی وفيه صيانة الآدمی،خانية.

وفی الدرالمختار(۵٦٦/۳):(والحاضنة) أما أوغيرها (أحق به) أی بالغلام حتی يستغنی عن النساء وقدر بسبع وبه يفتی لأنه الغالب... (وغيرهما أحق بها حتی تشتهی) وقدر بتسع وبه يفتی وبنت إحدی عشرة مشتهاة اتفاقا،زيلعی (وعن محمد أن الحكم فی الأم والجدة كذلک) وبه يفتی لكثرة الفساد،زيلعی.

وفی الشامية:قوله (مشتهاة اتفاقا) بل فی محرمات المنح بنت تسع فصاعدا مشتهاة اتفاقا سائحانی قوله (كذلک) أی فی كونها أحق بها حتی تشتهی قوله (وبه يفتی) قال فی البحر بعد نقل تصحيحه والحاصل أن الفتوی علی خلاف ظاهر الرواية. (نجم الفتاوی:۳۸۲/۵-۳۸۴)

ناجائز حمل کے اسقاط کا حکم:

سوال: اگر کسی عورت سے زنا سرزد ہو جائے اور حمل ٹھہر جائے تو آیا ذلت سے بچنے کے لیے اسقاط حمل جائز ہے، یا نہیں؟ بالخصوص جب کہ لڑکی کی شادی میں تاخیر ہو تو اس صورت میں آیا ذلت سے بچنے کی شرعاً کیا صورت ہے؟ وضاحت فرمادیں، جب کہ شریعت مطہرہ میں گناہ کو چھپانے کی ترغیب دی گئی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اسقاط حمل کرنا چاہے حمل نکاح سے ہو، یا زنا سے، بچہ میں روح پڑنے سے قبل ضرورت اور عذر کی بنا پر جائز ہے اور جب بچے میں روح پڑ جائے [جس کی مدت تقریباً چار ماہ ہے] تو پھر اسقاط حمل جائز نہیں، لہٰذا صورت مسئولہ میں حمل اگر اتنی مدت نہیں رہا، جس میں روح پڑ جائے تو پھر ذلت وعار سے بچنے کے لیے اسقاط کی گنجائش ہے اور اگر اتنی مدت گزر گئی، جس میں روح پڑ گئی ہو تو پھر اسقاط حمل کرنا بالکل ناجائز ہے۔

لمافی الهداية(۳۱۵/۲):ولأبی حنيفة رحمه الله أن الناس عرفوها بكرا فيعيبونها بالنطق فتمتنع عنه فيكتفی بسكوتها كيلا تتعطل عليها مصالحها.

وفی الشامية (۱۷٦/۳،مطلب فی حكم إسقاط الحمل):(قوله:وقالوا،الخ) قال فی النهر بقی هل يباح الإسقاط بعد الحمل نعم يباح ما لم يتخلق منه شیء ولن يكون ذلک إلا بعد مائة وعشرين يوما وهذا يقتضی أنهم أرادوا بالتخليق نفخ الروح وإلا فهو غلط لأن التخليق يتحقق بالمشاهدة قبل هذه المدة كذا فی الفتح... فلا أقل من أن يلحقها إثم هنا إذا أسقطت بغير عذر،اھ. (نجم الفتاویٰ:۳۸۴/۵،۳۸۵)

ضبطِ تولید کا حکم:

سوال: اگر کوئی عورت بچوں کو ناپسند کرتی ہو اور وہ یہ چاہتی ہو کہ اس کے ہاں بچہ پیدا نہ ہو اور وہ بذریعہ آپریشن اپنی قوت تولید کو ختم کروالے تو اس کا یہ فعل کیسا ہے؟ اگر غلط ہے تو کفارے کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اس عورت کا یہ فعل بالکل غلط ہے اور اس کا یہ فعل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی خلاف ورزی ہے، جس میں اس عورت سے شادی کرنے کا حکم فرمایا ہے، جو زیادہ اولاد جننے والی ہو اور اگر اس عورت نے یہ فعل کیا ہے تو سخت گناہ کا کام کیا ہے اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے۔

لمافي صحيح البخاری (۷۵۹/۲):عن أبی هريرة رضی الله عنه، قال: قلت: يا رسول الله إنی رجل شاب، وأنا أخاف على نفسی العنت، ولا أجد ما أتزوج به النساء، فسكت عنی ثم قلت مثل ذلک، فسكت عنی، ثم قلت مثل ذلک، فسكت عنی ثم قلت مثل ذلک، فقال النبی صلى الله عليه وسلم: يا أبا هريرة جف القلم بما أنت لاق فاختصر على ذلک أو ذر.

وفی الشامية (۱۷۶/۳):[تنبيه] أخذ فی النهر من هذا ومما قدمه الشارح عن الخانية والكمال أنه يجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء مخالفا لما بحثه فی البحر من أنه ينبغی أن يكون حراما بغير إذن الزوج قياسا على عزله بغير إذنها.

و فی الفتاویٰ اللجنة الدائمة (۳۱۸/۱۹):الأصل فی تحديد النسل وتنظيمه عدم الجواز؛ لمخالفته لما جاء فی الشريعة الإسلامية من النهی عن التبتل المراد به: الانقطاع عن النكاح والتشديد فی ذلک، والأمر بتزوج الولود، فيكون تناول حبوب منع الحمل أوغيرها لمنع الحمل غير جائز، إلا فی حالات ضرورية نادرة، كأن يحدث الحمل للمرأة أتعابا وأمراضا فوق ما يلحق الحوامل عادة من أمراض الحمل والولادة– فعند ذلک يجوز تناول ما يمنع الحمل تداويا، لا فرارا من النسل؛لقول الله سبحانه:﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾وقوله:﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ وبالله التوفيق وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.(نجم الفتاوی:۳۸۹/۵)

استقرار حمل سے عورت کی جان کو خطرہ ہو تو ضبط تولید کا حکم:

سوال: ہندہ کی شادی ہوئے تقریباً ڈھائی سال کا عرصہ ہوا، شادی کے ابتدائی چند ماہ کے بعد پے در پے دو حمل ساقط ہو گئے، تیسرے بچہ کی ولادت بمشکل تمام ہوئی، ولادت چھوٹے آپریشن نیز مشین کے ذریعہ ہوئی، جس میں بچہ کے جسم کے اعضاء کا شکم مادر میں ہی ٹوٹ جانے، یا پھر کسی عضو کے بگڑ جانے کا شدید خطرہ تھا، نیز صرف سر کا حصہ متأثر ہوا تھا؛ مگر اللہ کے فضل وکرم سے بچہ اب بالکل صحیح وتندرست ہے، یہ بچہ شکم مادر میں الٹا تھا۔ ہندہ پھر حمل سے ہے، یہ بچہ بھی شکم مادر میں الٹا ہے، ہندہ کا بڑا آپریشن بھی متوقع ہے اور غالباً ہفتہ روز میں ولادت بھی متوقع ہے۔ نیز ہندہ کا بلڈ گروپ بھی کم یاب ہے۔ میکہ اور سسرال کے قریبی عزیز واقارب سے اس کا گروپ نہیں ملتا۔ بلڈ بینک کا خون عام حالات میں ڈاکٹر اب پسند نہیں کرتے۔ ایک مسلمان ہومیو پیتھک ڈاکٹر کا کہنا ومشورہ ہے کہ ہندہ پر ضبط تولید کا آپریشن اب ضروری

ہے۔لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کا آپریشن حتمی طور پر بچہ بند کرنے کے لیے کرایا جا سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مرد وعورت کی تولیدی صلاحیت کو مستقل طور پر ختم کرنے کی جو بھی صورت ہو، اسلامی شریعت کی رو سے حرام ہے؛ کیوں کہ یہ منشاء قدرت، بقاء نسل اور افزائش نسل کے خلاف ہے، قرآن وحدیث کے متعدد نصوص سے اس کی حرمت ثابت ہے۔بعض صحابہؓ نے عبادت میں یکسوئی اور استغراق کی خاطر خصی ہونے کی اجازت چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت نہیں دی۔

عن سعد بن أبي وقاص قال: ردّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علی عثمان بن مظعون التبتل ولو أذن له لاختصینا. (متفق علیه)(مشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح:۲۶۷)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اختصاء بني آدم حرام. (۳۳۸/٤)

معلوم ہوا کہ انسان کی خصی کرنا حرام ہے۔نس بندی اور آپریشن اختصاء ہی کی ترقی یافتہ صورت ہے، چوں کہ اس میں صلاحیت تولید بالکلیہ ختم ہو جاتی ہے، دوسرے یہ کہ یہ تغییر خلق اللہ ہے؛ یعنی اللہ کی خلقت میں ایسی تبدیلی کرنا ہے، جس سے اس کی خلقت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔قرآن کریم نے اسے شیطانی حرکت قرار دیا ہے:

﴿وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾(سورۃ النساء:۱۱۹)

اس لیے اعضاء تناسل کو کاٹنا، یا جسم میں کوئی ایسی تبدیلی کرنا جس سے صلاحیت تولید ختم ہو جائے، اسی ضمن میں آتا ہے اور تولیدی صلاحیت کو ختم کرنے والی دواؤں کے استعمال کو بھی فقہا نے اسی لیے حرام قرار دیا ہے، لہٰذا عام اور غیر اضطراری حالت میں نس بندی، یا آپریشن کے ذریعہ قوت تولید کو بالکلیہ ختم کر دینا شرعاً حرام ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔

البتہ اگر ماہر دیانت دار ڈاکٹر، یا حکیم کے کہنے کے مطابق استقرار حمل کی صورت میں عورت کی جان خطرہ میں ہو، مثلاً میجر آپریشن کے ذریعہ تین بچے ہو چکے ہوں تو چوتھے کے لیے آپریشن کی جگہ باقی نہیں رہتی ہے، ایسی صورت میں استقرار حمل سے عورت کی جان کو شدید خطرہ لاحق ہوتا ہے، یہ اور اس طرح کی شرعی مجبوریوں میں پہلے عارضی موانع حمل تدابیر مثلاً لوپ وغیرہ استعمال کیا جائے، اگر یہ عارضی طریقہ مفید ثابت نہ ہو تو پھر بدرجۂ مجبوری عورت کے لیے آپریشن کرانے کی گنجائش ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۴۱۸/۴/۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۴۵-۴۷)

بوجہ عذر تولیدی صلاحیت ختم کرانے کا حکم:

سوال: میرے ایک عزیز ہیں، ان کے ماشاء اللہ سات بچے ہیں، اب ان کی اہلیہ کی طبیعت بہت خراب رہتی

ہے، بلڈ پریشر بہت لو(low) رہتا ہے، کمزوری بھی زیادہ ہے۔ ڈاکٹر نے بھی کہا ہے کہ اب پیدائشی مرحلے سے گزرنے کی صورت میں عورت کی جان کو شدید خطرہ ہے۔

موانع حمل طریقے اپنانے پر عورت کی طبیعت خراب ہوجاتی ہے۔ کیا ایسی صورت میں نس بندی، یا عورت کی بچہ دانی نکلوا دینے کی گنجائش ہے؟

الجواب ــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

کسی بھی عورت کے لیے اپنی تولیدی صلاحیت کا ختم کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

عن سعد بن أبي وقاص قال ردّ رسول الله صلى الله عليه وسلم على عثمان بن مظعون التبتل ولو أذن له لا ختصينا. (مشكاة المصابيح، ص: ٢٦٧)

(حضرت سعد بن ابی وقاص سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون کو بے نکاحی زندگی گزارنے سے منع فرمادیا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دے دیتے تو ہم اپنے آپ کو خصی بنا لیتے۔)

اس فعل میں اللہ کی تخلیق کو بدلنا، یا فطری امر کو اپنی صفت سے تبدیل کرنا لازم آتا ہے، عام اوقات میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، چاہے تولیدی صلاحیت ختم کرانے کے لیے رحم کو نکلوایا جائے، یا اس کا منہ بند کر دیا جائے، یا کوئی بھی ایسا طریقہ جو رحم میں استقرارِ حمل سے دائمی طور پر مانع ہو، اختیار کرنا جائز نہیں۔

البتہ اگر ضرورت اس امر کی متقاضی ہو اور استقرارِ حمل سے عورت کی جان کو خطرہ لاحق ہونے کا ظن غالب ہو، مثلاً ڈاکٹر حضرات یہ تشخیص کردیں کہ اب اس عورت کو حمل ہوا تو اسے مہلک بیماریاں لگ سکتی ہیں، یا اب اس میں حمل کو برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں تو اس صورت میں اگر موانع حمل طریقے (مثلاً کنڈوم، یا دیگر طریقہ کار) بھی مضر ہوں تو عورت کے لیے یہ گنجائش ہے کہ وہ اپنی تولیدی صلاحیت کو ختم کر دے، البتہ اگر موانع حمل طریقے مضر نہ ہوں تو اسی پر اکتفا کیا جائے، تولیدی صلاحیت ختم کرنے کی حاجت نہیں۔

صورت مسئولہ میں چوں کہ آپ کے عزیز کی اہلیہ کے سات بچے ہیں اور ڈاکٹر نے بھی اب پیدائشی مرحلے سے گزرنے پر عورت کی جان کو خطرہ کہا ہے، لہٰذا ڈاکٹر اگر مسلمان حاذق ہو، نیز موانع حمل طریقے بھی اس عورت کے لیے مضر ہوسکتے ہوں تو آپ کے عزیز کی اہلیہ کے لیے گنجائش ہے کہ وہ اپنی تولیدی صلاحیت ختم کر دیں؛ لیکن اگر ایسا نہیں تو پھر ان کے لیے اس کی گنجائش نہیں۔

لمافي الكلام المجيد (المائدة: ٨٧): ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

وفي الدرالمختار (١٧٦/٣): وقالوا يباح إسقاط الولد قبل أربعة أشهر ولو بلا إذن الزوج.

وفي الرد تحته: تنبيه: أخذ في النهر من هذا وممّا قدّمه الشارح عن الخانية والكمال أنه

يجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء مخالفا لما بحثه في البحر من أنه ينبغي أن يكون حراما بغير إذن الزوج قياسا على عزله بغير إذنها قلت لكن في البزازية أن له منع امرأته عن العزل اه نعم النظر إلى فساد الزمان يفيد الجواز من الجانبين فما في البحر مبني على ما هو أصل المذهب وما في النهر على ما قاله المشايخ والله الموفق.

وفي الشامية (۲۲۸/۵): يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفائه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. (نجم الفتاوی: ۳۸۹/۵، ۳۹۰)

خاندانی منصوبہ بندی کا شرعی حکم:

مفتی صاحب! خاندانی منصوبہ بندی کی شرعی حیثیت کیا ہے اور اس سے متعلق ان سوالوں کے جوابات تحریر فرمادیں:

سوال (۱) آج کل حکومت کی طرف سے جو عورتیں مقرر ہیں اور وہ باقاعدہ گھروں پر جاتی ہیں اور دوسری عورتوں کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) اجتماعی اور انفرادی طور پر اس پر عمل کرنے والوں کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۳) کیا ضرورت کی بنا پر جواز کی کوئی صورت ہے؟

از راہ کرم تحقیقی جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

خاندانی منصوبہ بندی کی دو صورتیں ہیں:

(۱) قطعِ نسل: یعنی کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس سے دائمی طور پر قوت تولید ختم ہو جائے، جیسا کہ عورت اپنی نس بندی کرالے، یا مرد خصی بن جائے، یہ حرام ہے، کسی مسلمان کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنا جائز نہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرنا پایا جاتا ہے، جو کہ درست نہیں۔

(۲) منع حمل: یعنی کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کرنا جس سے عارضی طور پر حمل نہ ٹھہرے، بغیر کسی عذر کے ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے، البتہ اگر میاں بیوی کو کوئی عذر لاحق ہو، مثلاً دونوں دور دراز کے سفر پر ہوں اور حمل مشکلات کا سبب بن سکتا ہو، یا حمل کی وجہ سے پہلے بچے کو دودھ پلانا متاثر ہو رہا ہو تو اس طرح کے اعذار کی وجہ سے ایسا کرنا جائز ہے، پھر اس میں کوئی کراہت نہیں؛ البتہ کسی غرض فاسد کی وجہ سے مانع حمل طریقہ اختیار کرنا مثلاً بعض لوگ شادی کے بعد اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ اولاد کم ہو تا کہ ان کی عیاشی میں مخل نہ ہو اور بعض یہ خیال رکھتے ہیں کہ اولاد پیدا ہو جائے گی تو نعوذ باللہ ان کا خرچہ کون برداشت کرے گا؟ اور بعض لوگ کفریہ خیالات ''بچے دو ہی اچھے'' کے پروپیگنڈے کے دامِ فریب میں آجاتے ہیں، حالاں کہ یہ سب شریعت سے متصادم خیالات ہیں۔ اگر ایسی کسی وجہ سے مانع حمل طریقہ اختیار کیا جارہا ہے تو یہ حرام ہے، اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم''.(مشكاة المصابيح:۲/۲۷۶)

(آپ نے فرمایا: ایسی عورتوں سے شادی کرو جو زیادہ بچے جننے والی ہو، کیوں کہ (کل بروز قیامت) میں اپنی امت کی کثرت کے بسبب فخر کروں گا۔)

الغرض مانع حمل کوئی بھی طریقہ عذر کی بناپر انفرادی طور پر اختیار کرنا جائز ہے، البتہ اسے ایک اجتماعی مسئلہ، یاتحریک بنالینا درست نہیں؛ بلکہ یہ شرعی مزاج کے مخالف ہے۔ اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور یہ نعمت جس مقدار میں اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں، اس کا حصول موجب سعادت ہے، اجتماعی طور پر اولاد کے خلاف تحریک، یا خاندانی منصوبہ بندی اختیار کرنا مغربی سازش اور دجل ہے، جس سے مسلمانوں کو پرہیز کرنا چاہیے۔ انفرادی طور پر ڈاکٹر حضرات سے معلوم کرلیا جائے، اگر وہ عورت کی جان، یا دیگر کوئی عذر حمل سے مانع قرار دیں تو منع حمل کا کوئی بھی طریقہ اختیار کرلیا جائے؛ لیکن ان گھر گھر آنے والی عورتوں سے اجتناب کیا جائے۔

لمافی القرآن الكريم (الاسراء: ۳۱): ﴿وَلَاتَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا﴾

(التكوير: ۸، ۹): ﴿وَإِذَا الْمَوْءُوْدَةُ سُئِلَتْ o بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾

وفي البخاری (۲/۷۵۹): عن سعد بن أبی وقاص يقول: رد رسول الله صلى الله عليه وسلم على عثمان بن مظعون التبتل، ولوأذن له لاختصينا.

و في الشامية (۳/۳۷۶): (قوله: قال الكمال) عبارته وفي الفتاوی إن خاف من الولد السوء في الحرة يسعه العزل بغير رضاها لفساد الزمان فليعتبر مثله من الأعذار مسقطا لإذنها، آه... كأن يكون في سفر بعيد أوفي دار الحرب فخاف على الولد أو كانت الزوجة سيئة الخلق ويريد فراقها فخاف أن تحبل وكذا ما يأتی فی إسقاط الحمل عن ابن وهبان فافهم. (نجم الفتاوی: ۵/۳۹۰، ۳۹۲)

عارضی مانع حمل طریقے اختیار کرنے کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! میاں بیوی کے لیے ایسے طریقے اختیار کرنا جس سے عارضی طور پر حمل نہ ہو، کیا یہ درست ہے؟ میاں بیوی چند دن کے سفر پر گئے ہوئے ہیں، وہاں حمل کا ٹھہر جانا ان کے لیے مشکلات پیدا کرسکتا ہے؛ کیوں کہ ابتدائی دنوں میں ذرا سی بے احتیاطی حمل کو ضائع کر دیتی ہے، لہٰذا اگر یہ مانع حمل کوئی طریقہ اختیار کرتے ہیں، مثلاً مرد کنڈوم یا عورت مانع حمل دوائی لیتی ہے تو کیا اس کی گنجائش ہے؟ ازراہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــ بعون الملك الوهاب

کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کرنا جس سے عارضی طور پر حمل نہ ٹھہرے، بغیر کسی عذر کے مکروہ تنزیہی ہے، البتہ اگر

کوئی عذر ہو (مثلاً غیر مسلم ملک میں بچہ پیدا ہونے سے بچے کے اخلاق بگڑنے کا خوف ہو، یا دور دراز کے سفر پر ہوں، یا پہلے بچے کو دودھ پلانے کا مسئلہ ہو؛ کیوں کہ دوسرے بچے کے حمل سے دودھ متاثر ہو جاتا ہے) تو اس وقت مانع حمل کوئی بھی طریقہ اختیار کرنا جائز ہے اور اگر کوئی عذر نہ ہو؛ بلکہ کسی غیر شرعی غرض کی وجہ سے مانع حمل طریقے اختیار کیے جائیں، مثلاً بچی پیدا ہوئی تو خاندان میں عار ہوگی، یا اتنے بچوں کے لیے پیسوں اور کھانے پینے کا بندوبست کون کرے گا، اگر ایسی کوئی غرض ہو تو یہ فعل ناجائز اور حرام ہوگا۔

الغرض اگر کوئی معتبر عذر ہو تو یہ مطلقاً جائز ہے، بغیر عذر کے مکروہ تنزیہی ہے اور کسی غیر شرعی غرض کے لیے کیا جائے تو حرام ہے۔ صورت مسئولہ میں بھی چوں کہ آپ دور کے سفر پر ہیں اور سفر میں استقرارِ حمل مشکلات پیدا کرسکتا ہے، لہٰذا یہ عذر معتبر ہے اور اس کی وجہ سے میاں، یا بیوی میں سے جو بھی عارضی مانع حمل کا کوئی طریقہ اختیار کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔

لمافی القرآن الكريم (الاسراء: ۳۱): ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا﴾

(التكوير: ۸، ۹): ﴿وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾

وفی الهندية (۳۵٦/۵): المرأة المرضعة ظهر بها حبل وانقطع لبنها وتخاف على ولدها الهلاک وليس لأبی هذا الولد سعة حتى يستأجر الظئر يباح لها أن تعالج فی استنزال الدم ما دام نطفة أو مضغة أو علقة لم يخلق له عضو وخلقه لا يستبين إلا بعد مائة وعشرين يوما أربعون نطفة وأربعون علقة وأربعون مضغة كذا فی خزانة المفتين وهكذا فی فتاوى قاضی خان والله أعلم.

وفی الشامية (۷۵/۳): وأما سفح الماء ففائدته الولد والحق فيه للمولى فاعتبر إذنه فی إسقاطه فإذا أذن فلا كراهة فی العزل عند عامة العلماء وهو الصحيح؛ وبذلک تضافرت الأخبار. وفی الفتح: وفی بعض أجوبة المشايخ الكراهة، وفی بعض عدمها نهر، وعنهما أن الإذن لها. وفی القهستانی أن للسيد العزل عن أمته بلا خلاف وكذا لزوج الحرة بإذنها... (قوله قال الكمال) عبارته: وفی الفتاوی إن خاف من الولد السوء فی الحرة يسعه العزل بغير رضاها لفساد الزمان، فليعتبر مثله من الأعذار مسقطا لإذنها اه. فقد علم مما فی الخانية أن منقول المذهب عدم الإباحة وأن هذا تقييد من مشايخ المذهب لتغير بعض الأحكام بتغير الزمان، و أقره فی الفتح وبه جزم القهستانی أيضاً حيث قال: وهذا إذا لم يخف على الولد السوء لفساد الزمان وإلا فيجوز بلا إذنهاه. لكن قول الفتح فليعتبر مثله إلخ يحتمل أن يريد بالمثل ذلک العذر، كقولهم: مثلک لا يبخل، ويحتمل أنه أراد إلحاق مثل هذا العذر به كأن يكون فی سفر بعيد، أو فی دار الحرب فخاف على الولد، أو كانت الزوجة سيئة الخلق ويريد فراقها فخاف أن تحبل، وكذا ما يأتی فی إسقاط الحمل عن ابن وهبان فافهم. (نجم الفتاویٰ: ۳۹۲/۵، ۳۹۳)

کنڈوم، ٹیکے اور گولیوں کا استعمال:

سوال: مفتی صاحب! آیا دورِ حاضر میں چھوٹا خاندان، بچوں میں مناسب وقفہ، ماں اور بچے کی صحت کے لیے ضروری ہے، دین اسلام میں اس بات کی کیا حیثیت ہے؟ ٹیکے، گولیاں اور کنڈوم کا استعمال قرآن وسنت کی روشنی میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ بیشتر کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، جن میں ''تحفۂ دلہن''، ''بہشتی زیور'' اور ''میرا جینا میرا مرنا اللہ کے لیے'' شامل ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا حق زوجیت ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ آیا یہ بات درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس کا سبب یہ بیان فرمایا ہے کہ میں بروز قیامت تمہاری تعداد کی زیادتی کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی، بیشک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

(۱) اگر کنڈوم، گولیاں اور ٹیکے استعمال کرنے سے بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہو اور اسی طرح بچہ دانی نکلوا دینا یہ سب قرآن وحدیث کے صریح نصوص کے خلاف ہے، لہٰذا یہ ناجائز اور حرام ہے، کسی مسلمان کے لیے ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، البتہ اگر ٹیکے، کنڈوم اور گولیاں استعمال کرنے سے مقصود وقفہ ہے تو اس صورت میں اگر عورت کمزور ہے اور حمل کے بوجھ کو برداشت نہیں کرسکتی، یا حمل کی وجہ سے بچے کی صحت پر ضرر ونقصان کا اندیشہ ہے تو اس صورت میں عورت شوہر کی اجازت سے مناسب وقفہ تک ٹیکے اور گولیاں استعمال کرسکتی ہے، بشرطیکہ ٹیکے اور گولیاں استعمال کرنے سے بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ختم نہ ہو جاتی ہو۔

(۲) شریعت مطہرہ نے انسانی ضرورت اور جنسی خواہش کو صحیح طریقے سے پورا کرنے کے لیے نکاح کو مشروع قرار دیا ہے؛ تاکہ انسان اپنی اس خواہش کو جائز طریقے سے پورا کر کے غلط کاریوں اور گناہ کے کاموں سے بچ سکے اور اس کے ساتھ ساتھ انسانیت کی بقا کے لیے توالد اور تناسل کا سلسلہ بھی چلتا رہے، اسی وجہ سے ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شوہر اپنی بیوی کو ضرورت کے لیے بلائے تو وہ اگرچہ تنور پر ہی کیوں نہ ہو حاضر ہو جائے (کیوں کہ حاضر نہ ہونے کی صورت میں شوہر کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے کہ کہیں شوہر زنا میں مبتلا نہ ہو جائے، یا غصے میں آکر عورت کو طلاق دے دے اور دوسری شادی کرلے، جس کی وجہ سے عورت کو سخت پریشانی اٹھانی پڑے) لہٰذا صورت مسئولہ میں جب مرد اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے عورت کو بلائے تو عورت کو چاہیے کہ مرد کی خواہش کو پورا کرے، چاہے کسی بھی کام میں مشغول ہو۔

لما في القرآن الكريم (الاسراء: ٣١): ﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيرًا﴾

وفـى مشكاة المصابيح (ص: ٢٨١): وعـن طـلـق بن على قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا الرجل دعا زوجته لحاجته فلتأته وإن كانت على التنور. (رواه الترمذى)

وفـى مرقاة المفاتيح (٢٧٢/٦): (لـحـاجتـه) أى المختصة به كناية عن الجماع (فلتأته) أى لتجب دعوته وإن كانت على التنور أى وإن كانت تخبز على التنور مع أنه شغل شاغل لا يتفرغ منه إلى غيره إلا بـعـد انـقضائه قال ابن الملک وهذا بشرط أن يكون الخبز للزوج لأنه دعاها فى هذه الحالة فقد رضى بإتلاف مال نفسه وتلف المال أسهل من وقوع الزوج فى الزنا رواه الترمذى وكذا النسائى.

وفـى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (١٢٩٢/١٩): س: مـا حكم الزوجين المسلمين فى شرب الأدوية والحبوب لمنع الحمل، بحيث كثرة العيال يؤدى إلى مكافحة و مشقات عظيمة والهوان، سواء فى الإنسانية والدينية فى بعض دول أوربا وما ساواها فى أمورها الحيوية؟

ج: يـخـتـلف حـكـم استعمال الأدوية والحبوب لمنع الحمل باختلاف الغرض منه، وباختلاف طبيـعة الـحبـوب ومدى تأثيرها على الزوجة، وموقف الرجل فى ذلک والوقت الذى تستعمل فيه اصد الشرعية لمشروعية النكاح: حصول الأولاد، فعن معقل بن يسار رضى اللّٰه عنه قال: جاء رجل إلى رسول الـلّٰـه صـلـى الـلّٰـه عـلـيـه وسـلـم فقال: إنى أصبت امرأة ذات حسب ومنصب ومال، إلا أنها لا تلد، أفـأتزوجها؟ فنهاه، ثم أتاه الثانية فقال له مثل ذلک، ثم أتاه الثالثة فقال له: "تزوجوا الودود الولود، فـإنى مكاثر بكم الأمم"، رواه أبوداؤد والنسائى والحاكم، وقال: صحيح الإسناد، فهذه المرأة التى تستـعـمل الحبوب والأدوية من أجل البقاء على نضارة جسمها هى بمنزلة المرأة العقيم، وقد نهى صـلـى الـلّٰه عليه وسلم عن نكاحها؛ لأنها لا تلد، فهذه المرأة منهية بعموم هذا الحديث عن تعاطى الـمـوانـع التى تمنع الحمل، وإذا كان الغرض من استعمال الحبوب والأدوية منع الحمل فى حالة تـكـون المرأة واقعة فيها وهى وجود إجهاد بدنى، كالمرأة التى تلد كل سنة ويكون جسمها نحيفا فـلا تتحمل متاعب الحمل والولادة، بحيث لو استمرت غلب على ظنها وقوع ضرر عظيم عليها، وتـرى استـعـمال الحبوب والأدوية لمنع الحمل وقتا محدودا بقدر ما يدفع الضرر فيجوز ذلک، بشـرط أن لا يتـرتـب عـلـى استـعماله ضرر يماثل الضرر الذى يراد فعله، ذلک أن استعمال بعض حبـوب مـنع الحمل ينشأ عنها أحيانا اضطراب فى العادة الشهرية، وتليف الرحم، وحصول ضغط فـى الـدم، وخـفـقـان فـى الـقـلـب، وغـر ذلک من الآثار السيئة التى يعرفها الأطباء، ويدل لجواز الاستـعـمـال فـى هـذه الـحـالة عموم أدلة الشريعة الدالة على اليسر والسهولة ودفع المشقة، قال تـعـالى: ﴿مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ﴾ وقال صلى اللّٰه عليه وسلم: لا ضرر ولا ضرار وقد أخـذ الـعـلـمـاء من هذه الآية وما جاء فى معناها من القرآن، وكذلک ما جاء فى معنى الحديث من السـنـة قـاعـدة: (الـمشقة تجلب التيسير) وأما اختلاف الحكم باختلاف طبيعة الحبوب والأدوية فبيـانـه أن يـقـال: هـذه الأدوية والـحـبـوب التـى يـراد استـعـمـالها لمنع الحمل إن كانت خالية من

المؤثرات السيئة المماثلة للضرر المراد دفعه، فيجوز استعمالها كما سبق بيانه، وإن اشتملت على ضرر يماثل الضرر المراد دفعه لم يجز؛ لأن الضرر لا يدفع بالضرر، والمرجع فى تقدير ما تشتمل عليه من أضرار إلى أهل المعرفة فى ذلك، وذلك بتحليل هذه الحبوب والأدوية وتشخيص ما تشتمل عليه من أضرار ومدى تأثيرها. (نجم الفتاوی: ۵/۳۹۳، ۳۹۴)

جس عورت کا رحم نکال دیا گیا ہو، اس سے ہمبستری منی کو ضائع کرنے کے مرادف ہے، یا نہیں:

سوال: اب سے چند سال قبل خاندانی منصوبہ بندی پر موافق ومخالف بہت سے بیانات و کتابچے شائع ہوئے، عین ایمرجنسی کے زمانہ میں آپ کا کتابچہ ''خاندانی منصوبہ بندی'' اپنی نوعیت میں نہایت جرأت مندانہ ومجاہدانہ اقدام تھا، افسوس کہ مجھ سے ایک صاحب نے لیا اور کہیں گم کر دیا، جس کے بعد وہ کتب فروشوں کے یہاں بھی نہیں ملتا، پتہ نہیں آپ کے پاس اس کی کوئی زائد کاپی بچی ہے، یا نہیں؟

خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق اسلامی ہدایات وفرمودات پر گفتگو کرتے ہوئے میں نے اسی زمانہ میں ایک عالم سے یہ سوال کیا تھا کہ فرنچ لیدر (ربر کی تھیلی) کا استعمال ''قتل اولاد'' کے مرادف کیوں کر ہوسکتا ہے؟ تو موصوف نے جواباً کہا تھا کہ اگر یہ قتل اولاد کے مرادف نہیں ہے تو منی کو عمداً غلط جگہ ضائع کرنے کا ارتکاب ہوگا، جو جلق کی صورت میں ہوتا ہے اور ایسے لوگوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں لعنت فرمائی ہے، جو مادۂ منویہ کو عمداً غلط جگہ ضائع کرنے والے ہیں۔ اس ضمن میں موصوف نے حدیث شریف بھی پڑھ کر سنائی، جس میں ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ جواب تشفی بخش تھا۔

اب ایک مسئلہ سامنے ہے، امید کہ اس پر محققانہ غور وخوض کے بعد تشفی بخش جواب فراہم کریں گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جدید علم طب وجراحت کی ترقیاں عجیب عجیب کارنامے سامنے لائی ہیں، من جملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ بعض عورتوں کو کبھی کسی مرض کے سبب معالج کے کہنے پر اپنے رحم ہی کو جسم سے جدا کر دینا پڑتا ہے، ایسی عورتوں کی ازدواجی زندگی کا کیا ہوگا؟ ظاہر ہے کہ ان سے مباشرت ضیاع منی ہی کے ضمن میں آئے گی، یا ایسا نہ سمجھا جائے گا اور جائز ہوگی؟ اگر جائز ہوئی تو ٹھیک؛ لیکن اگر جواب نفی میں ہوا تو بقیہ زندگی کی کیا صورت ہوگی؟ اور زن وشو کے حقوق ومعاملات ایک دوسرے پر کیا مرتب ہوں گے؟ میری نگاہ میں ایسی مثالیں کئی ہیں اور یہ مسئلہ شرعی نقطۂ نگاہ سے اہم ہے، جسے اس عہد میں کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

رسالہ ''خاندانی منصوبہ بندی'' آپ کو پسند آیا۔ (الحمد للہ) یہاں اس کی کوئی کاپی موجود نہیں ہے، دفتر امارت شرعیہ میں لکھئے، شاید وہاں مل جائے، ہر طرف سے اس کی مانگ ہے، خیال ہے کہ پھر چوتھی بار اس کو طبع کرایا جائے؛ مگر اس میں وقت لگے گا۔ اب اپنے سوال کا جواب سنئے!

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نکاح سے مقصود توالد وتناسل کے ساتھ ساتھ ان فطری تقاضوں کی تکمیل بھی ہے، جو قدرت نے عورت ومرد کے اندرودیعت رکھے ہیں؛اس لیے اگر کسی جائز اور لازمی ضرورت کی بنیاد پر معتمد معالج کے مشورہ سے رحم کو جسم سے الگ کردیا گیا تو گرچہ نکاح کا ایک مقصد توالد وتناسل تو حاصل نہ ہوسکے گا؛لیکن دوسرا اہم مقصد فطری خواہشات کی تکمیل اور عصمت کا تحفظ تو بہر حال پورا ہوگا اور ایسی صورت میں مباشرت کو مادہ کا ضیاع نہیں کہا جائے گا۔(۱)

لأن الوطء حق الحرة قضاء للشهوة وتحصيلا للولد.(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

منت اللہ رحمانی،۱۳/۶/۱۴۰۳ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۴۷-۴۸)

جلق کا حکم:

سوال: میں کالج کا طالب علم ہوں، کالج کا ماحول کتنا غیر اسلامی ہے،اس سے آں جناب واقف ہوں گے، فی الوقت میں ان بہت سارے مسائل کو چھوڑ کر ایک اہم مسئلہ کے متعلق کتاب وسنت کے احکام جاننا چاہتا ہوں، وہ ہے غیر فطری طریقہ سے مادۂ تولید (منی) کا اخراج۔اس معاملہ میں جلق عام ہے اور بھی کئی ذریعے لوگوں نے ایجاد کر رکھے ہیں۔ یہ ایسا پیچیدہ مسئلہ ہے کہ اس میں جہاں تک میں سمجھتا ہوں نوے فیصد سے زائد نوجوان مبتلا ہیں، بہت سارے صغائر وکبائر کا مجھے علم ہے، زنا اور اغلام کے متعلق احکام معلوم ہیں؛ لیکن مذکورہ فعل کے متعلق نہ تو میں نے کسی تقریر میں کچھ سنا اور نہ ہی کسی اصلاحی کتاب میں اب تک کچھ پڑھا ہے۔بعض کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں زنا اور اغلام کے احکام ہیں اور مذکورہ فعل کی نوعیت بالکل مختلف ہے،لہٰذا مذکورہ فعل زنا اور اغلام کے زمرے سے باہر ہے۔

واضح فرمائیں کہ مذکورہ فعل گناہوں کی فہرست میں داخل ہے، یانہیں؟ اگر گناہوں کی فہرست میں داخل ہے تو صغائر میں، یا کبائر میں؟نقلی دلائل سے واضح فرمائیں،اگر ممکن ہو تو عقلی دلائل بھی دیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفيق

غیر فطری طریقہ پر منی کا اخراج سخت گناہ ہے،آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ناكح اليد ملعون'' (۳) فرمایا ہے،یعنی ہاتھ سے، یا کسی غیر فطری طریقہ سے منی کا اخراج کرنے والا ملعون ہے۔عقلی دلیل کیا دی جائے، ہر ذی شعور سمجھتا ہے کہ اس کے کیا نقصانات ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نعمت اللہ قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۴۸-۴۹)

---

(۱) قال عبدالله كنّا مع النبيّ صلى الله عليه وسلم شبابالانجد شيئاً فقال لنارسول الله صلى الله عليه وسلم يامعشرالشباب من استطاع منكم الباءةفليتزوّج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء.(الصحيح للبخاري:۲/۷۵۸)

(۲) الهداية،كتاب الكراهية،فصل في الوطئ والنظر والمس:٤/٤٤٨

(۳) كشف الخفاء:۲/۳۲۵ ،للشيخ اسماعيل بن محمد العجلوني الجراحي

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، وما لکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پربدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد / مولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحیٔ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبہٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشر واشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش ودیگر مفتیان	شعبۂ نشر واشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارکپوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۱)	نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۲)	خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۲۳)	فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا

(۲۴) فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشر ز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدر آباد
(۲۵) احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲۶) فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷) فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸) فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹) کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰) محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱) حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، دریا گنج، نئی دہلی
(۳۲) فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس، لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳ لکھنؤ، انڈیا
(۳۴) فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵) فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳۶) فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷) آپ کے مسائل اوران کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸) مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیتہ، مولانا عبدالحئی نگر، سورت، گجرات
(۳۹) فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی-۶، انڈیا
(۴۰) فتاویٰ شاکر خان	مولانا مفتی محمد شاکر خان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خرد سروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱) فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جونپور (یوپی)
(۴۲) فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبدالحئی نگر، کفلیتہ، سورت گجرات
(۴۳) فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
(۴۴) کتاب النوازل	مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۴۵) نجم الفتاویٰ	مفتی سید نجم الحسن امروہوی	شعبہ نشر واشاعت جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن، نارتھ کراچی
(۴۶) فتاویٰ فلاحیہ	حضرت مولانا مفتی احمد ابراہیم بیماتؒ	حافظ اسجد بن مفتی احمد ابراہیم بیمات، کینیڈا
(۴۷) فتاویٰ دینیہ	حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل کچھولویؒ	جامعہ حسینہ راندیر، سورت، گجرات
(۴۸) فتاویٰ رحمانی	حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ (مرتبہ: مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی، مفتی امارت شرعیہ پٹنہ)	مخطوطہ

مصادر ومراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
	﴿قرآن (مع تفاسیر وعلوم قرآن)﴾		
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الٰہی
(۲)	جامع البیان فی تأویل القرآن	ابوجعفر الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	تفسیر قمی	ابوالحسن علی بن ابراہیم بن ہاشم قمی	۳۲۹ھ
(۴)	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۵)	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	أبوعبداللہ، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی، فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
(۶)	انوار التنزیل واسرار التأویل (تفسیر بیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۷)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۸)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد محلی / جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان سیوطی	۸۶۴ھ/۹۱۱ھ
(۹)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۱۰)	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۱)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۲)	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
(۱۳)	روائع البیان فی تفسیر آیات القرآن	محمد علی الصابونی	۱۴۴۲ھ
	﴿عقائد (مع شروحات)﴾		
(۱۴)	فقہ اکبر	ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۵)	العقیدۃ الطحاویۃ	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۶)	شرح فقہ اکبر	نور الدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۷)	عقائد الاسلام	حضرت مولانا ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
	﴿متون واطراف واجزاء حدیث﴾		
(۱۸)	مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحصکفی وابی نعیم	امام اعظم ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۹)	جامع معمر بن راشد	ابوعروۃ البصری معمر بن أبی عمرو راشد الأزدی	۱۵۳ھ
(۱۰)	موطأ امام مالک	امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۱)	کتاب الآثار بروایۃ أبی یوسف	ابو یوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ انصاری	۱۸۲ھ
(۲۲)	الزھد والرقائق لابن المبارک	ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	۱۸۱ھ
(۲۳)	کتاب الاٰثار بروایۃ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۴)	موطأ امام مالک رموطأ امام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۲۵)	الجامع لابن وھب	ابومحمد عبداللہ بن وھب بن مسلم المصری القرشی	۱۹۷ھ
(۲۶)	مسند الشافعی بترتیب السندی	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن	۲۰۴ھ
(۲۷)	السنن الماثورۃ بروایۃ المزنی	عبدمناف الشافعی القرشی المکی	
(۲۸)	مسند ابوداؤد الطیالسی	ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری	۲۰۴ھ
(۲۹)	مصنف عبدالرزاق صنعانی	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	۲۱۱ھ
(۳۰)	مسند الحمیدی	ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	۲۱۹ھ
(۳۱)	الصلوٰۃ	ابونعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف بابن دکین	۲۱۹ھ
(۳۲)	مسند ابن الجعد	علی بن الجعد بن عبید الجوھری البغدادی	۲۳۰ھ
(۳۳)	مصنف ابن ابی شیبہ رمسند ابن ابی شیبہ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خورستی	۲۳۵ھ
(۳۴)	مسند اسحاق بن راھویہ	ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، ابن راہویہ	۲۳۸ھ
(۳۵)	مسند امام احمد	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۶)	فضائل الصحابۃ	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	۲۴۱ھ
(۳۷)	المنتخب من مسند عبد بن حمید	ابومحمد عبدالحمید بن نصر الکسی	۲۴۹ھ
(۳۸)	صحیح البخاری	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۳۹)	الادب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	۲۵۶ھ
(۴۰)	صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن وردین النیشافوری	۲۶۱ھ
(۴۱)	أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	۲۷۲ھ
(۴۲)	سنن ابن ماجہ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	۲۷۳ھ
(۴۳)	سنن ابوداؤد رمراسیل ابوداؤد	ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۴۴)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۴۵)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۶)	مسند الحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داھر التمیمی البغدادی الخطیب المعروف بابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۴۷)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۴۸)	الآحاد والمثانی	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۴۹)	السنۃ	ابوبکر بن أبی عاصم، احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۰)	البحر الزخار المعروف بمسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بن خلاد بن عبیداللہ العتکی، البزار	۲۹۲ھ
(۵۱)	تعظیم قدر الصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۲)	مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۳)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ
(۵۴)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۵)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۶)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۵۷)	المنتقی	ابن الجارود ابومحمد عبداللہ بن علی النیشاپوری	۳۰۷ھ
(۵۸)	مسند الرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۵۹)	الکنی والأسماء	ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۶۰)	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحٰق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۱)	التوحید	محمد بن اسحٰق بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۲)	السنۃ لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۳)	مسند السراج/حدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۶۴)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۶۵)	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۶)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۶۷)	مکارم الأخلاق/مساوی ءالاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر الخرائطی السامری	۳۲۷ھ
(۶۸)	مسند الشاشی	ابوسعید الہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ
(۶۹)	معجم ابن الأعرابی	ابوسعید بن الأعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم البصری الصوفی	۳۴۰ھ
(۷۰)	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۷۱)	المعجم الأوسط/المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۲)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۳)	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۴)	عمل الیوم واللیلۃ	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبداللہ	۳۶۴ھ
(۷۵)	سنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطنی	۳۸۵ھ
(۷۶)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۷۷)	شرح مذاھب أھل السنۃ	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۷۸)	الإبانۃ الکبریٰ	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطۃ	۳۸۷ھ
(۷۹)	معالم السنن	ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۸۰)	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم النیسافوری	۴۰۵ھ
(۸۱)	الإیمان	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحی بن مندہ العبدی	۳۹۵ھ
(۸۲)	شرح أصول اعتقاد أھل السنۃ والجماعۃ	ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی	۴۱۸ھ
(۸۳)	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۴)	المسند المستخرج علی صحیح مسلم	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۵)	امالی	ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مھران البغدادی	۴۳۰ھ
(۸۶)	مسند الشھاب	ابوعبداللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری	۴۵۴ھ
(۸۷)	السنن الکبریٰ/السنن الصغیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۸۸)	شعب الإیمان	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۸۹)	معرفۃ السنن والآثار	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۰)	الدعوات الکبیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۱)	جامع بیان العلم وفضلہ	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی	۴۶۳ھ
(۹۲)	تفسیر غریب مافی الصحیحین	محمد بن فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸
(۹۳)	الفردوس بمأثور الخطاب	ابوشجاع، شیرویہ بن شھردار بن شیرویہ بن فناخسر والدیلمی الھمدانی	۵۰۹ھ
(۹۴)	شرح السنۃ	محی الدین ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ
(۹۵)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہزام التمیمی السمرقندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۹۶)	المعجم	ابوالقاسم، علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۹۷)	کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی	۹۷۵ھ
(۹۸)	جامع الأصول فی أحادیث الرسول	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۹۹)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۱۰۰)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۱)	الجوھر النقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ الماردینی ابن الترکمانی	۷۵۰
(۱۰۲)	جامع المسانید والسنن الھادی لأقوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۳)	نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایۃ	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ
(۱۰۴)	البدر المنیر رمختصر تلخیص الذھبی	ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۰۵)	تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین	عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابونصر عبدالوھاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۰۶)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نورالدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الہیثمی	۸۰۷ھ
(۱۰۷)	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۸)	التلخیص الحبیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۰۹)	المقاصد الحسنۃ	محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۱۰)	الجامع الصغیر رالفتح الکبیر	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۱)	تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۲)	جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامۃ محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۳)	آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۱۴)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

شروح وعلل حدیث

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۱۵)	شرح صحیح البخاری	ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک	۴۴۹ھ
(۱۱۶)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۱۷)	احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشہیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ
(۱۱۸)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہر الدین الزیدانی الکوفی الضریر الشیرازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۱۹)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۱۲۰)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۱)	المحلی شرح الموطأ	ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن خلیفہ المالکی	
(۱۲۲)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۳)	تقریب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۴)	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۵)	شرح المصابیح	محمد بن عزالدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشہور بابن ملک	۸۵۴ھ
(۱۲۶)	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۷)	شرح سنن أبی داؤد	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۲۸)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۲۹)	اللآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۰)	مصباح الزجاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۱)	ارشادالساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۳۲)	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۳)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۴)	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۵)	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۶)	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۳۷)	لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۳۸)	حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۳۹)	شرح مسند الشافعی	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۴۰)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی بن عبدالغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۴۱)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	۱۱۸۲ھ
(۱۴۲)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۴۳)	مظاہر حق	نواب قطب الدین خاں دہلوی	۱۲۸۹ھ
(۱۴۴)	بذل المجہود فی حل أبی داؤد	المحدث خلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۱۴۵)	التعليق المجد على موطا الإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۶)	حاشية السنن لأبي داؤد	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۷)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحئ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۸)	عون الباري لحل أدلة البخاري	نواب صدیق حسن خاں (محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی قنوجی)	۱۳۰۷ھ
(۱۴۹)	التعليق الحسن على آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۵۰)	لامع الدراري على صحيح البخاري	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۱)	الكوكب الدري على جامع الترمذي	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۲)	عون المعبود في شرح سنن أبي داؤد	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۵۳)	المنهل العذب المورود شرح أبي داؤد	محمود محمد خطاب السبکی	۱۳۵۲ھ
(۱۵۴)	العرف الشذي شرح سنن الترمذي	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۵۵)	فيض الباري شرح البخاري	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۵۶)	تحفة الأحوذي شرح سنن الترمذي	ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۵۷)	فتح الملهم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۵۸)	التعليق الصبيح على مشكوٰة المصابيح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۵۹)	معارف السنن شرح جامع الترمذي	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۶۰)	أوجز المسالك إلى موطا امام مالك	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۶۱)	مرعاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح	ابوالحسن عبیداللہ بن محمد عبدالسلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۶۲)	سلسلة الأحاديث الضعيفة	محمد ناصر الدین الالبانی	۱۴۲۰ھ
(۱۶۳)	منار القاري شرح مختصر صحيح البخاري	حمزہ بن محمد قاسم	۱۴۳۱ھ
(۱۶۴)	منهاج السنن شرح سنن الترمذي	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ
(۱۶۵)	البحر المحيط الثجاج في شرح صحيح لمسلم	محمد بن علی بن آدم بن موسی الإتیوبی الولوی	--

سیرت وشمائل

(۱۶۶)	زاد المعاد في هدية خير الانام	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامة المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۶۷)	المواهب اللدنية بالمنح المحمدية	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۶۸)	سبل الهدى والرشاد في سيرة خير الانام	محمد بن یوسف الصلاحی الشامی	۹۴۲ھ
(۱۶۹)	تاريخ الخميس في أحوال أنفس النفيس	حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری	۹۶۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷۰)	شرح المواهب اللدنية	العلامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ
(۱۷۱)	اصح السیر	مولانا ابوالبرکات عبد الرؤف دانا پوری	--
(۱۷۲)	سیرۃ المصطفی	محمد ادریس کاندھلوی بن حافظ محمد اسماعیل کاندھلوی	۱۳۹۴ھ

﴿کتب فقہ احناف﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷۳)	الحجة على اهل المدينة	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۴)	کتاب الأصل	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۵)	الجامع الصغير	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۶)	مختصر الطحاوی	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۷۷)	شرح مختصر الطحاوی	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۷۸)	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۳ھ
(۱۷۹)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۸۰)	النتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۸۱)	المبسوط	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۲)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۳)	تحفۃ الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد بن ابواحمد السمرقندی الحنفی	۵۳۹ھ
(۱۸۴)	خلاصۃ الفتاویٰ رمجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۸۵)	المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی	ابوالمعالی محمود بن احمد بن عبد العزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۸۶)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۸۷)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۸۸)	بدایۃ المبتدی وشرحہ الہدایۃ	برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۸۹)	قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۹۰)	المجتبی شرح مختصر القدروی	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۹۱)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۹۲)	مجمع البرکات	ابوالبرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ھاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی	۶۶۷ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۹۳)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ محمود بن عبداللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۹۴)	الاختیار لتعلیل المختار	عبداللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابوالفضل مجد الدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۱۹۵)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۱۹۶)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۱۹۷)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدید الدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۱۹۸)	کنز الدقائق	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰، ۷۰۱ھ
(۱۹۹)	تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	فخر الدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۲۰۰)	شرح مختصر الوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۱)	النقایۃ مختصر الوقایۃ	صدر الشریعہ الصغیر، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۲)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۲۰۳)	النہایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۱۷ھ
(۲۰۴)	جامع المضمرات شرح مختصر القدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۰۵)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۲۰۶)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الأنصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۲۰۷)	السراج الوہاج فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۸)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۰۹)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک، عبداللطیف بن عبدالعزیز	۸۰۱ھ
(۲۱۰)	الفتاویٰ البزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	۸۲۷ھ
(۲۱۱)	معین الحکام	ابوالحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۴۴ھ
(۲۱۲)	البنایۃ شرح الہدایۃ	بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۳)	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۴)	فتح القدیر علی الہدایۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	۸۶۱ھ
(۲۱۵)	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹ھ
(۲۱۶)	درر الحکام شرح غرر الأحکام	ملا خسرو، محمد بن فرامرز بن علی	۸۸۵ھ
(۲۱۷)	شرح النقایۃ	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲ھ
(۲۱۸)	حاشیۃ علی العنایۃ شرح الہدایۃ	سعداللہ بن عیسیٰ بن امیر خان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	۹۴۵ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۱۹)	ملتقی الأبحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۰)	الصغیری رالکبیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۱)	جامع الرموز شرح مختصر الوقایۃ المسمیٰ بالنقایۃ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۲۲)	البحرالرائق فی شرح کنزالدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ
(۲۲۳)	المسالک فی المناسک	،ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی	بعد:۹۷۵ھ
(۲۲۴)	المنسک المتوسط المسمی لباب المناسک	رحمۃ اللہ بن عبداللہ السندی المکی الحنفی	--
(۲۲۵)	الفتاویٰ الحامدیۃ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	۹۸۵ھ
(۲۲۶)	تنویرالأبصاروجامع البحار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۲۷)	النہر الفائق شرح کنزالدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۲۸)	شرح النقایۃ فی مسائل الہدایۃ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۲۹)	رمزالحقائق شرح کنزالدقائق	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۰)	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	۱۰۲۱ھ
(۲۳۱)	سکب الأنہر علی فرائض مجمع الانہر	علاءالدین علی بن محمد الطرابلسی بن ناصرالدین الحنفی	۱۰۳۲ھ
(۲۳۲)	نورالایضاح ونجاۃ الارواح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۳)	امدادالفتاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۴)	مراقی الفلاح شرح نورالایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۵)	مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعو بشیخی زادہ، المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۳۶)	الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ	خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۳۷)	الدرالمختار شرح تنویرالأبصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاءالحصکفی	۱۰۸۸ھ
(۲۳۸)	الفتاویٰ الأسعدیۃ	سیداسعد بن ابوبکرالمدنی الحسینی	۱۱۱۶ھ
(۲۳۹)	الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماعۃ من اعلام فقہاء الھند)	۱۱۶۱ھ
(۲۴۰)	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۱)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۲)	اسعاف المولی القدیر شرح زادالفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقدوسی مصری	۱۱۲۲ھ کے بعد
(۲۴۳)	مالابدمنہ (فارسی)	قاضی ثناءاللہ الاموی العثمانی الہندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۴۴)	ردالمحتار رحاشیۃ الدرالمختار	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۴۵)	العقود الدرية فی تنقیح الفتاویٰ الحامدية	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۶)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۷)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۸)	مأۃ مسائل	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۴۹)	رسالہ الاربعین	ابوسلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۵۰)	غایۃ الاوطار ترجمہ اردو الدر المختار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملھوری رمترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	۱۲۷۱ھ/--
(۲۵۱)	التحریر المختار حاشیۃ رد المحتار	عبدالقادر الرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۵۲)	جواہر الإخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر بن محمد بن الحسین الاخلاطی الحسینی	--
(۲۵۳)	مفتاح الجنۃ	کرامت علی بن ابوابراہیم شیخ امام بخش بن شیخ جار اللہ جونپوری	۱۲۹۰ھ
(۲۵۴)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبدالغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۵۵)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۶)	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۷)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۸)	حاشیہ علی الہدایہ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۹)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۰)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۱)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۲)	علم الفقہ	عبدالشکور بن ناظر علی فاروقی لکھنوی	--
(۲۶۳)	الفتاویٰ الکاملیۃ فی الحوادث الطرابلسیۃ	محمد کامل بن مصطفیٰ بن محمود الطرابلسی الحنفی	۱۳۱۷ھ
(۲۶۴)	القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۶۵)	رسائل الارکان	عبدالعلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۶۶)	مجلۃ الاحکام العدلیۃ	لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ	--
(۲۶۷)	الآثار الحمیدیۃ شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ	عبداللطیف بن حسین الغزی	۱۳۴۰ھ
(۲۶۸)	العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ	احمد رضا خان بریلوی	۱۳۴۰ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۶۹)	الملفوظ	احمد رضا خان بریلوی	۱۳۴۰ھ
(۲۷۰)	بہشتی گوہر، بہشتی زیور	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۱)	تصحیح الاغلاط	مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	۱۳۶۲ھ
(۲۷۲)	ارشاد الساری الی مناسک الملا علی قاری	حسین بن محمد سعید عبدالغنی المکی الحنفی	۱۳۶۶ھ
(۲۷۳)	جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶ھ
(۲۷۴)	مجموعہ قوانین اسلامی	آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، نئی دہلی	ادارہ
(۲۷۵)	تحفۃ العجم ترجمہ اردو کنز الدقائق	مولانا محمد سلطان خان شاہجہاں پوری	--
(۲۷۶)	دینی مسائل اور ان کا حل	مولانا مفتی سلمان منصور پوری	مدظلہ

﴿دیگر مسالک کی کتب فقہ﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۷۷)	المدونۃ الکبری	امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	۱۷۹ھ
(۲۷۸)	نھایۃ المطلب فی درایۃ المذہب	امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن محمد الجوینی	۴۷۸ھ
(۲۷۹)	متن أبي شجاع المسمى الغاية والتقريب	احمد بن الحسین بن احمد، أبوشجاع، شھاب الدین أبوالطیب الأصفھانی	۵۹۳ھ
(۲۸۰)	احتجاج طبرسی	،ابومنصور احمد بن علی بن ابوطالب طبرسی	چھٹی صدی ہجری
(۲۸۱)	المغنی	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۲۸۲)	المجموع شرح المھذب	محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۸۳)	المقنع ،الشرح الکبیر علی المقنع	شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی	۶۸۲ھ
(۲۸۴)	الفتاویٰ الکبریٰ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۲۸۵)	المبدع شرح المقنع	ابواسحاق، برہان الدین، ابراہیم بن محمد عبداللہ بن محمد بن مفلح	۸۸۲ھ
(۲۸۶)	مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل	شمس الدین أبوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن الطرابلسی المغربی، المعروف بالحطاب الرُّعینی المالکی	۹۵۴ھ
(۲۸۷)	کشاف القناع عن متن الإقناع	منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدریس البھوتی الحنبلی	۱۰۵۱ھ
(۲۸۸)	إعانۃ الطالبین علی حل ألفاظ فتح المعین	أبوبکر (المشھور بالبکری) عثمان بن محمد شطا الدمیاطی الشافعی	۱۳۱۰ھ

﴿فقہ مقارن﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۸۹)	بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۲۹۰)	الفقہ علی المذاہب الأربعۃ	عبدالرحمٰن بن محمد عوض الجزیری	۱۳۶۰ھ
(۲۹۱)	الفقہ الاسلامی وادلتہ	ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	۲۰۱۵ء
(۲۹۲)	الموسوعۃ الفقہیۃ	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	--

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات

﴿اصول فقہ﴾

(۲۹۳)	اصول البزدوی	فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی	۴۲۲ھ
(۲۹۴)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابوسہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ
(۲۹۵)	آداب المفتی	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۲۹۶)	المنار	حافظ الدین النسفی	۷۱۰ھ
(۲۹۷)	الکافی شرح البزدوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۲۹۸)	کشف الاسرار شرح اصول البزدوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۲۹۹)	الأشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۳۰۰)	غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر	احمد بن محمد المکی ابوالعباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۳۰۱)	نور الانوار فی شرح المنار	ملاجیون حنفی، احمد بن ابوسعید	۱۱۳۰ھ
(۳۰۲)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۳۰۳)	عمدۃ الفقہ	سید زوار حسین شاہ	۱۴۰۰ھ

﴿تزکیہ واحسان﴾

(۳۰۴)	ادب الدنیا والدین	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی	۴۵۰ھ
(۳۰۵)	الفصل فی الملل والاہواء والنحل	أبومحمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم بن غالب بن صالح بن خلف بن معدان بن سفیان بن یزید الأندلسی القرطبی	۴۵۶ھ
(۳۰۶)	احیاء علوم الدین	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطّوسی	۵۰۵ھ
(۳۰۷)	عوارف المعارف	شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی شافعی علیہ الرحمہ	۶۳۲ھ
(۳۰۸)	غنیۃ لطالبین	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۰۹)	الترغیب والترہیب	ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۳۱۰)	الکبائر	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز ذہبی	۷۴۸ھ
(۳۱۱)	الزواجر عن اقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ
(۳۱۲)	تحقیق الحق المبین	حضرت شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی مجددی	۱۲۷۷ھ

﴿لغات، معاجم، ادب وتاریخ، طبقات وتراجم﴾

(۳۱۳)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۱۴)	المتفق والمفترق	ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ
(۳۱۵)	النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۳۱۶)	مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ
(۳۱۷)	الکلیات معجم فی مصطلحات والفروق اللغویۃ	أبوالبقاء الحنفی، أیوب بن موسیٰ الحسینی القریمی الکفوی	۱۰۹۴ھ
(۳۱۸)	کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم	محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمّد صابر الفاروقی الحنفی التہانوی	۱۱۵۸ھ
(۳۱۹)	نوراللغات	مولوی نورالحسن نیر	۱۳۵۵ھ
(۳۲۰)	التعریفات الفقھیۃ	محمد عمیم الاحسان المجددی البرکتی	۱۳۹۵ھ
(۳۲۱)	غیاث اللغات	مولوی غیاث الدینؒ	--
(۳۲۲)	فیروزاللغات	الحاج مولوی فیروزالدینؒ	--

﴿متفرقات﴾

(۳۲۳)	تنبیہ الغافلین	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب الفقیہ الحنفی السمرقندی	۳۷۳ھ
(۳۲۴)	ماثبت من السنۃ	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۲۵)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۲۵)	کشف الاسرار	آیت اللہ (روح اللہ موسوی) خمینی	۱۴۰۹ھ

نوٹ: ''فتاویٰ علماء ہند، جلد-۳۲'' کے متن وحاشیہ میں ان کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمٰن قاسمی)